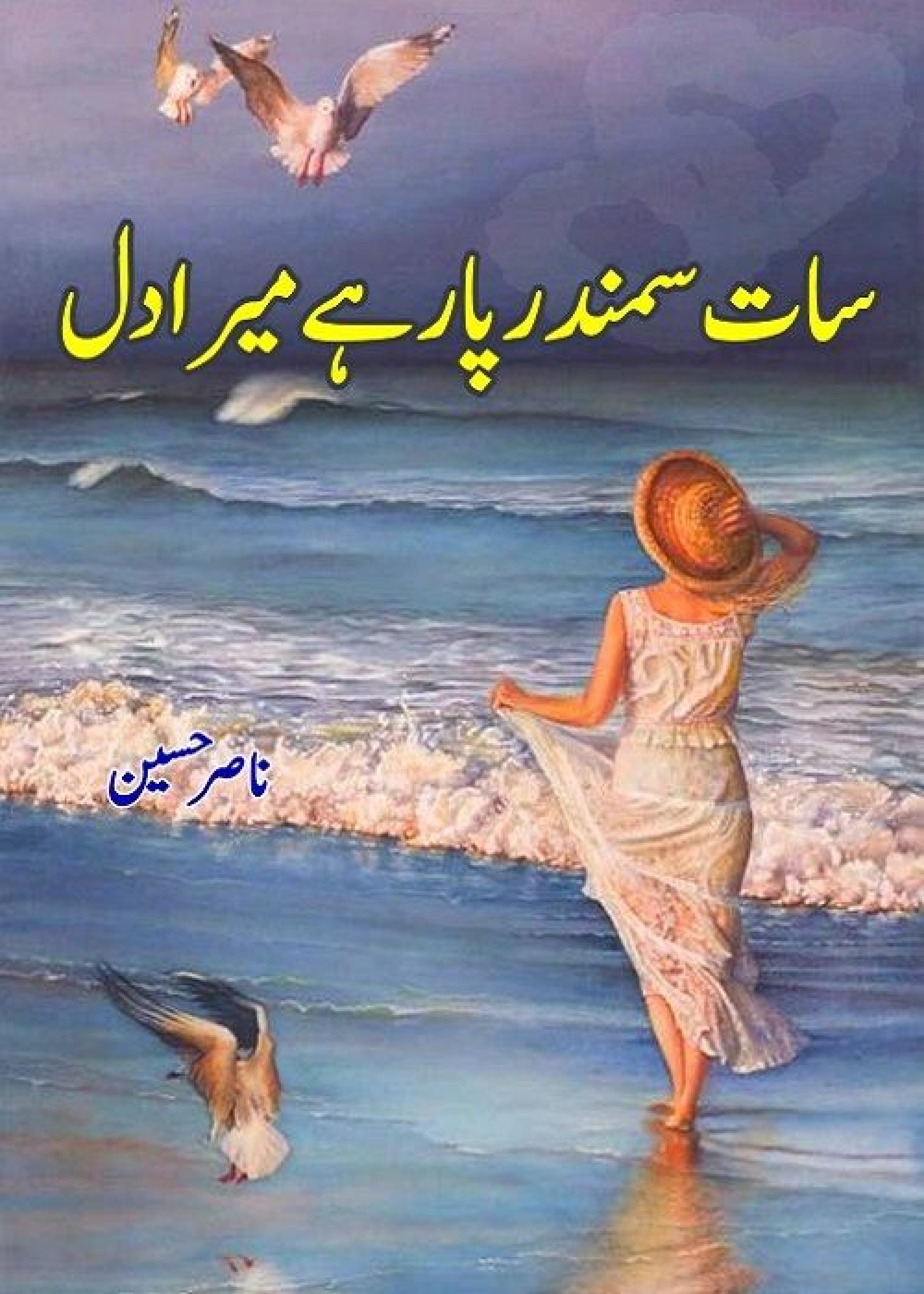
سات سمندر پار ہے میرا دل
ناصر حسین

ناول

ناصر حسین

سات سمندر پار ہے میرا دل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈوبتے سورج کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی ڈوب رہا تھا۔دور دور تک سنسان سڑک اس کی بے بسی پر مسکرانے لگا۔پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ یونہی کھڑی ہر آنے جانے والی گاڑی کو بڑے رشک سے دیکھ رہی تھی مگر ان سینکڑوں گاڑیوں میں سے کوئی ایک بھی ایسی گاڑی نہیں تھی جو اسے اپنے اندر پناہ دیتی۔بڑی بے چارگی کے عالم میں وہ کبھی اوپر تو کبھی سڑک کو دیکھتی۔وقت کے ساتھ ساتھ تاریکی بڑھتی جارہی تھی اور سڑک پر آتے جاتے گاڑیوں کی تعداد کم ہوتی جارہی تھی۔اپنی سہیلی کی سالگرہ پر وہ آئی تھی اور اس محترمہ نے جھوٹے منہ بھی نہیں کہا" تمہیں واپس گھر جانے میں مسئلہ ہوگا تم کو ڈراپ کر دیں گے" یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کی سہیلی کتنی ڈرپوک ہے۔اس کے ساتھ تو وہ بعد میں نمٹ لے گی لیکن فی الحال دنیا کا سب سے مشکل کام اس کے لیے ٹیکسی یا رکشہ ڈھونڈنے کا تھا۔اس کی ٹانگیں سردی کی وجہ سے کم اور ڈر کی وجہ سے زیادہ کانپ رہی تھیں۔وہ دراز قد اور حد سے زیادہ پتلی لڑکی جو ایک سیاہ لمبے انارکلی فراک میں ملبوس تھی اس وقت وہاں کھڑے ہوئے کسی فلم کا منظر نظر آرہی تھی۔ بالفرض اگر یہ کوئی فلمی سین ہوتا تو اب تک کوئی نہ کوئی ہیرو ایک عدد لمبی گاڑی کے ساتھ ضرور نازل ہو چکا

ہوتا مگر وہ ایک حقیقت تھی۔

نہ گاڑی آیا نہ ہیرو لیکن ایک بس آ کر اس کے اشارہ دینے پر رک ضرور گئی۔ بڑی ٹھنڈی سانس خارج کر کے دوپٹے کو سنبھالتی وہ بس میں جا کر ریلکیس ہو کر بیٹھ گئی۔ یہاں اسے تحفظ کا احساس ہوا اس نے پرس کو مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا کیونکہ اس میں ابا کی پینشن تھی جو سالگرہ پارٹی میں جانے سے پہلے اس نے لی تھی۔ اور صرف پینشن ہی تو نہیں تھی ایک چھوٹے سے گھرانے کے لیے وہ مہینے بھر کے ضرورتوں کی چابی تھی۔ دھڑکن بحال ہونے میں کافی وقت لگا تھا لیکن وہ یہ نہیں جانتی کچھ ہی دیر میں " آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا" والی کہاوت اس پر فٹ بیٹھنے والی ہے۔ کیونکہ آگے جو ہونے والا تھا اس کا گمان بھی وہ نہیں کر سکتی تھی۔ رات کی سیاہ چادر نے ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ سرد ہوائیں بس کی کھڑکی سے ہوتی ہوئی اس کے جسم کے آر پار ہونے لگیں۔ بڑی محبت اور عقیدت سے وہ اپنی سفید انگلیوں میں موجود اس گولڈن تار والی انگوٹھی کو دیکھ رہی تھی۔ یہ وہ انگوٹھی تھی جو ہر لڑکی کی زندگی میں کچھ سنہرے خواب لے کر آتی تھی۔ وہ بیچاری یونہی خیالوں میں گم رہتی اگر بس نے جھٹکا کھا کر بریک نہ لگائی ہوتی۔ یوں اچانک بریک لگنے سے سبھی سواریوں نے چونک کر سامنے دیکھا۔ کچھ سواریاں جو خواب خرگوش میں تھے وہ بھی جمائیاں لیتے ہوئے سامنے متوجہ ہو گئے۔ اچانک چار پانچ لوگ جن کے ہاتھوں میں بھاری بندوقیں تھیں اور چہرے پر سیاہ ماسک تھا۔ اندر داخل ہوئے۔ اسے ایک سیکنڈ بھی نہیں لگا یہ سمجھنے میں کہ وہ کون لوگ تھے۔

"ڈاکو" پورے بس میں ایک ہلچل مچ گئی۔ ڈاکوؤں کا وہ گروہ پورے بس میں پھیل گیا۔

" چپ چاپ سبھی اپنی جگہ سے کھڑے ہو جاؤ " ایک ڈاکو نے بڑے غصیلے انداز میں کہا تھا۔ سبھی مسافر مجبوراً کھڑے ہو گئے آخر کو زندگی کا معاملہ تھا۔ وہ بھی بے ترتیب دھڑکن لئے کھڑی ہوئی۔ خوف کے مارے اس کی آنکھیں پھیل چکی تھیں۔ اور وہ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ ڈرپوک تو خیر وہ ازل سے تھی لیکن یہاں تو اچھے اچھوں کی ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔

وہ ڈاکو سارے سواریوں کے، پیسے، زیور، گھڑیاں اتارنے لگے۔ اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑی تیزی سے پرس کو نیچے پھینک دیا۔ اور پاؤں کی مدد سے کرسی کے نیچے دھکیل دیا۔ بس میں خاموشی تھی گہری

خاموشی۔ سبھی مسافر ڈرے ہوئے تھے۔ وہ بھی بڑی بڑی آنکھوں سے آنسو روکے خوف کھاتی نگاہوں سے سب دیکھ رہی تھی۔

" دیکھیں بھائی آپ لوگ یہ صحیح نہیں کر رہے " جانے کیسے اس کی زبان پھسل گئی۔ اور بس میں اس کی کانپتی ہوئی آواز نے خاموشی کو توڑا۔ سبھی ڈاکوؤں اور مسافروں نے گردنیں گھما کر اس کی طرف دیکھا۔ یہ بات کہہ کر وہ یقیناً پچھتا رہی تھی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

" کون بولا ہے " ان ڈاکوؤں کے پیچھے حیرت میں ڈوبی ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔ گردنیں ایک بار پھر گھوم گئیں۔

" باس یہ ادھر ایک لڑکی ہے " ایک ڈاکو نے اپنے باس اپنے سربراہ کو بتایا۔ اور وہ باس راستہ بناتا ہوا اس کے بالکل پاس پہنچ گیا۔ اس بیچاری سے سر تک نہ اٹھایا گیا۔ موت تو اسے یقینی نظر آ رہی تھی۔ خود کو بھی کوس رہی تھی " اتنے سارے لوگوں میں اسے جھانسی کی رانی بننے کی ضرورت ہی کیا تھی "

اس کی دھڑکن دھڑکنے کے سارے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔ ان کا باس اس کے بالکل پاس کھڑا تھا۔ سیاہ کپڑے، دراز قد، چہرہ البتہ وہ جھکے سر کے ساتھ نہیں دیکھ سکی۔

" کیا بولی تو۔ ذرا پھر سے بتا " بڑے غصے سے اس باس نے بیچاری کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے بھاری مٹھی میں دبا لیا۔ اس نے سر اٹھا کر چیخ مارنے کی کوشش کی لیکن اس باس نے دوسرا ہاتھ اس کے ہونٹوں پر رکھ کر اس کی چیخ کا گلا دبا دیا۔ اور وہ پھٹی ہوئی نگاہوں سے اس باس کو دیکھتے ہوئے خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس کے چہرے پر ماسک تھا وہ اس کی شکل نہیں دیکھ سکی البتہ اس کی آنکھیں اندھیرے میں چمک رہی تھیں۔ غصے والی بڑی بڑی آنکھیں۔ اس نے نہیں سوچا تھا ڈاکوؤں کا وہ باس ایک نوجوان آدمی ہوگا۔ اسے سانس لینے میں دقت ہو رہی تھی۔ وہ خوفزدہ آنکھوں کے ساتھ اسے کو دیکھے جا رہی تھی۔ مگر اس پل اس لمحے اس شخص کو کیا ہو گیا۔

تیرے نیناں نے کیتا ایسا جادو میرے تے۔۔

وے سوہنیاں اکھاں والیاں دل ہارا تیرے تے۔۔

اس کے لیے جیسے ساری کائنات تھم سی گئی ہو۔ وہ اس لڑکی کو یک ٹک دیکھ رہا تھا جس کے ہاتھ خوف کی وجہ

سے اس کی مٹھی میں کانپ رہے تھے۔ کسی بے بس چڑیا کی طرح۔ اس کے دل میں بجلیاں چلنے لگیں۔ وہ گرنے ہی والی تھی جب اس شخص نے اپنے ہاتھ کو اس کی کمر کے گرد ڈال کر اسے اپنے سینے سے لگا لیا۔ دونوں کے چہروں کے درمیان ایک انچ کا فاصلہ تھا۔ وہ اس کی سانسوں سے اٹھنے والی خوشبو بھی سونگھ سکتی تھی۔ اور وہ چیخنا چاہتی تھی زور زور سے لیکن وہ چیخ بھی نہیں سکتی تھی۔ اور نہ خود کو اس ڈاکو کے مضبوط بانہوں سے چھڑا سکتی تھی۔ وہ بنا سانس لئے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ سمندر سی گہرائی تھی اس لڑکی کی آنکھوں میں۔ جن میں وہ ڈوبتا جا رہا تھا۔ ہزاروں چہرے دیکھے تھے اس نے ہزاروں آنکھیں دیکھی تھیں لیکن ایسی معصوم ایسی خوبصورت آنکھیں وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا تھا جو سید حادل پر جادو کر رہی تھیں۔ اس کے لئے جیسے پوری کائنات تھم سی گئی ہو۔ وقت کی سوئی رک گئی تھی۔ جانے کتنے پل وہ اس لڑکی کی سانسوں کو اپنی سانسوں سے ٹکراتا رہا۔ اس کے ایک آدمی کی آواز اسے ہوش و حواس کی دنیا میں واپس لے آیا۔ اس نے چونک کر اس دوسری طرف دیکھا۔

"چلیں باس ہو گیا سب" وہ کہہ رہا تھا مگر وہ ابھی تک ویسے ہی کھڑا تھا۔

"چلیں باس زیادہ دیر کھڑے رہنے میں خطرہ ہو سکتا ہے" اس کے ہاتھوں نے اس نازک وجود کو آزاد کر دیا۔ ہاتھوں کو پیچھے کرتے ہوئے اس کے ہاتھ ایک بار پھر اس لڑکی کے ہاتھوں سے ٹکرائے اس نے وہ نازک ہاتھ اپنے سامنے کیا۔

"چلیں باس کیا کر رہے ہیں آپ" ڈاکو سمیت سارے مسافر حیرت سے دونوں کو دیکھ رہے تھے۔ بہت اچانک اس کی نظر اس لڑکی کے انگوٹھی پر پڑی۔ جانے کیوں اس نے وہ انگوٹھی اس کی خوبصورت انگلیوں سے نکال لی۔ انگوٹھی نکلنے سے اس کی انگلی میں زور سے رگڑ آیا۔ اور وہ ہلکا سا چیخی۔ اس سمندر جیسی آنکھوں سے نگاہیں ہٹانا بہت مشکل تھا لیکن جانا بھی بہت ضروری تھا۔ وہ سارے ڈاکو بس سے باہر نکل گئے۔ ان کے باس نے باہر قدم رکھنے سے پہلے ایک آخری بار مڑ کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ ابھی تک سہمی ہوئی ان کو دیکھ رہی تھی۔ ان کے نکل جانے کے بعد وہ جیسے بے جان ہو کر سیٹ پر ڈھے گئی۔۔۔

☆......☆......☆

اس دن وہ گھر کیسے پہنچی یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ لیکن گھر پہنچ کر ہی اس کی اکھڑی ہوئی سانسیں ذرا

بحال ہوئیں۔ وہیں دروازے سے ٹیک لگائے کھڑی تھی جب اس کی امی پاس چلی آئیں۔۔۔

حور تم ٹھیک تو ہو۔؟ اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا اب وہ ان کو کیا بتاتی راستے میں ڈاکوؤں نے بس لوٹ لیا۔ اگر یہ بات وہ ان کو بتا دیتی تو وہ یقیناً اس کا باہر نکلنا بند کر دیتے اور ابھی تو اسے یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینی تھی۔ ایسا کوئی بھی رسک وہ نہیں لینا چاہتی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر اپنا دایاں ہاتھ پیچھے کیا تا کہ امی ناں دیکھ سکیں اس کی انگلیوں سے انگوٹھی غائب ہے۔ اگر وہ دیکھ لیتیں تو ہزاروں سوال کرتیں۔ ویسے بھی پچھلے مہینے ہی تو منگنی ہوئی تھی ایسے میں انگوٹھی گم ہو جانا ایک طوفان کھڑا کر دیتا۔ امی تو خیر اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھیں اگر یہی بات وردان کو پتا چلی تو وہ جانے کیا ری ایکٹ کریں گے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہے وردان اس انگوٹھی کو خریدنے کے لیے ہر مہینے اپنی تنخواہ سے پیسے بچاتا رہا۔۔ یہ تو شکر تھا وہ ڈاکو اس کے پرس کو لے کر نہیں گئے۔ ورنہ ہو جاتا کام تمام۔ پورے مہینے کے خرچ کا دارومدار پرس میں موجود ان چند ہزار روپے پر تھا۔

"اب دروازے پر کیا کھڑی ہو آؤ منہ ہاتھ دھو کر کھانا کھاؤ" اس کی امی نے اسے خیالوں سے باہر نکالا۔ سر اثبات میں ہلاتی وہ کچن کی طرف بڑھی۔ ہاتھ اور چہرہ دھو کر وہ کھانے کی ٹیبل پر چلی آئی۔ جہاں امی اور اس کی چھوٹی بہن پہلے سے ہی بیٹھی تھیں۔ ہاتھ دوپٹے سے صاف کرتی وہ ایک کرسی پر بیٹھ گئی۔

"تجھے پتا ہے آج بجلی والا بل مانگنے آیا تھا اور میٹر کاٹنے کی دھمکی دے گیا" اس نے پہلا نوالہ ابھی منہ میں نہیں ڈالا تھا جب امی نے اپنا بھیانک خبرنامہ شروع کر دیا۔ اس کے چہرے پر دکھ کا ایک سایہ اتر آیا۔ موڈ تو اس کا پہلے سے ہی خراب تھا رہی سہی کسر امی کی اس بریکنگ نیوز نے پوری کر دی۔ پچھلے کچھ عرصے سے پیسے کی تنگی کی وجہ سے وہ لوگ بل ادا نہیں کر سکے۔

"اگر اس مہینے بھی بل جمع نہ کیا تو وہ لوگ میٹر کاٹ کر لے جائیں گے" اماں نے دوسرا خوفناک نقشہ کھینچا۔ وہ ان کی شکل دیکھ کر رہ گئی۔

"اماں حوصلہ رکھیں۔ آج پینشن ملی ہے ناں۔۔ بل دے دیں گے" اماں سے زیادہ حوصلہ وہ خود کو دے رہی تھی لاکھ کوشش کے باوجود وہ پیسے پر قابو نہیں کر پا رہی تھی۔

"پینشن تو ایسے کہہ رہی ہو جیسے لاکھوں لے آئی ہو۔ پندرہ ہزار سے کیا ہو گا حور۔ بل دیں گے۔ گھر کا راشن

پورا کریں گے یا چھوٹی کے سکول کا فیس دیں گے " اماں ہتھے سے اکھڑ گئیں۔

اماں کتنی بار کہا ہے رزق کی فکر نہ کیا کریں۔ رزق اللہ تعالیٰ دیتا ہے جو کھربوں انسانوں کو صدیوں سے دیتا آ رہا ہے تو کیا ہمیں نہیں دے گا۔ یہ تو ہو نہیں سکتا خدا ہمیں پیدا کر کے ہمارا رزق دینا بھول جائے۔ خدا پر بھروسہ ہی رکھیں۔ کامیابی کی پہلی سیڑھی ہی خدا پر بھروسہ ہے۔ اس نے اماں کو شانت کرنے کی ایک کوشش کی۔ لیکن اماں شانت ہونے کی بجائے مزید سلگ گئیں۔

پاگلوں جیسی باتیں مت کیا کر حور۔ یہ سب کتابی باتیں ہیں اصل زندگی میں ایسا نہیں ہوتا۔ اماں نے اس کے بات کو منفی کر دی۔ وہ جانتی تھی اماں آج غلط ہیں مگر کبھی نہ کبھی ان کو احساس ہو گا۔ قسمت کا لکھا رزق انسان کو ایسے ڈھونڈتا ہے جیسے مرنے والے کو موت۔

" تو میں کیا کروں اماں۔۔ آپ بار بار مجھے کیوں سناتی ہیں " آنکھوں میں تیار کھڑے آنسو ابل پڑے۔ اماں اپنے رویے پر نادم ہو گئیں۔ یہ اس کے اچانک رونے کی توقع ان کو نہیں تھی۔ مگر وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ وہ کسی اور بات پر رو رہی ہے۔

" میں تجھے سنا نہیں رہی بیٹا بس اتنا سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ تو آگے یونیورسٹی میں داخلہ لینے کا خواب چھوڑ دے اور کہیں کوئی نوکری تلاش کر تا کہ گھر کے اخراجات پر قابو پایا جا سکے "

اماں نے وہی بات کہی جو وہ ہمیشہ سے کہتی چلی آ رہی تھیں۔ کوئی اور معاملہ ہوتا تو وہ سمجھوتہ کر بھی لیتی لیکن پڑھائی کو یوں بیچ میں چھوڑنا بہت کٹھن تھا اس کے لیے۔

" اماں داخلہ لینا میرے لیے بہت ضروری ہے اور کوئی ایسی نوکری بھی تو نہیں ہے جو مجھے اتنی کم تعلیم کے ساتھ ملے " وہ بھی نرم پڑ گئی۔ آواز ویسے ہی بھرائی ہوئی تھی۔ کھانا کوئی بھی نہیں کھا رہا تھا۔

" ایک نوکری ہے " اماں کی بات پر اس نے سر اٹھایا۔

" یہ جو ہمارے پڑوس والی بڑی کوٹھی ہے ناں یہ کسی نے خرید لی ہے۔ بہت امیر لوگ ہیں آج ہی یہاں شفٹ ہوئے ہیں۔ میں گئی تھی ان سے ملنے۔ ان کی بوڑھی دادی کہہ رہی تھی گھر کے کاموں کے لئے کسی اچھی سی ملازمہ کی تلاش ہے پندرہ سے بیس ہزار دینے کے لیے وہ تیار ہیں۔ میں نے سوچا تم سے پوچھ کر ہاں کر دوں گی "

"اماں اب کیا میں دوسروں کے گھر میں جھاڑو پونچھا کرتی پھروں گی" اس نے حیرانی اور زخمی نگاہوں سے اپنی ماں کی طرف دیکھا۔اماں کا غصہ ایک بار پھر آسمان چھونے لگا۔

"اور نہیں تو کیا تیرے لیے افسر کی سیٹ آئے گی۔؟ ٹھیک ہے مت جاؤ تم میں خود اپنی ان بوڑھی ہڈیوں کو گھسیٹتے ہوئے جا کر ان کے گھر کام کروں گی۔" اماں کھانا چھوڑ کر غصے سے کھڑی ہوئیں۔اور وہاں سے چلی گئیں۔اس نے بے بسی سے سر تھام لیا۔

"آپی پلیز ہاں کر دو وہاں دو دو ہینڈسم لڑکے رہتے ہیں"۔سر اٹھا کر اس نے گھور کر چھوٹی کو دیکھا۔وہ ازلی حسن پرست تھی کہیں بھی خوبصورت مرد دیکھ کر متاثر ہو جاتی تھی۔اس کے یوں گھورنے پر چھوٹی نے سر جھکا لیا۔حور کا حلق خشک ہونے لگا۔یہ روز کا حال تھا۔پچھلے کچھ عرصے سے وہ زندگی کے ہر مسائل کا سامنا کر رہی تھی۔جب تک ابا زندہ تھے وہ پریوں اور شہزادیوں والی زندگی جی رہی تھی۔ان کے جانے کے بعد ہر شے بھک سے اڑ گئی۔ابا کے جانے کے بعد ساری ذمہ داری اماں کے سر پر آ گئی لیکن ان کی بوڑھی ہڈیاں بھی زیادہ بار سہہ نہ سکیں اور اماں نے سارا بوجھ اس کے نازک کاندھوں پر ڈال دیا۔بل،راشن،فیس،بیماریاں ایسے چھوٹے موٹے مسائل طوفان بن کر سامنے کھڑے تھے۔ناں وہ کچھ نظر انداز کر سکتی تھی اور ناں ان کا سامنا کر سکتی تھی۔اماں سلائی کڑھائی کر کے کچھ عرصے تک تو اس کا ساتھ دیتی رہیں لیکن مسلسل رہنے والی کمر درد نے اس سے یہ سہارا بھی چھین لیا۔ اپنی بے بسی پر جی بھر کر ترس محسوس کرتی وہ۔ابا کی وہ معمولی سی پینشن اتنی ضروریات کے سامنے سر جھکائے کھڑی تھی۔وہ نہ احمق تھی نہ نادان تھی ہر شے کو ضرورت کے مطابق استعمال کرتی اور وہ وہ کچھ کرتی جن کے بارے عام حالات میں اس نے سوچا تک نہیں تھا۔

"آپی کھانا کیوں نہیں کھا رہیں آپ" چھوٹی نے اسے کھانے کی طرف توجہ دلایا۔بھوک اس کی اڑ چکی تھی۔چہرے پر شام سی اداسی تھی۔

"تم اماں سے کہہ دو ان کو ہاں کر دیں میں یونیورسٹی کے بعد وہاں کام کر دیا کروں گی" اپنی ہی آواز اسے اجنبی لگی۔چھوٹی مسکرائی۔

"کبھی سوچا نہیں تھا زندگی میں دوسروں کے گھر جا کر بھی کام کرنا پڑ جائے گا" جیسے وہ اپنے آپ سے

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

مخاطب تھی۔ آواز نم اور بھرائی ہوئی تھی۔

"سوچا تو ہم نے بہت کچھ نہیں تھا آپی لیکن وہ سب بھی تو ہو رہا ہے ناں ۔ کیا ہم نے سوچا تھا ابو یوں اچانک ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ہمیں چھوڑ جائیں گے" اس کی آنکھوں سے دو موتی ٹوٹ کر میز پر جا گرے۔

:ویسے آپی مجھے تو یہ سوچ سوچ کر ہی خوف آ رہا ہے بیچارے وردان بھائی کے دل پر کیا گزرے گی۔ جب انہیں پتا چلے گا ان کی ہونے والی آلریڈی بلڈ زوجہ محترمہ دو دو ہینڈسم مردوں کے گھر کام کریں گی" چھوٹی نے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے شرارت سے کہا۔ حور نے گلاس اٹھا کر اس کی طرف نشانہ لگایا مگر وہ پہلے ہی تیار تھی اور وہاں سے رفو چکر ہو گئی۔ رات تک اس کا موڈ خراب رہا نیند بھی بڑی دیر سے آئی۔ ایک تو بس والے ڈاکوؤں اور انگوٹھی نے ٹینشن میں ڈال دیا تھا اوپر سے اماں نے ایک نیا سیاپا اس کے سر پر رکھ دیا۔

☆......☆......☆

پورے یونیورسٹی میں گہما گہمی تھی۔ ہر طرف سٹوڈنٹس ہی سٹوڈنٹس تھے۔ نئی نئی کلاسز لگ رہی تھیں ایڈمیشن ہو رہے تھے رش ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی۔ یونیورسٹی کے دروازے سے ذرا ہٹ کر کینٹین کے پاس وہ غنڈہ گروپ بیٹھا ہوا تھا۔ جس سے کالج کا ہر سٹوڈنٹ خوف کھاتا تھا۔ پانچ چھ لڑکوں پر مشتمل اس گروپ نے پورے یونیورسٹی میں خوف و ہراس پیدا کر رکھی تھی۔ وہ غنڈہ گروپ پڑھائی میں سب سے پیچھے اور لڑائی جھگڑوں میں سب سے آگے تھی۔ اس گروپ کا سربراہ چوہدری عرش تھا جو آخری حد تک سنگدل تھا۔ اس کا حلیہ بھی اس کے مزاج جیسا تھا۔ وہ کالج میں اکثر جینز اور سفید کرتا پہنتا تھا۔ چہرے پر ہلکی سی داڑھی تھی۔ دراز قد تھا اور جسم تھوڑا بھرا بھرا سا تھا۔ گال سفید تھے جو غصہ کرنے پر ٹماٹر کی طرح سرخ ہو جاتے تھے۔ پڑھائی کو چھوڑ کر وہ یونیورسٹی میں دنیا کا ہر کام کرتا تھا۔ یہاں تک اپنے گروپ کے ساتھ وہ شراب سگریٹ اور ایسی کئی زہریلی مواد یونیورسٹی کے احاطے میں لے کر آتا تھا۔ پرنسپل اور ٹیچرز سب جاننے کے باوجود بھی خاموش تھے۔ ایسے گروپ سے پنگا لینے کی ہمت کسی کی نہیں ہوتی تھی۔ عرش کی پرسنیلٹی دیکھ کر یونیورسٹی کی سبھی لڑکیاں اس پر رشک کرتی تھیں مگر وہ ایک موڈی قسم کا لڑکا تھا۔ کبھی دل چاہتا تو کسی سے بات کرتا کسی کو ڈیٹ پر لے جاتا اور موڈ خراب ہونے پر وہ سب کچھ ختم کر دیتا۔ دراصل وہ وقت گزاری کے لیے ہی ایسا کرتا تھا۔ اس وقت بھی وہ گروپ کینٹین کے پاس

بیٹھا ہوا تھا۔ صبح صبح کا وقت تھا سگریٹ پینے کے ساتھ ساتھ وہ سب یونیورسٹی گیٹ سے آتی جاتی لڑکیوں کو بھی دیکھ رہے تھے۔

"ارے واہ کیا لڑکی ہے یار" آصف جو اس گروپ کا ایک ممبر تھا جانے کب سے آتی جاتی لڑکیوں سے آنکھوں کو سیک رہا تھا جب ایک خوبصورت لڑکی دیکھی تو بے اختیار منہ سے نکل گیا۔ سب نے اس کی نگاہوں کے سمت دیکھا۔ واقعی وہ خوبصورت لڑکی تھی مگر عرش کو وہ زیادہ خوبصورت نہیں لگی اس لئے وہ دوبارہ سگریٹ پینے میں مصروف ہو گیا۔

"دفع کرو لڑکیوں کو۔ چلو کوئی گیم کھیلتے ہیں میں تو بیٹھے بیٹھے بور ہو رہا ہوں یار۔" جمال نے کہا۔

"ابے کیا گیم کھیلو گے تم؟۔" آصف نے پوچھا۔

"کوئی بھی۔" جمال نے کندھے اچکائے۔

"ایک گیم میں بتاؤں۔ کھیلو گے بڑا ایڈونچر اور مزیدار گیم ہے۔ ایسا گیم تم لوگوں نے کبھی نہیں کھیلا ہوگا" کب سے خاموش بیٹھا ظریف بھی بول پڑا۔ آصف اور جمال کے ساتھ ساتھ عرش نے بھی اس کی طرف دیکھا جو معنی خیز انداز میں مسکرائے جا رہا تھا۔ سب کی نگاہوں میں سوال ابھرا۔

"تو گیم یہ ہے پیارو اس یونیورسٹی گیٹ سے جو بھی لڑکی اب سب سے پہلے انٹر ہو گی کسی ہیرو کو جا کر اس کا ہاتھ پکڑنا ہے۔ کامیاب ہونے کی صورت میں اسے آج دوپہر لنچ کرایا جائے گا اور ناکامی کی صورت میں وہ سب کو لنچ کرائے گا" اپنی بات پوری کر کے ظریف پھر مسکرانے لگا۔ سب کے چہروں پر ایک رنگ آیا۔ پل بھر کے لیے خاموشی چھا گئی۔ نگاہوں کا تبادلہ ہوا۔ جو گیم اس نے بتایا تھا ایسی گیم تو کسی کے گمان میں بھی نہیں تھی۔

"ارے ناں بابا ناں۔ مرواؤ گے کیا؟" آصف اور جمال دونوں نے ہاتھ کھڑے کر دیئے باقی کے تاثرات بھی کچھ مختلف نہ تھے۔ یہ صحیح تھا وہ لوگ اپنی مرضی سے عیاشی کرتے تھے یونیورسٹی میں۔ مگر پھر بھی وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتے تھے۔

"تم سب تو ہو ہی ڈرپوک۔" ظریف نے ناگواری سے سب کو دیکھا۔ گیم کا مشورہ تو اس نے دیا تھا مگر ایسا کرنے کی ہمت وہ خود بھی نہیں رکھتا تھا۔ تبھی موضوع بدلتے ہوئے بولا۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو چلو آج کلب چلتے ہیں"

عرش کھڑا ہو گیا۔ چہرہ سنجیدہ اور سپاٹ تھا۔ سگریٹ سبز گھاس پر پھینک کر اس نے پاؤں تلے کچل دیا۔ اور ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر ظریف کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دی۔

"تو نے جو گیم بولا وہ میں جیت کر دکھاتا ہوں۔ تو بس لنچ کرانے کی تیاری کر۔ پرنس کسی سے نہیں ڈرتے"

سب نے ہکا بکا ہو کر اسے دیکھا۔ وہ عرش تھا جو کہتا تھا کر گزرتا تھا۔ ڈرتا وہ کسی سے بھی نہیں تھا۔ اس نے مڑ کر یونیورسٹی گیٹ کو دیکھا۔ جہاں اس وقت کوئی نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ سے چلتا ہوا وہ گیٹ کے بالکل سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے دوستوں کا گروپ بڑے تجسس سے اسے دیکھ رہا تھا۔ شرط کے مطابق گیٹ سے داخل ہونے والی سب سے پہلی لڑکی کا اس نے ہاتھ پکڑنا تھا۔ اور وہ سر تان کر کسی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ ساتھ ہی ساتھ اپنے دوستوں کے گروپ کو چیلنج کرتی مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

☆......☆......☆

حور رکشے کا کرایا دے کر یونیورسٹی گیٹ کے سامنے اتری۔ سامنے ہی بنچ پر اسے رانیہ دکھائی دی۔ رانیہ اس کی پرانی کلاس فیلو تھی اور اچھی سہیلی بھی۔ اس وقت وہ بنچ پر بیٹھی چٹنی کے ساتھ سموسے کھا رہی تھی۔ آہستہ سے چلتی ہوئی وہ اس کے پاس گئی۔ اس نے رات ہی موبائل سے رانیہ کو اپنے آنے کی اطلاع دے دی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ کھڑی ہوئی۔

"آ گئیں تم؟" رانیہ اسے گلے ملتے ہوئے سوال کر رہی تھی اس نے مسکراتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔ سیاہ آنچل میں اس کا سفید چہرہ دمک رہا تھا۔

"اچھا ایک منٹ یہ پکڑو میں بل دے دوں پھر چلتے ہیں اندر" رانیہ نے ہاتھ میں موجود سموسے اور چٹنی اسے تھما دی۔ بل دے کر وہ دونوں ایک ساتھ ہی اندر داخل ہونے لگیں۔ جب سامنے سے ایک لڑکے نے ان کا راستہ روک لیا۔ حور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ سنہری آنکھیں اور سفید رنگت والا وہ شخص مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کا حلیہ دیکھ کر ہی غصے میں آ گئی اور اوپر سے یوں راستے میں آ کر کھڑے ہونے کی وجہ سے وہ آگ بگولہ ہونے لگی۔ ایسے لوفر لفنگے دولت کو سیڑھی بنا کر دوسروں کی عزت کچلنے والے اسے زندگی میں بہت بار

ملے تھے۔ کبھی وہ نظر انداز کر دیتی تھی تو کبھی کھری کھری سنا دیتی تھی۔ غصہ تھا تبھی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ رانیہ البتہ مسکرا رہی تھی۔

" یہ کیا بدتمیزی ہے راستہ چھوڑیں۔ " رانیہ تو اس شخص کی سنہری آنکھوں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ازلی دل پھینک تھی وہ۔ بہرحال اس نے خود ہمت کر کے اعتماد سے بھری آواز میں کہا۔ اس کے چہرے پر سرد مہری تھی لیکن وہ ڈھیٹ شخص تھا اتنی سرد مہری سے بھی ٹس سے مس تک ناں ہوا۔ حور نے گھور کر رانیہ کو دیکھا جو نگاہ ہٹانا بھول گئی تھی اس شخص کے چہرے سے۔ اس سے تو کوئی امید ہی بے کار تھی۔ اس لئے حور نے خود ہمت کر کے اس شخص کو دکھا دے کر راستے سے دور ہٹایا اور رانیہ کو ہاتھ پکڑ کر اسے تقریباً کھینچ کر لے جانے لگی مگر نہیں وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی۔ پیچھے سے اس شخص نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جھٹکا کھا کر اس نے خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھا۔ جس کا چہرہ اب سپاٹ ہو چکا تھا۔ حور نے محسوس کیا وہ اس سے قد میں کہیں زیادہ لمبا تھا اور اس کے نازک وجود کے سامنے موٹا بھی تھا۔

" ہاتھ چھوڑیں میرا۔ " وہ تقریباً چیخ کر بولی۔ کالج کے کئی سٹوڈنٹس ان کی طرف متوجہ ہوئے۔ پانچ سیکنڈز اس نے انتظار کیا کہ شاید وہ شخص خود ہی اس کا ہاتھ چھوڑ دے لیکن اس کے انداز سے ہی محسوس ہو رہا تھا وہ ایسے کسی دھمکی سے نہیں ڈرنے والا۔ ایسے لوفروں کو وہ اچھی طرح جانتی تھی۔ ہر گلی ہر محلے میں ایسے لوفر موجود ہیں۔ ٹھنڈی سانس خارج کر کے بڑی سرد نگاہوں سے اس نے عرش کو دیکھا۔ اور پھر اپنے دوسرے ہاتھ کی طرف جس میں ابھی تک شاپر میں پیک چٹنی تھی۔ بڑی زور سے کھینچ کر اس نے وہ چٹنی عرش کے چہرے پر مار دیا۔ پل بھر کے لیے جیسے دھماکہ ہوا۔ وہ شاپر اس کے چہرے پر ہی پھٹ گیا۔ بے اختیار اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی ہوئی۔ حور نے اپنا ہاتھ کھینچا۔ اور رانیہ کو پکڑ کر لے جانے لگی۔ پیچھے سے اسے عرش کی ہلکی سی چیخ سنائی دی۔ یقیناً اس کی آنکھوں میں سبز مرچ والی چٹنی چلی گئی ہو گی اور اب اسے جلن ہونے لگی تھی۔ رانیہ کو کھینچ کر وہ ایڈمیشن آفس کی طرف لے جانے لگی۔ رانیہ ابھی تک شاکڈ تھی۔

" او میرے اللہ یہ تو نے کیا کر دیا حور " تیزی سے چلتے ہوئے اس نے حور کی طرف دیکھا۔ حور نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"تو نہیں جانتی تو نے کس سے پنگا لیا ہے۔ یہ عرش چوہدری ہے پورے یونیورسٹی کے بدمعاش گروپ کا لیڈر۔ کوئی سٹوڈنٹ اس سے اونچی آواز میں بات تک نہیں کرتا اور تو نے اس کے منہ پر چٹنی دے ماری۔ "

رانیہ خوفزدہ ہو گئی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور ایڈمیشن فارم لے لیا۔ فارم لے کر وہ وہیں گھاس پر بیٹھ کر اسے پر کرنے لگی۔ رانیہ بھی اس کے پاس ہی بیٹھی تھی۔

"او تیری یار" اچانک کچھ یاد آنے پر اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ رانیہ نے حیران کن تاثرات سے اسے دیکھا۔

" کیا ہوا حور؟"

"ارے یار میں ایڈمیشن کے لیے فیس لانا تو بھول ہی گئی اب کیا ہوگا؟ " وہ سچ مچ پریشان تھی۔ رانیہ نے ٹھنڈی سانس خارج کی جیسے یہ کوئی اتنی بڑی بات نہ ہو۔

" حور یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ تم فارم کل جمع کروا دینا ضروری تو نہیں ہے آج کرو۔ ویسے بھی ابھی کافی ڈیٹ ہے۔" حور نے سر اثبات میں ہلا دیا وہ دونوں کھڑی ہوئیں۔

" مجھے تو ایک بات سمجھ میں نہیں آ رہی عرش چوہدری کے منہ پر چٹنی گرانے کا خیال بھی تمہیں کیسے آیا؟" رانیہ ابھی تک حیران تھی۔ اسے گھوری سے نواز کر وہ کہنے لگی۔

" چٹنی نہ مارتی تو کیا پھول برساتی۔ تو نے دیکھا اس بدتمیز نے کیا کیا؟" حور کا غصہ نئے سرے سے بڑھنے لگا۔ ایسے لوفر امیروں کی اولاد کو وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

" یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے حور۔ اس بیچارے نے صرف تمہارا ہاتھ ہی تو پکڑا تھا۔ اور کتنا ہینڈسم ہے اگر میرا ہاتھ پکڑتا تو میں سیدھے اسے پرپوز کر دیتی۔" رانیہ چہک کر بولی۔ حور نے پرس کھینچ کر اس کی پیٹھ پر مارا۔

" ہمیشہ بکواس ہی کرتی رہنا۔ کبھی کوئی اچھی بات منہ سے نکالتے ہوئے تجھے موت پڑتی ہے۔ اور مت بھول میری منگنی ہو چکی ہے ویسے بھی الحمدللہ میں تمہاری طرح دل پھینک نہیں ہوں۔ سمجھی"

حور نے غصے سے کہا۔

" ویسے تم نے دیکھا کیا کمال کی پرسنیلٹی تھی اس کی۔ دراز قد سنہری آنکھیں۔ ہائے ایسے ہیرو تو آج کل

فلموں میں بھی نہیں ملتے۔" چلتے چلتے حور رک گئی اس نے کھا جانے والی نگاہ سے رانیہ کو دیکھا۔

" کیا تم اس کے حسن کے قصیدے پڑھنا بند کرو گی اب۔ صبح صبح ہی اس کا مصیبت سے ٹکر ہو گیا تبھی فیس لانا بھول گئی۔ جانے آگے کیا ہوگا"

وہ دونوں باتیں کرتی ہوئی یونیورسٹی گیٹ سے باہر نکلیں۔

☆......☆......☆

دوپہر کا وقت تھا۔ سورج کی روشنی اس کے چہرے کو چمکا رہی تھی۔ وہ اس وقت چھت پہ کھڑی ہو کر دھلے ہوئے کپڑے بالٹی سے نکال کر تار پر ڈالتی جا رہی تھی۔ کھلے گیلے بال کمر تک لٹک رہے تھے۔ دوپٹے سے وہ بالکل بے نیاز تھی۔ بالوں کی ایک لٹ بار بار آ کر اسے ڈسٹرب کرنے لگی۔ تبھی تنگ آ کر اس نے بالوں کو پونی میں قید کر دیا۔ اور ایک بار پھر انہماک سے کام کرنے لگی۔ دائیں طرف اسے ایک آواز سنائی دی جیسے کوئی اسے پکار رہا ہو۔ اس کے ماتھے پر الجھن بھرے تاثرات نمودار ہوئے۔ گردن موڑ کر اس نے آواز کی طرف دیکھا مگر اس طرف تو کوئی بھی نہیں تھا۔ وہ سر جھٹک کر ایک بار پھر کام کرنے لگی۔

" حور۔" آواز پھر سے آئی۔ اب کی بار اس نے کام روک کر ادھر ادھر دیکھنا شروع کر دیا۔ بہت اچانک اسے احساس ہوا جیسے تار پر لٹکے ہوئے کپڑوں کے پیچھے کوئی ہے۔ کانپتی ہوئی ٹانگیں اٹھاتی وہ ان کپڑوں تک گئی۔ اور ان دونوں ہاتھوں سے کپڑوں کو ادھر ادھر کیا۔ سامنے جو شخص کھڑا تھا اسے دیکھ کر حور کی چیخ نکل جاتی اگر بروقت اس شخص نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر نہ رکھا ہوتا۔ اس کی آنکھیں بڑی ہو گئیں۔ اور جلدی سے اس نے خود کو آزاد کیا۔

" وردان تم۔؟: وہ حیران بھی تھی ہلکا سا غصہ بھی تھا۔

" ہاں جی ہم " وہ ایک ادا سے مسکرایا۔

" تم نے تو میری جان نکال دی تھی " وہ ابھی تک بڑی بڑی سانسیں لے رہی تھی۔

ار" ے جان تو تم نے ہماری نکال دی ہے سویٹ کزن۔ کیا جادو کر دیا تمہاری ان آنکھوں نے انہیں دیکھے بنا ایک پل بھی آرام نہیں ملتا مجھے " وہ بڑے رومانٹک انداز میں بولا اور چلتا ہوا سامنے جا کر کرسی پر بیٹھ گیا۔

"اپنے یہ فلمی ڈائیلاگز بند کرو۔ کیسے آنا ہوا خیریت تو ہے اور مامی کیسی ہیں؟"

وہ ایک بار پھر بالٹی سے کپڑے نکالنے لگی۔ گلے میں دوپٹے کا اضافہ کر چکی تھی۔

"خیریت ہی تو نہیں ہے تبھی تو اپنے دل کے طبیب کے پاس آئے ہیں"۔ وہ دل پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ حور شرماتے ہوئے مسکرانے لگی۔

"تم کبھی باز نہیں آؤ گے ناں؟ چلو جاؤ یہاں سے مجھے کام کرنے دو۔" کپڑوں کو تار پر ڈال کر ہاتھ دھو رہی تھی۔ وردان کھڑا ہوا۔

"ایسے کیسے جائیں اپنی ہونے والی زوجہ محترمہ کا جی بھر کر دیدار تو کر لیں۔" وہ اسے پکڑنے کے لئے آگے بڑھ رہا تھا۔ حور پیچھے ہوتی جا رہی تھی۔

"تم جاتے ہو یا میں چلا کر اماں کو آواز دوں؟" اس نے انگلی اٹھا کر دھمکی دی۔ وردان کے بڑھتے قدم رک گئے اس کی مسکراہٹ سمٹ گئی۔ اس دھمکی کی وجہ سے نہیں کوئی اور وجہ تھی۔ وہ بڑے غور سے حور کے ہاتھ کو دیکھ رہا تھا۔ حور نے بھی ناسمجھی میں اس کے بدلتے تاثرات کو دیکھتے ہوئے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اور پھر وہ سمجھ گئی کہ وردان کیا دیکھ رہا ہے۔ اس کا کلیجہ منہ کو آنے لگا بڑی تیزی سے اس نے ہاتھ پیچھے کیا۔

"حور تمہاری انگوٹھی کہاں گئی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔ اور حور کی آنکھوں کے سامنے بس میں ہونے والا وہ منظر چلنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کی ٹانگیں کانپنے لگیں۔ کیا جواب دیتی وہ۔ سچ وہ بتا نہیں سکتی تھی اور جھوٹ کوئی ایسا تھا نہیں جس سے وردان مطمئن ہوتا۔ وہ کوئی جواب دینے کے لیے منہ کھولنے ہی لگی تھی جب نیچے سے چھوٹی نے آواز لگائی۔

"او لیلی مجنوں کی اولاد اماں پوچھ رہی ہیں آپ نیچے آئیں گے یا ہم اوپر آئیں" وردان اس طرف متوجہ ہو گیا اس کی جان میں جان آئی۔

"یہ لڑکی مار کھائے گی میرے ہاتھ سے" اس کا اشارہ چھوٹی کی طرف تھا۔ چھوٹی اکثر ان دونوں کو چھیڑنے کے لیے ایسے مذاق کرتی رہتی تھی۔ مسکراتے ہوئے وہ نیچے جانے لگا۔ وہ بھی خالی بالٹی اٹھائے نیچے اترنے لگی۔ آج تو وردان کا خیال دوسری طرف چلا گیا لیکن کبھی نہ کبھی تو اسے بتانا ہی پڑے گا سچ۔ وہ ناراض نہیں ہوتا

لیکن حور اپنے دل میں ہی شرمندہ ہوتی۔ اتنے اخراجات کے باوجود وہ اتنی محبت سے انگوٹھی بنا کر لایا تھا اور وہ بھی گوا بیٹھی۔ وردان یوسف ایک آرمی آفیسر تھا۔ جو اس وقت چھٹی پر آیا ہوا تھا۔ ان کے قریب اور دور کے رشتے داروں میں صرف اس کی مامی اور وردان ہی تھے۔ جو ان کے گھر کے تو نہیں مگر دل کے بہت قریب تھے۔ ہر دکھ سکھ میں۔ ہر مشکل ہر خوشی میں ان کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا رہتا تھا۔ وردان اور حور تو بچپن کے دوست تھے ایک ساتھ پلے بڑھے، ان دونوں کی اسی دوستی کو دیکھتے ہوئے بڑوں نے باہم رضامندی سے دونوں کی نسبت طے کر دی۔ جہاں حور خوش تھی وہیں وردان اس سے بڑھ کر خوش تھا۔ وردان ہمیشہ شادی کی ضد بھی کرتا رہتا تھا لیکن حور کے سر پر ابھی بہت ساری ذمہ داریاں تھیں جنہیں بیچ راستے میں ادھورا چھوڑ کر اپنی سیج سجانے کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔

☆......☆......☆

تاریک رات تھی۔ وہ چارپائی پر لیٹا چاند کو دیکھ رہا تھا۔ اس سے پہلے کبھی اسے چاند میں اتنی دلچسپی محسوس نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے کبھی ہوائیں باتیں نہیں کرتی تھیں مگر کچھ دن سے وہ سب کو بولتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ بے رنگ موسم اس کے لیے رنگ دار ہو گئے تھے۔ چاند ستارے بھی اس کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے تھے۔ وہ چاند کے اس پار کسی اور چہرے کی تلاش میں تھا۔ جو چاند سے ملتا جلتا تھا یا پھر چاند سے کہیں زیادہ خوبصورت۔

دل کی دھڑکن ایک الگ ہی سمت کی طرف بہہ رہی تھی۔ پہلی بار زندگی میں پہلی بار۔ اس کا دوست ہدایت آ کر چارپائی پر بالکل اس کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ خیالوں میں مگن اسے نہ محسوس کر سکا۔ ہدایت کو مجبوراً آواز دے کر اسے متوجہ کرنا پڑا۔

"جیک کہاں گم ہو؟" اس نے جیک کا کاندھا ہلایا۔ وہ حقیقت میں لوٹ کر اٹھ بیٹھا۔ ہدایت کے ہاتھ میں ٹرے تھی اور ٹرے میں چائے۔ جیک کی آنکھوں میں ابھی تک ایک نشہ ایک خماری سی تھی۔ اسے زندگی میں کبھی کسی نے اتنا متاثر نہیں کیا تھا جتنا متاثر وہ اس لڑکی کی دو آنکھوں سے ہوا تھا۔ آخر کیا تھا ان دو آنکھوں میں جو بھوت بن کر اسے پیچھے پڑ گئیں تھیں۔

"جیک میں کچھ دنوں سے محسوس کر رہا ہوں تم بہت سوچنے لگے ہو۔" ہدایت نے چائے کا کپ اسے تھما کر

بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے پوچھا۔ پچھلے کچھ دن سے وہ جیک میں غیر معمولی تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ اب تک وہ خاموشی سے سب دیکھتا رہا لیکن آج ہمت جواب دے گئی تو پوچھ بیٹھا۔

" کچھ نہیں یار بس ویسے ہی۔" ٹالنے کی ایک ناکام کوشش۔ ہدایت مسکرا دیا۔ جیسے کسی بچے کی معصومانہ بات پر مسکراتے ہیں۔

" جیک ایک عرصہ گزرا ہے ہمیں ایک ساتھ کام کرتے ہوئے تو ایسا تو ہو ہی نہیں سکتا کہ میں تمہارے چہرے پر لکھی ہوئی کوئی تحریر نہ پڑھ سکوں"۔ وہ چائے کا پہلا سپ ہونٹوں سے لگاتے ہوئے بولا۔ اسے تو باہر شال کے باوجود بہت سردی محسوس ہو رہی تھی۔ جانے جیک اتنی دیر سے کیسے وہاں بنا شال کے لیٹا تھا۔ اس کی بات پر جیک خاموش ہوا۔ گہری خاموشی آ گئی تھی بیچ میں۔ وہ دونوں اس وقت پانچ مرلے کے ایک چھوٹے سے مکان میں بیٹھے تھے جوان کا ڈیرہ تھا۔ جس میں ایک ہی بڑا کمرہ تھا۔ جس کے اندر اسلحے کے علاوہ ان دونوں کی ضرورت کا سامان تھا۔ یہ کوئی شہر نہیں تھا اور نہ ہی کوئی گاؤں بلکہ ہر آبادی سے دور یہ ایک روپوش علاقہ تھا۔ ان کا کوئی جو روپوش تھا تو ان کو روپوش تو ہونا ہی تھا۔ وہ دونوں ڈاکو تھے۔ پچھلے کافی عرصے سے وہ دونوں ایک ساتھ کام کر رہے تھے۔ سب سے پہلے اس کام کا آغاز ان دونوں نے کیا تھا۔ بعد میں یہ کام پھیلتا گیا۔ اب ان دونوں کے کئی اور ساتھی بھی ان کے ساتھ کام کرتے ہیں۔ اس گروہ کا سربراہ جیک تھا۔ اپنی محنت اپنی قابلیت سے ہی اس نے یہ عہدہ حاصل کیا تھا۔ ہدایت اور جیک کی دوستی بہت پرانی تھی ان دونوں کے درمیان کبھی کوئی پردہ نہیں تھا۔ جیک سنجیدہ اور اپنے کام سے کام رکھنے والا شخص تھا عورتوں سے ہمیشہ خار کھانے والا۔ مگر یہاں آ کر اسے کیا ہو رہا تھا کیوں ہو رہا تھا یہ بات وہ خود کو بھی نہیں سمجھا پا رہا تھا۔

" جیک میری طرف دیکھو۔" جیک نے سر اٹھا کر ہدایت کی طرف دیکھا۔ ہدایت نے اس کی آنکھوں سے کچھ پڑھنے کی کوشش کی۔ جیک نے نگاہیں چرائیں۔

" کیا میں جو سوچ رہا ہوں وہ سچ ہے؟" چائے سے بھاپ اٹھنا بند ہو گیا۔ گرم کپ اس کے مضبوط ہاتھوں میں ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔

" کیا سوچ رہے ہو تم؟" جیک نے سوالیہ انداز میں ہدایت کی طرف دیکھا۔

"یہی کہ اس دن بس میں ملنے والی وہ لڑکی تمہاری دھڑکن کو بے ترتیب کر گئی" چائے کا کپ جیک کے ہاتھ میں کانپ اٹھا۔ وہ ہدایت کی چہرہ شناسی کا قائل ہو گیا۔ یہ بات تو وہ اب تک خود سے بھی نہیں کر سکا اور ہدایت نے اس کی دھڑکنوں کو کوئی نام دے دیا۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور خاموشی سے چاند کو دیکھنے لگا۔ ہدایت نے چائے کا آدھا کپ جیک کے ہاتھ سے لے کر واپس ٹرے میں رکھ دی۔

"اگر ایسا کچھ ہے تو اس داستان کو یہیں ختم کر دو جیک۔ کیونکہ جو کہانی تم شروع کر چکے ہو اس کا ناں اختتام ہے اور نہ ہی مستقبل۔ ہمارا جو شعبہ ہے اس میں محبت، رحم نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ ایک ڈاکو کبھی محبت نہیں کر سکتا " اپنی بات پوری کر کے وہ وہاں سے جانے لگا۔ جیک نے اس کی پشت کو دیکھا۔ اس کے سینے میں ایک درد سے اٹھا۔ کیا کہہ گیا وہ؟ ڈاکو کبھی محبت نہیں کر سکتا۔ ایسے کیسے ہو سکتا ہے محبت کوئی پوچھ کر تھوڑی کی جاتی ہے۔ ہو جاتی ہے ہو گئی۔ اس میں دل کا کیا قصور تھا۔ وہ ڈاکو ہے یا ڈان۔ یہ بات دل تو نہیں جانتا۔ دل تو شہنشاہ ہوں کے بس میں بھی نہیں۔ ہاں مگر اس نے کہا تھا اس محبت کا مستقبل نہیں۔ صحیح کہا تھا اس نے۔ واقعی ایک ڈاکو کی محبت کی کوئی منزل نہیں۔ راستہ راستہ سفر ہی سفر۔

☆......☆......☆

دن کے دو بج رہے تھے۔ اماں کے یاد دلانے پر ہی حور کو یاد آیا کہ اسے پڑوس کی حویلی کام کے سلسلے میں بات کرنے بھی جانا ہے۔ کسی دوسرے کے گھر کام کرنے کے بارے میں اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا لیکن اب مجبوری تھی۔ کام کرنے کی رضامندی تو اس نے دے دی ساتھ ہی ساتھ اماں سے یہ معاہدہ بھی لیا تھا کہ پڑھائی جاری رکھے گی اور دن کو کالج کے بعد ہی شام کو کام پر جائے گی۔ اماں نے اپنی طرف سے رضامندی ظاہر کرتے ہوئے پڑوسیوں سے بھی بات کی۔ انہیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ اور اب وہ اس گھر میں جانے کے لئے تیار ہو رہی تھی صاف اور اچھے کپڑے پہننے کے بعد وہ ہلکا سا میک اپ بھی کر رہی تھی۔ پہلا امپریشن تو وہ غلط بالکل نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔ بڑے لوگ ہیں کیسے مزاج ہوں گے یہ سوچ کر بھی وہ ڈر رہی تھی۔

سیاہ گھٹنوں تک آتی فراک اور تنگ پاجامہ، گلے میں لٹکتا رسی نما دوپٹہ، بال پونی میں قید تھے۔ جو کمر سے بھی نیچے آرہے تھے۔ ماتھے پر بھی بال خوبصورتی سے تھوڑے کٹے ہوئے تھے۔ اپنے گھر سے نکل کر چند قدم کا فاصلہ

طے کر کے وہ ان لوگوں کے بڑے کوٹھی نما گھر کے سامنے پہنچی۔ ڈور بل پر انگلی رکھتے ہوئے اس کے ہاتھ باقاعدہ کانپ رہے تھے۔ تھوڑے وقفے کے بعد گیٹ کھول کر ایک چوکیدار نمودار ہوا۔سلام جواب کے بعد اس چوکیدار نے اس کے آنے کی وجہ دریافت کی۔

"جی میں ان کی پڑوسی" اس نے باقی ساری باتوں کو سنسر کر کے یہی ایک بات بتائی۔ اس چوکیدار نے اسے سرتاپاؤں دیکھا۔اور پھر دروازے کے سامنے سے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔اس کے انداز میں کچھ ایسا ضرور تھا تبھی اس چوکیدار نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔پہلا قدم اس نے اس بڑے سے گھر میں رکھا۔وہ عمارت اس کی سوچ سے بھی زیادہ وسیع اور خوبصورت تھی۔آج تک اس عمارت کو وہ باہر تالے کے ساتھ دیکھتی رہی مگر اس عمارت کی اصل خوبصورتی تو اندر ہی تھی۔آہستہ سے چلتی ہوئی وہ آگے جا۔رہی تھی۔کانپتے قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی وہ آگے بڑھ رہی تھی اور ادھر ادھر گھر کا جائزہ بھی لے رہی تھی۔وہ بہت وسیع اور خوبصورت حویلی تھی۔دور دور تک بہت خوبصورت درخت اور پودے لگے ہوئے تھے، بیچ میں لگا ہوا فوارہ حویلی کی خوبصورتی میں مزید اضافہ کر رہا تھا۔آس پاس مالی اپنے اپنے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔اور چور نظروں سے اسے اندر جاتے ہوئے بھی دیکھ رہے تھے۔اب وہ اس عالیشان عمارت کے بالکل سامنے کھڑی تھی۔اس نے خود میں اور سنگ مرمر سے بنی اس عمارت میں واضح فرق محسوس کیا۔انسانوں کی طرح یہاں کی دیواریں بھی تکبر سے کھڑی تھیں۔اس نے جھجکتے ہوئے آگے ہاتھ بڑھا کر بڑا گولڈن رنگ کا دروازہ کھولا۔

عمارت کے باہر کی خوبصورتی تو کچھ نہیں تھی اندر کے منظر کے سامنے جو وہ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کا بہت دل چاہ رہا تھا وہ اس عمارت کو اچھی طرح دیکھے جو اس کے لیے کسی عجوبے سے کم نہیں تھی۔لیکن اتنی بے وقوف بہر حال وہ نہیں تھی۔اور سیدھا چلتے ہوئے سامنے بڑے سے ہال میں آگئی۔سامنے ہی صوفے پر سفید کپڑوں والی بوڑھی بیٹھی تھی۔ جو ٹی وی پر خبریں دیکھ رہی تھی ان کے علاوہ وہاں کوئی اور نہیں تھا۔لڑکھڑاتی ہوئی وہ ان کے پاس گئی اور جھجک کر بات شروع کرنے کے لیے "السلام علیکم" بولی۔ٹی وی دیکھتی وہ عورت سلام سن کر گھوم گئیں اور اس کا جائزہ لے کر مسکرائیں۔

"تم سلمٰی کی بیٹی ہو ناں؟" ٹی وی کو ریموٹ سے بند کر کے انہوں نے اندازہ لگایا۔ حور نے سر اثبات میں

ہلا دیا۔ اور بڑی معصومیت سے بھری مسکراتی نگاہوں سے دادی کو دیکھنے لگی۔

"ماشاءاللہ آؤ بیٹھو بیٹا" اس بوڑھی دادی نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر صوفے پر بٹھانے لگیں۔ مگر وہ مالک اور نوکر کے بیچ فرق کے دیوار کو عبور نہیں کرنا چاہتی تھی تبھی صوفے کی بجائے نیچے بیٹھنے لگی۔ لیکن دادی اسے نیچے بیٹھتے ہوئے دیکھ کر خفگی سے ٹوکنے لگیں۔

ارے بیٹا نیچے کیوں بیٹھ رہی ہو۔ چلو صوفے پر بیٹھو۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھو۔ دادی نے اسے اپنے برابر بٹھایا۔ خیر خیریت کے بعد دادی نے پوچھا۔

"تمہارا نام کیا ہے بیٹا؟"

"حور۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ اپنا نام وہ جسے بتاتی لمحے بھر کے لیے سامنے والے کے ہونٹوں پر مسکان آجاتی تھی۔ دادی بھی مسکرادیں۔

ماشاءاللہ تم تو ہو ہی حور۔ دادی نے سچے دل سے اس کی تعریف کی جس پر وہ شرما گئی۔ پھر باتوں کا سلسلہ چل پڑا دادی نے اس کے سکول کالج بھی مضامین سے لے کر نمبروں تک پوچھا اور جتنی وہ ذہین تھی جتنی سابقہ کارکردگی تھی اس نے دادی کو کافی متاثر کیا۔ اسی پل دادی کی پوری فیملی وہاں آگئی۔ ان کی فیملی کافی بڑی تھی۔ جوائنٹ فیملی۔ اور دادی اس کا تعارف اپنے خاندان سے کروانے لگی۔

"یہ ہیں سلمیٰ کی بیٹی حور جس کے بارے میں ہم نے صبح بات کی تھی۔ اور حور بیٹا یہ ہیں میرے بڑے بیٹے چوہدری ارمان۔" حور نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا۔ ہلکی سی سفید داڑھی، آنکھوں پر عینک لگی ہوئی تھی چہرہ سپاٹ تھا۔ اس نے ان کو سلام کیا جواباً انہوں نے صرف سر ہلایا۔

"اور یہ ہے ارمان کی بیوی اور اس گھر کی بڑی بہو تابندہ بیگم" دادی نے جس عورت کی طرف اشارہ کیا وہ شکل سے ہی مغرور دکھائی دے رہی تھیں۔ سلام کا جواب بھی انہوں نے احسان فرما کر دیا تھا۔

"یہ ہیں ہمارے گھر کی چھوٹی بہو۔ جن کو سب چھوٹی ماں کہتے ہیں" حور نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ کافی اچھی اور شفیق خاتون معلوم ہو رہی تھیں۔ سلام کا جواب بھی انہوں نے بڑی محبت سے دیا تھا۔

اس کے بعد دادی نے اس کا تعارف ارمان اور تابندہ کے دونوں بچوں سے کروایا وہ بھی اس وقت وہیں

موجود تھے۔ان کا ایک بیٹا شاہ نور اور بیٹی غزل تھی۔شاہ نور کافی سادہ سے تھے لیکن غزل نک چڑی اور مغرور نظر آ رہی تھی۔اس کا حلیہ بھی عجیب سا تھا۔جینز اور شرٹ بال کھلے ہوئے۔کانوں میں ہیڈ فون لگائے ہوئے تھی۔اس کے بعد دادی نے اپنی بڑی بیٹی حسینہ کا تعارف بھی کرایا۔جو بیوہ ہونے کے بعد اپنی اکلوتی بیٹی زویا کے ساتھ اسی گھر میں رہ رہی تھیں۔

"ارے ہاں اس گھر کا ایک اور فرد بھی ہے چھوٹی بہو کا بیٹا۔جو اس وقت یہاں موجود نہیں ہے ورنہ اس کا تعارف بھی کرا دیتی۔ خیر وہ رات کو آئے گا تم اس سے مل لینا"

دادی نے تعارف کا یہ سلسلہ ختم کرتے ہوئے آخر میں کہا۔اس کوئی دلچسپی نہیں تھی کسی سے ملنے میں۔ مگر جاننا ضروری تھا کیونکہ آج سے وہ اسی گھر میں کام کرنے والی تھی۔اور اسے یہ جان کر حد سے زیادہ خوشی ہوئی کہ دادی نے اسے گھر کا کام کرنے کو نہیں کہا۔اصل میں اس حویلی میں اس کا کام فقط اتنا سا تھا وہ دادی کا خیال رکھتی ان کی ضروریات ان کی دوائیوں کو۔دادی نے اسے اپنے کام کے لیے منتخب کیا تھا۔

"زویا بیٹا تم حور کو جا کر میرا کمرہ دکھاؤ۔کام تم کل سے شروع کر دینا آج بس اچھی طرح سے سمجھ لینا"

دادی زویا کو مخاطب کرنے کے بعد اس کی طرف مڑیں۔انہوں نے پرس سے پانچ ہزار روپے نکال کر اس کی مٹھی میں رکھ دیئے۔ یہ ایڈوانس کے طور پر تھا۔اسے ایک عجیب خوشی کا احساس ہوا وہ پیسے پکڑتے ہوئے یہ اس کی پہلی کمائی تھی زندگی کی پہلی کمائی۔ اب وہ اس قابل تو ہو چکی تھی کہ اپنی ماں اور چھوٹی بہن کا سہارا بنتی۔ غزل نے ناگواری سے دادی کو پیسے دیتے ہوئے دیکھا اور غصے سے پیر پٹختی وہاں سے سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی۔ اس کی یہ حرکت سوائے تابندہ بیگم کے اور کسی نے نوٹ نہیں کیا۔ وہ فوراً بیٹی کے پیچھے اس کے پاس چلی گئیں۔ ان کو دیکھتے ہی غزل پھٹ پڑی۔

"آپ دیکھ رہی ہیں مما۔یہ دادی کس طرح نوکروں کو سر پر بٹھاتی ہیں۔نوکر اور مالک میں فرق ہوتا ہے مگر نہیں دادی تو ہر نوکر پر پیسے بارش کی طرح لٹاتی ہیں۔پچھلے گھر میں بھی وہ دو ٹکے کی نوکرانی ہمارے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتی تھی۔"

غزل کا غصہ تو کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ برا تو تابندہ بیگم کو بھی لگا تھا مگر وہ غزل کی طرح جذباتی نہیں تھیں۔

" غزل چپ کرو۔ اگر یہ بات تیری دادی نے سن لیا تو وہ ایک طوفان کھڑا کر دیں گی " تابندہ بیگم اسے سرگوشی میں ٹوکتے ہوئے بولیں۔ دادی اس گھر کی سربراہ تھیں ان کے خلاف بولنے کی کسی میں ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ویسے تو جیسے تیسے تابندہ ہمت کر ہی لیتی مگر جائیداد اور ہر گھر کی ہر شے کی مالکن وہی تھیں۔ تو ایسے میں وہ ان سے پنگا نہیں لے سکتی تھی۔ پیسے کے معاملے میں تابندہ اور غزل دونوں لالچی تھی۔ چھوٹی ماں البتہ ان سب چیزوں سے دور رشتے اور محبتیں سنبھالنے میں ہی اپنی خوشیاں تلاش کرتی تھی۔

زویا حور کو لے کر دادی کے کمرے میں آئی۔ کمرہ اس کی سوچ سے بھی زیادہ بڑا اور خوبصورت تھا۔ پیسہ ہو تو کچھ بھی کمی نہیں ہوتی زندگی میں۔ سارا کھیل پیسے کا ہے۔ ایک ایک چیز کو وہ رشک اور حسرت سے دیکھ رہی تھی۔ مگر اپنی اوقات کا اندازہ بھی اسے اچھی طرح سے تھا۔ وہ پیسے جو دادی نے دیئے تھے وہ ابھی تک مٹھی میں دبائے ہوئے تھی۔

" حور نانی بہت اچھی ہیں وہ کبھی بھی نوکر اور مالک میں فرق نہیں کرتیں۔ اسے تم اپنا ہی گھر سمجھو۔ اس گھر میں تمہیں کبھی کوئی مسئلہ نہیں ہوگا انشاءاللہ " زویا نے نرمی سے کہا۔ وہ دادی کے بعد زویا کے اخلاق سے بہت متاثر ہوئی تھی۔ کچھ بڑے لوگوں کی طرح دادی روایتی مغرور نہیں تھیں۔ بڑی اخلاق والی اور نرم دل خاتون تھیں۔ اسے یقین تھا اس حویلی میں وہ جتنے دن کام کرے گی اسے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ وہ جیسا سوچ کر نکلی تھی ویسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ اب وہ کافی حد تک پر اعتماد ہو چکی تھی۔

دادی کا کمرہ دکھانے کے بعد زویا اسے کچن میں لے آئی تھی۔ کچن بھی کافی وسیع تھا۔

" کیا کھاؤ گی تم " زویا نے کاؤنٹر سے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا۔

" نہیں شکریہ " اس نے اخلاقاً کہا۔ زویا مسکرا دی۔

" یہ روایتی مہمانوں کی طرح تکلف چھوڑو اور سیدھے سیدھے اپنی پسند بتاؤ۔ " زویا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے پاس لے گئی۔ وہ تو شرم کے مارے کچھ بول ہی نہیں پا رہی تھی۔

" اچھا چلو میں تمہارے لیے کھیر بناتی ہوں " بالآخر زویا ایک نتیجے پر پہنچی۔ اور چولہا جلانے لگی۔

" تمہیں کھیر بنانا آتا ہے " زویا نے فریج سے دودھ نکالتے ہوئے پوچھا۔ حور نے سر اثبات میں ہلایا۔

http://sohnidigest.com

ویسے تو وہ ساری ککنگ اچھی کرتی تھی مگر کھیر وہ بڑے مزے کی بناتی تھی۔ وردان اکثر فرمائش کر کے اس سے کھیر بنواتا تھا۔

"تو پھر تم ہی بناؤ آج تمہارے ہاتھ کی بنی کھیر کھا کر دیکھتے ہیں"

زویا نے کہا تو وہ خوشی خوشی آگے بڑھی۔ زویا نے ایک ایک چیز کاونٹر پر جمع کر دی۔ اس کی باتیں تو ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں وہ بہت باتونی قسم کی لڑکی تھی۔ ایک موضوع ختم کر کے دوسرا شروع کر دیتی تھی وہ اس کی باتوں میں صرف ہاں ہوں تک ہی جواب دے رہی تھی اور ساتھ ہی ساتھ کام کر رہی تھی اتنے بڑے کچن میں کام کرنے کی عادت نہیں تھی اسے۔

"ارے واہ خوشبو تو بڑی زبردست آ رہی ہے" زویا نے سونگھ کر گہرا سانس خارج کیا اور مسکراتے ہوئے بتانے لگی۔ وہ بھی مسکراتے ہوئے چمچہ گھمانے لگی۔

" کیا ہو رہا ہے یہاں؟" کچن سے باتیں کرنے کی آواز سن کر شاہ نور اور غزل ایک ساتھ داخل ہوئے۔ زویا نے سر اٹھا کر دروازے کی طرف دیکھا وہ بھی گھوم گئی۔ حور نے محسوس کیا زویا شاہ نور کی آمد سے کچھ شرما رہی تھی۔ شاید ان دونوں کے درمیان کوئی رشتہ تھا۔

" وہ حور کھیر بنا رہی ہے" زویا سے بس اتنا ہی جواب بن سکا۔ شاہ نور مسکراتے ہوئے اندر داخل ہوا۔ وہ دراز قد تھا۔ چہرے پر ہلکی داڑھی تھی۔ اس وقت سفید شلوار قمیض میں ملبوس تھا۔

"ارے بے مروت لڑکی کچھ تو خیال کرو حور کو تم نے پہلے ہی دن کام پر لگا دیا" زویا نے نظر جھکا کر لب بھینچ لیے۔

" ہاں تو نوکرانی ہے کام ہی کرے گی ناں" یہ زہر بھرا جواب پیچھے سے غزل نے دیا تھا جو جانے کب سے ناگوار نگاہوں سے یہ سب دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات پر جہاں حور کے ہاتھ رک گئے وہیں زویا اور شاہ نور نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ زویا نے ایک نگاہ ماہ نور کو دیکھا۔ جو نگاہ جھکائے کھڑی تھی۔ ذلت کے احساس سے اس کی آنکھیں نم ہونے لگی تھیں۔ شاہ نور نے گھور کر غزل کو دیکھا وہ ازلی بدتمیز اور منہ پھٹ تھی۔ نوکروں کے ساتھ اس کا رویہ ہمیشہ سے یہی رہا۔

"شٹ اپ غزل دفع ہو جاؤ یہاں سے۔" شاہ نور نے غصے سے بھری نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔ زویا کو بھی اس کا یہ کہنا کافی برا لگا تھا۔

"ہونہہ۔ صحیح تو کہہ رہی ہوں میں" پیر پٹخ کر وہ دروازے سے غائب ہو گئی۔ زویا اور شاہ نور نے ٹھنڈی سانس خارج کر کے حور کو دیکھا جو ابھی بھی سر جھکائے جانے کیا سوچ رہی تھی۔

آپ پلیز اس کی بات کا برا مت مانیے گا میری بہن ذرا کریلے زیادہ کھاتی ہے" شاہ نور نے معذرت کرنے کی کوشش کی۔ اس نے مسکرا کر سر اٹھایا۔ صحیح تو کہا تھا غزل نے وہ ایک نوکرانی تھی پھر بھی یہ بات اس کو تیر کی طرح کیوں چبھی۔

"ارے بھائی یہ کھیر کیا نمائش کے لیے بنائی گئی ہے۔ یہ ہمیں کوئی اللہ دا بندہ کھلائے گا بھی" شاہ نور نے ماحول کی سنجیدگی کو ختم کرنے کے لیے کہا تھا۔ اور سچ مچ وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حور ساری بات بھلا کر اس کے لیے پلیٹ میں کھیر نکالنے لگی۔

"سبحان اللہ ایسی مزیدار کھیر میں نے زندگی میں کبھی نہیں کھائی" شاہ نور نے پہلا چمچ منہ میں رکھتے ہی تعریف کی۔ زویا اس کے کان کے قریب کھسک کر سرگوشی میں کہنے لگی۔

"حور تم نے غلطی کی جو اس بھوت کو کھیر کھلا دیا۔ اب مشکل ہے جو یہ آسیب تمہاری جان چھوڑ دے" حور نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ شاہ نور نے گلہ کھنکار کر اپنے ہونے کا احساس دلایا۔

"محترمہ حور جی آپ اپنی اس نئی نویلی سہیلی کو سمجھا دیں اگر اسے شادی کی پہلی رات اصلی ہیرے والی رنگ چاہئے تو ایسی کھیر بنانا سیکھ لے" خود کو بھوت کہے جانے کا بدلہ اس نے کچھ ایسے وصول کیا۔

آخری چمچ منہ میں رکھتے ہی شاہ نور نے پلیٹ واپس کاونٹر پر رکھ دی۔ اور شرارت سے کہتا ہوا کچن سے باہر نکل گیا۔ حور نے مسکرا کر زویا کو دیکھا جو خالی دروازے کو گھور رہی تھی۔

"تیری تو۔ اس نے چمچ اٹھا کر باہر کی طرف نشانہ لگایا۔ جیسے اس کے سامنے شاہ نور کھڑا ہو۔"

"ایسی کھیر بنانا سیکھ لے ہونہہ۔" زویا نے اس کی نقلی اتاری۔

"اگر اسے کھیر ہی کھاتے رہنا ہے تو بہتر ہے یہ کسی کک سے شادی کر لے پیٹو کہیں کا۔" زویا مصنوعی غصے

سے کہہ رہی تھی۔دونوں نے وہیں رکھی کرسیوں پر بیٹھ کر کھیر انجوائے کی۔زویا نے کھیر کی بہت تعریف کی۔ وہ دونوں ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہیں کچھ دیر پہلے ہونے والی بدمزگی ختم ہو چکی تھی۔ کھیر کھانے کے بعد وہ دونوں برتن دھوتے ہوئے بھی باتیں کرتی رہیں۔زویا اچھی لڑکی تھی اسے یقین تھا ان دونوں کی اچھی دوستی چلے گی۔کچھ دیر بعد دادی بھی کچن میں آ گئیں۔

"زویا یہ کھی کھی کیا کر رہی ہے میرے بلے کے لیے دودھ گرم کر لیا کیا؟" دادی کی بات سن کر زویا نے دانتوں تلے زبان دبائی۔

"سوری نانی ابھی کرتی ہوں" جلدی سے وہ فریج سے دودھ نکالنے لگی۔

"کم بخت روز بھول جاتی ہو" دادی نے غصے سے کہا۔وہ حیران سی زویا کو دودھ ابالتے دیکھ رہی تھی۔دادی کی باتوں سے لگ رہا تھا جیسے انہوں نے کوئی پیٹ پال رکھا تھا اور ان کو بلیوں سے بڑی محبت تھی۔مگر وہ حیران اس بات سے تھی اس کے گھر میں انسانوں کے لئے دودھ بڑی مشکل سے ملتا ہے اور یہاں بلی کے لیے دودھ گرم کیا جا رہا تھا۔زویا کو ڈانٹنے سے فارغ ہو کر دادی اس کی طرف گھومیں۔

"بیٹا تم بھی اب گھر جاو رات ہو رہی ہے۔کل سے آ جانا کام تو سمجھا دیا ہو گا زویا نے۔بس زیادہ کام نہیں ہے صرف میرا اور میرے بلے کا خیال رکھنا ہے تمہیں"

(اف بلے کا بھی خیال رکھنا پڑے گا)

دادی نے شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا۔دادی اور زویا دونوں کو اللہ حافظ کہتی وہ کچن سے باہر نکلی۔ دوپٹہ اس نے سر پر لیا ہوا تھا۔سردی بھی لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگی تھی۔اس وقت ان کی بڑی حویلی خالی نظر آ رہی تھی شاید سب اپنے کمروں میں تھے۔بڑے ہال سے گزر کر وہ سامنے دروازے تک آئی۔آہستہ سے چلتی ہوئی جب وہ دروازے کے بالکل پاس آئی۔تو کوئی بڑی تیزی سے اس کے بالکل پاس سے گزرتا ہوا گھر کے اندر داخل ہوا۔وہ اس کا چہرہ ذرا سا دیکھ چکی تھی اس کے قدموں کو بریک لگی بڑی تیزی سے گردن گھما کر اس نے پیچھے دیکھا۔وہ شخص جو لمبے لمبے قدم اٹھاتا اندر جا رہا تھا بہت اچانک اس لڑکی پر پڑنے والی نظر سے اس کے قدم زمین نے جکڑ لئے۔اس نے بھی کرنٹ کھا کر پیچھے دیکھا۔ حور کی آنکھوں کے سامنے

کوئی دھماکہ ہوتا وہ تب بھی اتنی شاکڈ نہ ہوتی جتنا شاک اس شخص کو دیکھ کر اسے لگا۔ بنا سانس لئے وہ حیرت سے اس شخص کو دیکھ رہی تھی۔ جو حال اس کا تھا بالکل وہی احساس سامنے کھڑا شخص محسوس کر رہا تھا وہ بھی اتنا ہی شاکڈ تھا۔ دونوں بڑی دیر تک ایک دوسرے کو دیکھتے ہوئے مراقبے میں رہے۔ غصے کی ایک تیز لہر اس کے جسم سے اٹھی۔ صبح والا واقعہ وہ بھولا نہیں تھا اور نہ ہی وہ کوئی بھلا دینے والا واقعہ تھا۔ اس لڑکی نے اتنے سارے لوگوں کے سامنے اس کے چہرے پر چٹنی گرائی تھی۔ جو جلن ہوئی سو ہوئی لیکن وہ بے عزتی جو اس کے دوستوں کے سامنے اور کالج کے دوسرے سٹوڈنٹس کے سامنے ہوئی اسے وہ کبھی بھی نہیں بھلا سکتا۔ آج تک کسی نے اس سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی اور یہ لڑکی۔ ...... تیز تیز قدم اٹھاتا وہ جا کر اس لڑکی کے سر پر کھڑا ہو گیا۔

"ہے یو۔ ؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے گھر میں قدم رکھنے کی؟" اس نے انگلی اٹھا کر کھا جانے والی نگاہ سے سامنے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔ جانے اس وقت وہ غصے میں کیا کر گزرتا جب پیچھے سے دادی چلتی ہوئی ان کے پاس آ گئیں۔

"ارے بلے تو آ گیا" اس نے انگلی نیچے کر کے دادی کو دیکھا۔ حور ابھی تک شاک میں تھی۔

"دادی کتنی بار کہا ہے آپ مجھے بلے نہیں بلائیں گی" اس لڑکی کا غصہ اس نے دادی پر اتارا۔ دادی ڈرنے کی بجائے ہنسنے لگیں اور حور کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"حور بیٹا میں نے بتایا تھا ناں چھوٹی بہو کے بیٹے کے بارے میں یہی ہے وہ نالائق۔ عرش نام ہے اس کا میرا پیارا بلا۔" دادی نے عرش کے گال بڑی محبت سے چھوئے جنہیں عرش نے غصے سے جھٹک دیا۔ اس وقت غصے سے اس کا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا۔ وہ بے وقوف جو سمجھ رہی تھی بلا کوئی پیٹ ہوگا۔ وہ سوچ اس وقت اس پر مسکرا رہی تھی۔ اس نے خود پر چھت گرتے ہوئے محسوس کیا۔ یہ دنیا اتنی چھوٹی کیسے ہو جاتی ہے۔ اتنی بڑی دنیا میں عرش چوہدری کا گھر یہی ہونا تھا۔

"اور بلے یہ ہے حور۔ ہماری پڑوسی آج سے میرا اور تمہاری ضرورتوں کا خیال یہی رکھے گی" دادی کیا کہہ رہی تھی وہ کچھ سن نہیں پا رہی تھی۔ اس کے آس پاس دھماکے ہو رہے تھے۔ عرش نے فاتحانہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے سرتا پاؤں دیکھا تھا۔

"اوہ آئی سی تو یہ ہماری نوکرانی ہے؟" لمحے بھر پہلے والا غصہ بالکل غائب ہوگیا۔ چیلنج کرتی نظر سے اس نے حور کی طرف دیکھا۔ وہ اس وقت بے عزتی اور غصے کے جس احساس سے گزر رہی تھی یہ صرف وہی جانتی تھی۔ اس سے مزید وہاں کھڑا رہنا دشوار ہوگیا۔ تقریباً بھاگتے ہوئے وہ اس حویلی سے باہر نکلی۔

☆......☆......☆

"نہیں لوٹ سکتے اگر تم کبھی۔۔۔

تو لوٹا دو مجھ کو محبت میری۔۔۔

وہ ساون کی راتیں وہ چاہت کبھی۔۔۔

وہ سپنوں کے دن وہ نیندیں میری۔۔۔"

"محبت ہمیشہ ناکام کیوں ہو جاتی ہے؟" سرسوں کے کھیت میں زرد پھولوں سے اٹھنے والی خوشبو ان کی سانسوں سے ٹکرانے لگی۔ ہوا کے جھونکے سے وہ کھیت جھوم رہے تھے۔

"میں ہمیشہ سے سوچتی تھی محبت ناکام ہو جاتی ہے"۔ اس کی آواز میں ہلکا سا درد تھا۔ آنکھوں میں اترتی وہ شام کا منظر۔

"مگر میں غلط تھی بہت غلط تھی۔" اس کی آنکھوں میں سمندر اکٹھا ہونے لگا۔ بند ٹوٹنے کے قریب تھا۔ جو کبھی بھی ٹوٹ سکتا تھا اور پھر۔ پھر۔ سیلاب آ جاتا۔

"محبت کبھی ناکام نہیں ہوتی ہمیشہ محبت کرنے والے ناکام ہو جاتے ہیں۔" کائنات نے اس کی اداس آنکھوں کو دیکھا۔ اس نے ہر قسم کی آنکھیں دیکھی تھیں، روئی ہوئی آنکھیں، تڑپتی آنکھیں، غمگین آنکھیں، منتظر آنکھیں، لیکن جو آنکھیں اس کے سامنے بیٹھی لڑکی کی تھیں ایسی اداس، آنکھیں وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی۔

"لالی ادھر دیکھ میری طرف" کائنات نے اس کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔ کیسا درد تھا اس کی آنکھوں میں۔

"دیکھو زندگی ہمیشہ آگے بڑھنے کے لیے ہوتی ہے۔ پیچھے صرف یادیں رہ جاتی ہیں۔ اور یادوں کے سہارے پوری زندگی نہیں گزاری جاتی۔ دنیا کسی ایک انسان سے نہیں جڑی ہوئی ہوتی۔ اس ایک شخص کے

ہونے نہ ہونے سے دنیا ختم نہیں ہو جاتی۔اس لیے پلیز صبر اور سمجھوتے سے کام لو۔" لالی مسکرائی۔زخمی سی مسکراہٹ۔دل چیر دینے والی مسکراہٹ۔

" کائنات تو کہتی ہے ایک انسان کے ہونے نہ ہونے سے دنیا ختم نہیں ہو جاتی مگر اس کا کیا جس کی پوری دنیا وہ ایک شخص ہو۔جو ہے تو زندگی جو نہیں ہے تو موت۔وہ ایک یا دو دن نہیں تھے کائنات میری پوری زندگی تھی ۔پوری زندگی کی محبت۔ بیس سالوں کی محبت تھی میری۔جس شخص نے مجھے محبت کے وجود سے آشنا کیا تھا وہ شخص میری محبت کی توہین کر گیا۔اور تم بات کرتی ہو صبر اور سمجھوتے کی۔میں زندہ ہوں اس شخص کے بنا جو میری زندگی کی ہر سانس میں شامل ہے۔کیا یہ سمجھوتہ نہیں؟ سانسوں کے اس تسلسل کو تم صبر نہیں کہتیں۔؟"

اس کی آنکھوں میں شکوہ تھا۔کائنات زیادہ دیر اس کی آنکھوں میں دیکھ نہ سکی۔کچھ نگاہیں نظریں چرانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔

" لالی تم ایک نمبر کی پاگل لڑکی ہو۔دیکھو تو ذرا خود کو اس بے وفا شخص کی یاد میں تو نے اپنی کیا حالت بنا دی ہے۔تم ایسی تو نہیں تھیں۔کبھی بھی نہیں۔کیا میں تمہیں بتاؤں وہ شخص جس کی یاد میں تم آج بھی آنسوؤں بہا رہی ہو وہ شخص کیا کرنے جا رہا ہے؟" کائنات کھڑی ہو گئی۔اس کی آواز میں ہلکا سا غصہ تھا۔وہ لالی کے بچپن کی سہیلی تھی اور سچے دل سے اس کی مخلص۔

لالی کی آنکھوں میں الجھن سا پیدا ہو گیا۔دھند کے اس پار وہ کائنات کو دیکھنے لگی۔

" لالی مجھ میں تو اتنی ہمت ہی نہیں ہے کیسے بتاؤں تمہیں کہ وہ شخص۔۔" کائنات کی زبان سے اگلے جملے نے نکلنے سے انکار دیا۔وہ لالی کی درد بھری شکل نہیں دیکھ سکتی تھی۔لالی بھی کھڑی ہو گئی۔چڑیوں کا ایک غول اڑتا ہوا اس کے سر کے اوپر سے گزر گیا۔جامن کا وہ درخت بوڑھا ہو چکا تھا۔لیکن وہ گواہ تھا لالی کی محبت کا۔اس گاؤں کی ایک ایک چیز وہاں لہراتے سرسوں اور سرسوں سے نکلنے والے وہ پیلے پھول بھی تو گواہی دیتے۔

" مجھے بتاؤ کائنات اللہ کے واسطے مجھ سے کچھ مت چھپا۔جو درد میں سہہ چکی ہوں اس کے بعد اگر کوئی پہاڑ بھی میرے سر پر توڑ دیا جائے تو مجھے تکلیف نہیں ہو گی۔" اپنی آنکھوں سے نکلنے والے اس سیلاب کا راستہ اس نے روک دیا۔آنسوؤں کا گولا اس کی زبان کے راستے میں آنے لگا۔ کائنات نے دکھ اور ترس بھری نگاہوں

سے اسے دیکھا۔اور آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالیا۔اسے ڈر تھا کہیں وہ ٹوٹ نہ جائے مگر وہ یہ نہیں جانتی تھی لالی ٹوٹ چکی ہے۔بہت پہلے سے ہی۔

"لالی تمہارا شوہر امریکہ میں دوسری شادی کر رہا ہے" لالی نے کرب سے آنکھیں بند کرلیں۔ایک خنجر اس کے دل میں اتر گیا۔وہ شخص اسے درد دینے کے نئے نئے انداز اپناتا تھا۔ کتنا ماہر تھا وہ درد دینے میں۔کسی کے آنسوؤں بھی اسے خرید نہ سکے اور کسی کی مسکراہٹ اسے اپنا بنا گئی۔

"اک معصوم دل اک بے بس کہانی۔۔۔

میرے آنسوؤں سے ہے سمندر میں پانی۔"

☆......☆......☆

لالی اپنی شادی والے دن بہت خوش تھی۔نہیں شاید خوشی کا لفظ چھوٹا پڑ جاتا وہ تو اپنی مٹھی میں پوری کائنات کو محسوس کر رہی تھی۔ہواؤں میں اڑنا کسے کہتے ہیں یہ لالی نے اس دن جانا۔مگر وہ پگلی اڑتے ہوئے یہ بھول گئی۔اوپر جانے والے جب ٹوٹ کر نیچے گرتے ہیں تو منہ کے بل ہی گرتے ہیں۔زمین بھی انہیں پناہ دینے سے انکار کردیتی ہے۔ہوائیں اپنا رخ بدل دیتی ہیں۔ وہ اس دن خوش تھی اور خوش کیوں نہ ہوتی جو اسے ملنے جارہا تھا وہ کسی اور کے پاس نہیں تھا۔اس کے برسوں کا انتظار ختم ہونے والا تھا وہ شخص جس کے نام سے اس نے خواب دیکھنے شروع کیے تھے جو اس کے بچپن کا ساتھی تھا اس کا راستے کا ہم سفر وہ اسے ملنے جارہا تھا اور وہ۔۔۔وہ۔۔۔ اسے اتنے سال بعد دیکھنے والی تھی۔جس کے ساتھ وہ گھر گھر کھیلتی تھی جس کے نام کی انگوٹھی اس کی انگلی میں بچپن سے ہی پہنادی گئی تھی۔جو حقیقت تھا میں تھا جو خواب میں تھا۔لیکن اس وقت وہ یہ نہیں جانتی تھی خوابوں کے ٹوٹنے پر بکھری ہوئی خواہشیں چنتے چنتے ہاتھوں کے پور پور زخمی ہو جائیں گے۔دلہن بنی وہ کمرے میں بیٹھی تھی۔لال گلابوں کی سیج کے بیچ۔جیسے کسی پرستان کی شہزادی۔دل میں خون کی جگہ کرنٹ دوڑنے لگا۔وہ شخص اس کے قریب تھا بہت قریب۔کچھ ہی پل میں وہ اس کے سامنے آنے والا تھا۔مگر نہیں کچھ پل تو کب گزر گئے اور آنے والا نہیں آیا۔پھولوں کی خوشبو پھیکی پڑتی جارہی تھی۔وقت کی سوئی دھڑا دھڑ آگے بڑھ رہی تھی اور وہ پر امید نگاہوں سے اس بند دروازے کو دیکھ رہی تھی جس کے کھلنے سے اس کی قسمت کھلنی تھی۔وہ بند دروازہ ہی اس کی

خوشیوں کی چابی تھی۔اس کے چہرے پر کئی رنگ آتے جا رہے تھے۔برسات خزاں، پت جھڑ سبھی موسم اس کے چہرے پر آ کر بسیرا کرنے لگے۔مگر جس نے آنا تھا وہ نہیں آیا۔محبت کا وہ چراغ جو اس نے بچپن سے جلا کر رکھا تھا زندگی کے اس موڑ پر وہ چراغ ہوا کی شدت سے بجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔اور اگر وہ چراغ بجھ جاتا تو۔۔؟تو کیا باقی رہتا۔کچھ بھی نہیں۔

خوف کی ایک شدید لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑنے لگی۔میک اپ کی تہہ جو اس کی سہیلیوں نے رگڑ رگڑ کر لگایا تھا وہ بھی اپنی چمک کھونے لگا۔اس نے دیوار پر لگی عشان نور کی تصویر کو دیکھا۔مسکراتی ہوئی تصویر۔یہ شخص وہ تھا جو اس کی ہر داستان میں تھا۔رگ رگ میں۔دروازہ دھڑام سے کھلا۔اس نے اپنی دھڑکن کو تیز ہوتے ہوئے محسوس کیا۔کوئی تیزی سے چل کر آیا تھا۔یہ اندازہ وہ قدموں کی چاپ سے لگا چکی تھی۔

وہ وہی تھا جس کا وہ انتظار کر رہی تھی لیکن انداز میں اتنی سرد مہری وہ توقع نہیں کر رہی تھی۔ نہ کوئی رسم نہ کوئی منہ دکھائی وہ شخص صرف فرض نبھا رہا تھا۔ لالی کے ارمانوں پر پانی پھرتا جا رہا تھا پھر بھی وہ بیوی ہونے کا حق ادا کر رہی تھی۔اس شخص نے صرف ایک رات لالی کے ساتھ گزاری۔اگلی رات وہ ایک بار پھر دلہن کے کپڑوں میں ملبوس کمرے میں بیٹھی تھی اسے لگا کل رات شاید وہ تھکاوٹ کے باعث اس کا گھونگٹ نہیں اٹھا سکا ہو گا اور منہ دکھائی نہیں دی ہو گی مگر آج رات وہ اسے ایسے نہیں چھوڑے گی۔مسکراتے ہوئے اس کی دھڑکن بے قرار تھی۔جب کوئی چل کر آیا اس کے پاس۔

"لالی بیٹا" اس نے تیزی سے سر اٹھایا۔گھونگٹ پیچھے سرک گیا۔وہ وہ نہیں تھا جس کا وہ انتظار کر رہی تھی۔اس کے علاوہ اگر چاند بھی زمین پر آتا وہ اس کے کسی کام کا نہیں تھا۔عشان کی دادی تھی وہ۔جو کسی بات پر سسک رہی تھی۔لالی کو خوف آنے لگا۔اپنے آپ سے اپنی قسمت سے۔

"لالی بیٹا مجھے معاف کر دو وہ چلا گیا ہے واپس امریکہ۔ سب چھوڑ کر" دادی نے اس پر طلسم پھونکا۔

لالی نے اپنے اردگرد دھماکے سنے۔کچھ گرنے کی آوازیں۔کچھ ٹوٹنے کی۔اس سے اگلا سانس بھی نہیں لیا گیا۔محبت کا تاج محل دھڑام سے گر کر زمین بوس ہو گیا۔ چلا گیا۔واپس۔ایسے کیسے جا سکتا ہے وہ۔۔؟ایسے کیسے کر سکتا ہے وہ۔۔۔

"میں نے اسے سمجھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ نہیں مانا۔کہتا ہے وہ ایک ان پڑھ گاؤں کی گنوار کے ساتھ اپنی پوری زندگی نہیں گزار سکتا" دادی روتے ہوئے صفائی دے رہی تھی۔اب کیا بچا تھا۔دو موتی ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے نیچے گرے۔ سینے کے اندر کچھ بہت قیمتی سا ٹوٹ گیا۔ "ان پڑھ۔۔؟ گاؤں کی گنوار۔۔؟ وہ امریکہ میں پڑھا ہوا شخص، وہ بڑے بڑے ڈگریوں کا مالک جاتے جاتے یہ بھی نہیں سوچ سکا کہ محبت تو ان پڑھ لوگوں کو بھی ہو جاتی ہے۔ دل تو گاؤں کے گنوار بھی رکھتے ہیں۔نہیں۔نہیں کچھ نہیں سوچا تھا اس نے۔۔اس نے یہ بھی نہیں سوچا جسے وہ توڑ کر جا رہا ہے وہ کسی کا دل تھا۔اور صرف دل ہی تو نہیں تھا۔خواہشیں، خواب، امیدیں، سب کچھ تو وہ پاؤں تلے روندتا ہوا نکل گیا۔کیا انتظاریوں بھی لا حاصل ہو جاتا ہے۔؟

"ہمیں معاف کر دو لالی بیٹا"

"معافی۔؟" اسے لگا اس کا دل پھٹ جائے گا۔اپنے بے جان قدموں کے سہارے وہ کھڑی ہوئی۔

معافی کیا یہ ایک لفظ اس کے درد کا مرہم بن سکے گا۔کیا یہ ایک لفظ اسے اس کا کھویا ہوا کچھ لوٹا سکے گا۔جسے اس نے کھویا تھا کہ یہ معافی اس کا نعم البدل ہو سکتی ہے۔سمندر اس کی آنکھوں میں تیرنے لگا۔وہ اس تصویر کو دیکھے جا رہی تھی۔

کیا یہ شخص اس حد تک سفاک ہے۔ایک لڑکی کے خواب جو وہ اتنے سالوں سے دیکھ رہی تھی یوں پل بھر میں توڑ گیا۔

"نہیں دادی وہ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتا۔وہ آئے گا ضرور آئے گا" اسے اپنی آواز اجنبی لگی۔کنوئیں میں سے آتی ہوئی۔دادی اس کے پاس آ کر اسے گلے سے لگانے لگیں۔اس کی آنکھوں سے آنسوؤں خشک ہونے لگے۔

"وہ اب کبھی نہیں آئے گا لالی۔میں اسے اچھی طرح جانتی ہوں۔مجھے لگا تھا کہ وہ شادی کے بعد سمجھوتہ کر لے گا مگر میں غلط تھی۔زبردستی کر کے میں نے اسے جیسے تیسے بچپن کے اس رشتے کا مان رکھنے کو کہا تھا مگر میں یہ نہیں جانتی تھی میرا مان بچا کر وہ کسی معصوم کا دل توڑ جائے گا۔"

اس کا ہر آنسو دل پر گر رہا تھا۔پھولوں کی وہ سیج اس بے بس لڑکی کا تماشا دیکھ رہی تھی۔چاند دور سے کہیں

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

کھڑکی کے اندر جھانک رہا تھا۔ محبت کا چراغ اتنے سال نہیں بجھا اور وہ شخص اسے ایک پھونک سے بجھا گیا۔ سب ختم کر گیا وہ۔

" لالی صبر کرو بیٹا۔ جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے۔ عشان کا انتظار اب کبھی مت کرنا وہ نہیں آئے گا۔ بہتر ہے تم واپس اپنے گھر چلی جاؤ اور نئے سرے سے زندگی گزارنے کی کوشش کرو"

" زندگی؟ " اس نے اپنی اداس اور شکوے سے بھرپور نگاہوں کے ساتھ عشان کی دادی کو دیکھا۔ وہ ان سے کہنا چاہتی تھی۔ اب زندگی بچی ہی کہاں ہے۔؟ صرف سانسوں کے تسلسل کو زندگی تو نہیں کہا جاتا۔ مگر وہ چپ تھی ۔ بڑے طوفان کے بعد سمندر میں خاموشی کی طرح سکوت تھا۔ لیکن طوفان تو اندر شور مچا رہا تھا۔ کیونکہ بربادی تو اندر کہیں ہوئی تھی۔ نقصان تو دل کا ہوا تھا۔ خیر یہ تو ہونا ہی تھا۔ قصور جو دل کا تھا اسے سزا تو ملنی ہی تھی۔

اور پھر وہ جا رہی تھی۔ اپنے لال بھاری لہنگے کو اٹھائے وڈیروں کی اس بڑی حویلی سے باہر۔

اس کا جیٹھ جھٹانی، سب تماشا دیکھ رہے تھے اس کی ساس نے روتے ہوئے اسے گلے لگایا تھا۔ آخری بار۔

اس حویلی کے کونے کونے میں اس کی آہیں دفن تھیں۔ حویلی کا اینٹ اینٹ گواہی دے گا اس ظلم کا جو اس رات ہوا تھا اس معصوم دل پر۔ اس نے مڑ کر دیکھا اس اونچی حویلی کو۔ جو اس کے قد سے بہت اونچی تھی اس کی اوقات سے کہیں زیادہ وسیع۔ یہ گھر اس کا کبھی تھا ہی نہیں۔ یہ حویلی لالی جیسی غریب ان پڑھ لڑکی کو کبھی پناہ نہیں دیتی۔ وہ ہی غلط تھی جو اپنے ہر خواب میں اس حویلی کو اپنے گھر کے روپ میں دیکھتی تھی۔ "ہونہہ۔ شیشے کے گھر پتھر کے لوگ۔" ہر حقیقت واضح تھی۔ سب سامنے تھا۔ یہ حویلی اس کی حیثیت سے بہت بلند تھی۔ یہاں اس جیسی لڑکی کی رسائی ممکن نہیں تھی۔ اور عشان نور وہ گاؤں کے وڈیرے کا بیٹا تھا۔ وڈیروں کو تو عادت ہوتی ہے تمام فیصلے اپنی مرضی سے کرنے کی ۔ چاہے وہ گاؤں کے ہوں یا دل کے۔ وہ بھی اپنی مرضی سے فیصلہ کر کے چلا گیا۔ دور۔ بہت دور۔ اور لالی کو دے گیا عمر بھر کے لیے اپنی یادیں۔ جنہیں سنبھالنے کی کوشش میں وہ کچھ اور کڑوی یادیں سمیٹ رہی تھی۔ اس کے آنسوؤں اس حویلی کے دامن میں گرنے لگے۔ آج تو اس کی آنسوؤں سے سیلاب آنے والا تھا۔ اپنی زندگی کی سب سے خوبصورت رات دل کے سودے بازی میں لٹ ہار کر وہ بے بس لاچار لڑکی کھلے آسمان تلے چلتی جا رہی تھی۔ لالی کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں تھا جو اسے پناہ دیتا جو اسے اپناتا۔ یہ اس

نے کیا کیا تھا۔اسے لالی کے ساتھ ایسا تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔اس کے ساتھ ایک مہینے کا ایک سال کا رشتہ نہیں تھا برسوں کا ساتھ تھا ان کا۔اس نے برسوں کے ساتھ کو توڑنے میں ایک لمحہ بھی نہیں لگایا۔جس رشتے کو جسے محبت کو بنانے کے لیے لالی نے اپنی پوری زندگی لگا دی اس نے ایک لمحے میں ہی سب ختم کر دیا۔اس نے زندگی میں عشان نور کے علاوہ کسی سے محبت نہیں کی۔وہ اس ظالم وڈیرے کو اپنی ملکیت سمجھتی تھی مگر وہ اس کا نہیں تھا کبھی بھی اس کا نہیں تھا۔بچپن کے چند خوبصورت لمحے لالی کی زندگی بن گئیں۔وہ اس انگوٹھی سے محبت کرنے لگی تھی جو عشان کا دادا اسے پہنا گیا تھا۔لیکن بیس سال پردیس میں رہنے کے بعد شاید اس کا دل بھی پردیسی ہو گیا۔ ڈھونڈنے سے تو وہی ملتے ہیں جو کھو گئے وہ تو کبھی نہیں ملتے جو بدل گئے ہوں۔وہ عشان نور کو اب کہاں سے لاتی ۔روتی سسکتی وہ وڈیروں کی حویلی کو چھوڑ کر اپنا چھوٹے سے کچے گھر میں پہنچی۔

"لالی پتر تو یہاں کیسے؟" اس کی اماں اسے حیرت سے گلے لگا کر پوچھنے لگی۔وہ کیا بتاتی۔؟ کیا کیا بتاتی۔ اپنے لٹ جانے کی خبر دیتی۔لیکن وہ کیا خبر دیتی اس کی اجڑی حالت ہی چیخ چیخ کر سب بتا رہی تھی۔دادی روئی اسے گلے لگا کر ساری رات روتی رہی۔ابا اماں بہن بھائیوں نے پل بھر کے لیے افسوس کیا اور پھر سب پہلے جیسا ۔واقعی دنیا بہت مطلبی ہوتی ہے کوئی کسی کے لیے نہیں روتا۔جس کی آگ ہوتی ہے جلنا اسے پڑتا ہے۔

☆......☆......☆

"ارے لالی کمبخت کہاں مر گئی" اماں نے دادی کے سر پر مالش کرتے ہوئے زوردار آواز لگائی۔ان کی آواز اتنی اونچی ہوتی تھی آسمان پر اڑتے پرندے اپنا راستہ بدلتے تھے۔

"اماں لالی کچن میں روٹیاں پکا رہی ہے" لالی سے بڑی والی بہن نے جواب دیا۔جو دودھ کی لسی بنا رہی تھی ۔تین چار کچے کمروں کے سامنے وہ کھلا صحن جس کے آدھے حصے میں گائے اور بھینس بندھے تھے اور دوسرے حصے میں وہ لوگ رہتے تھے۔شام اترنے لگی سورج کا سفر ختم ہونے کے قریب تھا۔آہستہ آہستہ سردی کی شدت میں اضافہ ہونے لگی۔لالی کے بھائی اور ابا ابھی تک کھیتوں سے نہیں لوٹے تھے۔گندم کا سیزن تھا تو وہ لوگ کچھ زیادہ ہی مصروف رہنے لگے تھے ان دنوں۔گھر کی عورتیں بھی شام ہوتے دیکھ کر سارا کام سمیٹنے لگیں۔

"لو اگر لالی روٹیاں بنا رہی ہے تب بن گئیں روٹیاں اور کھا لیں ہم نے" اماں نے ناک چڑھایا۔اور اٹھ کر

کچن کی طرف جانے لگیں۔

"ارے ثریا بچی کو کچھ مت کہنا" دادی نے پیچھے سے آواز لگائی۔وہ لالی سے بھی واقف تھیں اور اماں بھی مزاج کی کافی کڑوی واقع ہوئی تھیں۔اماں جی نے کچن کی طرف قدم بڑھائے۔کچن بھی کیا تھا ایک چھوٹا سا سات فٹ کا کمرہ جس میں وہ کھانا بناتے تھے۔اماں نے کچھ جلنے کی بو محسوس کرتے ہوئے اپنے قدم تیز کر دیئے اور کچن میں جا کر انہوں نے دیکھا توے پر روٹی جل رہی تھی اور لالی کسی خیال میں کھوئی ہوئی تھی۔

"ارے کم بخت بیڑہ غرق ہو تیرا پھر سے روٹی جلا دی" اماں نے آگے بڑھ کر دو ہتھڑ لالی کو لگائے۔وہ خیالوں سے چونک کر اپنا پیٹھ سہلانے لگی۔

"ہائے ربا کیا ہوا اماں" اس نے کچھ بدحواس ہو کر اماں کو دیکھا جو توے سے روٹی اتار رہی تھیں۔

"ارے اللہ ماری تو بیٹھے بیٹھے کہاں پہنچ جاتی ہے دیکھ روٹی جلا دی" اس نے شرمندہ سی ہو کر روٹی کو دیکھا جو کسی بھی انداز میں روٹی نہیں لگتی تھی۔

"چل پرے دفع ہو جا۔تو بنائے گی روٹی تو کھا لیا ہم نے" اماں نے زور سے اسے کھینچ کر چولہے سے دور ہٹایا۔اور خود اس کی جگہ بیٹھ کر آٹے کا تھال سنبھال لیا۔وہ گم سی کھڑی ان کو دیکھے گئی۔ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا اس سے پہلے بھی وہ دو بار روٹیاں جلا چکی تھی۔عشان نور کی یاد میں کھو کر اسے کچھ بھی تو اور یاد نہیں رہتا تھا حالانکہ اب تو کافی دن ہو چکے تھے لیکن اس کا زخم ابھی بھی ویسے ہی تازہ تھا۔گھر کا کوئی بھی کام کرتے ہوئے اسے عشان یاد آ جاتا تھا جیسے کہ ایک بار کچن میں ابا کے لیے چائے بنا رہی تھی خیالوں میں ڈوبے ہوئے چائے میں چینی کی بجائے مرچیں ملا بیٹھی۔ اس کے بعد ابا سے وہ وہ سننے کو ملا اس کی عقل ٹھکانے آ گئی۔بہن بھائیوں نے جو مذاق اڑایا وہ الگ تھا۔اور اگلی بار بھی کچھ ایسا ہی واقعہ ہوا تھا جب سالن میں نمک کی بجائے واشنگ پاوڈر ملا بیٹھی اور اس بات کا علم تب ہوا جب اماں نے سالن میں سے جھاگ ابھرتے دیکھا۔اس بار بھی اسے اچھی خاصی ڈانٹ پڑی تھی۔اور خوب مذاق کا نشانہ بھی بنی رہی۔یونہی ایک بار ابا نے کہا تھا "لالی میرے جوتے پالش کر دے" اور یہ محترمہ پالش کی بجائے تیل کی شیشی اٹھائے ان کے پاس چلی گئی۔ابا نے گھور کر اسے دیکھا۔اماں نے بھی ناگواری سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"یہ لڑکی کوئی بھی کام ڈھنگ سے نہیں کرے گی"

تب بیچاری دادی نے اس کی طرف داری کی تھی۔

"رہنے دو ثریا غلطی ہوگئی ہوگی بچی سے۔اس نے پالش کی جگہ شاید مالش سنا ہوگا" دادی خاصی نرم دل تھیں۔یہ واقعہ آیا گیا ہوا۔اس کے بعد اگلا واقعہ کچھ یوں ہوا جب ایک دن اماں نے کہا تھا

"لالی مرغیوں کو دانا ڈال دے اور گائے کو چارہ" سر ہلاتی وہ کمرے میں گئی۔سامان اس نے صحیح اٹھایا تھا اس بار لیکن کسی کی یادوں میں گم ہو کر بیچاری نے گائے کو دانے ڈال دیئے اور مرغیوں کو چارہ۔چھوٹے بڑے سبھی بہن بھائیوں کے لیئے لالی تماشہ بنی ہوئی تھی۔مگر اگلی بار تو حد ہی ہوگئی جب وہ ایک دن بھینس کو چارہ کھلا رہی تھی اسے پتا نہیں چلا کب ہاتھ میں پکڑی ہوئی گھاس ختم ہوئی اور کب بھینس نے اس کے ہاتھ پر کاٹا۔ایک زوردار طویل وعریض چیخ اس کے منہ سے نکلی سبھی گھر والے دوڑ کر اس کے پاس آئے۔

"مجھے تو لگتا ہے اس چھوری میں کسی بھوت کا سایا ہے" کسی گاؤں کے بزرگ نے اپنا بیان جاری کر دیا۔ بس پھر کیا تھا گھر میں ایک سے بڑھ کر ایک نجومیوں اور نقلی پیروں کی لائن لگ گئی۔اور اسے روز پانی میں کوئی نہ کوئی تعویذ پلایا جاتا۔ اب وہ گھر والوں کو کیا بتاتی اس پہ کوئی بھوت نے قبضہ تو جمایا ہے مگر وہ بھوت محبت کا بھوت ہے۔کائنات اس کی بچپن کی سہیلی اسے دیکھ دیکھ کر ہی پریشان ہو رہی تھی اس کی حالت بہت اجڑی ہوئی تھی۔کہاں وہ لالی جو اپنی لمبی چوٹی کو اڑاتی پورے گاؤں کے کھیتوں میں بھاگتی پھرتی تھی۔چوری چھپے آم اور چنے چراتی تھی اور کہاں یہ گم سم رہنے والی لالی۔

رات کے کھانے پر سبھی گھر والے موجود تھے۔ کچے کمرے میں چٹائی کے اوپر بیٹھے وہ لوگ ساگ اور باجرے کی روٹی کے ساتھ رات کا کھانا کھا رہے تھے۔لالی بھی گم سم سی کھانے کے ساتھ کھیل زیادہ رہی تھی اور کھا کم رہی تھی۔

"سنا ہے وہ لڑکا شادی کر رہا ہے" ابا کی آواز پورے کمرے میں گونجی سب نے نظر اٹھا کر ان کو دیکھا۔

لالی نے بھی کھانے کی پلیٹ سے نگاہ ہٹا کر ان کی طرف دیکھا۔ "کون لڑکا جی" اماں نے حیرت سے پوچھا۔دادی بھی ان کی طرف متوجہ تھیں۔

"وہی چوہدری کا بیٹا۔کیا نام تھا بھئی اس کا۔ہاں عشان۔" لالی کے ہاتھ سے نوالہ گر گیا۔سب کو سانپ سونگھ گیا اماں نے اور باقی بہن بھائیوں نے چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔اس نے چہرے کو نارمل کیا۔ویسے بھی اب وہ دل کی حالت چھپانا سیکھ چکی تھی۔ عشان نور نے اسے بہت کچھ سکھا دیا تھا۔

"ہاں تو کیا ہوا۔؟ہم بھی اپنی لالی کا ویاہ کریں گے ناں" اماں نے گردن تان کر کہا۔اور لالی کو لگا جیسے کبھی کبھی سانس لینا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔

"ارے میں کہتی ہوں چوہدری کا بیٹا سمجھتا کیا ہے خود کو۔ہماری چھوری کو چھوڑ دیا تو کیا اس سے کوئی ویاہ نہیں کرے گا" اماں ناگواری سے بولیں۔ابا نے ساگ کے ساتھ نوالہ لیتے ہوئے اماں کو دیکھا۔خاموشی تھی گہری خاموشی۔

"میں بھی اپنی لالی کا ویاہ چاچے کالو کے پتر رفیق سے کروں گی جو رکشہ چلاتا ہے" اماں نے اس کے سر پر دوسرا بم پھوڑا۔اس نے کھانا چھوڑ دیا۔

"اماں میں نے ویاہ نہیں کرنا" ساری شرم حیا ایک طرف رکھ کر کہتی وہ کمرے سے باہر نکلی۔سب اس کی زبان سے یہ بات سن کر گنگ رہ گئے۔

"تو کیوں نہیں کرے گی ویاہ؟" رات کو اماں نے اس سے پوچھا۔دادی بھی وہیں موجود تھیں۔چھوٹے بہن بھائی سو چکے تھے۔بڑا ایک ابا کے ساتھ کھیتوں میں پانی لگانے جاتا تھا۔

"اماں میں نے رفیق سے ویاہ نہیں کرنی بس بات ختم"

اس نے تیزی سے کہا۔

"ارے میں کہتی ہوں تو رفیق سے ویاہ نہیں کرے گی تو تیرے لیے کوئی راجا آئے گا کیا؟" اماں کو اس کی بات بہت بری لگی۔لالی کا دل چاہا ماتھا پیٹ لے۔

"اماں صرف رفیق سے نہیں میں نے کسی سے ویاہ نہیں کرنی۔"

"ارے کیوں نہیں کرنی تو نے ویاہ" اماں کا ماتھا بھی گرم ہو رہا تھا۔دادی بے بس ہو کر ان کی تکرار سن رہی تھیں۔

"جس سے میں محبت کرتی ہوں وہ مجھے مل نہیں سکتا اور اس کے علاوہ کوئی راجا مہاراجہ بھی میرا رشتہ لے کر آئے وہ مجھے قبول نہیں ہوگا"

اس نے دل کی بات صاف صاف کہہ دی۔اماں آگ بگولہ ہونے لگیں۔ "جھلی ہوگئی ہے تو۔وہ شہری چھورا ابھی نکلا نہیں تیرے دماغ سے" اماں کافی دیر تک اس سے بحث کرتی رہیں۔دادی نے بھی بہت کوشش کی لیکن وہ اپنے فیصلے سے ٹس سے مس تک نہ ہوئی۔اگلی صبح اماں نے اس کی سہیلی کائنات کے یہ بات گوش گزار کردی اور کائنات نے اسے تب پکڑا جب وہ سرسوں کے کھیت میں ساگ کاٹ رہی تھی۔

"لالی تیرا دماغ خراب ہوگیا ہے تو پاگل ہوگئی ہے" لالی نے غصے سے گھور کر اسے دیکھا اور چہرہ دوسری طرف موڑ لیا۔

" کسی ایک شخص کی یادوں کے سہارے پوری زندگی نہیں گزر سکتی۔اور وہ تمہارے لیے لوٹ کر قیامت تک بھی نہیں آئے گا۔میری بات مان رفیق کے لیے ہاں کردے۔اچھا رشتہ ہے تجھے بہت خوش رکھے گا وہ۔زندگی سمجھوتے کا ہی نام ہے لالی۔" اس نے ہاتھ جھٹک کر اداس نگاہوں سے پھولوں پر منڈلاتی تتلیوں کو دیکھا۔

"ہائے کائنات تو کیا جانے میرے دل کا درد۔میں تو مان بھی لوں سمجھوتہ کر بھی لوں لیکن اس دل کا کیا کروں۔اس نے جب سے دھڑکنا سیکھا ہے بس اسی کے نام سے دھڑکتا ہے۔" آنکھوں میں اترتی نمی کو صاف کرتے ہوئے وہ ایک بار پھر ساگ کاٹنے لگی۔پرندے آسمان پر چہچہا رہے تھے

"لالی تم جس کی ہو وہ تمہارا نہیں ہے۔جس سے تو محبت کرتی ہے وہ تم سے محبت نہیں کرتا۔کائنات کی سمجھ میں نہیں آیا کیسے سمجھائے لالی کو۔اپنی سہیلی کی یہ حالت وہ دیکھ نہیں سکتی تھی۔

" کائنات محبت محبت ہے کوئی سودے بازی نہیں ہے وہ نہیں کرتا تو میں بھی نہ کروں۔اس معاملے میں مجھ سے بحث مت کرو۔میرے پاس سب سے بڑی دلیل محبت ہے۔" کائنات کی ساری محنت بے کار گئی۔اماں اس کا انکار سن کر مزید پریشان ہوئیں ۔رفیق کا رشتہ وہ ہاتھ سے نہیں جانے دے سکتی تھیں۔بات سنگین ہونے لگی انہوں نے بروقت ابا کو اطلاع کردی۔اگلی صبح ابا اس کے کمرے میں عدالت لگائے کھڑے تھے۔

"یہ کیا بچپنا ہے لالی؟ آخر تمہیں اس رشتے سے کیوں انکار ہے۔؟" ابا نے سخت تیور لیے اسے دیکھا۔اس

نے سر اٹھا کر ابا کو دیکھا۔کوئی اور بات ہوتی تو وہ کبھی ابا کی آنکھوں میں دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکتی تھی لیکن یہاں بات دل کی تھی۔

"ابا میں شادی شدہ ہوں۔آپ کس طرح۔۔۔" ابا نے غصے سے اس کی بات کاٹی۔

"وہ شادی نہیں تھی وہ لڑکا تمہیں چھوڑ کر جا چکا ہے ویسے بھی اس سے طلاق لینا کون سا مشکل کام ہے آج کل عدالتوں میں ہی طلاق ہو جاتے ہیں۔بس تیری عدت پوری ہو جائے پھر تیرا ویاہ کرنے سے مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔" ابا نے دھمکی دی۔

"ابا عدت ان کی ہوتی ہے جن کی طلاق ہوئی ہوتی ہے یا جو بیوہ ہوتے ہیں۔میرا شوہر ہے اور میرے نکاح میں بھی ہے تو کس عدت کی بات کر رہے ہیں آپ۔؟"

مدھم مگر مستحکم لہجے میں اس نے کہا۔ابا کا بھاری ہاتھ اس کے نازک گال پر پڑا تھا۔غصے سے وہ باہر نکل گئے۔آنسو کی لڑی گالوں سے ہوتے ہوئے گریبان میں جذب ہونے لگی۔بڑی بے دردی سے اس نے اپنے آنسوؤں صاف کیئے تھے۔

"یہ آٹھواں تھپڑ ہے عشان نور جو تمہاری وجہ سے مجھے مارا گیا ہے۔تمہیں حساب دینا ہو گا۔میرے ایک ایک زخم کا میرے ایک ایک آنسو کا۔میری ہر دھڑکن کا"

☆......☆......☆

بہت سوچ سوچ کر وہ ایک نتیجے پر پہنچی۔اگلی صبح ناشتے پر اس نے سب کو یہ خبر سنائی۔

"ابا میں ارمیکہ (امریکہ) جانا چاہتی ہوں" سب نے ناشتے سے ہاتھ روک کر اسے دیکھا۔

"کہاں جانا چاہتی ہے تو۔؟" ابا نے ہلکے سے غصے کے ساتھ پوچھا۔اماں دادی چھوٹے بڑے بہن بھائی سبھی اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"ارمیکہ۔جدھر عشان ہے۔" اس نے ڈرتے ہوئے اپنی بات مکمل کی۔اس کی بات سن کر ابا غصے میں ہونے کے باوجود ہنس دیئے۔صرف ابا ہی تو نہیں سبھی نے مذاق اڑانے والے انداز میں قہقہے لگائے۔اور لگاتے چلے گئے وہ زخمی دل کے ساتھ سب کو دیکھتی رہی۔اور یہ بات وہیں ختم نہیں ہوئی تھی اس دن کے بعد بھی چھوٹے

بڑے بھائی بہن سبھی اس بات کو لے کر اس کا مذاق اڑاتے رہے۔

"انگریزی میڈم اب امریکہ جائے گی" گھر میں قہقہوں کی گونج تھی۔ دو دن بعد اس نے کائنات سے بات کی جب وہ پانی بھرنے مٹکی لے کر کنوئیں کے پاس کھڑی تھی۔ کائنات پڑھی لکھی تھی اسے سب پتا تھا۔

"یہ امریکہ کس صوبے میں ہے کائنات؟" کائنات نے تعجب سے اسے دیکھا۔ اور مالٹا چھیل کر کھانے لگی

"کیا؟" وہ لالی کی بات سمجھ نہیں سکی۔

"وہ جدھر عشان ہے۔" اس نے پانی کی مٹکی کو کنوئیں میں ڈال کر پانی بھرا۔ کائنات نے بھی زوردار قہقہہ لگایا۔ اور لگاتی گئی۔ اپنے مذاق اڑا دیئے جانے پر وہ بہت غصہ ہوئی۔

"لالی تم کمال ہو یار۔ فرسٹ آف آل وہ امریکہ نہیں امریکہ ہے اور دوسری بات وہ پاکستان کے کسی صوبے میں نہیں بہت دور ہے سات سمندر پار۔ لیکن تو کیوں پوچھ رہی ہے؟" اس نے پانی کی مٹکی کنوئیں کے منڈیر پر رکھ دیا۔ اور خود بھی وہیں بیٹھ گئی۔ اس کی لمبی چوٹی کمر پر لٹک رہی تھی۔

"میں وہاں جانا چاہتی ہوں کائنات۔" کائنات نے ایک بار پھر سے قہقہہ لگاتے ہوئے اسے دیکھا۔

"مذاق مت کر لالی چل گھر چل" وہ کھڑی ہوئی۔ لالی بیٹھی رہی۔ "میں مذاق نہیں کر رہی کائنات" کائنات نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ بالکل سیریس تھی۔ کائنات کا قہقہہ تھم گیا۔ اس نے حیرت سے لالی کو دیکھا۔

"تیرا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا لالی۔ تجھے پتا ہے تو کیا کہہ رہی ہے کہاں جانے کی بات کر رہی ہے۔" اس نے غصے سے لالی کو ٹوک دیا۔

"تو مجھے صحیح غلط مت بتا۔ یہ بتا کہ کدھر ہے وہ اور کیسے جاتے ہیں" لالی نے بے تابی سے پوچھا۔

"امریکہ تیری سوچ سے بھی بہت دور ہے۔ تو قیامت تک وہاں نہیں پہنچ سکتی۔"

"کیوں نہیں پہنچ سکتی میں؟ وہ بھی تو گیا ہے ناں؟ انسان ہی جاتے ہیں۔" وہ بھی لالی تھی اس سے بحث کرنا مشکل تھا۔

"وہ پڑھا لکھا ہے اور مرد ہے۔ تجھے تو اپنا نام تک نہیں لکھنا آتا اور تم انگریزوں کے ملک جاؤ گی؟ یہاں سے اسلام آباد تو تم اکیلے جا نہیں سکتیں اور بات کر رہی ہو امریکہ جانے کی ہونہہ پاگل کہیں کی۔" کائنات کو اس کی

حماقت پر جی بھر کے افسوس ہو رہا تھا۔"
تم صرف یہ بتاؤ میری مدد کرو گی یا نہیں۔؟" اس نے کائنات سے پوچھا۔
" بالکل بھی نہیں۔" کائنات نے ہاتھ باندھ کر بے نیازی سے کہا۔لالی بھی کھڑی ہو گئی۔
" نہیں کرے گی۔؟" لالی نے وارننگ دینے والے انداز میں پوچھا۔
" بالکل بھی نہیں تمہاری اس حماقت میں، میں تو تمہارا ساتھ بالکل بھی نہیں دوں گی" لالی کنوئیں کے منڈیر پر چڑھ گئی۔
" دیکھ اگر تو نے میرا ساتھ نہیں دیا تو میں اس کنوئیں سے چھلانگ لگا کر اپنی جان دے دوں گی" اس نے دھمکی دی۔کائنات نے شاکڈ ہو کر اسے دیکھا۔
" پاگل نیچے اترو۔یہ کیا کر رہی ہو۔؟ دیکھ تو جہاں جانے کی بات کر رہی ہے وہاں جانا تیرے بس کی بات نہیں ہے۔وہاں تو پڑھے لکھے لوگ گم ہو جاتے ہیں اور تم ان پڑھ تو مر ہی جاؤ گی۔چل نیچے اتر شاباش"
" نہیں نہیں بالکل نہیں۔تو بتا میری مدد کرے گی یا نہیں۔؟" کائنات نے اپنا ماتھا پیٹا۔اور گھور کر کھا جانے والی نگاہ سے اسے دیکھا۔
" یہ ممکن نہیں ہے نیچے آؤ پلیز میری بہن ہو ناں تم؟
" کبھی نہیں۔ناممکن کچھ نہیں ہوتا سب کچھ ممکن ہے تم صرف اتنا بتا میری مدد کرو گی یا میں چھلانگ لگاؤں؟ دیکھ میں آخری بار پوچھ رہی ہوں۔"
کائنات اس کے ارادوں سے ڈر ہی گئی۔
" ٹھیک ہے ٹھیک ہے میں کروں گی تمہاری مدد۔اب خدا کے لئے نیچے اترو۔" کائنات کو اس کی بات مجبوراً ماننی ہی پڑی وہ اس کے ضد کو اچھی طرح جانتی تھی۔
" نہیں پہلے تو رب دی قسم کھا۔" وہ ابھی بھی بے یقین تھی۔
" او رب دی قسم میری ماں چل اب نیچے اتر" لالی نیچے اتری۔اور گہرے گہرے سانس لینے لگی۔
امریکہ جانے کے لئے سب سے پہلے کیا کرنا ہوگا؟ وہ بے صبری سے پوچھ رہی تھی۔

"سب سے پہلے ڈھیر سارے پیسوں کی ضرورت ہوگی۔ کہاں سے لاؤ گی اتنے پیسے۔؟" کائنات نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"میرے پاس بہت پیسے ہیں۔" لالی نے خوش ہو کر کہا۔ اور شام کو اس نے اپنی گلک اٹھائی۔ جس میں وہ دو سال سے پیسے جمع کر رہی تھی۔ گلک اٹھا کر وہ کائنات کے پاس گئی اس نے وہ گلک جامن کے درخت تلے توڑ دیا

"چار ہزار ایک سو بیس۔" کائنات نے سارے پیسے گننے کے بعد کہا۔ اس نے تاسف سے لالی کو دیکھا

"کم ہیں کیا؟" لالی نے معصومیت سے پوچھا۔ کائنات کو اس پہ بہت سارا پیار آیا۔

"لالی میری جان ان پیسوں سے تو تم کراچی بھی نہیں جا سکتیں اور تم امریکہ جانے کی بات کر رہی ہو۔ وہاں جانے کے لئے پیسے لاکھوں میں ہونے چاہئیں اور تم تو یہ بھی نہیں جانتیں ایک لاکھ میں کتنے زیرو ہوتے ہیں۔ اس لیے امریکہ جانے کا خواب چھوڑو اور رفیق کے لیے ہاں کر دو۔" لالی کو جیسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا۔

"دیکھ پیسوں کا انتظام کہیں نہ کہیں سے میں کر لوں گی۔ کچھ نہ کچھ ہو جائے گا" کائنات سے زیادہ اس نے خود کو تسلی دی۔ رات کو وہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔ ہوا اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ وہ خاموشی سے چاند کو دیکھ رہی تھی۔

"عشان نور تیرا امریکہ دور ہے، بہت دور لیکن اتنا بھی نہیں کہ میں تم تک پہنچ نہ سکوں۔"

☆......☆......☆

لالی نے امریکہ جانے کا فیصلہ تو کر لیا لیکن یہ فیصلہ اتنا بھی آسان نہیں تھا جتنا وہ سمجھ رہی تھی۔ مسائل قدم قدم پر منہ کھولے اس کے راستے پر کھڑے تھے۔ عشان نور چاند جتنا دور تھا اس سے۔ لیکن یہ بات تو وہ طے کر چکی تھی اگر وہ شخص اس کے لیے کبھی گاؤں واپس نہیں آئے گا تو وہ جائے گی اس کے امریکہ۔ مگر وہ پڑھی لکھی نہیں تھی اسے کسی چیز کی سمجھ نہیں تھی۔ گاؤں کی وہ البیلی لڑکی سات سمندر پار کا یہ سفر کیسے طے کرتی۔ گھر والوں کی اتنی مخالفت کے باوجود اس نے اپنا فیصلہ نہیں بدلا۔ امریکہ جانے کی بات اس نے گھر میں کسی کو نہیں بتائی اول تو کوئی یقین نہیں کرتا اور اگر یقین کر بھی لیا تو اس کے مسائل میں مزید اضافہ ہونا تھا۔ گھر والے تو ابھی بھی رفیق کے ساتھ اس کا رشتہ کرنا چاہتے تھے۔ کائنات اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھی مگر دل کے معاملے میں وہ کوئی سمجھوتہ

نہیں کر سکتی تھی دل کے فیصلوں میں سمجھوتہ ہوتا بھی نہیں ہے۔ بہت ساری مشکلات تھیں۔ پیسوں کا انتظام کرنا تھا ۔اسے انگریزی سیکھنی تھی۔ اپنا حلیہ بدلنا تھا۔ پاسپورٹ بنانا۔ اور یہ سب گھر والوں سے چوری کرنا تھا۔ اس کے سامنے ماونٹ ایورسٹ کھڑی تھی جس پر وہ چڑھنے جا رہی تھی زخمی قدموں کے ساتھ۔ سب سے پہلا مسئلہ تو پیسے جمع کرنے کا تھا۔ اور یہی بہت بڑا مسئلہ تھا گاؤں کی وہ لڑکی اتنے پیسے کہاں سے لاتی۔؟ کچھ سوچ کر اس نے اپنے زیورات بیچنے کا فیصلہ کیا تھا جو چوہدریوں نے اسے دیے تھے وہ یقیناً مہنگے زیور ہوں گے گھر کو اپنے رشتے کو بچانے کے لیے وہ زیوروں کی تو قربانی دے ہی سکتی تھی۔ اگلی صبح وہ سارے زیورات اماں کی الماری سے چوری سے نکال کر کائنات کے پاس پہنچی۔ کائنات کے گھر میں اس وقت کوئی نہیں تھا۔

"لالی یہ کیا پاگل پن ہے اپنے ساتھ ساتھ تو مجھے بھی مروائے گی اگر تیرے ابا کو پتا چل گیا ان زیورات کا تو وہ ہم دونوں کا قیمہ بنائیں گے"

" کسی کو کچھ تب پتا چلے گا جب تو اپنا منہ کھولے گی۔ ویسے بھی تم نے وعدہ کیا تھا میرا ساتھ دینے کا تو یہ سب تو تمہیں کرنا ہی ہے" لالی نے اسے اس کا وعدہ یاد دلایا۔ کائنات نے سر تھام لیا۔ زیورات لے کر وہ شہر پہنچی ۔اسے گھر سے آنے جانے میں مسئلہ نہیں تھا وہ لاہور کے ہوسٹل میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ اور اس کے گھر والے اتنے پرانے خیالات کے نہیں تھے۔ شام کو لالی اس کا کنوئیں کے پاس انتظار کر رہی تھی۔ اس نے زیورات کے پیسے لا کر لالی کے ہاتھ پر رکھ دیے۔

" ہائے ربا مر جاواں گڑ کھا کے۔ اتنے سارے پیسے۔ اب تو میں ضرور جاؤں گی امریکہ" لالی خوش ہوتے ہوئے بولی۔

" نہیں لالی یہ پیسے تو ابھی بھی کم ہیں امریکہ جانے کے لئے تجھے کم از کم اتنے سارے اور پیسوں کا انتظام کرنا ہوگا" کائنات نے اسے بتایا۔ اداس چہرہ لئے وہ گھر چلی آئی زیورات والے پیسے اس نے رات کو چپکے سے ایک ڈبے میں ڈال کر گھر کے پچھلے حصے میں زمین کھود کر دفنا دیئے۔ اب مسئلہ باقی پیسوں کا تھا اتنے پیسے اور وہ کہاں سے لاتی۔ گھر والے تو اسے ایک روپیہ بھی نہیں دیتے۔ اور یہاں بات لاکھوں کی تھی۔ ساری رات سوچنے کے بعد وہ ایک نتیجے پر پہنچی۔ گو کہ یہ کام بہت رسکی اور مشکل تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی اور حل بھی نہیں تھا۔ اس

نے اگلی صبح یہ خبر کائنات کو سنائی جو سنتے ہی چیخ پڑی۔

"کیا کیا کہا تم نے تم اپنے ابا کے صندوق سے پیسے چوری کرو گی" وہ بے یقینی سے لالی کو دیکھ رہی تھی۔

"تو اس کے علاوہ کوئی اور حل بھی تو نہیں ہے" لالی نے بے بسی سے کہا۔

"یہ حل نہیں ہے تیری موت کا پروانہ ہے تیرے ابا روز اپنے پیسے گنتے ہیں اور اس کام میں پکڑے جانے کی صورت میں ہمارا سارا پلان چوپٹ ہو جانا ہے۔" کائنات نے اسے نقشہ دکھایا جو بہت بھیانک تھا۔وہ سمجھ گئی ابا کی تجوری سے پیسے نہیں نکل سکتے وہ وہیں کھڑے کھڑے سوچ میں پڑ گئی۔

"ایک طریقہ ہے" وہ چٹکی بجا کر بولی۔ کائنات کے کان کھڑے ہو گئے۔ "روز بکریوں کو چرانے تو میں ہی جاتی ہوں ناں۔تو ایسا کروں گی دس پندرہ بکریاں بیچ دیں گے کسی کو بھی پتا نہیں چلے گا"

کائنات نے گھور کر اسے دیکھا۔"او میرے اللہ لالی تو پاگل ہے۔ٹوٹل پچاس بکریاں ہیں اگر پندرہ بکریاں غائب ہو گئیں تو کیا کسی کو پتا نہیں چلے گا۔ویسے بھی تمہاری دادی تو ایک ایک بکری کا حساب رکھتی ہے انہوں نے تو نام بھی رکھے ہوئے ہیں بکریوں کے۔یہ بہت مشکل ہے" کائنات نے ہاتھ کھڑے کر دیے۔

"تو کہہ دیں گے ناں کہ بکریاں چوری ہو گئیں یا انہیں کوئی جانور کھا گیا۔یا پھر یہ کام ہم رات کو بھی کر سکتے ہیں" کائنات اداسی سے مسکرا دی۔اس نے لالی کو بڑی محبت سے گلے لگا لیا۔

"مجھے یقین نہیں آتا لالی تم یہ سب اپنے شوہر کی محبت میں کر رہی ہو۔ایسی محبت تو فلموں ڈراموں میں بھی نہیں ملتی۔تم اس شخص کے لیے اتنا بڑا سفر طے کرنے جا رہی ہو اور وہ ظالم انتہا حد تک سنگدل ہے۔تمہیں میری جو مدد چاہیے میں کروں گی۔تمہیں تمہاری منزل تک پہنچا کر ہی رہوں گی آگے تمہاری قسمت لالی۔پہلا کام تو پیسوں کا انتظام کرنا ہے۔تم جانتی ہو میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں۔نہیں تو میں خود ہی کچھ کرتی۔میرے والدین میری پڑھائی کے اخراجات بھی بہ مشکل پورے کر رہے ہیں۔:اور یہ جو تو نے بکریاں چوری کرنے والی ترکیب بتائی ہے اس پر بھی عمل کر کے دیکھتے ہیں شاید یہ کامیاب ہو جائے لیکن سب سے پہلے ایک ہی بکری کی چوری کریں گے اس کے بعد دیکھتے ہیں آگے کیا کرنا ہے"

لالی مسکرا دی۔منزل دور تھی راستہ دشوار تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ وہ چل ہی نہیں پاتی۔

"میں آرہی ہوں عشان نور۔انتظار کرنا میرا۔"

☆......☆......☆

اترتی شام۔ڈھلتا سورج۔لالی اور کائنات منڈیر پر بیٹھی تھیں۔کائنات کے ہاتھ میں انگریزی اول قائدہ تھا جس سے وہ لالی کو انگریزی سکھا رہی تھی۔

"یہ دیکھو لالی اس پہ انگلی رکھو۔

A for Apple۔۔"

"ارے یہ تو سیب ہے ناں۔؟"لالی نے فوراً انگلی ہٹائی۔

"ہاں سیب ہے لیکن اسے انگلش میں ایپل کہتے ہیں چلو شاباش اب پڑھو۔"

"آ۔۔پل۔"اس نے اٹکتے ہوئے کہا۔کائنات بے بسی سے اسے دیکھا۔لالی کو انگلش سکھانا تو بہت مشکل تھا یہ ان کی کلاس کا تیسرا دن تھا۔وہ روزانہ لالی کو کچھ نہ کچھ انگلش سکھاتی تھی۔

"اف لالی آپل نہیں بابا ایپل۔ایپل مطلب سیب۔اچھا چھوڑو کل جو میں نے تمہیں سبق دیا تھا وہ یاد کیا یا نہیں۔؟"اس نے کسی ماہر ٹیچر کی طرح تنقیدی نگاہوں سے لالی کی طرف دیکھا۔

"ارے ہاں یاد ہے ناں۔"لالی نے چہک کر کہا۔

"اچھا سناؤ ذرا "

" کوج می "لالی نے یاد کر کے کہا۔

"لالی کوج می نہیں "ایکسکیوز می ہے۔تم پلیز اچھی طرح یاد کرو ناں۔"

"ہم پھر سے کوشش کرتے ہیں۔"لالی نے کہا۔اور وہ سبق یاد کرنے لگی۔تب تک اماں بھی اس کے سر پر آگئیں۔اماں کو دیکھ کر لالی اور کائنات دونوں کھڑی ہو گئیں۔

"ارے مرجانئیے میں نے تمہیں گائے کے لیے چارہ لانے کو بھیجا تھا اور تو یہاں بیٹھی گپیں ہانک رہی ہے۔چل چل کر کام کر۔"اماں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے وہاں سے لے جانے لگیں۔

☆......☆......☆

حور اس حویلی سے نکل کر تیزی سے اپنے گھر کی طرف جا رہی تھی۔ توہین کا احساس تھا یا پھر کوئی اور وجہ تھی لیکن آنسو گالوں سے بہتے چلے جا رہے تھے۔ اور وہ بار بار اس سیلاب کو پیچھے دھکیل رہی تھی۔ قسمت نے اس کے ساتھ کیسا مذاق کیا تھا جس عرش چوہدری کی شکل بھی وہ زندگی میں دوبارہ نہیں دیکھنا چاہتی تھی اسی عرش چوہدری کے گھر میں اب وہ ملازمہ بن کر کام کرے گی۔ جس وقت وہ گھر میں داخل ہوئی سامنے کوئی اور نہیں تھا۔ نہیں تو اس کی آنکھوں اور چہرے پر موجود غیر معمولی تبدیلی ضرور نوٹ کرتا۔ اماں ضرور رات کا کھانا بنا رہی ہوں گی اور چھوٹی اپنے کمرے میں پڑھنے میں مصروف ہو گی۔ بنا کسی سے کوئی بات کیے وہ اپنے کمرے میں چلی آئی اور دروازہ بند کر کے بے آواز آنسو بہانے لگی۔ یہ غریبی انسان کو کتنا مجبور کر دیتی ہے اگر زندگی میں وہ غریب نہ ہوتی تو یہ نوبت ہی نہیں آتی اسے شخص کے دروازے پر جانے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔

اس شخص کی نگاہیں وہ اپنے وجود کے آر پار محسوس کر رہی تھی کتنی بے باکی تھی اس کی نگاہوں میں۔

کافی دیر تک وہ آنسو بہا کر روتی رہی۔ جب دل کا بوجھ ہلکا ہوا تو اس نے بے دردی سے آنسو پونچھ دیئے۔ اس نے مستحکم فیصلہ کر لگا۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ دوبارہ اس حویلی میں نہیں جائے گی۔ وہ وہاں کام نہیں کرے گی۔ اسے رزق کی ٹینشن نہیں تھی رزق کا ذمہ خدا نے لیا تھا۔ ایسا کیسے ہو سکتا تھا خدا اسے رزق دینا بھول جائے۔ وہ پانچ ہزار ابھی بھی اس کے پاس تھے اس نے اماں سے بات کرنے کا فیصلہ کیا کہ وہ پیسے ان کو دے کر کہے گی وہ پیسے واپس دے آئے اور ان کو انکار کر دے۔ لیکن ہر بار من چاہا تو نہیں ہوا کرتا۔ چہرہ صاف کر کے مٹھی میں پیسے دبائے وہ باہر آئی۔ سامنے دروازے سے اماں آتی دکھائی دیں وہ تیزی سے ان کے پاس گئی۔ سلمیٰ بیگم کے چہرے پر پریشانی بھری لکیریں تھیں اس سے پہلے وہ اپنی دکھ بھری داستان اماں کو سناتی اماں نے اپنی داستان شروع کر دی۔

"تجھے پتا ہے حور وہ بجلی والے کم بخت میٹر کاٹ کر لے گئے۔" اماں رو دینے کو تھیں۔ گرنے والے انداز میں وہ چارپائی پر بیٹھ گئیں۔ اس سے کچھ نہ بولا گیا۔

"کہتے ہیں دو ہزار جمع کراؤ نہیں تو بجلی نہیں لگے گی۔ اب میں کہاں سے لاؤں پیسے۔ چھوٹی کا فیس دینا ہے گھر کا راشن لینا ہے۔" اماں کی داستان واقعی دردناک تھی لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔ بہت اچانک اماں کی نظر

اس کی مٹھی میں دبے پیسوں پر پڑی۔

"یہ یہ پیسے کہاں سے آئے۔" اماں نے آگے بڑھ کر اس کی مٹھی کھول دی۔اس نے مشینی انداز میں مٹھی کھول دیا۔وہ وہیں برف بن چکی تھی۔

"چوہدرائن نے دیئے ہوں گے اللہ ان کا بھلا کرے" اماں پیسے دیکھ کر خوش ہو گئیں۔اتنی خوش کہ بیٹی کے چہرے پر آیا رنگ بھی نہ دیکھ سکیں۔اب وہ کیا کرتی کیا کر سکتی تھی۔ گھر کے مسائل منہ کھولے کھڑے تھے۔ خوداری کی جنگ لڑتی یا رزق کی۔ایک جنگ میں تو اسے ہارنا ہی تھا۔پھر اس نے فیصلہ کر لیا وہ کام کرے گی۔ اماں کی خوشی، چھوٹی کی تعلیم اور گھر کی ضرورتوں سے بڑھ کر نہیں تھی اس کی خوداری۔ویسے بھی غربت اور مجبوری انسان کو عزتِ نفس اور خوداری جیسے الفاظ پل بھر میں بھلا دیتی ہے۔ اپنے ٹوٹے وجود کو گھسیٹتے ہوئے وہ واپس کمرے تک آئی۔ہر طرف اندھیرا تھا روشنی کی کوئی کرن نہیں تھی۔نماز پڑھ کر وہ سونے کے لئے لیٹی لیکن نیند بھی اس کی آنکھوں سے بہت دور تھی۔اگلی صبح اسے یونیورسٹی کی فیس جمع کرنی تھی اور ایڈمیشن فارم بھی۔ اداس سا چہرہ لیے وہ ایک بار پھر ایڈمیشن آفس کے سامنے کھڑی تھی۔ فیس اور فارم جمع کر کے اس نے رول نمبر سلپ لے لیا جب واپس گھومی تو اس کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔اس سے کچھ فاصلے پر وہ شخص سینے پر ہاتھ باندھے سکون سے کھڑا تھا۔اور اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس وقت وہ سفید شرٹ اور سیاہ جینز میں تھا۔شرٹ کے دو بٹن کھلے ہوئے تھے۔اس کا چہرہ سفید اور سرخ تھا۔حور اسے اپنے قریب دیکھ کر غصے میں آ گئی۔ کل والی حرکت وہ کبھی بھلا نہیں سکتی تھی۔ عرش نے ہاتھ جینز کی پینٹ میں گھسائے اور چلتا ہوا اس کے بالکل سامنے آ گیا۔ اس کے وجود سے اٹھنے والی خوشبو حور کی سانسوں سے ٹکرائی۔ وہ ایک سیکنڈ بھی وہاں مزید نہیں رکنا چاہتی تھی دائیں جانب قدم بڑھا اس نے وہاں سے نکلنے میں بہتری جانی جب وہ شخص دو قدم پیچھے چل کر اس کے عین سامنے آ گیا اور اس کے جانے کا راستہ بند کر دیا۔

حور نے غصے سے سر اٹھا کر دیکھا وہ فاتحانہ انداز میں مسکرائے جا رہا تھا۔

" کیسی ہو سرکار؟" وہ طنز کر رہا تھا یا اس کا مذاق اڑا رہا تھا وہ نہیں سمجھ سکی لیکن اس کی زبان سے نکلنے والے اس جملے نے اسے آگ بگولہ کر دیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" وہ دبے ہوئے غصے سے بولی اسے یہ ڈر بھی تھا کہیں کوئی اور یہ نہ سن لے۔ کالج میں تماشا کرنے کا اس کا بالکل ارادہ نہیں تھا۔

"ابھی بدتمیزی کی ہی کہاں ہے میڈم جی"

حور نے غصے سے آنکھیں میچ لیں۔ اس شخص کی لینگویج انتہائی گھٹیا تھی۔

"دیکھیں آپ میرا راستہ چھوڑیں۔" اس نے ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"اور اگر میں ایسا نہ کروں تو؟" حور نے سر اٹھایا۔ اس شخص کے چہرے پر بالکل اطمینان تھا۔

"تو میں پرنسپل سے شکایت کروں گی یا چلا کر سب کو اکھٹا کروں گی"

"کیا اب مجھے ڈر جانا چاہیے آپ کی اس بات سے۔" وہ ڈھٹائی سے کہہ رہا تھا۔

"محترمہ یہ چیخنے چلانے والی دھمکیاں بہت پرانی ہو چکی ہیں ان سے تو اب کوئی تھرڈ کلاس لوفر بھی نہ ڈرے اور تم عرش چوہدری کو ڈرانے کی کوشش کر رہی ہو۔" ویسے بھی ایسا کرنے سے بدنامی آپ کی ہونی ہے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنا.......۔۔۔

حور نے ہونٹ دانتوں تلے دبائے۔ اس شخص سے بات کرنا واقعی فضول تھا وہ خود غلط ہونے کے باوجود اس کی بات بالکل صحیح تھی شور کرنے یا چیخنے چلانے پر اس کی اپنی ہی بدنامی ہونی تھی باقی اس ڈھیٹ کو کوئی فرق نہیں پڑنا تھا۔

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟ کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں؟" تنگ آ کر اس نے غصے سے اس شخص کی آنکھوں میں دیکھا۔ ڈھلتے سورج جیسی سنہری آنکھیں۔ جو اس وقت سرخ ہو چکی تھیں وہ جانتی تھی اس کی آنکھیں سرخ کیوں ہے۔ یہ کل صبح کی مرچی والی چٹنی کا اثر تھا۔

"یہ ہوئی نہ بات۔ اگر یہ بات تم پہلے پوچھ لیتیں تو میرے ساتھ ساتھ تمہارا وقت بھی بچ جاتا۔ خیر تم یہ فارم فل کر دو۔" اس نے اپنی بات پوری کر کے حور کی طرف ایک فارم بڑھایا۔ حور نے الجھے ہوئے انداز میں اسے دیکھا۔

"ڈونٹ وری نکاح فارم نہیں ہے میرا ایڈمیشن فارم ہے فل کر دو۔" وہ بڑے سکون سے بولا۔

"ایکیسوزمی؟" حور نے ذرا حیران ہوتے ہوئے الجھن بھرے انداز میں اسے دیکھا تھا۔

"میں نے کہا میرا فارم فل کردو سنائی نہیں دیتا کیا؟" اب کی بار وہ ذرا اونچی آواز میں بولا۔

"لیکن میں آپ کا ایڈمیشن فارم کس خوشی میں فل کرنے لگی۔آپ خود کیوں نہیں کرتے۔؟"

کیونکہ میں پرنس ہوں اور پرنس کام نہیں کرتے۔"

"مسٹر میں آپ کی ملازمہ نہیں ہوں سمجھے"

"دراصل آپ میری ملازمہ ہی ہیں"

اب وہ جیب سے چیونگم نکال کر چبانے لگا۔اس کی بات پر حور جیسے پھٹ پڑی۔

"میں آپ کے گھر کی ملازمہ ہوں کالج کی نہیں۔چل راستے سے ہٹیں جانے دیں مجھے"۔کہہ کر وہ جانے لگی جب وہ ایک بار پھر اس کے سامنے آ گیا۔

"ایسے تو تم نہیں جا سکتیں۔ پہلے میرا فارم فل کردو۔"عرش نے ایک بار پھر اس کے سامنے فارم لہرایا

"فارم فل کرتی ہے میری جوتی بدتمیز انسان" ساری لحاظ بھول کر اس نے غصے سے کہا۔

"تیری جوتی کرے گی یا تیرے کانوں کا یہ جھمکا۔ مجھے میرے فارم فل چاہیئے سنا تم نے؟" اس نے ہاتھ بڑھا حور کے جھمکے کو چھو لیا ۔اس نے بڑی تیزی سے عرش کا ہاتھ جھٹک دیا جس پر وہ مسکرانے لگا۔

"ڈونٹ ٹچ می اگین سٹوپڈ۔"اس نے سر پر دوپٹے کو مزید درست کیا۔عرش کی نگاہیں وہ اپنے وجود کے آر پار محسوس کر رہی تھی۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آتا تم جیسے انسان کو یونیورسٹی میں ایڈمیشن کیوں دیا جاتا ہے انفیکٹ تم لوگوں کو تو یونیورسٹی کے اندر بھی نہیں آنے دینا چاہیے۔" اس نے دل کا زہر نکالا۔

" کس کی اتنی ہمت جو پرنس کو داخل ہونے سے روکے۔"

" آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہے کہ آپ پرنس ہیں۔کیونکہ پرنس انسان ہوتے ہیں"۔ہاتھ باندھ کر وہ جلے دل سے بولی۔

"تو آپ کی نظر میں میں کیا ہوں؟"اس نے حور کی آنکھوں میں دیکھا۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"میں اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہے آپ کوئی انسان نہیں ہو" دانت پیس کر بولی تھی۔

"اوتیری میں تو آج تک خود کو انسان سمجھتا رہا۔ اگر میں انسان نہیں ہوں تو پھر کیا ہوں؟" وہ اسے مسلسل زچ کرنے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ ہو رہی تھی۔ اس کا مقصد گفتگو کو اتنا طول دینے کا نہیں تھا وہ اس سے صرف کل کا بدلہ لینے آیا تھا مگر یہاں آ کر غیر ارادی طور پر وہ اس سے بات کیے جا رہا تھا۔

"میں نے کہا ناں آپ کے بارے میں میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔ایک جنگل کا شکاری ہی آپ کو آپ کی صحیح نسل سے آگاہ کر سکتا ہے"۔وہ اس کی بے عزتی پہ بے عزتی کرتی جا رہی تھی لیکن وہ شرمندہ ہونے کی بجائے محفوظ ہو رہا تھا۔کوئی اور اس سے یہ سب کہتا تو وہ اس کی دانت توڑ دیتا لیکن یہاں جانے کیوں وہ برداشت کر رہا تھا۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو میرا فارم فل کرو۔" اس کی بات ابھی بھی وہیں تھی۔حور نے اس سے مزید بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اور بڑی تیزی سے بھاگ جانا چاہتی تھی مگر نہیں عرش نے اس کا ہاتھ پیچھے سے پکڑ لیا۔اس نے غصے سے عرش کو دیکھا جو بڑی مضبوطی سے اس کی کلائی پکڑے ہوئے تھا وہ خود کو چھڑانے کی مسلسل کوشش کر رہی تھی لیکن ناکام تھی اس طاقت ور مرد کے سامنے۔اس کوشش میں حور کے ہاتھ پر عرش کا ایک ناخن چبھ گیا۔وہ ہلکا سا چیخی عرش نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اس کی کلائی دیکھنے لگا جس پر تھوڑا سا خون رس رہا تھا۔

"آپ کی دادی نے آپ کا نام بالکل صحیح رکھا ہوا ہے۔آپ ہو ہی جنگلی بلے" اس نے کھا جانے والی نگاہ سے عرش کو دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کو۔

لفظ" بلے" سنتے ہی اسے غصہ آ گیا۔یہ وہ نام تھا جو دادی نے اسے دیا تھا کیونکہ وہ بچپن میں کھاتا بہت تھا تبھی اس کا جسم بھرا بھرا سا ہے۔ ایک دن دادی نے یونہی باتوں باتوں میں کہا تم تو بلوں جتنا کھاتے ہو۔پھر اس کے بعد وہ اسے ہمیشہ میرا بلا کہہ کر پکارتی تھیں۔جس پر عرش کو ہمیشہ غصہ آتا تھا۔اس وقت بھی غصے میں آ کر اس نے ایک بار پھر حور کی کلائی پکڑ لی۔خون رسنے والی جگہ پر دانستہ طور پر اس نے انگلی رکھی ہوئی تھی۔

" کیا بولی تم؟ بلے؟ خبردار جو آئندہ مجھے اس نام سے پکارا تو......ٹانگیں توڑ کر رکھ دوں گا تمہاری۔"

حور وحشت بھرے انداز میں اسے دیکھے جا رہی تھی۔ جواب بالکل سنجیدہ تھا اس کا سفید چہرہ سیب کی طرح سرخ پڑ چکا تھا۔............۔ شکر تھا اس وقت وہاں اور کوئی نہیں تھا نہیں تو یہ سب تماشا دیکھ کر یونیورسٹی میں ایک نیا ڈرامہ کریٹ ہو جاتا۔

"غلطی ہو گئی جو آپ کو 'بلے' کہا (حالانکہ آپ کی عادتیں تو جنگلی بندروں والی ہیں)" جملے کا آخری حصہ زبان تک آتے آتے رہ گیا۔ عرش نے جو اس کی کلائی پکڑی ہوئی تھی وہاں ابھی بھی درد ہو رہا تھا۔

"ہاتھ چھوڑیں میرا" اس نے غصے سے عرش کی طرف دیکھا جس پر کسی بھی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا جیسے

"کبھی بھی نہیں اگر تم ضدی ہو تو میں تم سے بھی بڑھ کر ضدی ہوں۔"

حور نے ڈرتے ڈرتے چاروں طرف دیکھا۔ یونیورسٹی کے اس حصے میں نسبتاً کم ہی سٹوڈنٹس تھے۔

"آپ کو پتا ہے ہمارا مذہب کیا کہتا ہے۔ باہر ملنے والی ہر لڑکی کو بہن کی نظر سے دیکھنا چاہئے۔ کبھی آپ سیرتِ نبوی پڑھیں تو آپ کو پتا چل جائے گا ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کی کتنی عزت کرتے تھے۔ کسی غیر اجنبی عورت کو چھونا ہاتھ کا زنا ہے، جس طرح ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (حرام چیزوں کو دیکھ کر) دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں (حرام چیزوں کو چھو کر) دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں

(حرام چیزوں کی طرف چل کر) دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں۔ اور میں آپ کے لیے حرام.......۔"

اس کی بات پوری نہیں ہوئی جب عرش نے غصے سے اس کی کلائی چھوڑ کر ٹھوڑی پکڑ لی۔ اور اس کا چہرہ اپنے بالکل سامنے کیا۔ حور کی اس بات نے جیسے آگ میں گھی کا کام کیا۔

"شٹ اپ۔ اب تم دو ٹکے کی لڑکی مجھے سکھاؤ گی کہ مجھے کیا کرنا ہے۔ یہ میری زندگی ہے میں اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزاروں گا۔ آئی بات سمجھ میں۔ اور ہاں تم جب تک میرا فارم فل نہیں کرتیں میں تمہیں یہاں سے کہیں نہیں جانے دوں گا۔ پہلے میرا یہ فارم فل کر دو اس کے بعد ہی تمہیں میرے ہاتھ سے آزادی ملے گی۔"

حور اس تماشے سے تنگ آ چکی تھی آخر فارم ہی تو فل کرنا تھا۔ اس شخص کے دماغ میں اگر کوئی بات نہیں گھس رہی تھی تو وہ خود تو سمجھدار تھی ناں۔ اس سے پہلے کوئی تماشا ہو جاتا اس نے خاموشی سے اس کے ہاتھ سے فارم لے لیا۔

"دیٹس لائک آ گڈ گرل۔۔۔"

اس نے حور کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اسے گھورتے ہوئے جا کر گھاس پر بیٹھ گئی۔ فارم کو اس نے رجسٹر پر رکھ دیا۔ وہ بھی چلتا ہوا اس کے بالکل پاس آ کر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ حور نے پنسل لے کر اس کا نام اور باقی ساری انفارمیشن جو فارم میں درج کرنا تھا اس فارم میں لکھا۔ وہ اسے بتاتا جا رہا تھا۔ اور حور کے گالوں پر آنے والی بالوں کے لٹ کو دیکھ رہا تھا۔ فارم فل کرتے ہوئے وہ کافی معصوم لگ رہی تھی۔ حور اس کی بے باک نگاہوں سے گھبراتے ہوئے بڑی تیزی سے ہاتھ چلا رہی تھی۔

"یہ لیں" فارم فل کر کے اس نے عرش کی طرف بڑھایا اور بنا ایک سیکنڈ مزید وہاں رکے اس احاطے سے باہر نکل گئی۔

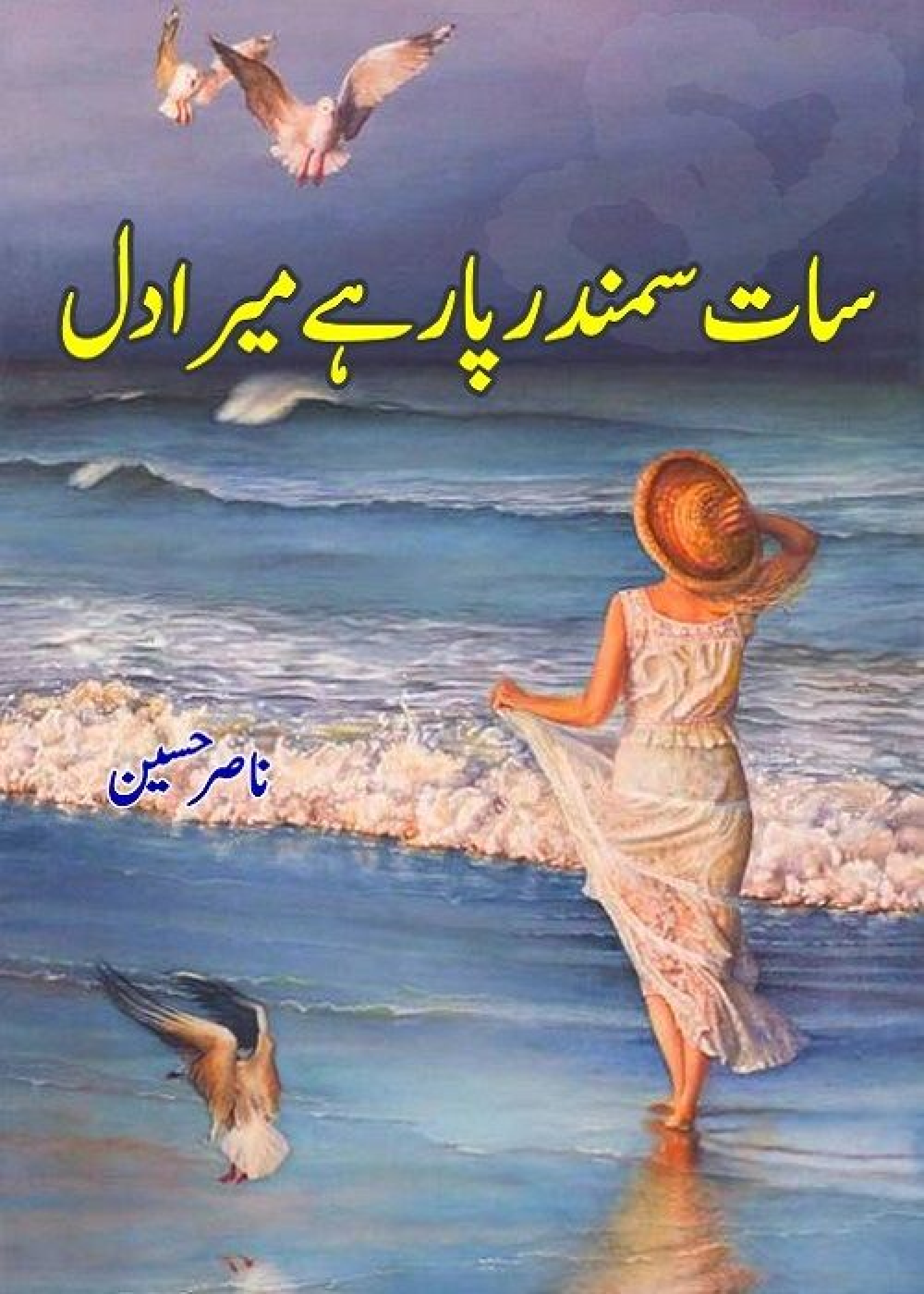
سات سمندر پار ہے میرا دل
ناصر حسین

" کتنی خوبصورت ہو تم "

برتن دھوتے ہوئے اس کے ہاتھ لمحے بھر کے لیے کانپ گئے۔ وردان کاونٹر سے ٹیک لگائے کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ کچن میں تھی جب اچانک ہی وہ آ گیا تھا۔ اسے اپنے سامنے پا کر وہ ہمیشہ ہی کنفیوز ہو جاتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے مڑ کر پیچھے نہیں دیکھا۔

" آپ اس وقت یہاں کیا کر رہے ہیں۔ پلیز جائیں یہاں سے میں باہر آ رہی ہوں "

" ریلکیس یار مجھے دیکھ کر اتنا ڈر کیوں جاتی ہو۔ منگیتر ہوں تمہارا۔ انفیکٹ کچھ عرصے تک ہماری شادی ہو جائے گی پھر تم ہمیشہ کے لیے میرے اختیار میں آ جاؤ گی۔ "

حور نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اپنے لمبے کھلے بالوں پر اس نے دوپٹے کو اور مضبوطی سے لپیٹ لیا۔ آخری پلیٹ دھو کر اس نے برتنوں والے ٹوکرے میں رکھ دی۔ ٹھنڈے پانی کی وجہ سے اس کے ہاتھ ابھی تک کانپ رہے تھے۔

" اچھا پھپھو کہہ رہی تھیں تم کسی گھر میں کام کرنے جاتی ہو " اس نے نگاہیں حور پر جماتے ہوئے کہا۔ حور نے اس کی طرف دیکھا۔ بال آرمی سٹائل میں بنے ہوئے تھے۔ سیاہ ہاف بازو ٹی شرٹ۔ گہری سیاہ آنکھیں۔ آنکھوں میں معصومیت۔ وہ بہت پرکشش لگا تھا اس وقت حور کو......

" او مائی سویٹ کزن ایسے کیا دیکھ رہی ہو نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا؟ " وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ حور نے گڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھا جیسے کوئی کام کرنے کا بہانہ تلاش کر رہی ہو۔ پھر اسے شام کے کھانے کے لیے آلو کاٹنے تھے۔ وہی کاٹنے لگی۔

" میری بات کا جواب نہیں دیا تم نے؟ "

وردان نے اپنا سوال دہرایا۔ حور نے پلٹ کر اسے دیکھا۔

" کس بات کا جواب؟ " اس نے الجھتے ہوئے وردان کو دیکھا۔

" لو جی ابھی تو پوچھا ہے اور ابھی بھول بھی گئیں۔ بادام کھایا کرو مائی سویٹ کزن ایسا نہ ہو کبھی اپنے اس

پاگل دیوانے کو بھی بھول جاؤ......۔"

وہ نگاہیں اس پر جمائے ہوئے کھڑا تھا۔

"میں نے پوچھا تھا تم کسی گھر میں کام کرنے لگی ہو؟" وردان نے اپنا سوال دہرایا۔

"ہاں جاتی ہوں یہیں پاس ہی ہے" حور کے منہ میں کڑواہٹ گھل گئی۔ بہت اچانک اسے عرش یاد آگیا اور اس کی بے باک نگاہیں۔

"حور" اس نے سنجیدگی سے حور کو پکارا۔ حور نے اس کی شوخی سے بھرپور آواز کو سنجیدگی میں بدلتے ہوئے سنا تھا۔

"جی" حور نے چاقو ہاتھوں میں لئے مڑ کر اسے دیکھا۔

"تم کیوں کرتی ہو ایسا؟" وہ جیسے شکوہ کر رہا تھا۔ حور نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا تھا۔

"میں کیا کر رہی ہوں؟" اس کی آواز میں بے پناہ حیرت تھی۔

"یہی دوسروں کے گھر میں کام کیوں کرتی ہو یار۔ مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور تمہیں اس حال میں نہیں دیکھ سکتا۔ تم کو جس چیز کی ضرورت ہو مجھے بتا دیا کرو کیا تم مجھے اپنا نہیں سمجھتیں؟"

حور نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ وہ بہت حساس تھا بہت نرم دل۔ ہمیشہ سے دوسروں کا خیال رکھنے والا۔

"وردان میں اپنی ذمہ داری یوں کسی اور کے کاندھے پر نہیں ڈال سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہاتھ پیر دیئے ہیں میں کام کر سکتی ہوں تو میں کیوں نہ کروں کام۔ ویسے بھی تمہاری اپنی بہت ساری ضرورتیں ہیں میں تمہیں اپنی وجہ سے مزید ٹینشن میں نہیں ڈال سکتی۔"

اس کی آواز میں تھوڑی سی نمی آئی۔ ایک بار پھر وہ آلو کاٹنے میں مصروف ہوگئی۔

"حور جن سے بہت محبت ہوتی ہے ناں ان کو دکھ تکلیف میں نہیں دیکھا جا سکتا۔" وہ مدھم آواز میں بولا۔

"جن سے بہت محبت ہوتی ہے ان سے ان کی عزتِ نفس ان کی خودداری نہیں چھینی جاتی" اس نے بھی فوراً جواب دیا۔ وردان کچھ لمحے ہونٹ بھینچے کھڑا اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

"پلیز ایسا مت کرو میرے لیے" وہ جیسے التجا کر رہا تھا۔

"پلیز وردان ایسامت کہو۔ابو نے اپنی پوری زندگی عزتِ نفس اور خودداری کا درس دیا ہے ہمیں۔ میں نے بھی ساری زندگی یہی چیز تو کمائی ہے یہ قیمتی دولت مجھ سے مت چھینو۔اللہ تعالٰی نے مجھے میری فیملی کا سہارا بنایا ہے میں اتنی بڑی ذمہ داری سے منہ نہیں موڑ سکتی۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے، حلال روزی کی تلاش فریضہ ہے۔" وہ ایسی ہی تھی۔معصوم اور سادہ سی۔اپنی زندگی دنیا سے زیادہ اسلام کے طریقوں سے گزارنے والی۔ ہر بات پر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حوالہ دیتی جسے سن کر سامنے والا لاجواب ہو جاتا تھا ۔ وردان مسکرایا بے بسی سے۔ وہ جانتا تھا حور کو قائل کرنا اس کے لیے ہمیشہ مشکل تھا۔

"تم کبھی نہیں مانو گی ناں سویٹ کزن؟" وہ جیسے ہار مان کر بولا۔حور بھی مسکرا دی۔ابھی تھوڑی دیر بعد اسے حویلی کام کرنے جانا تھا اور یہی سوچ اسے پریشان کر رہی تھی۔ وہاں وہ شخص بھی ہوگا جس سے وہ پہلی ملاقات سے ہی نفرت کرنے لگی تھی اور اب اس کے گھر میں کام کرنا اس کی مجبوری تھی۔دادی نے تو کہا تھا وہ زیادہ تر گھر میں نہیں ہوتا کبھی رات کو آتا ہے تو کبھی دن کو۔اگر اس وقت وہ گھر میں ہوا تو؟ یہی سوچ اسے پریشان کر رہی تھی۔ آلو کاٹتے ہوئے بے ساختہ طور پر چاقو کی تیز دھار اس کی انگلی میں پیوست ہو گئی۔ایک زوردار چیخ اس کے منہ سے نکلی چاقو چھوٹ کر نیچے گر گیا۔وردان جو بڑی محبت سے اسے کام کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا یوں اس کے اچانک چیخنے پر ہڑبڑا کر آگے بڑھا۔

"کیا ہوا حور؟" اس نے بے تابی سے حور کو دیکھا جو کرب سے آنکھیں بند کیئے کاونٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ خون کی ایک تیز دھار انگلی سے بہتی ہوئی فرش پر پھیلتی جا رہی تھی۔وردان کی نظر بہت اچانک اس کی انگلی پر پڑی جو اس نے لپک کر پکڑ لی۔اور خون کا راستہ روکنے کے لیے اس پر انگلی رکھ دی۔

"تم ٹھیک ہو ناں حور؟" وہ بے تابی سے پوچھ رہا تھا۔ حور نے سر اثبات میں ہلایا اور اپنا ہاتھ ذرا پیچھے کھینچا۔ وردان جانتا تھا حور کو اس کا یوں ہاتھ پکڑنا اچھا نہیں لگتا تھا۔پھر وردان نے پینٹ کی جیب سے رومال نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ جسے حور نے کانپتے ہاتھوں سے پکڑ لیا۔پھر وہ انگلی پر لپیٹنے لگی۔

"یار یہ کیسے لپیٹ رہی ہو تم۔لاؤ مجھے دو میں کرتا ہوں۔" وردان آگے بڑھا۔ وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"نہیں نہیں میں کر لوں گی" گھبراتے ہوئے اس نے رومال کو انگلی میں کسی طرح لپیٹ لیا۔وردان نے

سکون کا سانس لیا۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" چھوٹی کچن کے کھلے دروازے سے نمودار ہوئی۔ وردان جو ٹیک لگائے کھڑا تھا سیدھا ہو گیا۔ حور نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"جو بھی ہو رہا ہے تم کیوں اندر چلی آئیں کباب میں ہڈی" وردان نے مصنوعی غصے سے اسے دیکھا۔ حور مسکرا دی۔ چھوٹی کو ذرا غصہ آیا کمر پر دونوں ہاتھ ٹکا کر وہ بڑی غضبناک انداز میں وردان کو دیکھنے لگی۔

"حد ہے آپی۔ ہمارے ملک کے فوجی جوان کچن میں گھس کر مجنوں بن کر فلمی ڈائیلاگز مار رہے ہیں تو اس ملک کا اللہ وارث ہے......۔" وردان نے بے اختیار قہقہہ لگایا۔ وہ بھی مسکراہٹ روک نہ سکی۔

"تم جاتی ہو یہاں سے یا میں یہ چمچہ اٹھا کر تمہارے سر پر دے ماروں؟" وردان نے پیچھے ہاتھ بڑھا، سنک کے پاس رکھا ہوا چمچہ اٹھایا اور چھوٹی کو ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

"خدا کا نام لیں وردان بھائی ایک فوجی ہو کر آپ چمچے سے مارنے کی دھمکی دے رہے ہیں۔ اگر آپ کسی بندوق یا بم کی دھمکی دیتے تب شاید کچھ بات بنتی۔" چھوٹی نے اسے چڑانے والے انداز میں کہا۔

"تیری تو آج تو نہیں بچے گی میرے ہاتھوں سے۔......"

چمچہ رکھ کر وہ اس کی طرف بڑھا لیکن وہ اس سے پہلے ہی غائب ہو چکی تھی۔ تاسف سے سر ہلاتے ہوئے جب اس نے حور کو دیکھا وہ ابھی تک مسکرا رہی تھی۔

"دیکھو تمہاری محبت میں مجھے کیا کیا نہیں سننا پڑ رہا ہے" وہ حور سے شکوہ کرنے والے انداز میں بولا۔ حور آلو کاٹ کر پلیٹ میں رکھنے لگی۔

پھر آگے آ کر اس نے حور کی کٹی ہوئی انگلی کی طرف دیکھا جہاں بڑے اناڑی پن سے رومال باندھا گیا تھا۔ تبھی اچانک اسے کچھ یاد آیا اور اس کی مسکراہٹ معدوم ہو گئی۔

"حور منگنی والی انگوٹھی کہاں گئی؟" پلیٹ حور کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا تھا۔ بڑی خشک نگاہوں سے وہ وردان کو دیکھنے لگی پھر اس نے اپنے ہاتھ کو دیکھا۔

"جی وہ سنبھال کر رکھ دی ہے" وہ جھوٹ بولتی نہیں تھی لیکن یہاں مجبوری تھی سچ وہ بتا نہیں سکتی تھی۔ وردان

کے تنے ہوئے نقوش ڈھیلے پڑ گیے۔

"خیال سے محترمہ کبھی ہمیں بھی اپنے دل سے یوں نہ اتار دیں۔ وہ اپنے بھاری پرکشش آواز میں مسکرا کر بولا۔

☆......☆......☆

چوکیدار نے بڑا گیٹ اوپن کیا۔ اس نے اپنا پہلا قدم حویلی کے اندر رکھا اور یونہی سست روی سے چلتی ہوئی اس بڑی عالیشان عمارت کے اندر جا رہی تھی۔ سبز گھاس پر اس کے کانپتے ہوئے قدم پڑ رہے تھے۔ سفید فراک کے اوپر اس نے سیاہ رنگ کی سویٹر پہنی ہوئی تھی۔ سیاہ شیشے والی شال سے اس نے اپنے آپ کو مکمل طور پر لپیٹ رکھا تھا۔ باوجود اس کے بھی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اس کے جسم سے ٹکرانے لگیں۔ اس کا نازک اور پرکشش سراپا اس وقت کسی کی بھی توجہ کھینچ سکتا تھا۔ اپنی سبز آنکھیں بے نیازی سے راستے پر جمائے وہ بنا ادھر ادھر دیکھے اندر جا رہی تھی۔ بڑے گیٹ پر پہنچ کر اس نے ہاتھ بڑھا کر گیٹ کو کھولا اور اندر داخل ہوگئی اسے یہ ڈر بھی تھا کہیں عرش چوہدری سے سامنا نہ ہو جائے۔ وہ اس وقت تو کیا کس بھی وقت اس کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ سامنے صوفے پر زویا بیٹھی ٹی وی پر کوئی ڈرامہ دیکھ رہی تھی۔ وہ چل کر اس کے پاس گئی اس نے زویا کو سلام کیا۔ زویا مسکرا کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"آج بڑی دیر لگا دی کب سے نانی تمہارا پوچھ رہی تھیں" زویا نے ٹی وی کو ریموٹ سے آف کر دیا اور اس کی طرف چہرہ موڑ کر مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ وہ زویا سے دوسری بار مل رہی تھی اور ان دونوں ملاقاتوں میں اس نے زویا کو مسکراتے ہوئے پایا تھا۔

"آئم سوری بس گھر پر تھوڑے کام تھے اس لئے ذرا لیٹ ہوگئی" مدھم آواز میں شرمندہ ہوتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"اٹس اوکے یار میں تو بس یونہی پوچھ رہی تھی" زویا نے اس کی شرمندگی پر خفیف ہو کر معذرت خواہ انداز میں کہا اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"دادی کہاں ہے اس وقت؟" اس نے زویا سے پوچھا۔

"وہ اپنے کمرے میں ہیں؟" وہ کھڑی ہوگئی۔ شال کو سر پر اس نے مضبوط کر دیا۔

"میں ان سے مل کر آتی ہوں" زویا نے سر اثبات میں ہلا دیا اور وہ کھڑی ہوگئی۔ ہال سے ہوتی ہوئی وہ دادی کے کمرے میں آ گئی۔ دادی اس وقت صوفے پر دراز تھیں چھوٹی ماں ان کے پاؤں دبا رہی تھیں۔ اس نے آہستہ سے دروازے پر دستک دیا۔ دادی اور چھوٹی ماں دونوں نے سر گھما کر اسے دیکھا۔

"ارے حور بیٹا تم۔ آؤ آؤ شاباش" دادی مسکراتے ہوئے کھڑی ہوئیں۔ چھوٹی ماں بھی اخلاقاً مسکرائیں۔

"آؤ بیٹھو میرے پاس" دادی نے اپنے برابر اس کیلیے جگہ بنائی وہ جھجکتے ہوئے ان کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

"کیسی ہو بیٹا؟" دادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ چھوٹی ماں ابھی تک ان کے پاؤں دبا رہی تھی۔

"ٹھیک ہوں دادی اللہ کا شکر ہے آپ سنائیں "۔ اس نے اپنی مخصوص مدھم آواز میں کہا۔

"الحمدللہ بیٹا۔ بس زندگی گزر رہی ہے" اسے جواب دے کر دادی چھوٹی ماں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"چھوٹی بہو اب تم جاؤ میری بیٹی آ گئی ہے ناں یہ کرے گی اپنی بوڑھی دادی کی خدمت" دادی نے ان کو فارغ کیا۔ وہ مسکراتے ہوئے وہاں سے چلی گئیں۔ حور دادی کے کہنے سے پہلے ان کے قدموں کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔ اور آہستہ آہستہ ان کے پاؤں دبانے لگیں۔ دادی کو اس کے پاؤں دبانے کا انداز بے حد پسند آیا۔ وہ سکون میں اترنے لگیں۔

"بس کرو بیٹا اب ذرا مجھے وضو کراؤ اس کے بعد میرے کپڑے استری کر دینا"۔ دادی کے کہنے پر وہ اٹھی اور ان کا ہاتھ پکڑ کر واش روم کی طرف جانے لگی۔ دادی کو وضو کرا کے اس نے الماری میں سے ان کے کپڑے نکالے اور ان کو استری کرنے لگی۔ کپڑے استری کرنے کے بعد دادی نے ایک اور کام اس کے ذمے لگا دیا۔

"کل شاہ نور اور زویا تمہاری کھیر کی بڑی تعریف کر رہے تھے۔ اگر برا نہ مانو تو آج اپنی دادی کے لیے بھی بنا دو"

"دادی اس میں برا ماننے والی کیا بات ہے میں ابھی بناتی ہوں" کہہ کر وہ جانے کے لیے مڑی جب دادی نے پیچھے سے آواز دی۔

"ذرا میٹھا کم رکھنا" اس نے سر اثبات میں ہلایا اور کچن میں چلی آئی۔ اس وقت وہاں اس کے علاوہ کوئی

اور نہیں تھا۔شام کے سائے پھیلنے لگے۔ سورج اپنے حتمی سفر پر تھا۔وہ جلدی جلدی ہاتھ چلانے لگی۔کھیر بنانے میں اسے تقریباً ایک گھنٹہ تو لگا ہی تھا۔تب تک مغرب کی اذانیں ہونے لگیں۔کھیر کو ڈونگے میں ڈال کر فریج میں رکھ دیا اور دادی کو وضو کرانے ان کے کمرے میں چلی گئی۔

"اور جائے نماز ملے گا؟" اس نے دادی کا جائے نماز بچھا کر پوچھا۔

"ہاں کیا تم نماز پڑھو گی؟" دادی نے ذرا سی حیرت سے پوچھا۔

"جی دادی" اس نے مدھم آواز میں کہا۔

"شکر ہے تم نماز پڑھتی ہو نہیں تو غزل اور زویا مجال ہے کبھی منہ قبلہ کی طرف کریں" دادی اس کی نماز پڑھنے والی بات سے بے حد متاثر ہوئیں۔

نماز ادا کر کے اس نے جائے نماز اٹھایا۔تب تک رات کی چادر پھیل چکی تھی۔جب تک دادی نماز ادا کر رہی تھیں تب تک اس نے کمرے میں ادھر ادھر بکھرا ہوا سامان سمیٹا۔نماز ادا کر کے اس نے دادی سے جانے کی اجازت طلب کی۔گھر میں بھی بہت کام تھے چھوٹی اپنی مرضی کی مالک تھی کبھی کام کرتی تو کبھی نہیں۔ اماں نے تو کمر درد کی وجہ سے سارے کام کب کے چھوڑ دیئے تو مجبوراً اسے ہی سارا کام کرنا پڑتا تھا۔ لیکن پچھلے دو دن سے اماں چیخ چیخ کر زبردستی چھوٹی سے کام کروا رہی تھیں۔چونکہ وہ یہاں کام کرنے آتی تھی تبھی چھوٹی پہلے کی طرح نخرے نہیں کرتی تھی۔

"ارے ابھی کیا جلدی ہے بیٹا" دادی نے اس کے گال چھو کر کہا۔

"بس دادی گھر پہ اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔اگر آپ کا کوئی کام باقی ہے تو مجھے بتا دیں میں کر دوں گی۔کھیر میں نے بنا لیا ہے" اس نے تیزی سے کہا۔

"نہیں بیٹا کام تو کوئی نہیں ہے لیکن تم کھانا کھا کر چلی جانا۔" دادی نے اپنی عینک درست کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں دادی میں گھر جا کر کھا لوں گی "۔اس نے مروتی طور پر کہا۔

"ارے یہ بھی تو تمہارا گھر ہے ناں؟ ویسے بھی تمہارا گھر کوئی دور تھوڑی ہے چار قدم تو ہیں چلی جانا کھانا کھا

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

کر۔" دادی اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر لے جانے لگیں۔ مزید مزاحمت بیکار تھی۔ وہ خاموشی سے ان کے ساتھ چل پڑی۔

دادی اسے لے کر ڈائننگ ٹیبل کی طرف آئیں۔ جہاں پہلے سے ہی سارے گھر والے موجود تھے۔ وہ ذرا نروس ہوئی لیکن شکر تھا جو عرش وہاں نہیں تھا۔ ورنہ اس کا بیٹھنا مشکل ہو جاتا۔

"آؤ بیٹا" دادی نے اسے کنفیوز ہوتے دیکھ کر اس کا بازو پکڑ کر اسے اپنی برابر والی کرسی پر بٹھا دیا۔

"لو اب یہ دو ٹکے کی نوکرانی بھی ہمارے ساتھ کھانا کھائے گی" غزل نے ناگواری سے تابندہ بیگم کے کان میں کہا جو اس کے پاس ہی بیٹھی تھیں۔ آواز مدھم تھی تبھی کوئی اور نہیں سن سکا۔ تابندہ بیگم نے دادی کی طرف دیکھتے ہوئے اسے زور سے کہنی ماری۔

"چپ کر کے بیٹھو تم مرواؤ گی" غزل اپنا بازو سہلانے لگی۔ حور نے بیٹھتے ہی سب کو سلام کیا۔

"کیسی ہیں آپ؟" شاہ نور نے سادہ سے لہجے میں پوچھا مگر جانے کیوں تابندہ بیگم کو اس کا یوں حور کی خیریت پوچھنا اچھا نہیں لگا تھا۔

"جی بھائی اللہ کا شکر ہے" اس نے بھی مدھم آواز میں کہا۔

"زویا تم نے بلے کا دودھ تو ضرور گرم کیا ہوگا" دادی نے زویا کی طرف دیکھا جس نے سر اثبات میں ہلایا۔ سبھی نے دادی کے آتے ہی کھانا شروع کر دیا۔

"لو بیٹا تم بھی لو ناں" دادی نے اسے یوں گھبراتے دیکھ کر بریانی کا ڈونگہ اس کی طرف بڑھایا۔ غزل کی ناگواری بڑھتی جا رہی تھی۔ یہی حال تابندہ بیگم کا بھی تھا مگر وہ ضبط کئے بیٹھی تھیں۔

"ارمان یہ لو کھیر ٹیسٹ کرو حور نے بنائی ہے" دادی نے پلیٹ میں ذرا سا کھیر ڈال کر اپنے بیٹے کو دیا۔ اور پھر اپنے پلیٹ میں ڈال کر کھانے لگیں۔

"خوش رہو بیٹا ماشاءاللہ بہت اچھی کھیر بنائی ہے تم نے" دادی نے پہلا چمچ منہ میں رکھتے ہی بے ساختہ اس کی تعریف کی۔ اس نے شکریہ کے ساتھ وہ تعریف وصول کی اور آہستہ سے بریانی کھانے لگی۔

"بالکل اماں جی یہ کھیر تو قابلِ تعریف ہے۔ ماشاءاللہ بہت سادہ سی اور اچھی لڑکی ڈھونڈ لائیں ہیں آپ"

ارمان نے بھی اس کی تعریف کی۔ دادی اور باقی سب خوش ہوئے سو ہوئے مگر تابندہ اور غزل کا تو خون کھول گیا۔

"اور بہت خوبصورت بھی" زویا نے جملے میں ٹکڑا جوڑا۔ جس پر غزل نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔ غزل کو بہت ناز تھا اپنی خوبصورتی پر۔ درمیانہ قد اور سانولی رنگت جو ڈھیر ساری میک اپ کے بعد بھی سانولی سی تھی۔ وہ اپنے آپ کو حسن کی ملکہ سمجھتی تھی یوں اس کے سامنے کسی اور کی تعریف ہو یہ بات اس کے بس کی نہیں تھی۔

"زویا تم شاید بھول رہی ہو دادی اسے کام کے لیے لائی ہیں۔ گھر کی بہو بنانے کے لیے نہیں اس لئے اس کے کام پر دھیان دو نا کہ حسن پر" جلے دل کے ساتھ اس نے مذاق کرنے والے انداز میں کہا۔ گھر والوں کو اس کی بات مذاق ہی لگتی اگر وہ اسے جانتے نہ ہوتے۔ حور کے دل میں کہیں کانٹا سا اتر گیا۔ وہ اس طنز کو بڑی آسانی سے برداشت کر گئی اس نے تاثرات نارمل رکھے جیسے یہ معمولی بات ہو۔ حالانکہ وہ بہت ہرٹ ہوئی تھی۔ یہی حال سب کا تھا سب کو ہی غزل کا یہ جملہ غلط لگا تھا۔ دادی نے گھور کر اسے دیکھا۔

"ہاہاہاہا غزل کو تو عادت ہے یونہی مذاق کرنے کی" تابندہ بیگم نے بیٹی کو بچانے کے لیے بات کو دوسرا رخ دیا۔ دادی کی آنکھوں سے نکلتے شعلے وہ دیکھ چکی تھیں۔

"واقعی حور تم کھیر بڑی زبردست بناتی ہو" شاہ نور نے غزل کی بات کو نظر انداز کر کے ٹاپک کو ایک بار پھر اسی موڑ سے جوڑ دیا۔

"امی کھیر تو میں نے بھی ان کے لیے بنائی تھی پچھلی دفعہ۔ لیکن میری تو اتنی تعریف کبھی نہیں کی گئی؟" زویا نے فوراً حسینہ بیگم کی طرف دیکھتے ہوئے منہ بسور کر شکوہ کیا۔ حسینہ پھپھو کے ساتھ ساتھ چھوٹی ماں اور دادی بھی مسکرانے لگیں۔

" کیوں بھئی شاہ نور تم نے میری بیٹی کی تعریف کیوں نہیں کی؟" پھپھو نے مصنوعی غصے سے اسے دیکھا۔

شاہ نور زویا کو شرماتے ہوئے دیکھ کر اس کے شکوے پر مسکرا دیا۔

" تعریف اور اس کھیر کی؟ معافی۔۔۔۔۔۔۔" شاہ نور نے آنکھیں نکالیں۔ جیسے وہ کھیر نہیں کوئی کریلے کا حلوہ تھا۔

" کیوں کیا تھا اس کھیر میں؟ اتنی محبت سے بنائی تھی میں نے " اب کی بار زویا نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھ کر شکوہ کیا جس پر وہ بے حد محفوظ ہوا تھا۔۔۔

" یقیناً محبت سے بنائی ہو گی تبھی وہ کھیر آپ کی محبت دیکھ کر جل گئی تھی۔ وہ دو چمچ میں نے جو کھائے تھے ان کے لیے میرا نام گینز بک آف ورلڈ ریکارڈ میں ہونا چاہیے تھا" زویا نے آنکھیں بڑی کر منہ کھول کر اسے دیکھا۔ حسینہ پھپھو نے قہقہہ لگایا۔ باقی سب بھی مسکرا رہے تھے حور بھی مسکراتے ہوئے ان کی نوک جھونک سن رہی تھی۔

" دیکھا دیکھا آپ نے نانی۔۔ یہ ہمیشہ میرے ساتھ ایسے کرتا ہے۔" زویا نے فوراً اپنا کیس سپریم کورٹ میں پیش کر دیا۔ دادی نے ہاتھ کھڑے کر دیئے۔

" مجھے تو دور ہی رکھو تم دونوں اپنے ان جھگڑوں سے " کہہ کر وہ کھیر کا چمچ منہ میں رکھنے لگیں۔

" لو جی اب تو سپریم کورٹ نے بھی کیس خارج کر دیا" شاہ نور زویا کی طرف چڑانے والے انداز میں دیکھا۔

" کوئی بات نہیں بس کچھ دن اور پھر میں تمہیں سارے کورٹ دکھا دوں گی" زویا نے ساری شرم حیا بالائے طاق رکھ کر کہا۔ جس پر سبھی دنگ رہ گئے۔ کبھی وہ حد سے زیادہ شرماتی تھی تو کبھی شاہ نور کے ساتھ لڑنے بیٹھ جاتی تھی۔

" آپ میں سے کسی نے سنا کیا کہا اس محترمہ نے؟" شاہ نور اس کی بات پر محفوظ ہونے کے ساتھ ساتھ حیران بھی تھا۔

" شاہ نور چپ چاپ کھانا کھاؤ یہ سب کیا لگا رکھا ہے" تابندہ بیگم نے اسے ٹوک دیا۔ وہ کب سے ان کی نوک جھونک برداشت کر رہی تھی۔

" جی مما" شاہ نور نے خاموشی سے سر جھکایا اور کھانا کھانے لگا۔ کچھ وقفے کے بعد سر اٹھا کر اس نے زویا کو دیکھا جو اسے دیکھ کر روٹھی ہوئی لگ رہی تھی۔ سب سے نظر بچا کر اس نے چپکے سے زویا کو آنکھ ماری جس پر اس نے شرماتے ہوئے سب کو دیکھا۔ شکر تھا جو کوئی ان کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ سب کھانا کھا رہے تھے۔

حور بھی آہستہ آہستہ نوالے لے رہی تھی یوں ان لوگوں کے گھر میں اتنے بڑے لوگوں کے ساتھ اس سے کھانا

نہیں کھایا جا رہا تھا۔ وقت بہت آگے نکل گیا تھا اب تقریباً عشا ہونے والی تھی۔ یقیناً اماں اس کے لیے فکر مند ہو رہی ہوں گی۔

" آ گئے تم " دادی کی آواز پر اس نے سر اٹھایا۔ چمچ ہاتھ سے چھوٹ کر پلیٹ میں جا گرا۔ وہ شخص کھلے دروازے سے چلتا ہوا اندر آ رہا تھا۔ سفید شلوار قمیض کے اوپر اس نے سیاہ رنگ کی سویٹر پہن رکھی تھی۔ دراز قد تو وہ ہمیشہ سے تھا اور جسم بھی ذرا بھرا بھرا ہوا تھا۔ وہ چلتے ہوئے کسی ریاست کا بگڑا ہوا شہزادہ لگ رہا تھا۔ مگر وہ حور کے ہاتھ رک گئے وہ اسے دیکھے جا رہی تھی اس کا حلیہ اور انداز یونیورسٹی سے بہت مختلف تھا۔ وہ وہاں ایک غنڈہ لگتا تھا اور یہاں ایک عام نارمل انسان ۔ وہ بھی حور کو دیکھتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل تک آ گیا۔

" اسلام وعلیکم " اس نے آتے ہی سب کو سلام کیا۔ حور اس سے سلام کی توقع تو ہر گز نہیں کر رہی تھی۔ بالکل اس کے سامنے والی کرسی جواب تک خالی تھی اسے کھینچ کر وہ پاؤں پر پاؤں جمائے بیٹھ گیا۔ چہرے پر سنجیدگی تھی۔ سنہری آنکھوں میں ہلکا سا غصہ تھا۔ حور نے ایک نظر اسے دیکھ کر نگاہیں ہٹائیں۔

" آج تم نے آنے میں دیر نہیں کر دی؟ " چھوٹی ماں نے پوچھا۔

" بس ماں ذرا کام میں مصروف رہا " جواب اسی سنجیدگی سے آیا۔ حور کے دماغ میں کچھ ہلچل ہونے لگی۔ عرش یونیورسٹی کے علاوہ شام کے وقت شاید کوئی کام بھی کرتا تھا۔

" اچھا کوئی بات نہیں کیا لو گے کھانے میں؟ " عرش نے اس کی طرف دیکھا دونوں کی نگاہیں ٹکرائیں اگلے پل دونوں نے ہی چہرے موڑ لئے۔

" یہ۔۔۔یہ۔۔۔یہ۔۔۔ " اس نے کچھ کھانوں کی طرف اشارہ کیا۔

" کچھ بھی دے دیں "

چھوٹی ماں نے قورمہ اور روٹی اس کے سامنے رکھ دی۔ پھر وہ کھیر کے ڈونگے سے کھیر نکالنے لگیں۔

یہ کھیر ٹیسٹ کرو حور نے بنائی ہے بہت اچھی ہے " چھوٹی ماں نے مسکراتے ہوئے اس کی تعریف کی۔

نہیں کھیر نہیں " اس سے پہلے چھوٹی ماں پلیٹ اس کے سامنے رکھتیں۔ اس نے تیزی سے ہاتھ کا اشارہ کر کے منع کیا۔ جہاں چھوٹی ماں حیران تھیں وہیں سب نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ بہت کم ہی کھیر سے انکار کرتا

تھا۔ لیکن وہاں بیٹھے ایک لڑکی کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا وہ کھیر سے نہیں کھیر بنانے والی سے نفرت کرتا ہے شاید۔

" دادی جوس ذرا ادھر دیں " دادی کے پاس ہی جوس رکھا ہوا تھا۔اس نے دادی کی طرف دیکھ کر ان سے جوس دینے کو کہا۔لیکن دادی نے یہ کام حور کو سونپ دیا کیونکہ اس وقت ان کے ہاتھ ذرا خراب تھے۔

حور بیٹا جوس دو اسے " حور نے عرش کی طرف دیکھا جو سنجیدگی سے نیچے دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔سر اثبات میں ہلاتے ہوئے اس نے جوس کا گلاس اٹھا کر عرش کے سامنے رکھا اسی لمحے ٹشو سے ہاتھ صاف کرتی دادی کی نگاہ اس کی کلائی پر پڑی جہاں زخم کا نشان تھا اور خون جم کر سرخ بن چکا تھا۔

" بیٹا یہ تیرے ہاتھ کو کیا ہوا؟" عرش نے جوس کا گلاس ہونٹوں سے لگا کر چور نگاہوں سے اسے دیکھا۔ حور نے دادی اور باقی سب گھر والوں کی توجہ اپنی طرف پا کر ہاتھ کو دیکھا جہاں زخم کا ہلکا سا نشان تھا۔تب اسے یاد آیا یہ زخم صبح عرش کے کلائی پکڑنے کی وجہ سے آیا تھا۔اس نے سرد نگاہوں سے عرش کی طرف دیکھا جو تیزی سے نگاہیں چراتے ہوئے جوس ہونٹوں سے لگانے لگا۔وہ اس کی طرف دیکھتی رہی دادی اس کی جواب کا منتظر تھیں سبھی اسے دیکھ رہے تھے عرش بھی اسے دیکھے جا رہا تھا۔ کچھ لمحے سوچنے کے بعد وہ مسکرائی۔زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے عرش کو دیکھا۔

" کچھ نہیں ہوا دادی بس ایک جنگلی بلے نے اپنے ناخن گاڑھ دیے " ایک ایک لفظ چبا کر ادا کرتے ہوئے اس نے زیر کرنے والی نظر سے عرش کو دیکھا جو جوس کا ایک گھونٹ بھر چکا تھا لیکن اگلے ہی پل حور کی بات سن کر اسے اچھو لگ گئی اور وہ بری طرح کھانسنے لگا۔کھانستے ہوئے کچھ اور نج جوس اس کی شرٹ پر بھی گرا تھا اور وہ بری طرح کھانسے جا رہا تھا۔

" کیا ہوا بیٹا" چھوٹی ماں اس کی کمر سہلانے لگیں۔بڑی دیر بعد اپنی کھانسی پر قابو پا کر اس نے دانت پیستے ہوئے حور کو دیکھا وہ ابھی تک دبی دبی مسکراہٹ لیے بیٹھی تھی اس کی یہی مسکراہٹ عرش کو کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔شرٹ کو ٹشو سے صاف کرتا ہوا وہ کھڑا ہوا۔اس کی کھانسی کی وجہ سے حور کی بات آئی گئی ہو گئی سب ہی عرش کی طرف متوجہ تھے۔وہ اپنے کمرے کی طرف جانے لگا جب دادی نے پیچھے سے آواز دی تھی۔

"بلے کھانا تو کھاؤ بیٹا" چلتے چلتے اس کے قدم رک گئے وہ جو پہلے سے ہی غصہ تھا لفظ "بلے" سن کر مزید بھڑک گیا۔ غصے سے مڑ کر سب سے پہلے اس نے حور کو دیکھا وہ بھی اس کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا رہی تھی۔ اس لڑکی کے سامنے لفظ "بلے" اسے گالی کی طرح لگی تھی۔ پھر اس نے دادی کی طرف دیکھا۔

"دادی آپ مجھے بلے نہیں بلائیں گی" سرد آواز میں وہ کہہ کر حور کو دیکھنے لگا۔

"اور نوکروں کے سامنے تو بالکل نہیں" اپنی بات پوری کر کے لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ اوپر اپنے کمرے کی طرف جانے لگا۔ دادی نے پیچھے سے قہقہہ لگایا بات مذاق میں بدل چکی تھی سبھی مسکرا رہے تھے۔

"کیا دادی آپ ہر وقت میرے بچے کے پیچھے پڑی رہتی ہیں" چھوٹی ماں نے شکوہ کیا۔

"ارے چھوٹی بہو اس میں میرا کیا قصور تیرا بیٹا کھاتا جو تنا ہے" دادی نے اس کی بات کو سنی ان سنی کر دیا۔

حور کھانا کھا چکی تھی اور جانے کے لئے کھڑی ہوئی۔ جب دادی نے کہا۔

"حور بیٹا ایک کام کرو بلے کو جا کر دودھ دے آؤ اس نے کھانا بھی نہیں کھایا" دادی نے اسے کھڑے ہوتے دیکھ کر کہا اور اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں وہ اس شخص کے کمرے میں ہرگز نہیں جانا چاہتی تھی۔ لیکن دادی کے سامنے وہ انکار بھی نہیں کر سکتی تھی۔ تبھی سر اثبات میں ہلاتی ہوئی وہ کچن کی طرف جانے لگی۔

"دودھ میز پر رکھ دینا اس وقت میرا بیٹا نماز ادا کر رہا ہوگا" چھوٹی ماں نے فخریہ انداز میں کہا اور اس کے قدم برف بن گئے۔ گھوم کر اس نے چھوٹی ماں کو حیرت سے دیکھا۔

"نماز اور وہ شخص؟" اسے یقین نہیں آیا۔ عرش چوہدری نماز کیسے پڑھ سکتا ہے۔ اس کے کسی بھی انداز سے ایسا نہیں لگتا جیسے اسے مذہب میں ذرا برابر بھی دلچسپی ہو۔ ضرور چھوٹی ماں کو کوئی غلط فہمی ہو رہی ہوگی۔ الجھتے ذہن کے ساتھ کچن میں آ کر اس نے فریج سے دودھ نکالا اور شیشے کے گلاس میں ڈال کر عرش کے کمرے کی طرف لے جانے لگی۔ بالکل اس کے کمرے کے سامنے پہنچ کر اس کا دل کانپ گیا۔ وہ اس کا سامنا کرنے سے ہی خوف کھا رہی تھی وہ شخص کسی بھی انداز سے انسان نہیں لگتا تھا۔ مگر مجبوری۔ مجبوری۔ مجبوری۔

ہلکا سا دستک دے کر اس نے دوپٹے کو اچھی طرح درست کیا۔

"یس کم ان" اس کی بھاری آواز سنتے ہی حور کی ٹانگیں کانپنے لگیں مگر اب اندر تو جانا تھا۔ لیکن پہلا قدم

رکھنے سے پہلے وہ بسم اللہ پڑھنا ہرگز نہیں بھولی تھی۔ وہ بنا آواز پیدا کیے اندر داخل ہوئی۔ عرش چوہدری اس وقت کسی سے فون پر بات کرنے میں مصروف تھا۔ اس نے شرٹ بھی نہیں پہنی تھی۔ اس کا سفید سینہ اور کالی جینز اسے بہت پرکشش بنا رہے تھے۔

(اف اس بلے کے بچے کو سردی بھی نہیں لگتی) وہ سوچ کر رہ گئی۔ عرش منہ دوسری طرف کر کے مسکراتے ہوئے کسی سے فون پر گفتگو کر رہا تھا۔ اس کی مسکراہٹ بھی اس کے چہرے کی طرح بہت خوبصورت تھی۔ اس کا اندازہ بالکل صحیح تھا اسے یقین تھا وہ نماز نہیں پڑھ رہا ہوگا۔ دو قدم بڑھا، وہ ذرا آگے ہوئی عرش نے ابھی تک اسے نہیں دیکھا تھا۔

"ٹھیک ہے یار لیکن تم لوگ۔.........." مسکرا کر بات کرتے ہوئے اس نے غیر ارادی طور پر گردن موڑ کر دیکھا اور پتھر ہو گیا جیسے۔ لب ہلنا بھول گئے بات ادھوری رہ گئی۔ سر جھکائے ہاتھ میں ٹرے لئے وہ اس وقت دنیا جہان کی معصوم لگ رہی تھی۔ عرش کو کچھ دیر قبل والا اور اس سے پہلے والے واقعات ترتیب سے یاد آنے لگے۔

"ارے آپ آیئے آیئے" وہ طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کھڑا ہوا۔

"بتا دیا ہوتا آپ تشریف لا رہی ہیں تو ہم کسی خاص استقبال کا انتظام کرتے" اس کی طنز ختم ہی نہیں ہو رہی تھی۔ حور کا دل چاہا وہ دودھ کا گلاس اٹھا کر اس کے سر پر مار دے۔ لیکن اپنی کانپتی انگلیوں سے ٹرے تھامے وہ ضبط کئے کھڑی تھی۔

"یہ دودھ آپ کے لیے" سرد اور سپاٹ لہجے میں اس نے کہا تھا اور دودھ کو میز پر رکھ کر وہ نکل جانا چاہتی تھی۔ جانتی تھی عرش چوہدری اسے آج بڑا ذلیل کرنے والا ہے وہ اگلے پچھلے سارے بدلے وصول کرتا۔

"رکو ایک منٹ"

دروازے پر پہنچ کر اس کے قدم رک گئے دھڑکن تیز ہو گئی وہ چلتا ہوا اس کے بالکل پاس آ گیا۔

"کہاں جا رہی ہو" اس نے چیونگم چباتے ہوئے سوال کیا۔ سنہری آنکھوں میں الجھن آئی تھی۔

"میں وہ.......۔" حور نے تیزی سے پلٹ کر جواب دینا چاہا مگر اگلے ہی لمحے وہ اس کے ننگے سینے سے

ٹکرا گئی۔ اسے نہیں معلوم تھا وہ اس کے اتنے قریب آ کر کھڑا ہو جائے گا۔ بدک کر وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔

"میں گھر جا رہی ہوں" سپاٹ لہجے میں بنا اس کی طرف دیکھ کر حور نے جواب دیا۔ عرش چیونگم کا منہ سے غبارہ بناتے ہوئے مسکرایا۔

"اتنی بھی کیا جلدی ہے ابھی تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا" دونوں ہاتھ سینے پر باندھ کر بڑی دلچسپی سے وہ اسے نروس ہوتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"کام کیسا کام" وہ نیچے سے اوپر تک کانپ گئی۔

"میری جو شرٹ خراب ہوئی ہے تمہاری وجہ سے وہ دھو دو" عرش نے صاف صاف اپنا کام بتایا۔ حور اس کا کام سن کر ذرا حیران ہوئی اس کام کی امید وہ نہیں کر رہی تھی۔ حالانکہ اس کے کام ایسے ہی عجیب عجیب طرح کے ہوتے ہیں صبح اس نے اپنا فارم فل کرایا تھا۔ اور اب یہ کام۔ لگتا تھا حکم چلانے کی عادت اس کی بہت پرانی تھی

"میں کیوں دھووں آپ کی شرٹ خود دھو لو ناں" اس نے ذرا سی سختی سے کہا۔

"میں پرنس ہوں اور پرنس کبھی کپڑے نہیں دھوتے بے بی" حور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ گردن تانے مسکرائے جا رہا تھا۔

(پرنس ہونہہ۔۔۔ کہاں کا پرنس کیسا پرنس۔؟ پرنس تمہاری طرح بدتمیز نہیں ہوتے) یہ سب وہ سوچ کر ہی رہ گئی۔

"یہ میرا کام نہیں ہے محترم" اس نے تیزی سے کہا۔

"دراصل یہ تمہارا کام ہی ہے کیا تمہیں دادی نے پہلے دن نہیں بتایا تھا کہ ان کے ساتھ ساتھ تمہیں میری ضرورتوں کا بھی خیال رکھنا ہے" عرش نے جیسے اسے یاد دلایا۔ حور نے ذہن پر ذرا زور دیا۔

"ہاں کہا تھا انہوں نے لیکن تب میں سمجھی تھی بلا ان کا کوئی پالتو بلا ہوگا (اس وقت مجھے نہیں پتا تھا وہ ایک جنگلی گینڈے کو بلا کہتی ہیں)" جملے کا آخری حصہ وہ زبان تک لاتے لاتے رک گئی۔ عرش ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"میں نے تم سے صبح کہا تھا ناں مجھے بلا مت بلاؤ۔ بلا نہیں ہوں میں" عرش نے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ دل ہی دل میں مسکرا دی۔ ایسے بہادر شخص کی کمزوری کتنی چھوٹی سی تھی۔

"ہاں آپ کو بلا کہنا تو بیچارے بلے کی ہی توہین ہوگی" بہت مدھم آواز میں اس نے کہا جیسے اپنے آپ سے کہہ رہی ہو مگر عرش نے اس کی بات آدھا ادھورا سن لیا تھا۔

"کیا کہا تم نے ابھی" عرش گرج کر بولا۔وہ سہم گئی

"ک۔۔ک۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔کچھ نہیں۔۔۔" اٹکتے ہوئے اس نے اتنا ہی کہا۔

"ٹھیک ہے آئندہ یاد رکھنا اگر یہ لفظ تمہاری زبان سے میں نے سنا تو تیری ٹانگیں توڑ دوں گا"

(ہونہہ بڑا آیا ٹانگیں توڑنے والا)

"اوکے میں آپ کو بلا نہیں بلاؤں گی لیکن بلے کو تو بلا بلا سکتی ہوں بالفرض اگر میں بلے کو بلا نہیں کہوں گی تو بلے کو کیا کہوں گی اگر بلے نے کسی بلے کو بلا............۔۔۔" اسے زچ کرنے کے لیے وہ بار بار لفظ "بلے" بولے جا رہی تھی جس سے عرش کا غصہ آسمان کو چھونے لگا۔

"شٹ اپ۔......تمہیں پتا ہے بلا نہ بولنے کے چکر میں تم بیس بار بلا بول چکی ہو؟"

"اوکے سوری آج کے بعد آپ کو بلا نہیں بلاؤں گی"

اوکے اوکے"

"اب میں جاؤں؟" اس نے جان چھڑانے والے انداز میں پوچھا۔

"نہیں یہ شرٹ دھو کر ہی تم اس کمرے سے باہر قدم رکھ سکو گی" اس نے بیڈ پر رکھے ہوئے شرٹ کی طرف اشارہ کیا۔ اس سرپھرے انسان سے بحث فضول تھی ویسے بھی یہاں وہ ایک ملازمہ کی حیثیت سے آتی تھی تو کام تو کرنے ہی تھے۔اس لئے بنا مزید وقت ضائع کیے شرٹ اٹھا کر وہ واش روم چلی گئی۔وہاں واشنگ کا سامان پڑا ہوا تھا دس منٹ میں ہی وہ شرٹ دھو کر اس نے سکھانے کے لئے رکھ دی۔ عرش تب تک باہر بے چینی سے ٹہلتے ہوئے اس کا انتظار کر رہا تھا۔

"آ گئیں تم" اسے باہر نکلتے دیکھ کر عرش نے پوچھا۔

"شرٹ دھو لیا" اس نے دوسرا سوال کیا۔حور نے سر اثبات میں ہلایا۔وہ مسکرایا۔حور نے دیکھا مسکراتے ہوئے اس کے نچلے ہونٹ تلے چھوٹا سا کالے رنگ کا ایک تل نمودار ہوا جو اس کی مسکراہٹ کو مزید خوبصورت بنا

رہا تھا۔ کسی مرد کے ہونٹ تلے تل وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی اور کسی مرد کو تل اتنا خوبصورت بناتا ہے یہ بھی وہ پہلی مرتبہ جان رہی تھی۔

گڈ گرل" کہہ کر وہ بیڈ پر نیم دراز ہو کر لیٹ گیا۔

آپ کی شرٹ کچھ دیر تک سوکھ جائے گی میں چلتی ہوں۔ سنجیدگی سے کہہ کر وہ جانا چاہتی تھی جب عرش نے ایک بار پھر پیچھے سے اسے آواز دی۔

دودھ کا گلاس اٹھاؤ" عرش نے ایک اور حکم دیا۔ وہ اسے گھورتی ہوئی میز کی طرف بڑھی۔ عرش اسے تنگ کر کے انجوائے کر رہا تھا۔ حور نے دودھ کا گلاس اٹھایا۔

"رک جاؤ وہیں" دونوں ہاتھ سر کے نیچے ٹیک کر وہ مکمل طور پر بیڈ پر لیٹا تھا۔ وہ جو دودھ لیے اس کی طرف آ رہی تھی اس کے "رک جاؤ" کہنے پر وہیں رک گئی۔ اور الجھن بھرے انداز میں اسے دیکھنے لگی وہ ابھی تک بنا شرٹ کے تھا۔۔ (انسان نما گینڈا)

"ہاتھ اٹھاؤ؟" عرش کا اگلا حکم عجیب تھا۔ اور وہ خود اس سے زیادہ عجیب تھا۔ ایسا عجیب شخص وہ زندگی میں پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ وہ اس وقت مجبور تھی اور اس کی ملازمہ۔ وہ جو کہہ رہا تھا اسے کرنا تھا۔ غصے اور تاسف سے سر جھٹکتے ہوئے اس نے دایاں ہاتھ اوپر کی طرف کھڑا کیا۔ بائیں ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا۔

"ارے نہیں دونوں ہاتھ کھڑے کرو" اس نے مشکوک نگاہوں سے عرش کو دیکھا۔ وہ اسے کوئی پاگل لگا۔ یا تو وہ اپنا بدلہ لینے کے لیے اسے ذلیل کر رہا تھا یا پھر وہ تھا ہی مینٹل۔۔۔ حور کو سمجھ نہیں آیا۔

(اس انسان نما گینڈے کو باندھ کر رکھنا چاہیئے)

"اگر میں دونوں ہاتھ اوپر کروں گی تو گلاس گر جائے گا ناں (احمق انسان) چبا چبا کر آخری دو لفظ وہ دل میں ہی کہہ گئی۔

"ڈیٹس ناٹ مائی پرابلم۔ میں نے جو کہا وہ کرو تم" وہ حکم دیتے ہوئے بولا۔ حور نے گلاس کو دیکھا گلاس گرتا ہے تو گرے اس میں اس کا کیا جانا تھا اس نے بھی گلاس چھوڑ کر دونوں ہاتھ ایک ساتھ اوپر کیئے اور گلاس چھوٹ کر فرش پر گرا۔ سارا دودھ پھیل گیا اسے عرش کی مسکراہٹ نظر آئی۔ فاتحانہ مسکراہٹ، پھر اس کی مسکراہٹ مصنوعی

حیرت میں بدل گئی۔

"اوئے یہ تو نے کیا کر دیا میرا کمرہ گندا کر دیا چلو صاف کرواسے جلدی" حور نے کرنٹ کھا کر اسے دیکھا اگر وہ یہ گلاس اس کے سر پردے مارتی تو زیادہ اچھا تھا۔

"لیکن میں۔۔۔۔۔۔" اس کی بات عرش نے تیزی سے کاٹی۔

بکری کی طرح میں۔۔۔میں۔۔۔مت کرو جو کہا ہے وہ کرو" حور نے غصے سے آنکھیں میچ لیں اور پھر کوئی کپڑا الماری سے نکال کر فرش صاف کرنے لگی یہ انسان اس کی سمجھ سے تو باہر تھا۔ جب تک اس نے صفائی کی وہ بڑے غور سے اسے دیکھتا رہا۔ایک تو اسے گھر جانے کے لیے دیر ہو رہی تھی دوسرا وہ اس لوفر شخص کے کمرے میں نہیں رکنا چاہتی تھی مگر وہ دونوں طرف سے مجبور تھی۔ صفائی کر کے کپڑا اس نے ڈسٹ بین میں ڈال دیا اور سوالیہ نگاہوں سے عرش کی طرف دیکھا۔

" گڈ اب تم یہ دراز کھولو" اس نے لیٹے لیٹے دراز کی طرف اشارہ کیا۔ حور نے دراز کھول کر پھر اس کی طرف دیکھا۔

"اس میں بوتل نظر آ رہی ہے" اس نے پوچھا حور نے دراز کی طرف دیکھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

"ہاں تو وہ بوتل باہر نکالو" حور نے اس کے حکم پر بوتل باہر نکالا۔ سیاہ چھوٹی سی بوتل جانے کیا تھا اس میں۔

"اس بوتل کو میز پر رکھو اور گلاس مجھے بھر کر دو" اس نے پانی کے جگ کے ساتھ رکھے گلاس کی طرف اشارہ کیا۔ حور بنا کچھ کہے وہ گلاس اٹھا لائی۔ اسے دیر ہو رہی تھی لیکن محترم کی فرمائشیں ختم نہیں ہو رہی تھیں۔اس نے بوتل اٹھائی اور گلاس بھی عرش اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ بہت اچانک حور کو ایک بو کا احساس ہوا نا گواری سے اس نے بوتل کو ناک کے قریب کیا۔اور وہ مشکوک ہو گئی۔

" کیا ہے یہ؟" ذرا سختی اور نا گواری سے اس نے عرش کو دیکھا بوتل ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھی۔

"تم سے مطلب جو کہا ہے وہ کرو" اس کی سنہری آنکھوں میں ذرا سا غصہ آیا۔حور کا شک یقین میں بدل گیا ایک بار اور اس نے بوتل کو سونگھا۔

"شہ۔شہ شراب ہے یہ؟" اس کی آواز گلے میں ہی اٹک گئی وہ بوتل اس کے ہاتھ سے چھوٹتے چھوٹتے ہی

رہ گئی۔عرش مسکرایا۔

"یس یو آر جینئیس اب مجھے بھر کر دو گلاس" حور نے غصے سے اسے دیکھا اور بوتل کو پٹخنے والے انداز میں میز کے اوپر رکھ دیا۔

" آپ شراب پیتے ہیں؟" وہ ابھی تک بے یقین تھی۔جس لڑکے کے بارے میں اس کی ماں نے کہا تھا نماز پڑھ رہا ہو گا وہ شراب پیتا ہے۔ایک نمازی شرابی کیسے ہو سکتا ہے۔چھوٹی ماں بہت بڑی غلط فہمی میں تھیں۔

تو اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات ہے" وہ بے نیازی سے اسے دیکھ رہا تھا۔حور کو ابھی تک یقین نہیں آیا۔

"مجھے یقین نہیں آتا" حور نے کرنٹ کھانے والے انداز میں گلاس بھی میز پر رکھ دیا۔

"مجھے گلاس بھر کر دو میں پیوں گا تب تمہیں یقین آئے گا" اس پر جیسے اثر ہی نہیں ہوا تھا۔

" آپ کو معلوم بھی ہے شراب انسانی صحت کے لیے کس حد تک خطرناک ہے۔براہ راست طور پر یہ کئی قسم کے کینسر پیدا کرنے کا سبب ہے اس کے پینے سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے اور اٹیک کا خطرہ دوگنا ہو جاتا ہے" وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی یہ جانتے ہوئے کہ وہ شخص اس کی بات کو کبھی نہیں سمجھے گا۔

"ہاہاہاہاہا ڈاکٹرنی صاحبہ اگر آپ کا لیکچر ختم ہوا ہو تو ایک گلاس جام نوش فرمائیں مجھے" حور کی سوچ کے عین مطابق اس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوا۔وہ ڈھیٹ نہیں ڈھیٹوں کا بھی بادشاہ لگ رہا تھا۔

"کبھی نہیں ایسا سوچنا بھی مت یہ زہر میں آپ کو بھر کر دوں گی۔جان بوجھ کر میں کسی کو جہنم کے کنوئیں میں نہیں دھکیل سکتی "اس نے تیزی اور غصے سے کہا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے شراب پینے کی وجہ سے میں جہنم میں جاؤں گا" اس نے استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔مسکراتی ہوئی دلچسپ نگاہ سے وہ اسے دیکھ رہا تھا۔

"شراب آپ کو گناہ کی طرف لے جائے گا اور گناہ آپ کو اللہ سے دور اور جہنم کے قریب کرتی جائے گی۔ گناہ جہنم کی ایک سیڑھی ہے۔سورہ المائدہ میں حرام اور حلال کا فرق واضح کیا گیا ہے جہاں فرمایا گیا ہے

"اے ایمان والو بات یہی ہے کہ پان جوا شراب (سب) ناپاک عمل شیطان سے ہیں سو ان سے بالکل

الگ رہوتا کہ تم فلاح یاب ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہاری آپس میں عداوت اور بغض کرادے تا کہ تم کو نماز سے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل رکھے۔تو تم کو(ان کاموں سے) باز رہنا چاہیے۔"

عرش کرنٹ کھا کر کھڑا ہوا۔اور اس کے بالکل سامنے آ گیا۔

"شٹ اپ اپنی یہ تقریر بند کرو اور جو کہہ رہا ہوں وہ کرو۔ڈونٹ فارگیٹ کہ تم میری نوکرانی ہو؟" عرش نے اسے یاد دلایا وہ اس کے بہت قریب کھڑا تھا۔

"کبھی نہیں ایسا سوچئے گا بھی مت۔رزق کے بدلے ضمیر کا سودا نہیں کیا جاتا میں ابھی جا کر دادی کو" وہ جانے کے لیے مڑی جب عرش نے اپنے مضبوط ہاتھ میں اس کی کلائی دبوچ لی۔اور خونخوار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

(یہ مصیبت بار بار ہاتھ کیوں پکڑ لیتا ہے۔ نامحرم کہیں کا) اس نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن وہ مرد تھا بہت مضبوط۔وہ اس کے سامنے بے بس تھی۔

"خبردار جو تم نے گھر میں کسی کو یہ بات بتائی۔نوکری جائے گی وہ الگ لیکن اپنی ٹانگوں سے چل کر پھر اپنے گھر بھی نہیں جا سکو گی"۔

جھٹکے سے اس نے حور کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ آزادی کا پروانہ ملتے ہی وہ فوراً کمرے سے باہر نکل کر تیز تیز سانسیں لینے لگی۔سیڑھیاں اترتے ہوئے مسلسل اس کا دل چاہ رہا تھا وہ دادی کو اور اس کی ماں کو سب بتا دے لیکن نوکری کھو دینے کے ڈر سے اور اس شخص نے جو دھمکی دی تھی اس کے قدم جکڑ لیے۔وہ ابھی اس پوزیشن میں نہیں تھی کہ نوکری سے ہاتھ کھڑے کر دیتی وہ پانچ ہزار ایڈوانس والے بھی اماں ٹھکانے لگا چکی تھیں۔ویسے بھی اسے یہ یقین بھی نہیں تھا اگر وہ اس کے گھر والوں کو سچ بتائے گی تو وہ ایک نوکرانی کی بات کا یقین بھی کر لیں گے۔ مجبور تھی وہ بہت مجبور۔ اور مجبوری میں ایک ہی ہستی یاد آ جاتی ہے جو دل کے بہت قریب ہے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب۔

☆......☆......☆

رات کی تاریکی ہر طرف پھیل چکی تھی۔ ہر شے اندھیرے کی لپیٹ میں تھا۔ شہر سے دور اس چھوٹے سے مکان میں وہ دونوں دوست اپنے کام کی تیاری کر رہے تھے وہ اندھیرے میں ہی کام کرتے تھے۔ ان کا کام ہی اندھیرا تھا۔ موم بتی کی ہلکی سی روشنی میں وہ دونوں اپنے اپنے چہروں پر سیاہ ماسک لپیٹ رہے تھے موم بتی کا شعلہ کبھی تیز ہو جاتا تو کوئی بھی بجھنے کے قریب جاتا۔ مگر وہ بجھتا نہیں تھا پھڑ پھڑا رہا تھا۔

"خبر پکی ہے ناں؟" جیک نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ چہرے پر نقاب وہ تقریباً سجا چکا تھا۔

"یس باس سو فیصد پکی خبر ہے" ہدایت نے اندھیرے میں ڈوبے چہرے کے ساتھ جیک کو دیکھا۔ کام کے وقت وہ اسے باس ہی کہا کرتا تھا۔ دونوں اب تیار تھے۔

"کس راستے سے گزریں گے وہ لوگ" جیک نے دوسرا سوال کیا۔

"وہ لوگ ایئر پورٹ سے سیدھے ہائی وے والے راستے سے گھر تک جائیں گے اور اسی بیچ راستے میں ہم حملہ بول دیں گے"

ہدایت نے اسے انفارم کرنے کے ساتھ ہی دراز میں ہاتھ ڈال کر اپنے مخصوص پسٹل اٹھائے۔ ایک پسٹل اس نے جیک کی طرف بڑھایا ۔ وہ دونوں ٹارچ آن کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئے ۔ اور دروازے پر کنڈی لگا دی۔

"باقی سارا انتظام ہو چکا ہے ناں؟" جیک نے اپنے مخصوص تحکمانہ انداز میں پوچھا تھا۔ چلتے ہوئے وہ باتیں کر رہے تھے پھر وہ اس چھوٹے سے گھر سے باہر نکل کر باہر تالا لگانے لگے۔

"یس باس سارا انتظام مکمل ہے اس وقت عموماً اس راستے پر ٹریفک کم ہی ہوتی ہے اس لیے بھی کام کرنے میں ہمیں آسانی ہوگی"

ہدایت نے تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے بائیک کی چابی گھمائی اور جیک کے بیٹھتے ہی بائیک مخصوص راستے سے لے جاتے ہوئے ہائی وے پر پہنچا دی۔ شہر کے مشہور وکیل کی بیٹی لندن سے پاکستان آ رہی تھی اور یقیناً وہاں سے انہیں کچھ نہ کچھ تو حاصل ہو ہی جانا تھا۔ وہ لوگ ایسے ہی موقعوں کی تلاش میں رہتے تھے۔ ان کی بائیک تیز رفتار سے سڑک پر جا رہی تھی۔ ٹھنڈ بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے ان کے جسم کانپ رہے تھے۔ ان کے ساتھی

بہت پہلے سے ہی مخصوص جگہ پر ان کے منتظر تھے۔

"بس کچھ ہی منٹس میں وہ گاڑی یہیں سے گزرے گی" سڑک پر کانٹے بچھاتے ہوئے ان کے ایک ساتھی نے معلومات دی۔ ہدایت اور جیک دونوں نے سڑک کے دائیں بائیں دیکھا ہر طرف سڑک سنسان تھا کسی ٹریفک کا نام ونشان نہیں تھا۔ رات کے دو بجے یقیناً وہاں کوئی ٹریفک نہیں ہوتی تھی۔ وہ پانچ چھ آدمیوں کا گروپ اس وقت سڑک کے ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے، سب کے چہروں پر نقاب تھے۔ خاموشی کا راج تھا ہر طرف۔ کچھ ہی پل میں سڑک پر ہیڈ لائٹس کی تیز تیز روشنی نمودار ہوئی، سب ہی سڑک پر موجود درختوں کے اوٹ میں چھپ گئے جیک نے پسٹل کو مضبوطی سے پکڑا اور خود کو محتاط کیا۔ عین ان کے بچھائے ہوئے کانٹوں اور لیس پر ان کی گاڑی آ کر رک گئی۔ جیک آگے بڑھا اسے ہی آگے جانا تھا۔ وہ سب ایک ساتھ باہر نہیں آنا چاہتے تھے۔ ہاں باقی ساتھی صرف ہنگامی صورت میں ہی آگے آتے۔ جیک نے پسٹل کو سامنے لے جاتے ہوئے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا۔ ڈرائیور بیچارہ جو اچانک گاڑی رک جانے سے بوکھلا چکا تھا پسٹل دیکھ کر اس کی رہی سہی جان بھی نکل گئی۔ ڈرائیور سے نگاہ ہوتے ہوئے اس کی نظر پیچھے بیٹھی اس لڑکی پر پڑی۔ گھبرائی ہوئی ڈری ہوئی لڑکی۔ بہت اچانک اسے ایک اور لڑکی یاد آئی۔ بس میں ملنے والی ایک ایسی ہی لڑکی اور اس کا دماغ فوراً بہت پیچھے چلا گیا۔ اس لڑکی کی آنکھیں دیکھتے ہوئے اسے بار بار ایک اور چہرہ یاد آ رہا تھا۔ وہ لڑکی بہت ہی سہمے ہوئے انداز میں اسے دیکھ رہی تھی جو دو منٹ سے پسٹل ہاتھ میں لیئے اسے دیکھے جا رہا تھا۔ اس کے ذہن نے اچانک کام کیا اس نے فوراً موبائل اٹھا کر چپکے سے پولیس کو میسج کر دیا۔ اس کا یہ عمل جیک نے دیکھا ضرور تھا لیکن کچھ سمجھ نہیں سکا کیونکہ وہ وہاں تھا ہی نہیں۔ جب دس منٹس سے زیادہ وہ یونہی برف بنا کھڑا رہا تو جیک کو باہر آنا پڑا۔

"باس" جیک نے اس کا کاندھا ہلایا۔ اور وہ نا سمجھی کے عالم میں جیک کو دیکھ رہا تھا اسے یاد نہیں تھا وہ یہاں کیا کرنے آیا تھا۔ ڈرائیور اور وہ لڑکی ابھی تک گھبرائے ہوئے ان کو دیکھ رہے تھے۔

"آپ کیا کر رہے ہیں باس" جیک نے ذرا غصے سے پوچھا کیونکہ وہ تب تک وہیں تھا پچھلے کافی وقت سے۔ اب تک سارا کام ہو جانا چاہیے تھا۔

"میں...... میں۔۔۔" اس سے کچھ بولا نہیں گیا۔

اس سے پہلے ہدایت اور کچھ کہتا پولیس کی سائرن گونج اٹھی اور حواس باختہ ہوکر ان دونوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ ہدایت کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کہ اس لڑکی نے پولیس کو میسج کیا ہوگا۔ جیک کا ہاتھ پکڑ کر وہ بائیک کی طرف بھاگا اور جاتے جاتے باقی ساتھیوں کو بھی غائب ہو جانے کی اطلاع کر گیا۔

"جیک کیا ہوگیا ہے تمہیں" ہدایت نے مکان میں پہنچتے ماسک اتار دیا اور غصے سے جیک کی طرف دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔

"پتا نہیں یار مجھے کیا ہوگیا" وہ کیا جواب دیتا۔ جواب نہیں تھا اس کے پاس۔

"جیک وہ لڑکی ابھی تک تمہارے دماغ سے اتری نہیں۔ تم جانتے بھی ہو تم نے آج لاکھوں کا نقصان کر دیا وہ الگ اور اگر ہم پولیس کے ہاتھ لگ جاتے تو ہو جاتی تو چھٹی" ہدایت کا غصہ کم ہونے کی بجائے بڑھتا جا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا جیک جیسا مضبوط انسان جو لڑکیوں کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا یوں دل کے سامنے بے بس ہو جائے گا۔

"ایک لڑکی تمہارے دل و دماغ پر قبضہ کر چکی ہے۔ تمہیں کسی کام کا ہوش نہیں ہے جیک میں نے تم سے پہلے ہی کہہ دیا ڈاکو کی زندگی میں پیار محبت جیسی چیزیں نہیں ہوا کرتیں۔ بھول جاؤ تم اسے"

جیک نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ بھول جانے کو تو وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے یہ اس کے بس کی بات تھی۔ ہدایت نے اس کا اترا ہوا چہرہ دیکھا اور ذرا نرم پڑ گیا پھر اس نے جیک کے ہاتھ کو پکڑ کر اسے چارپائی پر بٹھایا اور خود بھی اس کے برابر بیٹھ گیا۔

"دیکھو جیک ہمارا کام اس نوعیت کا نہیں ہے جہاں ان سب چیزوں کے بارے میں سوچا جا سکے۔ جان ہتھیلی پر لے کر گھومتے ہیں ہم لوگ"

وہ کہہ رہا تھا آج کے زمانے میں محبت نہیں ہوتی۔

اور وہ کہنا چاہتا تھا آج کے زمانے میں بھی انسان رہتے ہیں جو دل رکھتے ہیں،

اس نے کہا محبت صرف کہانیوں کتابوں میں زندہ ہے، دل کہہ رہا تھا کہانیاں بھی زندگی سے لی جاتی ہیں ہر کہانی کا ہر کردار دنیا کے کسی کونے میں تو ہوگا،

وہ کہہ رہا تھا تم محبت مت کرو'

لیکن محبت انسان خود کب کرتا ہے، محبت تو زلزلے کی طرح دل کی عمارت کو ہلا کر رکھ دیتی ہے اگر انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا تو وہ ایسے سفر کا انتخاب ہی کیوں کرتا جو بظاہر خوبصورت نظر آتا ہے لیکن قریب جانے پر ایک دلدل کے سوا کچھ نہیں ہوتا، ایک ایسی دلدل جو ڈبو دے۔ اور محبت کی کونپلیں ان کے اندر ہی پھوٹتی ہیں جن کے سینے میں دل ہو پتھر دل لوگ کبھی محبت نہیں کر سکتے،

دل ہمارے جسم کا وہ واحد حصہ ہوتا ہے جو ہمارا ہوتا ہے لیکن اس پر مرضی ہماری نہیں چلتی،

ہدایت اسے کافی دیر تک سمجھانے کی کوشش کرتا رہا۔ یہ جانے بنا کہ وہ اس کی بات سن بھی رہا ہے یا نہیں۔

☆......☆......☆

یونیورسٹی میں سٹوڈنٹس فری پیریڈ میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ ہر طرف ایک رش کا سماں تھا۔ حور رانیہ کے ساتھ گھاس پر بیٹھی تھی۔ اس کے ہاتھوں میں ایک نوٹ بک تھی۔ سورج کی روشنی اس کے سفید چہرے کو چمکا رہی تھی۔ گھٹنے پر نوٹ بک رکھ کر قلم سے وہ کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔ دوپٹے کو اس نے تقریباً حجاب کے انداز میں پہنا ہوا تھا چہرے پر ہمیشہ کی طرح معصومیت تھی۔ رانیہ اس کے برابر بیٹھی کیچپ کے ساتھ آلو والے چپس انجوائے کر رہی تھی۔ بہت اچانک رانیہ نے اس کی کمر میں پین کی نوک چبھو دی۔

" آہ اب کیا ہوا؟" ایک ہلکی سی چیخ مار کر اس نے رانیہ کو دیکھا۔ جو مسکراتے ہوئے سامنے دیکھ رہی تھی۔

" دیکھو وہ لڑکا کتنا ہینڈسم ہے ناں؟" اس نے نظر اٹھا کر سامنے دیکھا وہ کینٹین میں بیٹھے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کر رہی تھی پھر اس نے گھور کر رانیہ کو دیکھا۔ یہ پانچواں لڑکا تھا جس کو دکھانے کے لیے رانیہ اسے ڈسٹرب کر رہی تھی۔ پڑھائی سے زیادہ توجہ اس کی ان سب چیزوں پر ہوتی تھی۔

" اب اگر تم نے مجھے کوئی لڑکا دکھانے کے لیے ڈسٹرب کیا تو یہ چپل اتار کر تمہارے سر پر ماردوں گی" اس نے غصے سے کہا اور ایک بار پھر لکھنے میں مصروف ہوگئی۔ رانیہ کی کچھ عادتیں اسے بالکل نہیں پسند تھیں مگر اس کے باوجود وہ اس کی اچھی دوست تھی۔

" حور کبھی کبھی مجھے تم پر شک ہوتا ہے جیسے تم سولہویں صدی کی کوئی لڑکی ہمارے زمانے میں آکر ٹپک گئی ہو۔

حد سے زیادہ بور۔زندگی کو کبھی نہ انجوائے کرنے والی" رانیہ دل کی بھڑاس نکالی۔حور نے سر اٹھا کر تاسف سے اسے دیکھا۔وہ چپس کا ٹکڑا منہ میں رکھ رہی تھی۔

" رانیہ میں یونیورسٹی ان سب چیزوں کے لیے نہیں آتی اور نہ ہی مجھے ضرورت ہے ایسی چھچھوری حرکتیں کرنے کی۔" رانیہ کو سمجھانا اس کے بس سے باہر تھا۔وہ کبھی نہیں سمجھتی۔

" تمہاری تو منگنی ہو چکی ہے خیر اور بہت جلد شادی "اس نے رانیہ کی بات تیزی سے کاٹی۔

" اگر میری منگنی نہ بھی ہوئی ہوتی تب بھی میں تمہاری طرح ہر گز نہیں کرتی۔کم از کم اتنی شرم حیا باقی ہے مجھ میں"

" اچھا اگر کوئی لڑکا ہمیں دیکھتا ہے یا ہم ان کو دیکھتے ہیں تو کوئی گناہ کرتے ہیں کیا؟" رانیہ کا پارہ چڑھ گیا۔ اس نے گھور کر حور کو دیکھا تھا۔

" تمہیں یہ خوش فہمی کیوں ہے رانیہ کہ تم ان کو دیکھ کر گناہ نہیں کرتیں ۔اس یونیورسٹی میں موجود ہر لڑکا تمہارے لیے نامحرم ہے اور کسی بھی نامحرم کو غلط نگاہ سے دیکھنا آنکھوں کا زنا ہوتا ہے۔نادانستہ طور پر یا دانستہ طور پر لیکن تم یہ گناہ کر رہی ہو" اس نے نوٹ بک بند کر رانیہ کے اکتائے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ وہ ہمیشہ کی طرح اس کی لیکچر سے اکتا رہی تھی۔

" پلیز حور تم مذہب کو بیچ میں مت لاؤ۔زمانہ بہت آگے جا چکا ہے وقت کے ساتھ چلنا سیکھو ورنہ بہت پیچھے رہ جاؤ گی" رانیہ نے بیزاری سے کہا۔

" زمانہ جتنا بھی آگے بڑھ جائے لیکن مذہب کبھی بھی ختم نہیں ہوتا رانیہ، اور مذہب ہر بات کے بیچ میں لانا بہت ضروری ہے۔ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں وہ نبی جو دنیا جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں ان کی امت میں سے ہو کر ہم ایسی حرکتیں کریں تو کیا یہ ہمارے لیے شرم کی بات نہیں ہے۔شرم و حیا عورت کا زیور ہے اور تم" رانیہ نے تیزی سے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

" تم کہنا کیا چاہتی ہو کہ ہمارا مردوں پر کوئی حق نہیں ہے" وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

" کیوں حق نہیں ہے تمہارا حق ہے تمہارے شوہر پر، تمہارے بیٹے پر، تمہارے بھائی تمہارے باپ پر، کیا

مرد کے اتنے حلال روپ تمہارے لیے کم ہیں جو تم حرام کو دیکھتی ہو؟ قرآن پاک میں ہے اے ایمان والو حرام نہ ٹھہراؤ وہ ستھری چیزیں کہ اللہ نے تمہارے لیے حلال کی اور حد سے زیادہ نہ بڑھو، بے شک حد سے زیادہ بڑھنے والے اللہ کو ناپسند ہیں" وہ بولتی جارہی تھی رانیہ ناگواری سے اسے سن رہی تھی۔

"ایک اور جگہ فرمایا گیا ہے" شیطان تمہارا دشمن ہے تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو"

وہ مدھم مگر مستحکم آواز میں کہہ رہی تھی۔ پیریڈ کا ٹائم ختم ہونے کے قریب تھا۔

"تمہارے کہنے کا مطلب ہے میں شیطان ہوں" رانیہ چیخ پڑی۔ اس نے حور کی بات کا مطلب کچھ اور ہی نکالا تھا۔ حور نے تاسف سے اسے دیکھا۔ اور اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"مجھے معاف کر دو میری ماں۔ غلطی ہو گئی جو تمہیں کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی یہ جانتے ہوئے کہ تم میری بات کبھی نہیں سمجھو گی" حور نے نوٹ بک بند کر دیا۔ رانیہ اسے ناگواری سے دیکھنے لگی۔ پین کا ڈھکن بند کر اس نے دوپٹے کو درست کیا۔

"حد ہے ویسے ایک آدھ بوائے فرینڈ بنانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے" رانیہ نے شرارت سے اس کی طرف دیکھا۔

"استغفر اللہ کتنی واہیات باتیں کرتی ہو" حور نے اسے مارنے کے لیے کوئی چیز تلاش کرنی چاہی۔ تب اس کے ہاتھ چپس والا شاپر لگا جہاں چپس تو وہ ختم کر چکی تھی البتہ تھوڑا کیچ اپ بچا ہوا تھا۔

"نہیں پلیز یہ مت مارنا مجھے" رانیہ نے فوراً نوٹ بک چہرے کے سامنے کر دی۔ حور اس کے انداز پر مسکرا دی۔ اور وہ شاپر اسے مارنے کی بجائے پیچھے کی جانب اچھال دی۔ رانیہ نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے نوٹ بک اپنے سامنے سے ہٹایا اور پھر جیسے اس کی آنکھیں پھٹ پڑیں۔

"یہ تو نے کیا کر دیا" وہ شاکڈ سی کیفیت میں پوچھ رہی تھی۔ حور حیران ہوتے ہوئے اسے دیکھنے لگی۔

میں نے کیا کیا؟ وہ بیچاری الٹا حیران ہوئی۔ اگلا جملہ رانیہ کے گلے میں ہی اٹک گیا۔ وہ بڑی عجیب نظروں سے اسے دیکھے جارہی تھی۔

"ہے یو ایڈیٹ گرل" ایک مانوس مردانہ آواز اس کے پیچھے سے سنائی دی۔ تیزی سے گردن گھما کر اس

نے پیچھے دیکھا۔ سامنے عرش چوہدری کھڑا تھا اور وہ شاپر والا کیچ اپ اس کی سفید شرٹ پر جگہ جگہ پھیل چکی تھی۔ کرنٹ کھا کر وہ دونوں کھڑی ہوئیں۔

"یا اللہ یہ کہاں سے آ گیا" وہ غصے سے اپنی شرٹ کو دیکھے جا رہا تھا۔ سنہری آنکھوں میں غضب کا غصہ تھا۔ اس نے ایک پل کے لیے بھی نہیں سوچا تھا وہ کیچ اپ جو پیچھے اچھال رہی ہے کسی کو لگ بھی سکتی ہے وہ بھی عرش چوہدری کو۔ اب تو شرمندگی کے مارے برا حال تھا اس کا۔

"اندھی ہو گیا۔۔۔؟ یہ کیا کر دیا تو نے؟ " وہ بڑے سخت تیور لیے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی سفید رنگت سرخ پڑ چکی تھی۔

"وہ آئم سوری میں۔......۔" بات اس کے گلے میں ہی اٹک گئی۔

"سوری کی بچی تم نے۔......" وہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتا تھا جب نگاہ سامنے سے آتے پرنسپل پر پڑی تب اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پرنسپل کو رانیہ بھی دیکھ چکی تھی تبھی رانیہ نے اس کا بازو پکڑ کر اسے کھینچا۔

"چلو بھاگو یہاں سے" رانیہ اسے تقریباً کھینچ کر وہاں سے نکال آئی۔ وہ ابھی تک ڈری ہوئی تھی جانے وہ کیا کر گزرتا۔ غصے پہ تو قابو اس کا ویسے بھی نہیں ہے۔ کچھ دیر تک چلنے کے بعد اس نے ٹھنڈی سانس لی وہ اب کافی ریلیکس ہو چکی تھی۔ وہ دونوں اب کلاس کی طرف جا رہی تھیں۔

"ارے وہ دیکھ یہ لڑکا نیا آیا ہے یونیورسٹی میں" رانیہ نے کہنی مار کر اسے توجہ دلایا۔ پہلے اس نے رانیہ کو گھور کر دیکھا پھر بے ساختہ وہ مسکرا دی۔ " یہ لڑکی کبھی نہیں سدھرے گی"

"ٹیڑھی کھیر کہیں کی"

جب وہ کلاس کے دروازے سے اندر داخل ہو رہی تھی تب غیر ارادی طور پر اس کی نگاہ سامنے جا کر رک گئی۔ عرش چوہدری اپنے غنڈہ گروپ کے ساتھ بیٹھا کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دونوں کی نظر ملی۔ عرش کی مسکراہٹ پل بھر میں غائب ہو گئی۔ اس کی شرٹ پر دھبے ویسے لگے ہوئے تھے اس نے کھا جانے والی نگاہ سے حور کو دیکھا۔ اور حور خوف سے بھرپور نگاہ اس پر ڈالتی کلاس میں آ گئی۔

☆......☆......☆

جیک شہر کا سب سے بڑا ڈاکو تھا ایک طرح سے وہ بہت بڑا ڈان جو سب کے لئے ایک چیلنج بن چکا تھا پچھلے چار سال سے پولیس اس شخص تک رسائی پانے کی کوشش میں بار بار ناکام ہو رہی تھی۔ وہ انتہائی چالاک، خطرناک ڈاکو تھا جس تک پہنچنا بہت کٹھن تھا اس نے اپنی طاقت کے بل پر بہت لوٹ مچایا ہوا تھا شہر میں۔ ہر برائی میں ملوث تھا۔وہ ایک نوجوان ڈاکو تھا ایسا لگتا تھا اسے یہ تجربہ کافی عرصے سے ہے اس کی عمر اور شکل کو دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا وہ ایک ڈاکو ہے۔خطرناک ڈاکو۔۔۔وہ کم عمر اور ذہین نوجوان سبھی کی ذہانت اور بہادری کو آزما رہا تھا۔ حکومت کے لیے بھی ایک چیلنج تھا وہ۔اس ڈاکو پر پانچ کروڑ تک انعام رکھا گیا ہے اور اب تک کئی بار اس کی فائل کو اوپن کیا گیا ہے لیکن نتیجہ ہر بار زیرو آیا ہے۔اب تک کئی بہادر سے بہادر آفیسرز بھی اس کیس پر کام کر چکے ہیں مگر افسوس کوئی اب تک کامیابی سے ہمکنار نہیں ہو سکا۔

☆.......☆.......☆

لالی کی زندگی ایک طوفان کی زد میں تھی۔ امریکہ جانا اس کا خواب نہیں تھا اس کی زندگی تھی وہ کسی بھی حال میں عشان نور کے پاس جانا چاہتی تھی وہ شخص جو اسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔یہ سب اس کے لیے بہت مشکل تھا وہ ایک ان پڑھ جاہل لڑکی سات سمندر پار کا یہ سفر کیسے طے کرتی۔وہ خود بھی نہیں جانتی تھی اس کے ذہن میں صرف ایک ہی بات تھی وہ کسی بھی طرح امریکہ جائے گی۔اس کے گھر والے لالی کے ارادوں سے بے خبر تھے اور اگر جانتے بھی تب بھی وہ اس کی بات کا یقین کبھی نہیں کرتے۔پہلے کی طرح مذاق میں اڑا دیتے لیکن لالی آخری حد تک سیریس تھی۔اور وہ جلد از جلد اس شخص تک جانا چاہتی تھی جو اسے چھوڑ کر جا چکا تھا۔ وہ شہری امیر لڑکا وہ اتنی بڑی جاگیر کا مالک ایک معصوم لڑکی کا دل اور خواب توڑ کر گیا تھا۔اسے حساب تو دینا تھا۔گھر والے اس کی شادی رفیق سے کرنا چاہتے تھے اور وہ کسی بھی صورت میں عشان نور سے طلاق لے کر کسی اور سے شادی کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔لیکن امریکہ جانے کے لئے سب سے بڑا مسئلہ پیسوں کا تھا اس کے پاس اتنے پیسے ہی نہیں تھے۔ زیور بیچنے کے باوجود بھی وہ اتنے پیسے حاصل نہ کر سکی کہ امریکہ چلی جاتی۔ جو جانور وہ چرانے جاتی تھی ان کو بیچنے کا خیال اس کے دل میں تو آیا مگر یہ بھی آسان نہیں تھا۔

صبح کی سنہری روشنی ہر طرف پھیل رہی تھی۔اس وقت وہ تیز تیز قدموں سے چلتی ہوئی ریلوے اسٹیشن کی

طرف جارہی تھی وہ جس کے لیے جارہی تھی اس نے نہیں آنا تھا کبھی نہیں آنا تھا مگر پھر بھی جانے وہ روزانہ ریلوے اسٹیشن کی کس کی تلاش میں جارہی تھی اور ہر روز مایوس ہی واپس آتی۔ خالی ہاتھ۔ اس کے پیروں میں درد سا اٹھنے لگا وہ تیز تیز چل رہی تھی ہمیشہ کی طرح۔ اسے ڈر تھا کہیں ریل گاڑی نکل نہ جائے اور وہ کبھی نہیں نکلتا تھا۔ لالی ہمیشہ وقت پر پہنچتی تھی ریل گاڑی لیٹ ہو جاتی تھی خرابی کی وجہ سے موسم کی وجہ سے لیکن وہ لڑکی کبھی لیٹ نہیں ہوئی اسے موسم کی پرواہ نہیں تھی کبھی بھی نہیں۔ آج بھی اس کی نگاہیں کسی کی منتظر تھیں۔

ریلوے اسٹیشن پہنچ کر وہ بنچ پر بیٹھ گئی۔ سواریوں کا میلہ لگا ہوا تھا کام کرتے لوگ ادھر ادھر پھیلے ہوئے تھے وہ یک ٹک پٹڑی کو دیکھے جارہی تھی۔ اپنی ویران آنکھوں سے۔ سیاہ آنچل ہوا کی وجہ سے مسلسل پھڑ پھڑا رہا تھا۔ جسے سنبھالنے کی کوشش میں وہ قابو کیئے ہوئے تھی۔

وہ آئے گا۔ کل نہیں آیا تو آج ضرور آئے گا۔ آج نہیں تو کل ضرور کو ضرور آئے گا۔ یہی کل اور آج کے بیچ سلگتی لالی نہیں جانتی تھی اس کی زندگی میں صبح کبھی نہیں آئے گی۔

وہ یونہی کسی گمنام مسافر کی طرح بھٹکتی رہے گی اس شخص کے انتظار میں۔ یہ مرد ایسے کیوں ہوتے ہیں اس نے اپنے آپ سے پوچھا۔ یہ پڑھے لکھے لوگ بڑے ملکوں میں جا کر اپنے بچپن کی منگیتر کو بھلا کیوں دیتے ہیں۔ وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ کوئی ان کا انتظار کر رہا ہوگا۔ کچھ اداس آنکھیں آخری سانس تک ان کے راستہ دیکھتی رہی ہوں گی۔ کچھ ادھورے خواب لئے کچھ امیدیں کچھ خواہشیں۔ لیکن وہ سوچتے کہاں ہیں وہ تو سوچتے نہیں ہیں۔ بڑے لوگ کی نظر میں محبت دولت سے شروع ہو کر دولت پر ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے دل میں محبت کی قیمت فقط پیسے جتنی ہے۔ انہیں کسی غریب بیچاری لڑکی کے آنسوؤں کی پرواہ کب سے ہونے لگی۔

ریل گاڑی کی زوردار آواز پورے گاؤں میں گونج اٹھی۔ تیزی سے وہ کھڑی ہوئی۔ ریل گاڑی آ گئی وہ بھاگی ایک بوگی سے دوسرے تک دوسرے سے تیسرے۔ آخری تک وہ گئی ایک ایک سواری کو اس نے دیکھا۔ سب آئے تھے مگر وہ مسافر لوٹ کر نہ آیا جس کی وہ منتظر تھی۔ امید سے جلتی ہوئی آنکھیں روز کی طرح بجھ سی گئیں صبح سے شام ہو گئی۔ وہ واپس جانے لگی تھکے اور مردہ قدموں کے ساتھ۔ گاؤں کے بچے اسے دیکھ کر ہنسنے لگے سرگوشیاں کرنے لگے۔

آ گئی لالی پاگل"

وہ اسے پاگل سمجھتے تھے اب تو بڑے بھی اسے پاگل سمجھنے لگے تھے۔وہ پاگل نہیں تھی فقط اپنے شوہر کے آنے کا انتظار کرتی تھی وہ اپنے گھر کو اپنی محبت کو بچانا چاہتی تھی۔ شام کے وقت وہ پرانے جامن کے پیڑ تلے کھڑی سوچ رہی تھی جب کائنات اس کے پاس چلی آئی۔

"لالی کن سوچوں میں گم ہو؟" اس نے لالی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے متوجہ کیا۔لالی نے چونک کر سر اٹھایا اس کی آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

کائنات پتا نہیں میں کبھی اس شخص کے پاس جا بھی سکوں گی یا نہیں، وہ مجھے ملے گا یا نہیں؟ اداسی اس کی آنکھوں میں اتر آئی۔کائنات نے حوصلہ دینے والے انداز میں اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"لالی بھول جاؤ اس شخص کو وہ تمہیں کبھی نہیں ملے گا، اگر وہ تمہارا ہوتا تو یوں نہ جاتا" وہ اسے ہمیشہ کی طرح سمجھانے لگی۔کائنات کی بات پر اس کا دل تڑپ گیا۔

" یہ ممکن نہیں ہے کائنات میں اسے نہیں بھول سکتی" اس نے اعتراض کرتے ہوئے کہا۔گالوں پر آنسو پھیل گئے۔

" یہ ممکن نہیں ہے اور جو تم سوچ رہی ہو وہ بھی ناممکن ہے۔امریکہ جانا تیرے بس کی بات نہیں ہے جو دل کے دور ہوتے ہیں نہ ان کی دوری فاصلے بھی کم نہیں کر سکتے۔جو دل کے پاس ہوں اگر وہ آپ سے سات سمندر پار بھی دور ہوں تب بھی وہ اپنے ہوتے ہیں اور جو دل سے دور ہوں چاہے وہ سامنے ہی کیوں نہ بیٹھے ہوں وہ کبھی آپ کے نہیں ہوتے"

کائنات کے ساتھ چلتی ہوئی وہ گھر کی طرف جانے لگی جانتی تھی کائنات سچے دل سے اس کی مخلص تھی اس کا بھلا ہی چاہتی تھی لیکن دل.............؟

لالی کے مشکلات کا طوفان وہیں نہیں ختم ہوا تھا آگے بہت بڑے طوفان اس کے منتظر تھے۔جن سے اسے ٹکرانا تھا اس رات وہ کمرے میں بیٹھی تھی۔ہمیشہ یادوں میں کوئی سی رہتی تھی وہ البیلی سی لڑکی۔اماں اس کے کمرے میں چلی آئیں۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"لالی میری بات مان لے اور رفیق کے لیے ہاں کر دے" اماں نے وہی کہا جو وہ ہمیشہ سے کہتی تھیں۔اس کے لیے عشان نور کے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچنا بھی جیسے گناہ تھا۔وہ بے وفا تھا یا باوفا لیکن وہ اس سے محبت کرتی تھی وہ اس کا شوہر تھا اور وہ اس کے پاس جانا چاہتی تھی کسی بھی قیمت پر۔

"لالی تیرے ابا سے کہہ کر میں چوہدری کے اس بیٹے سے تیرا طلاق منگواتا ہوں" کھڑکی بھیگ رہی تھی بھیگتی ہی رہتی تھی۔کسی کی منتظر کھڑکی۔کچھ کھڑکیاں صرف کھڑکیاں نہیں ہوتیں انتظار کا مجسمہ بن جاتی تھیں۔

"نہیں اماں ایسا ممکن نہیں ہے" وہ بھی وہی بولی جو وہ ہمیشہ سے کہتی چلی آرہی تھی۔اب تو جانے دن بھی کتنے گزر گئے وہ گنتی کرنا بھی چھوڑ چکی تھی۔

"پاگل ہوگئی ہو تو۔تیرا ابا ہی تیرا دماغ صحیح کریں گے" اماں نے ابا کی دھمکی دی۔اس نے سہم کر اماں کی طرف دیکھا وہ اکیلی کس کس کا مقابلہ کرسکتی تھی۔ ابا مرد تھے مرد سب کچھ کرسکتے تھے۔عورت کے خواب تو ہمیشہ سے مرد نے اپنے پیروں تلے روندے ہیں۔عشان نور بھی ایک مرد تھا ظالم وڈیرہ جس نے ایک عورت کے خواب اس کے جذبات کی قدر نہیں کی تھی۔اماں چلی گئیں اور وہ ایک نئے طوفان کو سامنے دیکھ رہی تھی۔ اگلی شام اس نے کائنات کو گھیرے میں لے لیا۔

"بس جلدی مجھے امریکہ بھجوادے اس کے پاس" اس نے روتے ہوئے کہا تھا۔

"لالی امریکہ جانا آسان نہیں ہے بہت سارے مرحلوں سے گزرنا پڑتا ہے" کائنات نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

پیسوں کا انتظام ہوجائے گا کہیں نہ کہیں سے،"

"دیکھو لالی چھوڑ دو یہ سب تیرے اماں ابا جو کہہ رہے ہیں وہ مان لے۔ نہ تیرے پاس پیسے ہیں نا پاسپورٹ بنا ہے تو نہیں جاسکے گی امریکہ" کائنات اسے سمجھا سمجھا کر تھک چکی تھی۔آنسو نکل آئے جو ہمیشہ نکلنے کے لئے بے تاب رہتے تھے۔ جو اس کی قسمت میں لکھے تھے۔

"پاسپورٹ بن جائے گا ہم آج ہی بنواتے ہیں ناں؟"

لالی نے تیزی سے آنسو صاف کیے۔ کائنات تاسف سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"پاسپورٹ یہاں نہیں بن سکتا اس کے لیے شہر جانا ہوگا" کائنات نے اسے دوسرا مسئلہ بتایا تھا۔

"تو کیا ہوا ہم جائیں گے ناں شہر" لالی نے چہک کر کہا تھا۔کائنات ابھی بھی مطمئن نہیں تھی۔

"لیکن تیرے گھر والے تجھے شہر جانے کی اجازت کیسے دیں گے کیا کہہ کر ان سے شہر جائیں گے" کائنات اس کی مدد کے لیے حامی بھر کر ہی مصیبت میں پڑ گئی تھی۔ نہ وہ کچھ سننے کو تیار تھی نا ماننے کو۔

☆......☆......☆

" آنٹی جی لالی کی طبیعت کچھ خراب ہے" کائنات نے لالی کی اماں کو بتایا۔اس وقت وہ ان کے پاس ہی بیٹھی ہوئی تھی بہت سوچنے کے بعد اس نے یہی ایک طریقہ نکالا تھا۔لالی کی اماں نے گھور کر لالی کو دیکھا جو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی۔اماں کے یوں دیکھنے پر وہ زبردستی کھانسنے لگی۔

لے کیا ہو گیا اسے صبح تک تو چنگی بھلی تھی" ان کی آواز میں بے پناہ حیرت تھی۔

"ہاں بس ابھی سے طبیعت خراب سی ہو گئی ہے" کائنات نے دوسرا جھوٹ بولا۔

"تو حکیم کے پاس سے کوئی شیشی لا دے کم بخت ماری کو" اماں جانوروں کے لیے چارہ بنانے کو کھڑی ہوئی ۔کائنات بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

" آنٹی جی یہ حکیم کے بس کی بات نہیں ہے میں کہتی ہوں اسے شہر کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس لے جانا چاہیۓ" اماں نے ہاتھ روک کر کائنات کو دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ کر رہی ہو۔

"لے تو پاگل تو نہیں ہو گئی کڑیے۔جانتی بھی ہے کیا کہہ رہی ہے" لالی کان کھڑے کر کے سب سن رہی تھی

"ارے آنٹی جی آپ سمجھتی نہیں ہیں لالی کی دماغی حالت کچھ صحیح نہیں ہے تبھی یہ کچھ ٹھیک نہیں کرتی کسی ڈاکٹر کے پاس لے جاؤں گی تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔یہ بالکل نارمل ہو جائے گی"

کائنات نے رازداری سے کہا۔اماں سوچ میں پڑ گئیں۔کہہ تو واقعی صحیح رہی تھی لالی کی دماغی حالت بہت خراب تھی اس کا علاج ہو جانا چاہیے تھا تبھی شاید وہ اس شہری بابو کو بھلا کر رفیق سے شادی کر لے۔

لیکن یہ کس کے ساتھ جائے گی شہر" آخر کو وہ ماں ہی تھی رضامندی دیتے ہوئے انہوں نے تشویش سے پوچھا۔ لالی اور کائنات دونوں کے چہروں پر اطمینان سی چھا گئی۔

"میں ہوں ناں؟" کائنات نے گردن اکڑ کر فخریہ انداز میں کہا تو اماں نے حامی بھرلی۔

"دیکھو اس کے ابا کو پتا نہیں چلنا چاہیے وہ ابھی کھیتوں میں گئے ہیں شام تک واپس آجائیں گے۔ ان کے آنے تک تم لوگوں نے واپس آجانا ہے"

اماں نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔اس وقت وہاں ان تینوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

"ٹھیک ہے آنٹی جی آپ فکر نہ کریں ہم یوں گئے اور یوں آئے" کائنات ان کو مطمئن کرتی ہوئی لالی کو لے کر گھر سے باہر نکلی۔

"شناختی کارڈ وغیرہ تو سب اٹھا لئے ناں؟ کائنات نے باہر نکلتے ہوئے پوچھا تھا۔

"ہاں ہاں سب ہیں"۔اس نے اپنے دوپٹے کی طرف اشارہ کیا جہاں اس نے یہ سب باندھ رکھا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے اب چلو جلدی" وہ دونوں تیزی سے چلتی ہوئی سڑک تک آئیں۔وہ ٹرانسپورٹ ایکسپورٹ کا مین روڈ تھا۔وہاں سے کوئی نہ کوئی گاڑی تو مل ہی جاتی تھی اور گاڑی بھی مل گئی وہ لوگ شہر بھی پہنچ گئے

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے کائنات" لالی کو اس وقت کچھ کمزوری اور چکر سے محسوس ہو رہے تھے شاید تھکاوٹ کی وجہ سے۔وہ دونوں اس وقت شہر کے بالکل قلب میں کھڑی تھیں لالی پہلی بار شہر آئی تھی۔وہاں سے گزرتے لاکھوں کی تعداد میں گاڑیوں کے ریلے کو دیکھ رہی تھی۔ کائنات البتہ اسی شہر کے ایک ہوسٹل میں تعلیم حاصل کر رہی تھی اس کے لیے کچھ بھی نیا نہیں تھا یہاں۔

"حوصلہ رکھو ابھی ہم پاسپورٹ آفس پہنچنے والے ہیں" کائنات نے اسے حوصلہ دیا۔لالی کو اپنے قدموں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی ہر قدم بھاری ہوتا جا رہا تھا اگر کائنات نے اس کا ہاتھ نہ پکڑا ہوا ہوتا تو یقیناً وہ گر جاتی۔

"لالی تم ٹھیک ہو ناں" کچھ آگے جانے کے بعد کائنات نے اس سے پوچھا۔وہ اس کی چال اور طبیعت میں تبدیلی محسوس کر رہی تھی۔

"پتا نہیں کچھ عجیب عجیب سا لگ رہا ہے" لالی نے کہا۔وہ اپنے اندر ہونے والی اس منفرد تبدیلی کو خود بھی نہیں سمجھ پا رہی تھی۔ جانے اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا۔ کائنات اسے لیے کچھ آگے آئی وہ رکشہ لینے کا سوچ

رہی تھی۔لالی کی اس طبیعت کو دیکھ کر پیدل تو وہ نہیں جاسکتے تھے حالانکہ آفس بہت قریب ہی تھا۔مگر اس سے پہلے وہ کسی رکشے کو اشارہ کرتی لالی نے زوردار ابکائی کی۔کائنات گھبرا گئی "لالی یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے" لالی کو چکر بھی آ رہے تھے۔پانچ منٹ تک لالی کی حالت کچھ سنبھلی لیکن وہ پہلے جیسی نہیں رہی تھی اس کا جسم بہت کمزور ہو چکا تھا چلنا اس کے لیے مشکل تھا۔کائنات نے رکشے کو اشارہ کیا۔

" سٹی ہاسپٹل " رکشے والے کو جگہ کا نام بتا کر اس نے لالی کو کاندھے کے سہارے رکشے پر بٹھایا۔اس حالت میں وہ لالی کو لے کر آفس نہیں جاسکتی تھی۔دس منٹ بعد رکشہ ہاسپٹل کے سامنے تھا۔

☆......☆......☆

لالی اس وقت بیڈ پر نیم دراز تھی۔اسے ایک ڈرپ لگی ہوئی تھی۔کائنات ہاسپٹل کے اسی روم میں بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔کائنات کے چہرے پر گھبراہٹ کے نشان واضح تھے۔لالی کب سے اسے یونہی ٹہلتا ہوا دیکھ رہی تھی جب ہمت جواب دے گئی تو اس نے کائنات سے پوچھا

" کیا کہا ڈاکٹر صاحب نے " لالی کی بات پر اس نے گردن موڑ کر اسی طرف دیکھا۔اور اس کے پاس چلی آئی۔بیڈ کے دوسرے کونے پر بیٹھ کر جیسے وہ لفظ تلاش کر رہی تھی۔

"لالی تمہیں کیسے بتاؤں مجھ میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے" لالی کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ڈرتے ڈرتے وہ پوچھ رہی تھی۔ لالی کو اچانک خطرے کی گھنٹی سنائی دی۔

" کائنات جو بھی بری خبر ہے سنا دو " اس نے تیزی سے کائنات کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھا۔نگاہیں منتظر سی تھیں چہرے پر گھبراہٹ تھی۔

"بری خبر نہیں ہے لالی خبر تو اچھی ہے لیکن تمہارے لیے بری ہے" کائنات نے اس کے گال پر ہاتھ رکھا۔لالی نے برف کی طرح خشک نگاہوں سے اسے دیکھا۔

" تم ماں بننے والی ہو لالی " لالی کو لگا چھت اس کے سر پر آ گرا۔وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔کبھی کبھی لفظ بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں۔ اتنی اچھی خبر اسے کب مل رہی تھی۔کس موڑ پر۔

شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ لالی ڈرپ اور کچھ جوسز پینے کے بعد بالکل صحیح ہو چکی تھی۔

لیکن چہرے کی اداسی ختم ہونے کی بجائے مزید بڑھتی جا رہی تھی۔ اس موقع پر کوئی تھا جو اس کے پاس ہوتا اسے سہارا دیتا۔ یہ خبر سن کر اسے خوشی سے گلے لگاتا لیکن کوئی نہیں تھا۔

" کائنات ہمیں اب گھر واپس چلنا چاہیے " اس نے پاس بیٹھی کائنات سے کہا۔ دیر ہو رہی تھی اماں انتظار کر رہی ہوں گی اب تک تو ابا بھی واپس آگئے ہوں گے۔ جانے گھر میں کتنا بڑا طوفان کھڑا ہو چکا ہوگا۔

" لیکن تم اس حالت میں ۔۔۔۔۔۔۔ " کائنات نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وہ ٹھیک تھی لیکن گھر جانے کی پوزیشن میں ابھی بھی نہیں تھی۔

" میں ٹھیک ہوں چلو " اس نے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔ کائنات نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ وہ گھر والوں کی طرف سے بھی پریشان ہو رہی تھی جو کام کرنے آئی تھی وہ تو ہوا نہیں تھا اور یہاں سے وہ کچھ نئی پریشانیاں لے کر جا رہی تھی۔ وہ دونوں گھر واپس آگئیں۔ ہر طرف اندھیرا تھا۔ گھر کے آنگن میں ابا غصے سے ٹہل رہے تھے اور باقی سب بھی خوفزدہ نگاہوں سے ان کو دیکھے جا رہے تھے۔ دادی مسلسل تسبیح کے دانے گرانے میں مصروف تھیں۔ کائنات اسے کاندھے کا سہارا دیتے ہوئے اندر لے آئی۔

" کہاں دیر لگا دی اتنی " ابا کی چنگھاڑتی ہوئی آواز پورے گھر میں گونج اٹھی۔ انہوں نے بڑے خطرناک تیوروں کے ساتھ اسے دیکھا تھا۔ دادی بھی اس کے پاس آگئیں۔ اس کی کمزور حالت سب کے سامنے تھی۔

" جی وہ انکل لالی کی طبیعت اچانک بہت خراب ہو گئی اس لئے ہاسپٹل میں اسے ڈرپ لگانی پڑ گئی " کائنات نے اس بار سچ بولا۔ ہاں البتہ اس کے ماں بننے والی بات وہ ہضم کر گئی۔ یہ بات لالی خود بتاتی اور جس انداز میں بتاتی اسے نہیں معلوم تھا۔

" لیکن ۔۔۔۔۔۔ " ابا نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا جب دادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

" حوصلہ کر پتر دیکھ بچی کی حالت "

ابا کا غصہ ذرا ٹھنڈا ہوا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔ اماں بھی اس کے پاس چلی آئیں۔

" کائنات پتر تو جا اپنے گھر تیری ماں دو بار پوچھ چکی ہے تمہارا " دادی نے کائنات کو کہا۔

کائنات نے سر اثبات میں ہلایا اور کن انکھیوں سے لالی کی طرف دیکھتے ہوئے گھر سے باہر نکلی۔ اماں لالی کو

لئے ہوئے کمرے میں آ گئیں۔

☆......☆......☆

حالات اس سے کہیں زیادہ خراب ہو چکے تھے جس حد تک لالی نے سوچا تھا۔زندگی کے امتحان کچھ ایسا رخ اختیار کریں گے یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔ ایک بہت بڑا ایڈونچر تھا اس کے سامنے۔وہ اگر گھر والوں کو اپنے پریگننٹ ہونے کی بات بتا دیتی تو نہیں جانتی ان کا ردعمل کیا ہو سکتا ہے مگر اتنا اسے یقین تھا ان کا فیصلہ جو بھی ہو گا اس کے حق میں نہیں ہو گا۔امریکہ جانے کا خواب تو اس کا یہیں تک تھا اب وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی وہاں جانے کے بارے میں اور نہ اس حالت میں کبھی جا سکتی تھی۔یہ خبر وہ گھر والوں سے چھپا رہی تھی لیکن زیادہ دیر تک چھپا نہیں سکتی تھی۔اس نے اس معاملے میں کائنات کی مدد لینی چاہی اور اس نے جو مشورہ دیا تھا وہ اس کے قدموں تلے زمین کھینچ گئی۔

"تم حمل ضائع کر دو" اس نے بے یقینی سے کائنات کو دیکھا۔ جیسے یقین کر رہی ہو یہ بات واقعی کائنات کے منہ سے نکلا ہے۔اس کی نظروں سے گھبرا کر کائنات نے گڑبڑا کر کہا۔

"تو اور تمہارے پاس کوئی راستہ نہیں ہے۔نہ تو تم اس بچے کو چھپا سکتی ہو نا اس دنیا میں لا سکتی ہو" کچھ بھی ہو جاتا لیکن وہ حمل ضائع نہیں کر سکتی تھی اتنا بڑا گناہ کیسے کرتی۔ سانپ اپنے بچوں کو کھا جاتا ہے لیکن وہ انسان تھی اشرف المخلوقات میں سے تو وہ اتنا بڑا قدم کیسے اٹھاتی ایک ماں اپنے ہی بچے کو کیسے مار سکتی ہے۔نہیں نہیں وہ ایسا نہیں کرے گی۔مگر اس کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ بھی نہیں تھا۔اسے ہر طرف اندھیرا محسوس ہونے لگا۔تبھی اچانک اس کے ذہن میں روشنی بن کر ایک خیال آیا۔

"اگر یہ بات عشان نور کو پتا چل جائے کہ وہ باپ بننے والا ہے تو یقیناً وہ خوش ہو جائے گا" اس کی خوش فہمی تھی جو وہ ایسا سوچ رہی تھی۔

"تو ایک نمبر کی پاگل ہے" کائنات نے اسے ٹوک دیا۔

"وہ تجھے بیوی نہیں سمجھتا تو تیری اولاد کو اپنی اولاد کیسے تسلیم کرے گا" کائنات کی بات سوچنے والی تھی مگر وہ ایک بار تو اسے بتا دیتی کم از کم زندگی کے کسی موڑ پر اسے یہ افسوس تو نہ رہتا کہ وہ اسے اتنی بڑی بات بتا ہی نہیں سکی

"وہ تیری بات پر کبھی یقین نہیں کرے گا" کائنات اسے مسلسل سمجھاتی رہی اور کافی دیر تک سر کھپاتی رہی مگر اس کا فیصلہ وہی تھا وہ ٹس سے مس تک نہ ہوئی اپنی بات سے۔

" مگر تو اس سے رابطہ کیسے کرے گی" کائنات نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا۔ وہ دونوں منڈیر کے پاس بیٹھی تھیں۔ درخت پر چڑیوں کی چہچہاہٹ تھی۔

"تم اس کا نمبر لاؤ اس کے گھر سے" لالی نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔ کائنات گھبرا گئی۔

میں؟ میں کیسے؟

"تم ان کی حویلی سے جا کر اس کا نمبر لاؤ۔ تم تو میری سب سے اچھی سہیلی ہو ناں؟" اس کی آنکھوں میں التجا تھی۔

"اور اگر بات کرنے کے بعد بھی اس نے تمہیں اور تمہارے بچے کو اپنانے سے انکار کر دیا تو؟" کائنات نے خدشہ ظاہر کیا۔

"تو میں مان لوں گی وہ شخص کبھی میرا نہیں تھا" اس کی آنکھوں سے گرتے آنسوؤں نے شاید کائنات کا دل پگھلا دیا تبھی اس نے ہامی بھری۔ کائنات شام کے وقت وہیں حویلی گئی تھی اور لالی بے چین سی اپنے گھر میں ٹہل رہی تھی۔ دھڑکن کی رفتار معمول سے ہٹ کر تھی۔ سردی اس کے جسم سے ٹکرا رہی تھی لیکن وہ بنا کچھ محسوس کئے دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی۔

"ارے لالی کم بخت ماری اتنی سردی میں باہر کیا کر رہی ہے" اماں نے اندر سے آواز دی۔ اس نے کوئی جواب نہیں دیا رات کی تاریکی پھیل چکی تھی ہر طرف اندھیرا تھا۔ چاند کی روشنی زمین پر پڑ رہی تھی اس وقت اس نے دروازہ کھلتے ہوئے دیکھا کائنات اندر داخل ہوئی اور اسے باہر آنے کا اشارہ دے کر ایک بار پھر سے غائب ہو گئی۔ لالی نے ڈرتے ہوئے اندر دیکھا سبھی اتنی سردی میں اندر انگیٹھی جلائے خود کو گرم کر رہے تھے۔ وہ تیزی سے باہر نکلی۔ کائنات سامنے ہی درخت کے پاس کھڑی تھی وہ بھاگ کر اس تک گئی۔

کیا ہوا تم نمبر لے آئیں" بڑی بے چینی سے اس کے منہ سے نکلنے والا پہلا سوال یہی تھا۔ اس کی سانس ابھی تک تیز تیز چل رہی تھی۔

"ہاں" کائنات کے اس جواب نے اس کے دل میں اٹھنے والی چنگاری پر پانی ڈال دیا۔ وہ مسکرائی۔ کائنات اپنے سمارٹ فون سے نمبر ملانے لگی۔ وہ بے تابی سے اسے دیکھے جارہی تھی دھڑکن حد سے زیادہ تیز تھی۔

"یہ لو رنگ جارہی ہے" کائنات نے تیزی سے موبائل اس کی طرف بڑھایا۔ لپک کر اس نے موبائل کائنات کے ہاتھ سے لے لیا، اور اپنے کان سے لگا لیا۔ دل پسلیاں توڑ کر باہر آنے کو بے تاب تھا۔

"ہیلو" ایک مردانہ آواز دوسری طرف سے سنائی دی اس آواز کو وہ پہچان سکتی تھی کروڑوں میں بھی۔ اس کی دھڑکن کی دھک دھک باہر تک سنائی دے رہی تھی۔ اس سے کچھ بولا نہیں جارہا تھا۔

"ہیلو" ایک بار پھر مخاطب کیا گیا تھا۔

"اسلام وعلیکم" آواز بعد میں نکلی آنسو پہلے نکلے۔ کرب سے اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔ کچھ سوچنے کے بعد اس کے سلام کا جواب دیا گیا۔ شاید وہ کسی اجنبی نمبر کو دیکھ کر حیران ہوا ہوگا۔

" آپ کون "اس نے پوچھا۔ آنسوؤں کی رفتار بڑھ رہی تھی بڑھتی چلی جارہی تھی۔ وہ شخص اس سے پوچھ رہا تھا آپ کون،؟ وہ شخص۔۔ جس کے نام کا کلمہ وہ صبح شام پڑھتی تھی۔ بہت شکوے تھے بہت غصہ تھا اسے لیکن اس وقت وہ کچھ نہیں کہہ سکتی تھی فقط اتنا بولا اس نے۔......

"میں لالی" آنسو کا گولہ بننے لگا۔ آواز اجنبی ہونے لگی۔ کائنات اسے دیکھ رہی تھی فون سپیکر پر تھا اس کے اور کائنات کے درمیان پردہ نہیں تھا کبھی۔

"کون لالی؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا تھا۔ لالی کے دل پہ الٹی چھری چلنے لگی۔

" کون لالی وہی لالی جس کے ساتھ نکاح کیا ہے جو تمہارے بچپن کی منگیتر اور دوست ہے، جسے چھوڑ کر چلے گئے ہو" وہ بہت کچھ بولنا چاہ رہی تھی لیکن کچھ بھی نہ بول سکی۔ آنسوؤں کی رفتار لحہ بہ لحہ بڑھ رہی تھی۔ وہ جو اس خوش فہمی میں تھی وہ شخص اس کی آواز سن کر خوش ہوگا غلط ثابت ہو چکی تھی۔

" آپ کی بیوی" یہ تین لفظ جانے کتنی دیر بعد اسنے کہے تھے۔ دوسری طرف لمحے بھر کے لیے خاموشی رہی۔

"میری کوئی بیوی نہیں ہے" بڑی رکھائی سے کہا گیا تھا۔ وہ شاید فون کٹ کرنے والا تھا جب لالی نے تیزی سے کہا" آپ باپ بننے والے ہیں"

اوراس کے بعد اسے جو جواب ملا لالی کو ایک نہیں سات آسمان اپنے اوپر گرتے ہوئے محسوس ہونے لگے۔

"شٹ اپ کبھی سوچنا بھی مت میں تمہارے بچے کو اپنا نام دوں گا۔ میرا ناں تم سے کوئی تعلق ہے ناں تمہارے بچے سے، میری بلا سے تم وہ بچہ ضائع ہی کر دو" غصہ تھا نفرت یا سفاکی انہی میں سے کچھ تھا لیکن انتہا کا تھا۔ٹوں ٹوں کی آواز پر کال کٹ گئی۔ موبائل لالی کے ہاتھ سے گر گیا۔وہ گم سم سی کھڑی برف بن گئی۔لفظوں کے زخم تلوار سے بھی گہرے ہوا کرتے ہیں اور جب یہ زخم کوئی اپنا دے تو زخم سے زیادہ دینے والی کی بات تکلیف دیتی ہے۔یہ وہ آخری امید تھی جو ختم ہو چکی تھی وہ شخص اس کا کبھی نہیں تھا اور نہ کبھی ہو سکتا تھا۔محبت کرنے والے کبھی چھوڑ کر نہیں جاتے۔چھوڑ جانے والے کبھی محبت نہیں کر سکتے۔ اب جینا مشکل ہو چکا تھا لیکن جینا تو ہر حال میں تھا۔وہ ایک ایسی سوراخ والی کشتی پر بیٹھی تھی جو ڈوب گئی منزل تک پہنچنے سے پہلے۔ امید کی آخری کرن بھی بجھ گئی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔سب کچھ ختم ہو گیا، زخمی پاؤں، کانٹوں سے بھرا راستہ، میلوں کا سفر، بہت کھٹن تھا بہت زیادہ۔

☆......☆......☆

"نماز نیند سے بہتر ہے"

حور کی صبح اذان کی آواز سے ہوئی۔ مؤذن کی آواز پر اس کی آنکھ کھلی۔نظر سامنے وال کلاک پر پڑی جو چھ بجنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ ہر طرف اندھیرا تھا، کمرے میں زیرو بلب آن تھا۔چھوٹی بے خبری کی نیند سوئی ہوئی تھی اس نے چھوٹی کا کمبل درست کیا اور اپنے اوپر سے کمبل ہٹاتے ہوئے کھڑی ہوئی۔ جوتے ٹٹول کر واش روم میں گئی، وضو کرنے کے بعد نماز ادا کی اور کافی دیر تک دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے بیٹھی رہی۔ پھر قرآن پاک ہونٹوں سے لگا کر اس نے تلاوت شروع کر دی۔وہ اردو ترجمے والا قرآن تھا، آس پاس سے بے خبر وہ صرف تلاوت کیے جا رہی تھی۔

"بیشک یہ قرآن وہ راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور خوشی سناتا ہے ایمان والوں کو جو اچھے کام کریں کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے"

قرآن پاک کی تلاوت کے بعد اس نے قرآن پاک کو الماری میں رکھا، اور چھوٹی کو آ کر جگانے لگی۔

اٹھو چھوٹی صبح ہوگئی ہے" چھوٹی نے کروٹ بدل کر کمبل درست کیا وہ اسے دیکھتی رہ گئی۔ اسے جگانے کے لیے حور کو بڑی محنت کرنی پڑتی تھی وہ پہلی آواز میں کبھی نہیں جاگتی تھی۔

"چھوٹی" اس نے تنبیہ کرنے والی نظر سے اسے دیکھا تھا جو کمبل سے سر باہر نکال رہی تھی۔

"کیا ہے سونے دوناں آپی" وہ نیند سے بھری آواز میں بولی۔

"سو جانا لیکن نماز پڑھنے کے بعد" کمبل اس نے کھینچا اور چھوٹی آنکھیں مسلتے ہوئے اٹھ بیٹھی۔

کیا ہے آپی کبھی سونے بھی دیا کریں" اس نے منہ بسور کر شکوہ کیا۔

"تم گیارہ گھنٹے سے سو رہی ہو چھوٹی اگر پانچ منٹ نماز کو دو گی تو یہ تمہارے لیے بہتر ہوگا" اس نے بلب آن کیا۔

"نماز کی چھٹی نہیں ہو سکتی کیا؟"

"نہیں بالکل نہیں" وہ اب کمبل لپیٹ رہی تھی۔ چھوٹی بادل نخواستہ کھڑی ہوئی۔ حور کی انہی نصیحتوں کی وجہ سے وہ اکثر اس سے چڑتی تھی۔ حد سے زیادہ دقیانوسی لگتی تھی وہ اسے۔

"تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں نماز پڑھنے کا موقع مل رہا ہے تم خوش قسمت ہو کہ تم ایک مسلمان گھر میں پیدا ہوئی ہو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہو"

بیڈ شیٹ درست کرتے ہوئے وہ بولتی جا رہی تھی۔ چھوٹی بالوں کو پونی میں قید کرنے لگی۔ اس کی آنکھوں میں ابھی تک نیند کی خماری نظر آ رہی تھی۔

"حد ہے آپی اتنی اچھی نیند میں تھی اور آپ نے میری نیند کی بینڈ بجا دی" وہ ابھی تک ناراض سی لگ رہی تھی۔ ہمیشہ ہوتی تھی۔ کم عمر تھی نادان تھی بڑی باتوں کو سمجھنے میں وقت لگتا تھا۔ سمجھ جاتی کبھی نہ کبھی۔

"سورہ الکوثر میں فرمایا گیا ہے تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو"

چھوٹی نے الجھ کر دیکھا۔

"قربانی کیسی قربانی آپی؟"

"قربانی یعنی اپنی کسی پیاری چیز کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دینا جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے بیٹے

کی قربانی کرنے جارہے تھے، جیسے ابھی اتنی سرد صبح تم نے اپنی نیند قربان کر دی نماز کے لیے۔ بے شک اللہ تمہارے اعمال ضائع نہیں کرے گا وہ بڑا انصاف کرنے والا ہے"

چھوٹی نے دوپٹہ پہنا اور جوتے پہننے لگی وہ کمبل درست کر چکی تھی۔

"صبح صبح اتنی ٹھنڈ میں نماز کے لیے اٹھنا مشکل ہے لیکن نماز نیند سے کہیں زیادہ بہتر ہے"

چھوٹی بیزاری سے بھرپور سانس لیتی ہوئی واش روم کی طرف بڑھ گئی۔ حور کے لیکچرز اسے کم ہی سمجھ آتے تھے۔

☆......☆......☆

شام کا وقت تھا۔ حور کچن میں کھڑی پتیلے میں چمچہ گھمارہی تھی۔ کچن میں ہلکا سا دھواں پھیلا ہوا تھا اور چاولوں سے اٹھنے والی خوشبو پورے کچن میں پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت اس نے سادہ سے سبز کپڑوں کے اوپر سیاہ شیشے والی شال اوڑھ رکھی تھی۔ سیاہ شال میں اس کا سفید چہرہ اور سبز آنکھیں بہت ہی پر کشش نظر آرہی تھیں۔ چوہدریوں کے گھر دادی کا کام نمٹا کر وہ جلدی جلدی نکلی تھی کسی بھی صورت وہ اس بلے کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی کل صبح ہی تو وہ غلطی سے اس پر کیچ اپ ڈال چکی تھی، اور اب سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔ شکر تھا جو وہ اس کے بعد سامنے نہیں آیا تھا۔

"حور چاول بنانے کے بعد ذرا میرے کپڑے استری کر دینا" باہر سے اماں کی آواز سنائی دی۔

"جی اماں" اس نے چولہے کی گیس تھوڑی مدھم کر دی۔ اور وہیں کاونٹر پر کھڑی سلاد بنانے لگی گھر کے سارے کام اسی نے کرنے تھے چھوٹی مرضی کی مالک تھی۔ کچن میں زیادہ گھستی ہی نہیں تھی۔

اف آپی کچن میں تو میرا دم گھٹتا ہے" وہ اکثر کہتی تھی حور مسکرا دیتی۔ اتنے سارے کام دیکھ کر تو سب کا دم گھٹنے لگتا ہے۔ چمچ سے ذرا چاول نکال کر وہ نمک چیک کر رہی تھی جب کاونٹر پر پڑے موبائل کی سکرین روشن ہوئی۔ چمچ رکھ کر اس نے موبائل اٹھایا۔ کوئی میسج آیا ہوا تھا۔ جسے اوپن کر کے وہ پڑھنے لگی۔

"تم بہت خوبصورت ہو" اور ساتھ میں ایک سمائلی بھی تھی۔ وہ کوئی نیا نمبر تھا جسے اپنے موبائل میں وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ یہ تو وہ جانتی تھی یہ میسج یقیناً وردان نے کیا ہوگا لیکن اس نے نیا نمبر کب سے لیا تھا یہ وہ نہیں جانتی تھی

ذرا الجھن بھرے انداز میں اس نے جواب لکھا۔

"آپ کون" دس سیکنڈز بعد جواب آیا

"آپ کے مستقبل کا ہم سفر" یہ جواب آیا تھا جسے پڑھ کر وہ مسکرائی۔ شرمیلی سی مسکراہٹ۔ وہی وردان ہی تھا جو اکثر ایسی باتیں کیا کرتا تھا۔ دھڑکن اتھل پتھل ہونے لگی۔ وہ کوئی جواب سوچ ہی رہی تھی جب دوسرا میسج آیا۔

"آئی لو یو" موبائل اس کے ہاتھ میں کانپنے لگا۔ وردان سے بات کرتے ہوئے اس کی حالت ہمیشہ یہی ہوتی تھی شاید یہی محبت تھی۔ اس بار بھی اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور موبائل ہاتھوں میں لئے کھڑی رہی۔ سکرین ایک بار پھر روشن ہو گیا۔

"یو لو می؟" اب کی بار پوچھا گیا تھا۔ وہ شرما رہی تھی دل میں تو جواب ہمیشہ سے "یس" تھا لیکن یہ جواب وہ میسج پر کیسے لکھتی۔

"یو لو می؟" ایک بار پھر سے وہی میسج آیا۔ دل میں بجلی دوڑنے لگی۔ سب کچھ بھول کر پوری طرح سے وہ موبائل کو دیکھنے میں مگن تھی۔ وردان میسجز کم ہی کرتا تھا زیادہ وہ کالز کرتا تھا۔ اس کے اس نئے انداز پر وہ خوش بھی ہوئی تھی اور شرما بھی رہی تھی۔

"یس" یہ ایک لفظ ٹائپ کر کے اس نے میسج سینڈ کر دیا۔ جواب بیس سیکنڈز بعد آیا۔

"تھینکس مائی سویٹ ہارٹ ، کیا کر رہی ہو؟"

چاول بنا رہی ہوں" اس نے جواب لکھا۔ "چاول" سے ہی اسے چاول یاد آئے جو جلنے کے قریب تھے۔ جلدی سے اس نے موبائل سائیڈ پر رکھا، اور چاولوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ ادھر ادھر کاموں میں مصروف ہو گئی اسے موبائل کا ہوش ہی نہیں رہا حالانکہ وردان کافی دیر تک میسجز کرتا رہا۔ جواب دینا تو دور اسے پڑھنے کی فرصت بھی نہیں تھی۔

رات ہو چکی تھی۔ وہ نوٹس سامنے رکھے انہی میں الجھی ہوئی تھی، لیمپ کی روشنی نوٹس پر پڑ رہی تھی۔ روشنی کا ہلکا سا سایا اس کے چہرے پر بھی تھا جس میں اس کے ماتھے کی لکیریں واضح نظر آ رہی تھیں۔ اماں اپنے کمرے میں سو چکی تھیں، اور چھوٹی بھی گہری نیند میں تھی اس کے خراٹے حور کو ڈسٹرب کر رہے تھے لیکن وہ ضبط کیے بیٹھی تھی

۔وائبریشن کی وجہ سے ٹیبل پر رکھا موبائل حرکت کرنے لگا اس کی توجہ ٹوٹ گئی۔اٹھ کر وہ موبائل تک آئی۔
وردان کالنگ" سکرین پر نمبر دیکھ کر اس نے چھوٹی کو دیکھا جو سوئی ہوئی تھی۔کمرے سے باہر آ کر اس
نے موبائل کان سے لگایا۔
" کیسی ہوئی مائی سویٹ کزن؟" دوسری طرف سے وردان کی بھاری آواز اسے سنائی دی۔
" ٹھیک ہوں آپ سنائیں" اس نے سرگوشی کے انداز میں بات کی۔سردی کی وجہ سے کانپ بھی رہی تھی۔
" ہائے۔۔۔ہم کیا سنائیں دل کے ہر کونے میں تو آپ کا بسیرا ہے،مجھ میں میں کم اور تم زیادہ ہو"
مسکراہٹ کا راستہ روکتے ہوئے اس سنجیدگی سے پوچھا
" کیا میں جان سکتی ہوں اتنی رات کو کیوں کال کی گئی؟" ہلکا سا مصنوعی غصہ تھا اس کے لہجے میں حالانکہ اس کی آواز سن کر وہ کچھ دیر پہلے والی ٹینشن بھول چکی تھی۔
" ارے وہ کیا کہتے ہیں" ☆

''محبت کیا ہے، تاثیرِ محبت کس کو کہتے ہیں

تیرا مجبور کر دینا، میرا مجبور ہو جانا''

وہ بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی۔مجال ہے جو یہ وردان کبھی سیدھے سے جواب دے، ہر وقت رومانس کا بھوت اس کے سر پر سوار رہتا ہے۔
" مجھے یقین نہیں آتا تم کو فوج میں کس نے بھرتی کیا؟ فوجی تو بڑے سخت جان ہوتے ہیں جو چوبیس گھنٹے بارڈر پر ملک کی حفاظت کرتے ہیں" اس نے وردان کو شرم دلانے کی کوشش کی جس پر اس نے قہقہہ لگایا۔
" تو ایسا ہے میری سویٹ کزن دل تو فوجی بھی رکھتے ہیں اور دل میں دلدار بھی" وہ کچھ نہیں بولی۔
" کیا کر رہی تھیں اس وقت؟" اب وہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔
" کچھ نہیں نوٹس دیکھ رہی تھی" سادہ سا جواب۔
" نوٹس کے علاوہ بھی کچھ چیزیں ہیں جنہیں تمہاری توجہ کی ضرورت ہے" وردان نے جیسے کچھ جتایا تھا۔
" مثلاً؟" سمجھ کر بھی وہ ناسمجھ بننے لگی ۔

"مثلاً تمہارا فیانسی جس کے نام کی ایک عدد انگوٹھی تمہیں پہنائی گئی تھی، تمہارا ایک مجنوں عاشق جو صبح شام تمہارے خیالوں میں گم رہتا ہے" وہ اسے جتا بھی رہا تھا اور شکوہ بھی کر رہا تھا۔

"تم جانتے ہو ناں وردان میرے پاس وقت کتنا کم ہوتا ہے، بہت سارے کام کرنے ہوتے ہیں مجھے گھر کے بھی اور باہر کے بھی۔ تم اپنا کہہ رہے ہو اور میرے پاس خود کے لئے بھی وقت نہیں ہے" اس نے مدھم آواز میں کہا وہ اب سنجیدہ ہو چکی تھی۔ جانتی تھی وردان کا شکوہ جائز ہے مگر وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی۔

"مرضی کے مالک ہو اور ہم ٹھہرے دل سے مجبور لوگ جتنا ستانا ہے ستا لو، شادی کے بعد سارے قرض وصول کروں گا" وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔ حور مسکرا دی، وردان میں اسے یہی بات بہت اچھی لگتی تھی وہ کبھی ناراض نہیں ہوتا تھا۔

" پھپھو اور چھوٹی سو گئیں ہیں کیا؟" اس نے پوچھا۔

ہاں۔

"اور تم کہاں ہو اس وقت؟"

" کمرے کے باہر"

"دروازے کے پاس آؤ"

" کیا مطلب"

"مطلب گھر کے دروازے کے پاس آؤ"

"لیکن کیوں؟" وہ حیران ہوئی

" کہہ رہا ہوں ناں آؤ" وہ ضد کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ موبائل کان سے لگائے وہ دروازے کے پاس گئی۔

"جلدی کرو یار مجھے بہت سردی لگ رہی ہے" اس کی آواز میں کپکپاہٹ محسوس کی جا سکتی تھی۔

"تمہیں سردی لگ رہی ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں؟

تم دروازہ کھولو میں اندر آ جاؤں گا" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا جبکہ حور نے خوفزدہ ہو کر دروازے کی طرف دیکھا۔

"تم باہر کھڑے ہو؟"

"اب کیا اسٹام پیپر پر لکھ کر دوں یار، جلدی کرو ورنہ میں اس سردی میں قلفی بن جاؤں گا" حور نے تیزی سے دروازہ کھولا وہ سامنے کھڑا تھا۔ مسکرا رہا تھا۔

سفید شلوار قمیض سیاہ رنگ کی سویٹر، ایک گرم شال بھی اس نے اوڑھ رکھی تھی۔

"تم؟ اس وقت یہاں؟" وہ گھبرائے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ وردان نہیں کوئی بھوت ہو۔

اب کھڑے کھڑے دیکھتی رہو گی یا اندر بھی بلاؤ گی؟" وہ سامنے سے ہٹ گئی وردان اندر داخل ہوا اس کے چہرے کی رنگت اڑی ہوئی تھی۔

"پلیز تم چلے جاؤ یہاں سے اگر اس وقت کسی نے دیکھ لیا تو؟" وہ ڈر کے مارے بولی۔

" کم آن حور، میں کوئی اجنبی نہیں ہوں تمہارا ہونے والا شوہر ہوں جلد ہماری شادی ہونے والی ہے لیکن تم ابھی تک مجھ سے دور بھاگتی ہو" وہ زچ ہو کر بولا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ وہ بھی درود پاک کا ورد کرتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آئی۔

"تم تو مجھے ایسے دیکھ رہی ہو جیسے میرا تعلق طالبان گروپ سے ہو؟" قہقہہ لگاتے ہوئے اس نے کہا۔ حور نے اسے گھورتے ہوئے ٹھنڈی سانس خارج کی۔

حد کرتے ہو آپ وردان ۔ تاسف سے کہتی ہوئی اس نے چھوٹی کی طرف دیکھا جو سو رہی تھی۔

"اچھا بیٹھو اتنی سردی میں تمہارا سر پھرا عاشق صرف تمہارے لئے آیا ہے"

" آہستہ بولو پلیز چھوٹی جاگ جائے گی" ڈرتے ہوئے وہ سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی

"تم تو ہو ہی ڈرپوک، بچپن میں بھی مجھ سے ایسے ہی ڈرتیں تھیں" وہ اس کی سہمی ہوئی صورت کو دیکھ کر انجوائے کر رہا تھا۔ بچپن سے ہی وہ اس پر رعب جماتا تھا۔

"اور آپ بھی بچپن کی طرح بہت ضدی ہو۔ ہمیشہ اپنی بات منوانے والے" ہلکے سے غصے کے ساتھ وہ کہہ رہی تھی۔ اتنی رات کو وردان یوں اچانک نازل ہو جائے گا یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

"ارے تم ایک آرمی آفیسر کی ہونے والی بیوی ہو یوں ڈرنا تمہیں زیب نہیں دیتا سویٹ کزن"

"مرد اتنے سخت کیوں ہوتے ہیں؟" بے اختیار وہ پوچھ بیٹھی۔

"مرد سخت نہیں ہوتا بہت نرم ہوتا بالکل ناریل کی طرح باہر سے مضبوط اندر سے بہت نرم ۔تم نے دیکھا ہوگا ناریل کا خول سخت ہوتا ہے تاکہ اس میں موجود پانی محفوظ رہے مرد کو اللہ تعالیٰ نے اس لیے مضبوط بنایا ہے تاکہ وہ نازک عورت کی حفاظت کر سکے"

وہ مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ ہلکی سی داڑھی پر اس کی مسکراہٹ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔وہ خود کو ان آنکھوں میں دیکھنے سے روکنے کی کوشش کر رہی تھی ورنہ کھو جاتی۔

"تم کتنی خوبصورت ہو" اس نے تھوڑی تلے ہاتھ ٹکا کر کہا۔وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا حور گڑبڑا گئی۔

"جانے لوگ کس سمندر کی بات کرتے ہیں میں تو تمہاری آنکھوں میں ڈوب جاتا ہوں" حور نے ہونٹ کاٹ کر شرماتے ہوئے سر جھکا لیا۔وہ بے حد محظوظ ہو رہا تھا۔

"صرف تمہیں دیکھ کر یقین سا آتا ہے کہ آج کے دور میں بھی لڑکیاں شرماتی ہیں" وہ بری طرح نروس ہو رہی تھی۔بے وجہ ناخن کھروچتے ہوئے وہ فقط اتنا سوچ رہی تھی اگر اس وقت اماں یا چھوٹی جاگ جائیں تو وہ تو کچھ بھی نہیں کہیں گے لیکن وہ اپنی نظر میں گر جائے گی۔

"ارے اتنی سردی ہے اپنے مہمان کو چائے نہیں پلاؤ گی بے مروت لڑکی" اس کی بات پر اس نے چونک کر سر اٹھایا وہ اطمینان سے بیٹھا پاس پڑے اس کے نوٹس دیکھ رہا تھا ۔چہرے پر بالکل سکون تھا۔کسی کا ڈر خوف اسے بالکل نہیں تھا۔ وہ بچپن میں بھی ایسا ہی بہادر لڑکا تھا تبھی اسے آرمی میں جانے کا شوق ہوا وہ کھڑی ہوئی چائے بنانے کے لیے۔

" کھانے میں کیا بنایا ہے" وردان نے پیچھے سے آواز دی۔وہ ذرا حیران ہوئی تھی۔

"بتایا تو تھا۔ چاول بنائے ہیں۔" اس نے وردان کو یاد دلایا،نوٹس کے صفحات پلٹاتے اس کے ہاتھ رک گئے اس نے حور کی طرف دیکھا۔

" کب بتایا تھا تم نے؟" وہ اس بھی زیادہ حیران تھا

شام کو

"شام کو ہماری کب بات ہوئی؟"

"جب آپ نے میسج کیا تھا؟" وہ پوچھ رہی تھی یا بتا رہی تھی خود بھی نہ جان سکی۔

"نہیں میں نے تو کوئی میسج نہیں کیا" لاپرواہی سے کہہ کر وہ ایک بار پھر اس کے نوٹس دیکھنے میں مصروف ہو گیا۔حور بری طرح سے الجھن کا شکار ہوئی۔

"لیکن آپ نے شام کو......۔" اس کی بات بیچ میں ہی وردان نے کاٹ دی۔

"لگتا ہے سردی کا اثر دماغ پر ہو رہا ہے سویٹ کزن کیونکہ میں نے کوئی میسجز نہیں کئے" وہ ہنستے ہوئے بولا۔ حور نے بے یقینی سے اسے دیکھا یا تو وہ مذاق کر رہا تھا یا پھر جان بوجھ کر اسے کنفیوز کر رہا تھا۔اس نے وردان سے کوئی اور سوال نہیں کیا اور اپنا موبائل اٹھا کر اس نمبر پر خالی میسج کیا۔وہ جانتی تھی تھوڑی دیر بعد وردان کے موبائل پر بیپ بجے گی اور اس کا مذاق ختم ہو جائے گا وہ ایک قہقہہ لگائے گا اور اس کی حیران سی شکل پر اسے دیکھتا رہ جائے گا لیکن نہیں تیس سیکنڈز تک بھی اس کے موبائل پر کوئی بیپ نہیں بجی وہ ویسے ہی اطمینان سے بیٹھا نوٹس دیکھ رہا تھا اور حور دروازے کے پاس کھڑی اسے دیکھ رہی تھی وہ اس کی موجودگی سے لاعلم تھا۔وردان کے موبائل پر بیپ نہیں ہوئی لیکن اس کے اپنے موبائل کی سکرین روشن ہو گئی اس نے دیکھا اسی انجان نمبر سے میسج آیا تھا۔تیزی سے سر اٹھا کر اس نے وردان کو دیکھا وہ ویسے ہی نوٹس ہاتھوں میں لیے بیٹھا تھا، اور اسی تیزی سے اس نے میسج اوپن کیا جس پر فقط ایک لفظ لکھا تھا۔

"جی"

موبائل اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچا تھا۔اس کے چاروں طرف جیسے دھماکے ہونے لگے۔وہ بھاگ کر کچن تک آئی۔

"آپ کے مستقبل کا ہم سفر"

"کون تھا وہ؟" گم سم سی کھڑی تھی وہ کاؤنٹر کے پاس۔وہ وردان نہیں تھا تو پھر وہ کون تھا۔وہ تو اسے وردان سمجھ کر ہی ریپلائی کر رہی تھی۔

"یولومی؟" جانے کتنے پل وہ وہیں برف بنی کھڑی رہی جب پیچھے سے وردان آیا۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز(ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"شکر ہے جو میں نے پکوڑے بنانے کو نہیں کہا، چائے بنانے میں اتنی دیر......۔۔" وردان کی آواز پر وہ چونکی۔وہ آگے آیا۔

"یہ کیا ابھی تک تم نے چولہا بھی نہیں جلایا" وہ حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔حور نے اپنے تاثرات فوراً چھپا لئے۔اب اسے وہ کیا جواب دیتی۔

"میں۔۔۔میں بناتی ہوں ابھی" اس نے دھڑکتے دل کو سنبھالا۔

"نہیں نہیں رہنے دو اب، ویسے بھی تمہیں دیکھ کر چائے پینے کی ہوش کسے باقی رہتی ہے" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر اسے دیکھ رہا تھا وہ زبردستی مسکرائی۔

"شاید کوئی رانگ نمبر ہوگا" اس نے جیسے اپنی الجھن ختم کرتے ہوئے خود کو دلاسا دیا۔اور یہ دلاسا کافی موثر ثابت ہوا وہ نارمل ہوگئی لیکن اپنی بے وقوفی پر اسے جی بھر کے افسوس ہو رہا تھا۔

وردان اسے دیکھتے ہوئے بالکل اس کے پاس آیا۔اس کے سیاہ شال سے ہلکی سی پرفیوم کی خوشبو اٹھنے لگی۔اس نے حور کی ٹھوڑی کو پکڑ کر اس کا چہرہ بالکل اپنے سامنے کیا۔اور مسکراتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔وہ شرماتے ہوئے نیچے دیکھ رہی تھی۔اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے پھر وردان نے اس کے کانپتے ہوئے سرد ہاتھوں کو اپنا مٹھی میں دبا لیا۔وردان کا ہاتھ بہت گرم تھا۔اس لمحے حور کو اپنے دل میں کرنٹ سا محسوس ہوا، وہ اس کے قریب تھا بہت قریب اور وہ مسحور ہوتی جا رہی تھی ڈوبتی چلی جا رہی تھی۔وردان کی خوشبو اس کی قربت اسے بہکا رہی تھی وردان نے اسے کاندھے سے پکڑا۔وہ بہکتی جا رہی تھی نفس پر قابو مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں کا لمس حور کو مدہوش کر رہی تھی۔

"آئی لو یو حور" اس نے ڈوبے ہوئے آواز میں کہا اور حور جھٹکا کھا کر لوٹ آئی۔

"شیطان تمہیں بہکانے کو کوشش کرے گا"

اس نے وردان کی آنکھوں میں دیکھا جہاں ایک خماری سی تھی۔اس نے اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی۔

"کم آن حور کوئی نہیں دیکھ رہا ریلیکس یار"

"اور وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمینوں کا اسے تمہارا چھپا اور ظاہر سب معلوم ہے اور تمہارے کام جانتا ہے"

حور نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے آزاد کیا۔اور خود کو اس سے بہت پیچھے کھینچ لیا۔

"تم فرماؤ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے"

وہ تاسف سے اسے دیکھ رہی تھی اتنی مدہوش وہ کیسے ہوتی جا رہی تھی۔وردان نے کچھ حیران ہو کر اسے دیکھا جو گھبرائی ہوئی تھی۔

"اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جسے اس کے رب کی آیتوں سے نصیحت کی گئی پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا بیشک ہم مجرموں سے بدلہ لینے والے ہیں"

بے اختیار حور کی آنکھوں سے آنسوؤں رواں ہونے لگے۔تو کیا شیطان اتنا طاقتور تھا جو اسے ایک پل میں بہکانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس کا نفس اس حد تک کمزور تھا کہ شیطان کا مقابلہ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔

"اور جو تم میں فرمانبردار رہے اللہ اور رسول کی اور اچھا کام کرے ہم اسے اوروں سے دونا ثواب دیں گے اور ہم نے ان کے لیے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے"

اگر آج کچھ غلط ہو جاتا تو وہ کیسے خود کا سامنا کرتی۔اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔وردان اس کا منگیتر تھا لیکن ابھی نکاح تو نہیں ہوا۔ابھی تک تو وہ اس کے لیے نامحرم تھا پھر کیوں۔۔۔؟

آنسوؤں پھسلتے جا رہے تھے۔وردان اس کے آنسو دیکھ کر گھبرا گیا۔

"حور آئم سو سوری یار" وہ اس کی عادت کو جانتا تھا اور اب پچھتا رہا تھا حور کے آنسوؤں سے اسے تکلیف ہونے لگی۔تیزی سے اس نے پانی کا گلاس بھر کر حور کی طرف بڑھایا۔

"پلیز یہ پانی پی لو، آئم سو سوری آئندہ ایسا کچھ نہیں ہوگا، پلیز آج کے لیے معاف کر دو" اس نے پانی کا گلاس اٹھایا۔گلاس اس کے ہاتھ میں کانپ گیا۔پانی کے دو گھونٹ بھرے تھے اس نے۔

"آئم سوری یار آئی لو یو پتا نہیں کیسے" وردان ابھی تک معذرت کر رہا تھا وہ کافی سنبھل چکی تھی۔

اٹس او کے" آنسو پونچھتے ہوئے اس نے کہا۔

"حور میں بہت لکی ہوں جو مجھے تم جیسی پاکیزہ خوبصورت، اور باکردار لڑکی جیون ساتھی کے طور پر ملنے جا رہی ہے۔ضرور میں نے کوئی نیکی کی ہو گی جس کے اجر میں مجھے تم ملی ہو"

http://sohnidigest.com

وہ اب نارمل ہو چکی تھی۔

"آئی تھنک اب تمہیں چلنا چاہیے وردان۔"

وردان مسکرایا۔اوکے جا رہا ہوں لیکن پلیز ناراض نہیں ہونا، جو ہوا انجانے میں ہوا میں کبھی ایسا نہیں چاہتا،
حور نے سر اثبات میں ہلایا وہ کچن سے باہر نکل گیا۔وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے دروازہ بند کرنے گئی۔

"آئم سوری" دروازے پر پہنچ کر اس نے ایک بار پھر سوری کہا۔وہ مسکرا دی۔

"اللہ حافظ"

دروازہ بند کر دیا اس نے اور واپس کمرے میں چلی آئی۔ چھوٹی لگتا تھا اونٹ اور ہاتھی بیچ کر سو رہی ہے
کمرے کا دروازہ بند کر کے اس نے لائٹ آف کر دیا۔کمبل اوڑھ کر وہ بیڈ کی دوسری طرف سونے کے لیے لیٹی۔

"کون تھا" چھوٹی کی آواز پر اس کی آنکھیں پھیل گئیں اسے نہیں معلوم تھا وہ جاگ رہی ہو گی۔

"کہ۔۔کہ۔۔۔کہاں؟" اس کی آواز کانپ سی گئی۔

کچن میں۔چھوٹی نے دوسرے طرف منہ کیے جواب دیا۔اس کا چہرہ کمبل کے اندر تھا اور جواب بھی کمبل کے اندر سے ہی آ رہا تھا۔

"وہ......وہ کوئی بلا تھا شاید؟" جھوٹ وہ بولنا نہیں چاہتی تھی سچ بتا نہیں سکتی تھی۔چھوٹی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ گہری سانس لے کر وہ کمبل اپنے اوپر کر کے لیٹ گئی جب چھوٹی کی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔

"خیال سے آپی اگر امی کو پتا چل گیا تو وہ بلے کے ساتھ ساتھ بلی کی بھی کلاس لگا دیں گی" اس نے کمبل کے اوپر سے چھوٹی کو گھورا تھا۔جاسوس کہیں کی ہر وقت جاسوسی کرتی رہتی ہے۔

☆......☆......☆

حور اس وقت کھڑکی کے پاس کھڑی تھی اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔کھڑکی سے ٹھنڈی ہوا کو آنے کا راستہ مل رہا تھا اور وہ کسی سوچ میں گم اس وقت کچھ بھی محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔ آنکھوں میں پریشانی کی لکیر واضح نظر آ رہی تھی۔چائے کا کپ کب گرم سے ٹھنڈا ہو گیا کب اس سے بھاپ اٹھنا بند ہوا یہ وہ نہیں جان سکی۔اس کی آنکھوں کے سامنے کھلا آسمان تھا۔جہاں ہزاروں کی تعداد میں پرندے اڑتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

اور وہ ان پرندوں کو دیکھتے ہوئے بھی ان کو نہیں دیکھ رہی تھی۔ وہ کل رات والی بات پر ابھی تک افسوس کر رہی تھی۔

"آپی کیا کر رہی ہو آپ" چھوٹی آ کر اس کے پاس کھڑی ہو گئی اس کے ہاتھ میں بیٹ اور بال تھا۔

"کچھ نہیں بس کام پہ جانے کا سوچ رہی تھی" اس نے گھڑی پر وقت دیکھتے ہوئے کہا۔

"او کے بٹ پلیز پہلے میرے ساتھ کرکٹ کھیلیں" چھوٹی نے جیسے التجا کی۔

"ارے نہیں دیر ہو جائے گی" اس نے منع کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ہو گی دیر پلیز صرف فائیو اوورز کھیلیں گے"

"تم نے اپنا ہوم ورک کر لیا؟"

"رات کو کروں گی" چھوٹی نے ٹالنے کی کوشش کی۔

نہیں پہلے ہوم ورک کرو"

"پلیز آپی" چھوٹی کا اصرار بڑھتا جا رہا تھا وہ جانتی تھی جب تک اس کی بات نہ مانی گئی وہ کسی آسیب کی طرح اس کے سر پر کھڑی رہے گی۔

"او کے چلو" اس نے ہار مانتے ہوئے کہا چھوٹی نے خوشی سے نعرہ لگایا۔ اور وہ دونوں باہر چھوٹے سے صحن میں آئیں وہ چھوٹی کو خوش کرنے کے لیے کبھی کبھار گھر میں اس کے ساتھ کرکٹ کھیل لیا کرتی تھی اور اب بھی وہ دو چار بالز کے بعد چوہدریوں کے گھر کام پہ جانے کا سوچ رہی تھی۔

چھوٹی بیٹنگ کرتی رہی، اور وہ عدم دلچسپی کے ساتھ کھیلتی رہی۔

"اب آپ کی باری" چھوٹی نے گویا احسان فرماتے ہوئے بیٹ اس کے حوالے کر دی،

"اب میں بال پھینکوں گی اور آپ سکس لگانا"

اس نے پوزیشن سنبھال لی، چھوٹی نے بال اس کی جانب اچھالا، اس کا ارادہ تھا وہ بیٹ کو ہلکے سے ٹچ کرے گی بال کے ساتھ لیکن نادانستہ طور پر اس نے ایک زوردار ہٹ لگائی اور بال ہوا میں اڑتی ہوئی جا رہی تھی اس نے سر اٹھا کر بال کو دیکھا جس کا نشانہ بالکل چوہدریوں کے گھر کی طرف تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی ہو گئیں اور

اگلے ہی لمحے بال اس حویلی کے کمرے میں لگے شیشے سے ٹکرائی اور وہ شیشہ ٹوٹ کر بکھر گیا۔ایک زوردار دھماکہ ہوا۔ اس کے قدموں سے جیسے جان نکل گئی۔منہ پر ہاتھ رکھے بے یقینی سے اس نے وہاں دیکھا، بہت اچانک اس کھڑکی سے عرش چوہدری نمودار ہوا۔وہ اسی کا کمرہ تھا اور دور سے ہی اس کی شکل دیکھ کر وہ اس کے غصے کا اندازہ لگا سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں سرخی تھی اور وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔جو ہوا اس نے نہیں سوچا تھا اور اب جو ہونے والا تھا وہ یہ بھی نہیں سوچ سکتی تھی۔عرش غصے سے کھڑکی کے سامنے سے غائب ہو گیا۔ اسے لگا اس کی دھڑکن رک جائے گی۔چہرے پر پسینہ آ گیا۔

"او شٹ یار ناٹ اگین" وہ گھبراتے ہوئے جیسے خود سے مخاطب تھی۔

" آپی بال کہاں گئی؟" چھوٹی نے اس کا ہاتھ پکڑا، چھوٹی بال کو اڑتے ہوئے اور شیشے سے ٹکراتے ہوئے وہ بھیانک منظر نہ دیکھ سکی۔

"چپ کرو چھوٹی یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے کہا تھا ناں میں نے اپنا ہوم ورک کرو" اس نے چھوٹی کو جھڑک دیا اور گھر سے باہر نکل آئی۔اس شخص سے کوئی بعید نہیں تھا وہ اس کے گھر پر آ کر تماشا کرتا اس سے پہلے وہ آتا وہ خود وہاں جاتی، تیز تیز قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی وہ حویلی کے بالکل سامنے آ گئی۔اس کی دھڑکن تیز تیز چل رہی تھی دوپٹے کو اس نے اور مضبوط کیا تھا اپنے سر پر۔

موبائل اس کے ہاتھ میں تھا جس پر ایک کال آ رہی تھی، اس نے سکرین کو دیکھا وہی کل والا رونگ نمبر۔وہ فریز ہو کر اس نمبر کو دیکھے جا رہی تھی اس سے پہلے کہ وہ اس کی کال اٹینڈ کرتی گھر کے بڑے دروازے سے عرش چوہدری آتا ہوا دکھائی دیا۔وہ غصے سے تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا اس کی طرف ہی آ رہا تھا۔ اس بڑی حویلی میں کئی نوکر اور مالی کام کر رہے تھے اگر کوئی دیکھ لیتا تو اس کی بڑی بے عزتی ہو جانی تھی۔موبائل پہ کال ابھی بھی آ رہی تھی اور وہ بھی بالکل قریب آ چکا تھا۔سفید شرٹ جس کے آستین اس نے کہنیوں تک فولڈ کر رکھے تھے، گریبان کے دو بٹن بھی کھلے ہوئے تھے پاؤں میں کالے جوگرز تھے۔

وہ اس کے بالکل قریب آ گیا۔اس کے چہرے پر صرف غصے کا ہی رنگ تھا۔

"یو سٹوپڈ لڑکی، کرکٹر بننے کا اگر اتنا ہی شوق ہے تو کسی گراونڈ میں جاؤ ، میرے گھر کے سامنے چھکے لگانے

کی ضرورت نہیں ہے" وہ آتے ہی گرج کر بولا۔

حور مزید خوفزدہ ہوگئی جانے وہ اتنا کیوں ڈر رہی تھی۔ اس سے تمیز اور شرافت کی امید رکھنا ہی بے کار تھا۔

" آئم سوری۔۔۔۔۔۔۔"

" شٹ اپ" وہ کسی زخمی شیر کی طرح دھاڑا۔

" تمہاری اس سوری کا سلاد نہیں بنانا میں نے، تم ایک کے بعد ایک حملے کیے جا رہی ہو مجھ پہ، سب سے پہلے تم نے میرے منہ پر چٹنی گرائی اس کے بعد تمہاری وجہ سے میرے کپڑوں پر جوس گر گیا اور دو دن پہلے تم نے مجھ پر ٹماٹر والی کیچ اپ اچھالی اور آج تمہاری بال باؤنڈری پار کر کے میرے کمرے کے شیشے سے ٹکرائی، سامنے میں کھڑا تھا اگر وہ بال مجھے لگ جاتی تو میں یقیناً اس وقت کسی ہاسپٹل کے ایمرجنسی وارڈ میں ایڈمٹ ہوتا لیکن افسوس تمہارا نشانہ چوک گیا اور میں اس وقت زندہ تمہارے سامنے کھڑا ہوں "

دانت پیس کر وہ ایک ایک چیز گنوا رہا تھا اب حور اسے کیا بتاتی وہ سب اتفاقاً ہو رہا تھا۔

" تم ایک نمبر کی مصیبت ہو یا پھر مصیبت سے بھی کچھ زیادہ" عرش چوہدری کی غصیلی آواز ادھر ادھر گونج رہی تھی اور وہ بیچاری ڈر رہی تھی کہیں اس کی یہ بلند آواز کوئی اور نہ سن لے۔

" دیکھیں آپ غلط۔۔۔۔۔۔۔" عرش نے غصے میں اس کی بات پوری نہیں ہونے دی

" کیا غلط؟ ہاں بولو کیا غلط؟"

(کچھ بولنے دو گے تبھی ہی بولوں گی ناں)

" کیا تم یہ کہنا چاہتی ہو کہ تمہارا نشانہ غلط لگا اور میں بچ گیا"

" جی نہیں میں وہ۔۔۔۔۔۔۔"

" یہ وہ نہیں جب میں نے کہا تھا مجھ سے دور رہا کرو تو بات سمجھ نہیں آئی کیا؟"

وہ گھبراہٹ سے بھرپور انداز میں اسے دیکھے جا رہی تھی جو غصے سے سیب ہو چکا تھا۔

" اردو سمجھ آتی ہے؟" سینے پر ہاتھ باندھ کر اس نے تیکھے انداز میں پوچھا تھا

": ہاں لیکن آپ سنیئے تو"

"عربی؟" وہ پوچھ رہا تھا۔حور کے ہاتھ میں موجود موبائل پر مسلسل وائبریشن ہو رہی تھی وہی کل والا انجان نمبر تھا۔اس کی ٹینشن ڈبل ہو چکی تھی۔

"فارسی، انگلش، پنجابی، چائنیز کچھ تو سمجھتی ہو گی؟" حور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ الفاظ سے زیادہ اس کا لہجہ سخت تھا۔

"چائنیز سمجھ لیتی ہو؟"

(توبہ بال کی کھال نکالنے والی عادت تھی اس شخص میں)

"تو سنو' چی چاں چوں چی؟ سمجھ گئیں؟"

وہ آنکھیں کھولے یک ٹک اسے دیکھے جا رہی تھی، اس کے چہرے پر صرف سنجیدگی ہی تھی۔

"اس کا مطلب ہے تمہارا سایہ بھی مجھ سے دو سو میل دور رہے"

(میں خود بھی آپ سے سات سو میل دور رہنا چاہتی ہوں)

اس نے ٹھنڈی سانس خارج کی، اس شخص کو اگر دنیا کا آٹھواں عجوبہ قرار دیا جاتا تو شاید غلط نہیں تھا۔

"اور ایک بات..........۔۔" اس نے انگلی اٹھائی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں؟" اس لمحے دادی پیچھے سے آ گئیں۔اور اس کی یہ کتھا ادھوری رہ گئی۔حور نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔عرش نے چہرہ گھما کر دادی کی طرف شکوہ کرنے والی نظر سے دیکھا۔

"دادی کہاں سے ڈھونڈ کر لائی ہیں آپ اس لڑکی کو؟" غصیلی نگاہوں سے دادی کو پھر اسے دیکھا۔

"بلے ہوا کیا ہے؟"

"اول تو آپ مجھے بلے مت بلایئے دوم آپ کی اس لاڈلی نوکرانی نے میرے کمرے کی کھڑکی کا شیشہ توڑ دیا، یہ محترمہ کرکٹ کا شوق رکھتی ہیں اپنے گھر کو کرکٹ گراؤنڈ اور دوسروں کے گھر کو باؤنڈری سمجھتی ہیں دوسروں کا سر پھاڑنے کا ان کو بہت شوق ہوتا ہے......۔" وہ بولے جا رہا تھا دادی نے ناسمجھی کے عالم میں پہلے اوپر کھڑکی کو دیکھا۔وہ سر جھکائے سب سن رہی تھی۔

"اور ہاں ان محترمہ کے بارے میں ایک بات تو بتانا بھول ہی گیا ان کو صرف چائنیز لینگویج سمجھ آتی ہے "

حور نے غصے سے گھور کر اسے دیکھا (مینٹل کہیں کا) دادی نے حور کی طرف دیکھا جو شرمندہ سی کھڑی تھی۔

" آئم سوری دادی وہ غلطی سے ہو گیا" عرش اسے بچانے کو تیار تھا۔

" کوئی بات نہیں بیٹا ہو جاتا ہے کبھی کبھی "۔ دادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا عرش دادی کی طرف سے اس رویے کی توقع نہیں کر رہا تھا اسے لگا دادی ابھی اسے کھری سنا دیں گی۔

" کبھی کبھی؟" وہ ڈبل حیران ہوا یہ سب کبھی کبھی تھا۔

" لیکن دادی۔۔۔" عرش نے کچھ کہنا چاہا لیکن دادی نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

" صرف فرشتے ہی غلطیاں نہیں کرتے انسانوں سے تو غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔ غلطیاں بھی انسان کرتے ہیں اور ان کو معاف بھی انسانوں نے ہی کرنا ہوتا ہے۔ تم خود بھی تو کتنی چیزیں توڑ چکے ہو، میری عینک، شیشے کا جگ، ایک بار کرکٹ کھیلتے ہوئے تمہاری بال ٹی وی سکرین پر لگی تھی، اور ایک بار کار کا شیشہ توڑا تھا تم نے اور ...... اور...... :

دادی جانے کب کے واقعات کا پنڈورا کھول رہی تھیں جب عرش نے غصے سے ان کی طرف دیکھا۔

" اچھا اچھا چھوڑ ان باتوں کو تمہیں آفس نہیں جانا، چلو شاباش" غصے سے ایک نظر حور کو دیکھتا ہوا وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے غائب ہو گیا۔ حور کی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی۔

" چلو بیٹا آؤ اندر چلو" دادی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے جانے لگیں، موبائل پر کال ابھی بھی آ رہی تھی جسے اس نے انگلی سے کٹ کر دیا۔

" اس کی باتوں کا برا مت ماننا بیٹا بس ذرا غصے کا تیز ہے دل کا برا نہیں ہے " دادی نے گھر کے اندر قدم رکھتے ہی حور سے معذرت خواہ انداز میں کہا، ان کا جذباتی پوتا اس سے غصے میں کیا کیا کہہ گیا ہو گا یہ اندازہ وہ لگا سکتی تھیں۔ حور نے کوئی جواب نہیں دیا اور اندر چلی آئی۔

☆......☆......☆

" اے ایمان والو کیا میں بتاؤں وہ تجارت جو تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے ایمان رکھو اللہ اور اس کے رسول پر اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو"

جیک گہری نظر سے چاند کو دیکھ رہا تھا، سیاہ شال اس کے جسم پر تھی ادھر ادھر سے بے خبر وہ چارپائی پر لیٹا فقط چاند میں کسی چہرے کی تلاش میں تھا۔ یہ عشق کیا ہے کیسا جذبہ ہے کیوں ایسا کرتا ہے، وہ پہلی بار لفظ عشق سے متعارف ہو رہا تھا۔ جو کسی آسیب کی طرح اس کے پیچھے پڑ چکا تھا۔

☆......☆......☆

حور اس وقت اپنے کمرے میں پڑھائی کرنے میں مصروف تھی، چھوٹی عادت کے مطابق جلدی ہی سو گئی تھی ۔ پڑھائی کے دوران بھی نیند اسے ڈسٹرب کر رہی تھی لیکن بڑی مشکل سے نیند کو دور بھگا کر وہ اپنا کام کر رہی تھی،

موبائل کی گھنٹی سنائی دی اس نے رجسٹر قلم سائیڈ پر رکھ کر موبائل کو دیکھا'

وہی رونگ نمبر، وہ سوچ میں پڑ گئی، کال اٹینڈ کرے یا نہ کرے؟ جانے وہ کون تھا کیا چاہتا تھا؟ صبح سے تو مصروفیت میں اس کے بارے سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا لیکن اب وہ مصیبت ایک بار پھر سامنے آ کر کھڑی ہو گئی تھی۔ کچھ سوچ کر اس نے کال اٹینڈ کیا، اور موبائل کان سے لگایا

"اسلام وعلیکم" دوسری طرف ایک مردانہ آواز سنائی دی ایک اجنبی آواز جسے وہ پہلی بار سن رہی تھی۔

"وعلیکم السلام" اس نے موبائل کی گرفت مضبوط کی اور مدھم آواز میں بولی۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔

" کیسی ہو؟" مدھم مگر مدہوشی میں ڈوبے ہوئے آواز کے ساتھ اس نے پوچھا

"جی الحمدللہ لیکن آپ کون ہیں؟ "

"ہوں اسی زمین پر رہنے والا ایک بندہ" اس نے جواب دیا

" کس سے بات کرنا چاہتے ہیں آپ؟"

"جس سے بات کر رہا ہوں" اطمینان سے کہا گیا تھا

"لیکن میں آپ کو نہیں جانتی؟" وہ الجھن بھرے انداز میں کہہ رہی تھی

"تو یہ آپ کی بے غوری ہے میں تو آپ کو جانتا ہوں" ہوا کا جھونکا آیا اور اس کے آنچل کو اڑانے کی کوشش کرنے لگا۔

" آپ کا نام کیا ہے؟"

"جو آپ رکھ لیں" حور نے بیزاری بھری سانس لی

"آپ چاہتے کیا ہیں؟" وہ اب زچ ہو چکی تھی

"جو میں چاہتا ہوں کیا آپ وہ مجھے دیں گی؟" مسکراتی ہوئی آواز آئی

"نہیں" حور نے تیزی سے کہا

"تو پھر پوچھا کیوں؟" وہ انجوائے کر رہا تھا

"بس یونہی لیکن آپ نے کال کیوں کیا؟:

"لوگ کال کیوں کرتے ہیں؟" سوال کے بدلے سوال

"میں لوگوں کا نہیں آپ کا پوچھ رہی ہوں " اب کی بار اس کی آواز میں ہلکا سا غصہ بھی پیدا ہو گیا

"تو کیا ہم لوگوں کی فہرست میں نہیں آتے ؟" وہ گفتگو کو بڑھانے کی کوشش کر رہا تھا اور حور بھی نادانستہ طور پر اس سے بات کئے جا رہی تھی

"سیدھے سیدھے بتائیں آپ نے کیوں کال کیا؟" غصہ بڑھتا جا رہا تھا، حور کی آواز تیز ہو رہی تھی۔

"بات کرنے کے لئے" دوسری طرف اطمینان میں کوئی کمی نہیں آئی۔ غصے بھری آہ خارج کی حور نے، جو کوئی بھی تھا لفظوں کا جادوگر تھا باتوں میں اس سے جیتنا ناممکن تھا۔

"دیکھیں آپ جو بھی ہیں لیکن یہ رونگ نمبر ہے؟"

"آپ کے لیے ہو گا لیکن میرے لئے تو رائٹ نمبر ہے میں نے جس کو کال ملائی ہے اسی سے بات کر رہا ہوں" حور کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے، اپنی ساری مصروفیات بھلا کر وہ اس اجنبی سے باتیں کر رہی تھی

"میں آپ کو نہیں جانتی تو......۔۔" دوسری طرف بڑی مدھم آواز میں اس کی بات کاٹی گئی تھی

"آپ ہمیں نہیں جانتیں تو کیا ہم تو آپ کو جانتے ہیں حور جی" اپنا نام اس اجنبی کی زبان سے سن کر لمحے بھر کو وہ حیران ہوئی تھی

"آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں؟" حیران ہوتے ہوئے اس نے پوچھا

"آپ کی فیملی سے لے کر یونیورسٹی تک سبھی آپ کا نام جانتے ہیں اس میں اتنا حیران ہونے والی کیا بات

ہے؟" ہلکا سا مسکراتے ہوئے وہ پوچھ رہا تھا

" لیکن آپ نہ تو میرے فیملی ممبر ہیں اور نہ ہی یونیورسٹی فیلو تو آپ میرا نام کیسے جانتے ہیں؟" اپنی ایک ایک بات پر زور دیتے ہوئے وہ پوچھ رہی تھی

آپ نام کی بات کر رہی ہیں میں تو آپ کے بارے میں سب کچھ جانتا ہوں" حور کا دل دھڑکا

سب کچھ مطلب کیا؟"

" سب کچھ مطلب آپ کے بارے میں ہر بات"

" تو پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے میں ہر اجنبی سے بات نہیں کرتی" وہ غصے سے کہہ رہی تھی

" ہاں اچھی بات ہے اجنبیوں سے بات کرنی بھی نہیں چاہئے آجکل حالات بڑے خراب چل رہے ہیں" بلا کا اطمینان تھا

" ایکسکیوزمی ان اجنبیوں کی لسٹ میں آپ بھی آتے ہیں" دانت پیسے اس نے۔

دوسری طرف قہقہہ لگایا گیا۔

" یہ تو آپ کی مہربانی ہے آپ نے ہمیں کسی لسٹ میں تو ڈالا خیر آپ کی جنرل نالج کے لیے بتا دوں ہم زیادہ دن اجنبی نہیں رہیں گے"

" کیوں آپ بچپن کے کسی میلے میں بچھڑے ہوئے میرے بھائی نکلنے والے ہیں" غصہ تھا بے حد غصہ

" ریلکیس اتنا غصہ کیوں ہو رہی ہیں آپ؟" اس نے صلح کرنے والے لہجے میں کہا حور دانت پیس کر رہ گئی اور کچھ نہ بولی۔

" آپ جادوگرنی ہو کیا؟" اس نے ہونٹ دانتوں تلے دبا کر مسکراتے ہوئے پوچھا۔

" نہیں" وہ بیچاری مزید حیران ہوئی

" کبھی کسی پر جادو کیا ہے؟: اس نے پوچھا

" جی نہیں

" تو مجھ پر جادو کیوں کیا ہے آپ نے؟"

"لیکن میں نے آپ پر جادو کب کیا ہے؟" وہ معصوم تھی اور لفظوں میں ردوبدل نہیں سمجھ سکتی تھی نہ ہی لوگوں کا شناس تھا اسے،

"جب ہم ملے تھے؟" وہ آرام سے کہہ رہا تھا

"مگر میں آپ سے کب ملی تھی؟" نادانستہ طور پر یہ گفتگو طویل ہوتی جا رہی تھی اور اسے اس بات کی خبر بھی نہیں ہو رہی تھی کہ وہ ایک اجنبی سے بات کر رہی تھی۔

"اس دن بس پر ہم ملے تھے" اس نے یاد دلایا

"کس دن؟"

"جب بس پر ڈاکو آئے تھے" حور نے ذہن پر زور دیا، اور وہ منظر آنکھوں کے سامنے آ گیا جسے وہ کبھی بھول نہیں سکتی تھی "شاید اس دن بس پر موجود کوئی مسافر ہوگا" حور نے سوچا

"آپ مسافر ہو؟" اس نے پوچھا

"جی ہاں دنیا میں تو سب مسافر ہیں" اگر وہ اس کے سامنے ہوتا تو اب تک حور کا ہاتھوں قتل ہو چکا ہوتا۔ فلاسفر کہیں کا۔

"مطلب آپ اس دن بس میں مسافر تھے؟ (سر کھانے والے انسان)"

"نہیں دراصل میں وہی ڈاکو ہوں" اس نے اطمینان سے کہا جبکہ حور کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئے ڈر کے مارے موبائل اس کے ہاتھ میں کانپنے لگا ماتھے پر پسینہ پھیل گیا، اسے اس پل سب یاد آ گیا وہ خوفناک منظر اور وہ انگوٹھی، وہ ڈاکو جب اس کے اتنے قریب آیا تھا؟ اسے تو سوچ کر تکلیف ہو رہی تھی، آنکھیں خوف سے پھیل چکی تھیں

"ڈا۔۔۔ڈا......ڈا۔۔۔ڈاکو؟" اس کی حلق میں کانٹے پیدا ہونے لگے

"ریلیکس یار اتنا کیوں ڈر رہی ہو؟" وہ کہہ رہا تھا وہ ڈاکو ہے اور پوچھ رہا تھا ڈر کیوں رہی ہو؟ عجیب معصومیت تھی اس کی باتوں میں۔

"ڈاکو بھی تو انسان ہوتے ہیں میرا نام جیک ہے یقیناً نام سنا ہوا ہوگا آپ نے" وہ کہہ رہا تھا لیکن حور نے تیزی سے کال کٹ کر دیا اور موبائل دوسری طرف رکھ کر اپنا پسینہ صاف کرنے لگی، چہرے پر ڈر ابھی بھی تھا

دھڑکن بھی عجیب تھی۔اتنی دیر سے وہ ایک ڈاکو سے بات کر رہی تھی اس کا سر گھوم گیا۔

گھنٹی پھر سے بجنے لگی اس نے توجہ نہیں دیا، دوسری بار پھر تیسری چوتھی ....۔ جب پانچویں بار کال آئی تو اس نے تیزی سے کال اوکے کر کے موبائل کان سے لگایا

"میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی برائے مہربانی آپ دوبارہ کال نہ کریں" بڑے غصے سے اس نے کہا

" کیوں بات نہیں کرنا چاہتی تم ؟" دوسری طرف وردان کی آواز سنائی دی اور اس کا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا، شرمندہ ہوتے ہوئے اس نے بال پیچھے کیئے ......۔

" دیکھو مائی سویٹ کزن اب پلیز یہ ظلم مت کرو میری چھٹی کے کچھ دن ہی رہ گئے ہیں اور تم نے ایک نیا آرڈر جاری کر دیا ہے۔دو چار دن بات کر لو پھر میں بارڈر پر بیٹھ کر پہرہ دے رہا ہوں گا اور بندوق لئے تمہاری یاد میں ڈوبا ہوا پایا جاؤں گا"

سب کچھ بھول کر وہ مسکراتے ہوئے وردان سے باتیں کرنے لگی اور کافی دیر تک باتیں کرتی رہی۔

☆......☆......☆

کمرے میں چیزیں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں اور عرش چوہدری اس وقت ایک دراز سے دوسرے دراز تک کچھ ڈھونڈنے میں مصروف نظر آ رہا تھا، سیاہ لیدر والی جیکٹ، تھوڑی بڑھی ہوئی داڑھی تھی بال الجھے ہوئے تھے جنہیں وہ ہاتھ سے بار بار پیچھے کر رہا تھا، آستین فولڈ کر کے وہ پوری طرح مصروف کوئی چیز ڈھونڈ رہا ہے،

غزل اس وقت کمرے میں چلی آئی، جینز ٹی شرٹ اور لمبے کھلے بالوں کے ساتھ اس وقت وہ کافی پرکشش لگ رہی تھی، عرش کو کام کرتے ہوئے وہ بڑی گہری نظروں سے دیکھ رہی تھی یہ ہینڈسم لڑکا اس کی نیندیں خراب کر رہا تھا۔

" ہائے عرش" اس نے آگے بڑھ کر عرش کو متوجہ کیا، سنجیدگی سے سرسری اس نے سر اٹھا کر غزل کو دیکھا اور مصروف انداز میں بولا۔" ہائے"

" کیا ڈھونڈ رہے ہو؟" غزل نے مسکراتے ہوئے پوچھا، عرش نے اب کی بار اسے نہیں دیکھا

" کچھ نہیں بس ایک فائل" اس نے بیزاری سے کہا اور ایک بار پھر مصروف ہو گیا، وہ غزل کو نظر انداز کر رہا

تھا جو ہمیشہ سے کرتا تھا غزل خود کو یوں نظر انداز کیے جانے پر بنا برا محسوس کیے بیڈ پر بیٹھ گئی۔

" کیا میں مدد کروں؟" بالوں کی لٹ ایک ادا سے پیچھے کرتی اس نے پوچھا۔

" نو تھینکس " مصروفیت اور بیزاری سے بھرپور جواب دیا گیا، عرش بلاوجہ غزل سے خار کھاتا تھا اور وہ ہمیشہ بہانے بہانے سے اس کے پیچھے پڑی رہتی تھی۔ غزل کا انداز اس کی بے باک نگاہیں عرش کو بالکل نہیں پسند تھیں وہ خود بھی کوئی اچھا لڑکا نہیں تھا اس کا شمار بھی لوفروں کی فہرست میں ہوتا تھا لیکن غزل پھر بھی اسے اچھی نہیں لگتی تھی۔

" میری ایک فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی ہے چلو گے؟" اس نے ناخن صاف کرتے ہوئے عرش سے پوچھا۔

" تمہاری فرینڈ کی برتھ ڈے پارٹی میں میرا کیا کام؟"

اس بار وہ اپنی ناگواری چھپا نہیں سکا۔

" بس یونہی تھوڑی انجوئمنٹ ہو جائے گی" کندھے اچکا کر وہ بولی

" تھینکس اینڈ سوری " ایک فائل نکال کر وہ دراز بند کرنے لگا۔

" اچھا مجھے ڈراپ تو کر دیں ڈرائیور کو پاپا لے گئے ہیں؟" وہ کسی طرح عرش کے ساتھ وقت گزارنا چاہتی تھی

" شاہ نور سے کہہ دو میں بزی ہوں" تیزی سے فائل اٹھا کر وہ کمرے سے نکلا، غزل اس کے چلنے والے شاہانہ انداز کو دیکھتی رہ گئی اس کا موڈ بری طرح آف ہو چکا تھا جانے کتنے ہی لڑکے اس کے آگے پیچھے گھومتے تھے اور وہ نادان اپنے اس مغرور کزن میں دلچسپی لیتی تھی۔

اس وقت غصے سے وہ باہر نکلی سامنے تابندہ بیگم کھڑی تھیں انہوں نے بیٹی کے آف موڈ کو دیکھا

" کیا ہوا غزل تمہارا موڈ کیوں آف ہے؟"

" کچھ نہیں مما" ناگواری سے اس نے کہا، تابندہ بیگم اسے عرش کے کمرے سے نکلتے ہوئے دیکھ چکی تھیں

" کیا عرش نے کوئی بات کی ہے؟" غزل نے ہاتھ سینے پر باندھ لئے اور ہونٹ پھولے ہوئے تھے۔

" مما وہ کوئی بات ہی نہیں کرتا اور یہی میری پرابلم ہے" غصہ چھپانے سے بھی وہ نہ چھپا سکی

" ریلیکس غزل وہ کبھی نہ کبھی تمہارے ہاتھ ضرور آئے گا تم اپنی کوشش جاری رکھو، اس شخص کو منہ کے بل گرانا

بہت ضروری ہے ساری جائیداد سارا بزنس اسی کے ہاتھ میں ہے۔تمہارے پاپا اور شاہ نور سے تو میں کوئی امید نہیں لگا سکتی میری پہلی اور آخری امید تم ہو" غزل کے گال پر ہاتھ رکھ کر انہوں نے پیار سے کہا جسے غزل نے غصے سے جھٹک دیا۔

"مما مجھے دولت جائیداد میں دلچسپی نہیں ہے مجھے صرف عرش چاہئے کسی بھی قیمت پر ہر قیمت پر"

پیر پٹختی وہ وہاں سے غائب ہوگئی۔تابندہ بیگم گہری سوچ میں ڈوب گئیں۔

☆......☆......☆

وہ یونیورسٹی کے پچھلے حصے کا منظر تھا جہاں حور اور رانیہ بیٹھی باتیں کر رہی تھیں حور کے چہرے پر اداسی الجھن جیسی کئی لکیریں تھیں اور رانیہ جوانی کے دنوں کو بڑی اچھی طرح انجوائے کر رہی تھی یہ یونیورسٹی لائف پھر کہاں ملنی تھی۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آرہا اس کا میں کیا کروں؟"

حور نے رانیہ کی طرف دیکھا وہ کل سے جیک کی کال سے پریشان ہو رہی تھی وہ اس دوران کئی کالز اور میسج کر چکا تھا اور اس وقت وہ یہی مسئلہ رانیہ کے ساتھ ڈسکس کر رہی تھی

"واو کیا فلمی سین ہے" رانیہ نے رومانٹک انداز میں کہا اور حور اس کی یوں غیر سنجیدگی پر اسے گھورنے لگی،

"نہیں مطلب دیکھوناں ایک طرف تمہارا فیانسی ہے وردان یوسف اور دوسری طرف شہر کا سب سے بڑا ڈان جیک دونوں ہی تمہارے حسن کے پیروکار ہیں"

حور کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے مجال ہے جو یہ لڑکی کوئی بات سنجیدگی سے لی۔

"وردان یا جیک کسے ملے گی اس کی منزل کس کے دل پر ہے کس کا نام کس ملے گی حور عباس جاننے کے لیے دیکھا ڈرامہ سیریل اک دل دو جان صرف سٹار..................."

اس سے پہلے وہ کوئی اور بکواس کرتی حور نے رجسٹر اٹھا کر اس کے سر پر دے مارا اتنی سنجیدہ بات کو بھی اس نے مذاق کے رنگ میں ڈھال دیا وہ اب اس وقت کو کوس رہی تھی جب اس نے رانیہ سے یہ ٹاپک ڈسکس کیا۔

چھٹی کے وقت وہ بس کے انتظار میں یونیورسٹی کے گیٹ پر کھڑی تھی سارے سٹوڈنٹس تقریباً جا چکے تھے

دھوپ کی وجہ سے وہ اتنی سردی محسوس نہیں کر رہی تھی نوٹس سینے سے لگائے کبھی وہ گھڑی کو دیکھتی تو کبھی دائیں طرف روڈ کو۔۔ سنسان سڑک، دور سے دکھائی دیتے کچھ بچے جو شاید کنچے کھیل رہے تھے، دفعتاً اسی پل تیزی سے چلتی ہوئی ایک لمبی کار اس کے سامنے آکر رک گئی جتنی تیزی سے بریک لگائی گئی تھی وہ چونک گئی۔ سیاہ لمبی شیشے کی طرح چمکتی گاڑی اور ونڈو پر لگا شیشہ گرنے لگا سامنے سے عرش چوہدری کا چہرہ نمودار ہوا، عادت کے مطابق وہ چیونگم چبا رہا تھا آنکھوں پر سن گلاسز اور کانوں میں ہیڈ فون لگائے وہ اس وقت کافی لاپرواہ نظر آرہا تھا،

"اف یہ کہاں سے آگیا" ناگواری سے اس کی طرف دیکھ کر حور نے چہرہ دوسری جانب موڑ دیا عرش نے گلاسز اتار کر ہیڈ فون نیچے رکھے اور طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ اسے دیکھا۔

"ہائے" حور نے اسے دیکھا جو بے وجہ مسکرا رہا تھا۔

"جی آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟" وہ اپنی ناگواری چھپا نہیں سکی عرش گاڑی سے باہر نکل کر اس کے بالکل سامنے آیا۔

"اگر یہاں کوئی اور نہیں کھڑا تو یقیناً تم سے ہی کہا؟" کچھ دن پہلے کے برعکس آج اس کا موڈ کافی اچھا تھا ورنہ جب وہ غصے میں ہوتا تھا تو غضب خدا کا کسی کو ذرا بھی بولنے دے۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں آپ نے یہاں اپنی کار کیوں روک دی"

"بالکل لیکن اس سے پہلے میں یہ جاننا چاہوں گا کہ تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" سینے پر ہاتھ باندھ کر وہ مسلسل چیونگم چبا رہا تھا۔

"آئی تھنک دس از ناٹ یور بزنس" ہلکا سا غصہ تھا اس کی آواز میں وہ اس کے جانے کا انتظار کر رہی تھی۔

"میرے گھر کی نوکرانی اگر یوں سڑک پر کھڑی ہوگی تو میں یہ پوچھنے کا اختیار رکھتا ہوں" لفظ نوکرانی پر زور دیتے ہوئے وہ اس کا جیسے مذاق اڑا رہا تھا۔

"نہیں یہ حق آپ اپنے گھر میں رکھتے ہیں گھر سے باہر آپ کو یہ جاننے میں دلچسپی نہیں ہونی چاہیے کہ کون کیا کر رہا ہے" وہ ترکی بہ ترکی بولی

"رائٹ لیکن۔۔۔۔۔۔۔" وہ جانے کیا کہہ رہا تھا حور نے اس کی بات کاٹ دی۔

"اب آپ مجھے ایکسکیوز کریں میرے بس کے آنے کا وقت ہو رہا ہے" عرش کو یوں بات کاٹنا برا لگا لیکن ضبط کر گیا۔

"تم اگر چاہو تو میں تمہیں لفٹ دے سکتا ہوں" وہ آفر کر رہا تھا۔

"نو تھینکس" روکھے انداز میں اس نے جواب دیا۔

"ویسے میں زیادہ کسی پر احسان کرتا نہیں ہوں جب تمہیں آفر کر رہا ہوں تو تمہیں میرا مشکور ہونا چاہیے" گلاسز سے کھیلتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"آپ کی اس اعلیٰ ظرفی کا بہت بہت شکریہ اب آپ جا سکتے ہیں"

عرش کا چہرہ سرخ پڑ گیا، سن گلاسز اس نے آنکھوں پر لگائے سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ گاڑی میں بیٹھا، ہزاروں لڑکیاں اس کے ساتھ سفر کرنے کو ترستی تھیں صبح شام اس سے بات کرنے کے بہانے ڈھونڈتی تھیں اسے نظر انداز کرنے والی اور اس سے اتنی بداخلاقی سے پیش آنے والی یہ پہلی لڑکی تھی ایک نظر اسے غصے سے دیکھتے ہوئے وہ چابی گھما رہا تھا اگلے پل اس کی نظر سامنے پانی کے گڑھے پر پڑی جہاں پانی جمع ہونے کی وجہ سے کیچڑ پھیل ہو چکا تھا ایک شیطانی خیال اس کے دماغ میں آیا گاڑی کو ذرا سا ریورس کر کے اس نے دائیں جانب کیا حور اسے مکمل طور پر نظر انداز کیے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی پھر بڑی تیزی سے اس نے گاڑی کو اس کیچڑ کی طرف گھمایا اور اگلے ہی لمحے بہت سارا کیچڑ اڑتا ہوا حور کے کپڑوں سے ٹکرایا گھور کر اس نے اس امیر زادے کو دیکھا جو چیونگم چباتے ہوئے مسکرائے جا رہا تھا اور پھر گاڑی روڈ پر ڈال کر سپیڈ بڑھا دی وہ دور تک اس کی گاڑی کو گھورتی رہ گئی۔

"بلا کہیں کا" وہ غصے سے بڑبڑائی

"اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تاکہ برائی کرنے والوں کو ان کے کیے کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نہایت اچھا صلہ عطا فرمائے"

☆......☆......☆

آف موڈ کے ساتھ جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو سامنے چارپائی پر وردان بیٹھا ہوا تھا جو سلمیٰ بیگم کے ساتھ

باتوں میں مصروف تھا اس کا خراب موڈ وردان کو دیکھ کر بالکل درست ہو گیا، دل میں ہلچل سی ہونے لگی شرماتے ہوئے وہ اندر آئی وردان اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔ نیلے رنگ کی شلوار قمیض جس کے اوپر سفید واسکٹ پہنا ہوا تھا اس نے، بال ہمیشہ کی طرح آرمی سٹائل میں بہت ہی پرکشش لگ رہے تھے۔

"اسلام وعلیکم" ان کے پاس پہنچ کر اس نے مدھم آواز میں سلام کیا وردان نے سلمیٰ بیگم سے نظر بچا کر چپکے سے اسے آنکھ ماری جس پر اس نے گھور کر وردان کو دیکھا تھا

"ارے حور یہ تیرے کپڑوں کو کیا ہو گیا؟"

سلمیٰ بیگم نے اس کے کیچڑ لگے کپڑوں کو حیرت سے دیکھا، وردان بھی اس طرف متوجہ ہوا

"کچھ نہیں امی بس ذرا کیچڑ میں پیر پھسل گیا" سچ نہیں بتا سکتی تھی

"تمہارا دھیان کہاں تھا بیٹا آرام سے دیکھ کر چلتیں" سبزی کاٹتے ہوئے انہوں نے اسے ٹوکا۔ دروازے پر چھوٹی نمودار ہوئی۔۔

"امی آپی بیچاری کا کوئی قصور نہیں وہ کہتے ہیں ناں تیرا دھیان کہیں اور ہے تو چل رہا ہے کسی اور سمت" چھوٹی نے ذو معنی انداز میں کہا اس کی بات سلمیٰ بیگم تو خاک نہ سمجھتیں البتہ وردان مسکرایا تھا جبکہ حور نے چھوٹی کو کھا جانے والی نگاہ سے دیکھا۔

"اچھا چھوڑو ان باتوں کو یہ وردان بیٹا کب سے آیا ہوا ہے اس کے لیے چائے بنا کر لاؤ یہ چھوٹی تو مجال ہے جو کوئی تنکا بھی اٹھا کر یہاں سے وہاں رکھ دے"

"اس سے تو بس باتیں ہی بنوالیں" حور کہہ کر کچن کی طرف بڑھی اور دروازے پر کھڑی چھوٹی کو جھاڑ لگانا نہیں بھولی تھی۔

"پورے تین دن بعد تمہارے دیدار ہو رہے ہیں" وردان اس کے پیچھے پیچھے کچن تک پہنچ گیا تھا اور اس بیچاری کے ہاتھ میں دودھ کا ڈبہ بھی کانپ گیا وہ وردان کے سامنے یوں ہی کانپتی تھی اندر سے باہر تک طوفان آ جاتا تھا۔

"تم کیا جانو سویٹ کزن یہ تین دن تین صدیوں کے برابر رہے میرے لئے، جیسے سانسوں کی ضرورت

ہوتی ہے زندگی کے لیے ویسے تم بھی میری ضرورت بنتی جا رہی ہو، دن بہ دن لحہ بہ لحہ خماری بڑھتی جا رہی ہے مجھے نہیں پتا یہ سب محبت کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے لیکن میں تو جیسے ایک نئی دنیا میں پہنچ گیا"

اس کی آواز خمار آلود تھی خوبصورت مگر مدھم۔ وہ اسے سنتی جا رہی تھی بعض اوقات صرف سننا بہت اچھا لگتا ہے خصوصاً جب کوئی ایسا بولے جو دل کے قریب ہو قریب تر۔ وہ وردان سے کہہ نہ سکی جو وہ محسوس کرتا ہے وہی احساسات وہ اپنے اندر بھی محسوس کرتی ہے لیکن وہ مرد تھا مرد اظہار کر دیتا ہے اور عورت کے راستے میں شرم و حیا آ جاتی ہے وہ کبھی یہ بات منہ سے نہیں نکال سکتی تھی وہ کاونٹر سے ٹیک لگائے بڑی توجہ سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اور وہ اس کی موجودگی میں کنفیوز ہوتے ہوئے کام کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

" محبت کا سفر بہت طویل ہوتا ہے کوئی وفا کر جاتا ہے کوئی جفا کرتا ہے مجھے بہت ڈر لگتا ہے شاید ہر محبت کرنے والے کو محبت کے کھو جانے کا ڈر رہتا ہو گیا۔ ایسا نہ ہو عشق میں کوئی میرے دل کو توڑ دے کہیں ایسا نہ ہو کوئی بیچ سفر میں ہی ساتھ چھوڑ جائے میں بہت ڈرتا ہوں" اس کی آواز ہلکی ہو چکی تھی حور مسکرائی یہ ڈر اسے بھی تھا ہمیشہ سے تھا۔

" وردان پلیز ایسی باتیں نہ کریں" وہ بے اختیار کہہ گئی وردان نے سر اٹھایا۔

" کیا کروں یار پتا نہیں مجھے یہ سب خیال کیوں آتے ہیں۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے خود سے بھی زیادہ لیکن پتا نہیں قسمت ہمارے ساتھ کیا کرے گی آگے"

" وردان ہمارا ساتھ ایک یا دو دن کا نہیں ہے ہوش سنبھالتے ہی ہم نے ایک دوسرے کو محسوس کیا ہے ہمارا بچپن ہمارا گھر سب گواہ ہیں ہمارے ساتھ کا جب اتنا لمبا سفر ہم نے ایک ساتھ طے کیا ہے تو آگے بھی ہمارے بیچ میں کبھی کوئی نہیں آسکے گا"

چائے تقریباً تیار ہو چکی تھی۔ وردان مسکرایا اس کی مسکراہٹ ہمیشہ کی طرح خوبصورت تھی۔

" یاد ہے بچپن میں، میں زبردستی تم سے اپنا ہوم ورک کرواتا تھا اور پھر گھر والوں سے چھپ کر ہم لوگ آئس کریم کھانے جاتے تھے" وردان کو بہت پرانا منظر یاد آ گیا۔" حور کی آنکھوں میں بھی ایک سایا لہرایا۔

" چینی کتنی ڈالوں چائے میں؟" حور نے چائے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا

" چینی کی ضرورت نہیں ہے بس تم چائے میں اپنی انگلی ڈبو دو چائے خود بخود میٹھی ہو جائے گی " وہ شرارت سے مسکرایا۔

" تم کبھی نہیں سدھرو گے ناں "

" کبھی نہیں مائی سویٹ کزن " وہ ڈھٹائی سے بولا۔

" ویسے تم آج کل بہت کمزور ہوتی جا رہی ہو سویٹ کزن مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا آخر تم اتنی مشقت کیوں کر رہی ہو، غیرت مند مردوں کے گھر کی عورتیں باہر کام کرنے نہیں جاتیں " اس نے چائے کا کپ اٹھایا۔

" غیرت مند عورتیں ہر ذمہ داری مرد کے کندھے پر ڈال کر آرام سے گھر بھی تو نہیں بیٹھتیں " وہ بھی فوراً بولی

" اللہ تعالیٰ نے مرد عورت کی حفاظت کے لیے بنائے ہیں " چائے کا سپ لیتے ہوئے اس نے کہا

" جب تمہارے گھر آؤں گی ناں تو مت کرنے دینا مجھے کوئی کام لیکن ابھی مجھ سے میری خودداری مت چھینو " وہ برتن صاف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

" مجھے بہت فکر رہتی ہے تمہاری " اس نے بڑی محبت سے حور کو دیکھا۔ وہ جانتی تھی وردان سچ کہہ رہا ہے وہ ہمیشہ سے اس کی فکر کرتا تھا بچپن میں بھی ہمیشہ اس کا ساتھ دیتا اپنی پاکٹ منی سے اس کے لیے چیزیں لیتا تھا کالج کے دنوں میں جب وہ پیپرز کے دوران ساری رات جاگ کر پڑھتی تھی تو وہ بھی اس کے ساتھ ساری رات جاگتا تھا۔

☆......☆......☆

حور نے اپنا قدم چوہدریوں کی حویلی میں رکھا۔ سامنے مالی دور دور تک پھیلے ہوئے باغ کی کانٹ چھانٹ کر رہے تھے کوئی پانی لگا رہا تھا گھر کے بالکل سامنے بنا فوارہ بڑی خوبصورت سے پانی برسا رہا تھا وہ سبز گھاس پر قدم رکھتی ہوئی آگے بڑھی۔ عین اس پل فون نے وائبریشن کی اس کے چلتے قدم رک گئے وہ جانتی تھی یہ اسی رونگ نمبر کی کال تھی اس کے چار نمبرز وہ بلیک لسٹ میں ڈال چکی تھی لیکن ہر بار وہ ایک نئے نمبر سے کال کر کے اسے پریشان کر رہا تھا اس نے سکرین کی طرف دیکھا نمبر غیر شناسا تھا پھر اس نے سامنے دیکھا سب اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ تنگ آ کر اس نے کال اٹینڈ کر لی۔

"ہیلو" غصے سے اس نے کہا

"اسلام وعلیکم" وہی مدھم لہجہ اجنبی آواز

"آپ کیوں مجھے پریشان کرر ہے ہیں؟" اس نے چھوٹتے ہی کہا

"سلام کے جواب میں وعلیکم السلام کہا جاتا ہے خیر میں آپ کو پریشان تو نہیں کر رہا میں صرف کال کر رہا ہوں" وہ کسی ڈھیٹ کی طرح کہہ رہا تھا

"آپکی کالز کی وجہ سے میں پریشان ہورہی ہوں" اسنے آواز کو سرگوشی میں تبدیل کیا کہیں کوئی اور نہ سن لے

"یہ آپ کا مسئلہ ہے میری نہ تو یہ سوچ ہے اور نہ ایسی کوئی خواہش میں اس پیاسے کی طرح ہوں جو اپنی پیاس بجھانے کے لئے آپ سے بات کرتا ہوں"

"دیکھیں میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی آپ برائے مہربانی دوبارہ کال نہ کریں"

"کال تو میں بار بار کروں گا کتنے نمبر بلیک لسٹ میں ڈالیں گی آپ" اس پر جیسے اثر ہی نہیں ہوا تھا

کیا چاہتے ہیں آپ؟

"میں جو چاہتا ہوں وہ آپ کبھی نہیں دیں گی" اس نے بیزاری سے ادھر ادھر دیکھا

"تو پھر کوشش بھی کیوں کرر ہے ہیں؟" اس کی آواز تیز ہوگئی

"میری مجبوری ہے"

"دیکھیں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے آپ ایک بہت بڑے ڈاکو ہیں اور میں ایک غریب گھرانے کی لڑکی ہوں جو آپ کو چاہیے وہ میرے پاس نہیں ہے" بھیگی ہوئی آواز میں اس نے کہا

"مجھے جو چاہیے وہ صرف آپ کے پاس ہے"

"کیا؟"

"میرا دل" حور کچھ پل بول نہیں سکی

"میں آپ سے محبت کرتا ہوں" حور کے کان میں بم پھٹا شاکڈ ہوگئی وہ۔

"میں شادی کرنا چاہتا ہوں آپ سے کیا آپ ......؟" حور نے تیزی سے کال کٹ کر دیا۔ اس کی

دھڑکن تیز ہوگئی چہرے پر کئی رنگ پھیلتے گئے۔ بہت تیزی سے وہ اندر داخل ہونے لگی جیسے پیچھے کوئی آسیب ہو۔

"آ گئیں تم حور بیٹا" دادی کی آواز پر اسے رکنا پڑا وہ پیچھے مالی سے کانٹ چھانٹ کروا رہی تھیں اسے دیکھ کر اسی کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"ایسا کرو بیٹا میرے لئے چائے بنا کر کمرے میں لے جاؤ آ رہی ہوں میں" چہرے کے تاثرات کو اس نے نارمل کیا اور سر اثبات میں ہلاتی گھر کی طرف بڑھی اندر بڑے سے ہال میں اس وقت خاموشی تھی دھیرے دھیرے چلتی ہوئی وہ کچن تک گئی۔

اسے یہاں کام کرتے ہوئے اب کافی دن ہو رہے تھے گھر والوں کی معمول ان کی عادات اور مزاج سے بھی وہ تقریباً واقف ہو چکی تھی زیادہ دوستانہ اس کا دادی کے ساتھ ہی تھا دادی کافی خوش اخلاق اور سمجھوتہ کرنے والی تھیں اس کے یونیورسٹی اور گھر کے کاموں کو دیکھتے ہوئے اسے یہ رعایت بھی دادی سے ہی ملی تھی کہ وہ جب چاہے کام پر آسکتی ہے جب چاہے چھٹی کر سکتی ہے لیکن وہ خود اتنی خودار تھی وقت پر کام کرنے کی کوشش کرتی تھی اور جب آتی تھی تو تقریباً سارے کام کر جاتی۔ اس وقت وہ کچن میں کھڑی دادی کے لیے چائے بنا رہی تھی وہ چائے میں چینی نہیں لیتی تھیں اس بات کا وہ خیال رکھ رہی تھی اور ان کی مختلف چیزوں کا بھی وہ ایسے ہی خیال رکھا کرتی تھی تبھی دادی کے دل میں جلد ہی جگہ بنا گئی۔ مختلف سوچوں میں الجھی وہ چائے کا کپ ٹرے میں رکھ کر دادی کے کمرے کی طرف جانے لگی ذہن بری طرح سے الجھا ہوا تھا خیال کہیں اور تھا قدم کہیں اور پڑ رہے تھے اور اسی بے دھیانی میں وہ کسی سے ٹکرائی تھی وہ ٹکرا اتنے زور کی تھی کہ چائے ٹرے سمیت سامنے والے وجود سے ٹکرا کر فرش پر بکھر گئی۔ اس کے خیال ٹوٹ گئے وہ حقیقت میں لوٹ آئی اور حقیقت کا سامنا کرنے سے ڈر رہی تھی تبھی اس نے آنکھیں زور سے میچ لیں۔

"یا اللہ گھر کا کوئی بھی افراد ہو لیکن عرش چوہدری نہ ہو" آنکھیں بند کئے اس نے دل ہی دل میں دعا کی۔ ہر دعا قبول نہیں ہوا کرتی اس نے جب آنکھیں کھولیں سامنے عرش چوہدری کا غصے سے بھرا چہرہ دکھائی دیا۔ اور اس کی سانس اٹک گئی ہارٹ بیٹ اوپر نیچے ہونے لگی۔ جس سے وہ بچنا چاہ رہی تھی وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"یو سٹوپڈ لڑکی" وہ چائے کو ہاتھوں سے صاف کرنے کی کوشش کر رہا تھا حور گھبرا گئی۔

"یہ پانچواں اٹیک ہے جو تم مجھ پر کر رہی ہو؟" وہ غصے سے گرج اٹھا۔حور کی سانس ابھی تک اٹکی ہوئی تھی کچھ بولا نہیں جا تا اس سے۔

"تم آخر چاہتی کیا ہو؟" اس کے گال سے لے کر کان کی لو تک سرخ ہو چکی تھی۔سفید شرٹ جس کے دو بٹن کھلے ہوئے تھے سارا چائے سے بھر چکا تھا چائے اس کے سینے پر بھی نظر آ رہا تھا ۔وہ چائے گرم تھی یقیناً اسے جلن بھی ہوئی ہو گی۔

"کیا تم میرا قتل کرنا چاہتی ہو؟" سینے پر ہاتھ باندھ کر اس نے حور کی طرف دیکھا

"قتل؟" حور بیچاری الجھ گئی۔

"ہاں قتل تا کہ تم اپنی صبح کی بے عزتی کا بدلہ لے سکو، بولو یہی چاہتی ہو ناں تم ایڈیٹ گرل؟" وہ اس کے کاندھے کو پکڑ کر زور سے چلایا۔

"مجھے بدلہ لینے کی عادت نہیں ہے اور میں آپ کا قتل کیوں کروں گی؟ " وہ بیچاری بے بس ہوتے ہوئے جانے اس موٹی عقل والے شخص کو کیا سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اس لئے کہ میرا قتل کر کے تمہیں سکون ملے گا ،تو کر لو میرا قتل ایک ہی بار یہ روز روز کے ڈرامے تو مت کرو کبھی چٹنی گراتی ہو کبھی چائے" اس کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا اسی بدگمانی کی وجہ سے حور کو بھی ہلکا سا غصہ آ گیا۔

" کیا آپ بتا سکتے ہیں دنیا میں کتنی اموات چائے اور چٹنی کے گرنے کی وجہ سے ہوئی ہیں؟" اعتماد سے بھر پور آواز میں عرش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس نے پوچھا تھا جس پر وہ ذرا سا گڑبڑایا۔

"ویری فنی زیادہ سمارٹ بننے کی کوشش مت کرو، مجھے پتا ہے تم ہاتھ دھو کر میرے پیچھے پڑی ہو اور کوئی موقع ڈھونڈ رہی ہو مجھ سے بدلہ لینے کا" حور کو لگا اس کے ہونٹ کے نیچے والا تل بھی غصے میں ہے۔

"دیکھیں میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے آپ خواہ مخواہ مجھ سے ڈر رہے ہیں میں تو ...."

"ہاہاہاہا......کیا کہا تم نے؟ میں تم سے ڈر......ہاہاہاہا۔۔عرش چوہدری ایک معمولی لڑکی سے ڈرے گا تم نے۔۔۔"

اپنی بات کو بیچ میں ہی چھوڑ کر وہ ایک بار پھر قہقہے لگانے لگا حور کو وہ مینٹل کیس لگا تبھی وہ نیچے فرش پر بکھرے

ہوئے کانچ کے ٹکڑے سمیٹنے لگی۔

"پرنس ہوں میں اور شیر بھی۔۔۔شیر کسی سے نہیں ڈرتے آئی بات سمجھ میں؟" مغرورانداز میں اس نے کہنی فولڈ کی حور نے تاسف سے گردن ہلایا۔

"بلے ذرا ادھر آؤ" دور سے دادی کی آواز سنائی دی۔لفظ "بلے" پر جہاں عرش کی مسکراہٹ تھم گئی وہیں حور ہلکا سا مسکرائی۔عرش کو اس کی مسکراہٹ خنجر کی طرح چبھنے لگی۔

"جائیے بلے جی۔۔مطلب شیر جی آپ کو دادی بلا رہی ہیں؟" معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے کہا عرش اپنا غصہ لمبے لمبے قدموں سے نکالتا ہوا یقیناً دادی کی کلاس لگانے گیا ہوگا اور وہ ٹوٹے ہوئے کانچ لے کر کچن کی طرف گئی اب اسے چائے پھر سے بنانی تھی۔

"توبہ یہ کیا مصیبت ہے بلا کہیں کا" چائے بناتے ہوئے وہ ناگواری سے بڑبڑانے لگی ساری محنت اسے ایک بار پھر سے کرنی پڑ رہی تھی۔زویا اور شاہ نور بھی کسی بات پر لڑتے ہوئے کچن میں داخل ہوئے اور سامنے حور کو دیکھ کر ٹھٹک گئے وہ بھی آنکھوں میں ذرا سی حیرت لیے ان دونوں کو دیکھنے لگی۔

"اسے دیکھو حور کتنی بدمزاج لڑکی ہے یہ؟" شاہ نور نے حور کو دیکھتے ہوئے زویا کی طرف اشارہ کیا زویا نے غصے سے گہری سانس لے کر اسے دیکھا

"میں بدمزاج ہوں؟: زویا چلائی حور اس معاملے میں کنفیوز ہو چکی تھی ان کی نوک جھونک ہمیشہ سے چلتی رہتی تھی۔

"اور نہیں تو کیا؟ میری بات سنو حور میں اسے کہہ رہا ہوں آج موسم اچھا ہے کیوں نہ تھوڑی آؤٹنگ ہو جائے اور......۔۔" زویا نے اس کی بات کاٹ دی

"اور میں کہہ رہی ہوں کہ مجھے پہلے شاپنگ کراؤ پھر جہاں بولو گے چلوں گی۔" وہ ہاتھ باندھ کر بے نیازی سے بولی۔

"یہ۔۔یہ ہمیشہ میرے ساتھ ایسا کرتی ہے جب بھی کہیں چلنے کو کہو اس کی فرمائشیں نکل آتی ہیں مجھے پتا ہے یہ شادی کے بعد بھی یہی کرے گی پچھلے پچیس سالوں سے جھیل رہا ہوں اس مصیبت کو"

"ہاں تو پچیس سالوں سے میں بھی۔۔۔۔۔۔۔۔ ایک منٹ کیا کہا تم نے پچیس سال؟" زویا چلائی

"میری عمر پچیس سال بالکل نہیں ہے" اس نے گھور کر شاہ نور کو دیکھا جو ہونٹ تلے مسکراہٹ چھپا رہا تھا۔

"خدا کا خوف کھاؤ تم تو پچیس سال سے بھی زیادہ کی ہو وہ تو حور کے سامنے میں نے تمہارا بھرم رکھ لیا ورنہ تم تو انگریزوں کے زمانے کی ہو" زویا کو اٹیک آتے آتے رہ گیا اس نے کاونٹر کے پاس پڑا ہوا بیلن اٹھا کر نشانہ لگایا شاہ نور بھاگتا ہوا باہر نکلا

"آج تم نہیں بچو گے" اور زویا اس کے پیچھے بھاگتی ہوئی نکلی حور نے اٹکی ہوئی سانس بحال کی اور کندھے اچکا کر دادی کے روم کی طرف جانے لگی۔ دادی کمرے میں ہی تھیں اور تسبیح پڑھنے میں مصروف نظر آئیں اسے دیکھ کر اخلاقاً مسکرائیں۔

شکریہ بیٹا اب ایک اور کام بھی کرنا ہے تمہیں" چائے لینے کے بعد دادی نے پہلا سپ لے کر کہا تھا وہ ہاتھ باندھ کر نہایت ادب سے کھڑی ہوگئی۔

"تم سب سے پہلے جا کر بلے کا کمرہ صاف کرو، دو دن پہلے صاف کروایا تھا میں نے لیکن مجھے یقین ہے وہ گندا کر چکا ہوگا اس کے بعد۔۔۔۔۔۔۔۔"

بات ادھوری چھوڑ کر دادی کھڑی ہوئیں اور دراز کی طرف جانے لگیں۔ وہ بلے کا نام سنتے ہی گھبرا گئی اس کے کمرے میں جانا اور صفائی کرنا کتنا مشکل کام تھا یہ اندازہ وہ کر سکتی تھی لیکن کیا کرتی مجبوری جو تھی۔ دادی نے دراز سے چابیوں کا ایک گچھا نکالا اور اس کی طرف بڑھایا۔

"یہ اسٹور روم کی چابیاں ہیں تم وہاں جا کر دیکھو سامان کی ترتیب میں چاہتی ہوں وہاں کی بھی صفائی ہو جائے اگر تو زیادہ خراب نہیں ہے تو یہ تم اور زویا کر لو گی اگر زیادہ گندگی پھیلی ہوئی ہے تو یہ کام کسی اور سے کروالوں گی" اس نے دادی کے ہاتھ سے وہ پرانے چابیاں لے لیں وہ چاندی کی چابیاں تھیں جو اس وقت بے حد پرانی ہو کر اپنی اصل پہچان کھو چکی تھیں۔

"سب سے پہلے تم بلے کا کمرہ صاف کر دینا وہ اس وقت گھر سے باہر ہوگا نہیں تو بہت شور مچائے گا اس کے غصے کو تو تم جانتی ہو ناں" گردن ہلا کر وہ کمرے سے باہر نکلی اور عرش کے کمرے کی طرف جانے لگی۔ کمرہ باہر

سے بند تھا وہ کنڈی کھول کر اندر داخل ہوئی ایک عجیب سی بدبو کمرے میں جاتے ہی اس کی سانسوں سے ٹکرائی بے ساختہ اس نے ناک پر ہاتھ رکھا، وہ سگریٹ کی بدبو معلوم ہو رہی تھی اور کمرے کی جو حالت اسے دیکھ کر ہی وہ اپنی محنت کا اندازہ لگا سکتی تھی۔ ہر طرف شیٹس بکھرے پڑے تھے، کاسمیٹکس کی چیزیں بھی ادھر ادھر پڑی دکھائی دے رہی تھیں وہ سب کچھ دیکھتی ہوئی آگے بڑھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہاں سے شروع کرے۔

"یہ انسان ہے یہ کوئی جنگلی جانور کمرے کی کیا حالت بنا رکھی ہے اس نے" اس نے غصے سے سوچا اور تیزی سے کام سمیٹنے لگی فالتو کی چیزیں کمرے سے باہر نکال دیں اور باقی سب چیزوں کو ترتیب سے ادھر ادھر سیٹ کر دیا ایک گھنٹے کی محنت کے بعد جا کر وہ کمرہ رہنے لائق لگ رہا تھا جانے وہ کیسے رہتا تھا اس کمرے میں۔ کمرہ بند کر کے وہ باہر نکلی، اب اسٹور روم میں جا کر دیکھنا تھا وہ تھک بھی چکی تھی لیکن سست روی سے چلتی ہوئی بہر حال وہ اسٹور روم تک پہنچ ہی گئی۔ دس چابیوں کا وہ گچھا تھا اور وہ ایک ایک چابی سے مضبوط تالے کو کھولنے کی کوشش کر رہی تھی یہ اسٹور روم گھر کے الگ گوشے میں تھا اس لیے وہاں کوئی آواز نہیں آ رہی تھی ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔

تھوڑی سی جدوجہد کے بعد وہ تالا کھل ہی گیا دروازے کو اس نے ہلکا سا پش کیا، تھوڑی سی چرچراہٹ کے ساتھ دروازہ کھلا تھا وہ دروازہ کھلنے کے آواز سے ہی ڈر گئی تھی وہ آواز بالکل ایسی تھی جیسے ہارر مویز میں بھوت کی انٹری پر آواز آتی ہے، اسٹور میں ہر طرف اندھیرا تھا بدبو بھی تھی اور دھول تھا یا دھواں جو اسے اٹھتا ہوا دکھائی دے رہا تھا ہر طرف سامان بکھرا پڑا تھا روشن دان سے ایک لکیر کی صورت میں روشنی اندر آ رہی تھی جس کی وجہ سے ادھر ادھر پڑی چیزیں دکھائی دے رہی تھیں، وہ ڈر بھی رہی تھی لکڑی کی ٹوٹی ہوئی اشیاء بھی کافی دکھائی دے رہی تھیں اسٹور جتنا بڑا تھا اس سے کہیں زیادہ کباڑ وہاں اکھٹا تھا۔ وہ کسی ڈراونی فلم کا منظر تھا سانس بھی مشکل سے آ رہی ہے دھول سے بھرے اس سٹور روم میں۔ یہ کام اور یہاں کی صفائی اس کے بس کی بات نہیں تھی یہی سوچ کر وہ باہر کی طرف جانے لگی بڑی تیز قدموں کے ساتھ وہ دروازے کی طرف بڑھی، لیکن یک دم اس کا دوپٹہ پیچھے سے کسی نے پکڑ لیا اور وہ جو پہلے ہی ڈری ہوئی تھی یوں کسی کے دوپٹہ پکڑنے پر منہ سے طویل و عریض چیخ نکلی۔ گھبراہٹ کے مارے وہ کانپ رہی تھی ماتھے پر پسینہ پھیل گیا اس نے سنا تھا برسوں سے بند کمروں میں اکثر جن بھوتوں کا بسیرا ہوتا ہے وہ درود پاک کا ورد کرنے لگی۔

" دیکھیں آپ جو کوئی بھی ہیں میرا دوپٹہ چھوڑ دیں پلیز" وہ لرزتی آواز کے ساتھ کہہ رہی تھی کوئی جواب نہیں آیا وہ مزید ڈر گئی اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور اس کی سانس بحال ہوئی، پیچھے کوئی نہیں تھا اس کا دوپٹہ پرانی کرسی کی نوک سے اٹک چکا تھا اپنی ڈرپوک فطرت پر وہ مسکرائی اور دوپٹہ کرسی سے آزاد کرتی باہر کی جانب رخ کیا، تبھی پاؤں کے نیچے کوئی چیز آئی جاتے جاتے وہ رکی تھی اس بار وہ ڈری نہیں اس نے پاؤں کے نیچے پڑی ہوئی چیز اٹھائی وہ کوئی تصویر تھی جو شیشے کے فریم میں بند نظر آ رہی تھی۔ لیکن اندھیرے میں وہ اس تصویر کو دیکھ نہ سکی تبھی وہ اس تصویر کو لے کر روشن دان کے روشنی کی طرف آئی لکیر کی صورت میں جو روشنی اوپر سے آ رہی تھی اس نے تصویر کو بالکل روشنی کے سامنے کیا وہ تصویر بالکل اس کے سامنے آئی۔ اس پرانی تصویر کو دیکھ کر وہ لمحے بھر کو حیران ہوئی تھی۔ وہ کسی دلہن کی تصویر تھی مسکراتی ہوئی خوبصورت دلہن جو زیورات سے لدی ہوئی تھی۔ تصویر موجود وہ لڑکی کون تھی؟ اور اسے ایسا کیوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ کبھی اس لڑکی سے ملی تھی لیکن کب؟ اس لڑکی کو دیکھ کر اسے لگ رہا تھا جیسے وہ اسے کہیں پہلے بھی دیکھ چکی تھی لیکن کہاں؟ اس حویلی میں تو یہ لڑکی کہیں نہیں تھی پھر کہاں تھی یہ لڑکی؟ اس حویلی کے سبھی کردار مکمل ہیں پھر یہ ادھوری داستان کس کی تھی؟

وہ اس تصویر کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی سب کچھ بھلا کر گم سم سی اسے صرف وہ تصویر اور اس میں موجود وہ مسکراتی دلہن نظر آ رہی تھی کچھ اپنائیت سی محسوس ہو رہی تھی اس دلہن کے ساتھ اسے۔ وہ جانے کب تک یونہی کھڑی رہتی جانے کب تک یہ تصویر اس کے ہاتھ میں رہتی اگر کسی نے اس کے ہاتھ سے وہ تصویر چھین نہ لی ہوتی۔ وہ تصویر اس کے ہاتھوں سے غائب ہو گئی۔

" تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" بڑی تیزی اور غصے سے تابندہ بیگم نے پوچھا اور وہ تصویر دور اچھال دی۔ وہ شاکڈ ہو کر تابندہ بیگم کو دیکھنے لگی جن کے چہرے کی رنگت کچھ بدلی ہوئی محسوس ہو رہی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ تصویر ہی ان کی اڑی ہوئی رنگت کا سبب ہے۔

" جواب دو یہاں کیا کر رہی ہو تمہاری ہمت کیسے ہوئے یہاں تک آنے کی؟" تابندہ بیگم غصے سے چلا رہی تھیں۔ حور نے سر اٹھایا۔

" مجھے دادی نے یہاں آنے کو کہا ہے"

"انہوں نے کہا اور تم چلی آئیں اوقات کیا ہے تمہاری؟"

"دیکھئے آپ اس طرح بات مت کیجئے" وہ مستحکم لہجے میں بولی۔

"شٹ اپ بند کرو اپنی بکواس اور نکلو یہاں سے"

مجھے بھی شوق نہیں تھا یہاں آنے کا دادی نے کہا اور "چلی آئی" جواباً اتنی ہی تیز آواز میں کہہ کر وہ اسٹور سے باہر نکلی۔تابندہ بیگم غصے سے اس کی پشت کو دیکھتی رہ گئیں ان کا دل ابھی تک بری طرح لرز رہا تھا۔سانسوں کو ترتیب دینے میں کافی وقت لگا۔اس نے دور پڑی ہوئی اس تصویر کو غصے سے دیکھا۔اس تصویر میں ایک راز قید تھا وہ راز جسے وہ بیس سال سے چھپا رہی تھیں،اگر وہ راز کسی کے ہاتھ لگ جاتا تو بہت بڑا طوفان آجاتا اگر ان کی اولاد کو پتا چل جاتا کہ بیس سال پہلے حویلی میں کیا ہوا تھا تو سب ختم ہو جاتا۔

"تمہارا راز ہمیشہ راز ہی رہے گا کسی کو بھی پتا نہیں چلے گا کہ بیس سال پہلے تمہارے ساتھ کیا ہوا تھا اور تم کون ہو؟" تابندہ بیگم غصے سے کہہ رہی تھیں اور پھر انہوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور لگاتی چلی گئیں۔

"لیکن اس سے پہلے مجھے اس دو ٹکے کی لڑکی اور اس بڑھیا کا کچھ کرنا ہوگا" اسٹور سے باہر جاتے ہوئے انہوں نے تالا لگایا تھا۔حور آہستہ سے چلتی ہوئی ہال میں پہنچی اور کپڑوں پر لگی دھول جھاڑنے لگی جو سٹور میں لگا تھا لیکن ذہن بری طرح اس تصویر میں اٹکا ہوا تھا وہ کس کی تصویر تھی کون تھی وہ؟ یہ اس کا سر درد نہیں تھا اور نہ ہی اسے دلچسپی تھی مگر جانے کیوں وہ اس ایک ہی زاویے میں اٹکی ہوئی تھی موبائل پر بیپ نے اس کی توجہ توڑ دی۔

پرائیویٹ نمبر سے کوئی میسج تھا وہ بنا اوپن کیئے جانتی تھی کہ یہ اسی ڈاکو جیک کا میسج ہوگا اس نے اوپن پر کلک کیا۔

"کیا اتنی مصروف ہو کہ اپنے چاہنے والوں کو بھی بھول گئیں" یہ میسج نہیں تھا کوئی جلتا ہوا کوئلہ تھا جو اس کے جسم پر پڑا تھا یہ شخص اور اس سے ہونے والی تھوڑی دیر پہلے والی گفتگو اس کے سر میں درد سا ہونے لگا۔

"بھاڑ میں جاؤ" غصے سے ٹائپ کر کے اس نے سینڈ کیا

"اوکے لیکن آپ بھی ساتھ آؤ اکیلے مزا نہیں آئے گا" یہ جواب دیا گیا تھا دوسری طرف سے۔

"دادی۔۔۔دادی" اس سے پہلے وہ جیک کے بارے میں کچھ اور سوچتی اوپر سے عرش کے چلانے کی آواز آئی وہ اپنے کمرے میں تھا اور زور زور سے چلا کر دادی کو آواز دے رہا تھا وہ اسی کے کمرے کی طرف گئی۔بنا

اسے دیکھے بھی وہ اس کے غصے کا اندازہ کر سکتی تھی جانے اب کیا ہو گیا تھا کس بات پر اتنا شور کر رہا تھا؟ سیڑھیاں تیزی سے عبور کرتی وہ اس کے کمرے تک پہنچی وہ دونوں ہاتھ کمر پر لگائے بڑے غصے سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا چہرہ لال تھا کسی پکے ہوئے انار کی طرح۔

" کیا ہوا آپ اتنا شور کیوں مچا رہے ہیں؟" اٹکتے ہوئے اس نے عرش کو دیکھا وہ بھی دانت پیستے ہوئے اس کے بالکل پاس آیا

"تم سے مطلب یہ میرا گھر ہے" وہ زور سے چلایا

"تو؟ جن کا گھر ہوتا ہے وہ شور کرتے ہیں کیا؟"

"شٹ۔۔۔اپ اینڈ گیٹ لاسٹ" اس کی آواز کم ہونے کی بجائے مزید تیز ہوگئی

"دادی" اسے نظر انداز کر کے وہ ایک بار پھر دادی کو آواز دینے لگا

"یہ آپ دادی کو کیوں بلا رہے ہیں؟" وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔ عرش نے غصے سے ٹھنڈی سانس لی

"تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے غصے سے بولا

"اور وہ میری دادی ہیں میں ان کو کیوں بلا رہا ہوں تم ہوتی کون ہو مجھ سے پوچھنے والی دو ٹکے کی لڑکی"

"دیکھیں آپ اس طرح" اس نے انگلی اٹھائی عرش نے اس کی انگلی اپنی مٹھی میں دبائی

"دیکھو تم اور میری آنکھوں میں دیکھو ان میں تمہیں کیا نظر آ رہا ہے" وہ اس کے بالکل سامنے تھا

"ہاشمی کا جل" اس نے جیسے تصدیق چاہی تھی

"شٹ اپ یہ کا جل وا جل نہیں ہے یہ غصہ ہے اور یہ غصہ تمہیں دیکھ کر مجھے آتا ہے"

"مجھے دیکھ کر کیوں؟ میں نے کیا کیا ہے؟" اس کی انگلی ابھی بھی عرش کی مٹھی میں تھا جسے چھڑانے کی وہ کوشش کر رہی تھی۔

" کتنی معصوم ہو تم اتنا سب کچھ کرنے کے بعد پوچھ رہی ہو میں نے کیا کیا ہے؟ یاد رکھنا تم نے جو کیا ہے اس کے لیے چھوڑوں گا نہیں تمہیں تم سے بدلہ ضرور لوں گا"

"میری ٹیچر کہتی ہیں جو مرد غیرت مند اور بہادر ہوتے ہیں ناں وہ عورتوں سے بدلہ نہیں لیا کرتے"

"تیری ٹیچر کی تو ایسی کی تیسی تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ میں بہادر اور غیرت مند نہیں ہوں"

عرش اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا غصے سے چہرہ پھول چکا تھا

"یا پھر تم یہ کہنا چاہ رہی ہو کہ میں مرد نہیں ہوں"

"ہاں۔مطلب نہ نہیں مہ مہ نے ایسا......۔"

"کیا ہوا بلے یہ شور کیوں مچایا ہوا ہے تم نے؟" دادی کھلے دروازے سے اندر آئیں عرش نے اس کی انگلی چھوڑ دی اور دادی کی طرف متوجہ ہوا

"دادی یہ میرا کمرہ اتنا گندہ کس نے کیا؟" دادی سے پہلے حور بول پڑی

"گندا تو پہلے تھا یہ تو صاف ہوا ہے" عرش نے گھور کر اسے دیکھا

"تم نے بیچ میں ضرور بولنا ہوتا ہے میں تم سے نہیں دادی سے پوچھ رہا ہوں" کہہ کر وہ ایک بار پھر دادی کی طرف متوجہ ہوا۔

"کیونکہ یہ کمرہ میں نے صاف کیا ہے"

"دادی آپ مجھے۔......۔" عرش کی بات حور کا جملہ سن کر ادھورا رہ گیا حیرت بھرے انداز میں اس نے حور کو دیکھا۔

"تم؟ یعنی یہ سارے فساد کی جڑ تم ہو؟ تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے کمرے کو گندا کرنے کی؟ میں نے تم سے کہا تھا ناں مجھ سے دور رہا کرو"

"بلے" دادی نے اسے مخاطب کیا۔عرش نے غصے سے ان کی بات کاٹ دی۔

"فرسٹ آف آل دادی میں بلا نہیں ہوں اور سیکنڈ یہ لڑکی آئندہ میرے کمرے کے کسی بھی چیز کو ہاتھ نہیں لگائے گی"

"لیکن بنا ہاتھ لگائے میں کمرے کو کیسے صاف کروں گی؟ عرش غصے سے مسکرایا

"یعنی کہ تم میرے کمرے کی صفائی نہیں کرو گی" دادی نے اس کے غصے پر سر جھٹکا۔

"اچھا اچھا اب چلو نیچے آجاؤ کھانے کا وقت ہو رہا ہے سب انتظار کر رہے ہیں نیچے اور حور تم بھی نیچے آؤ" وہ

توان سے بھی پہلے نکل گئی اس مصیبت سے نجات جو پانا تھا۔

☆......☆......☆

جیک اور ہدایت اندھیری رات کو سنسان سڑک پر چہل قدمی کر رہے تھے ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ جیک نے اس وقت سیاہ جینز اور لیدر کی جیکٹ پہنی ہوئی تھی اس کا ایک ہاتھ جیکٹ کی جیب میں تھا دوسرے ہاتھ میں موبائل لئے وہ میسج لکھنے میں مصروف نظر آرہا تھا میسج لکھتے اور سینڈ کرنے کے دوران اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آجاتی تھی ہدایت کب سے اور کتنے دن سے اسے یہی سب کرتا ہوا دیکھ رہا تھا وہ بہت تنگ نظر آرہا تھا جیک کی اس عادت سے۔ بس میں ملنے والی اس لڑکی سے ملنے کے بعد وہ ہر چیز سے بیگانہ ہو چکا تھا، کام کاج کو تو خیر ایک طرف رکھو اسے تو کھانے پینے کا بھی ہوش نہیں تھا۔

جیک تم اس موبائل کو جیب میں کب ڈالنے والے ہو؟ اکتا کر ہدایت نے پوچھا جیک کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"کیوں تمہیں میرے موبائل سے کوئی پرابلم ہے؟" معصومیت سے بھرا سوال۔

"پرابلم تمہارے موبائل سے نہیں تم سے ہے۔"

"تو یہ میرا پرابلم نہیں ہے" وہ ازلی بے نیازی سے کہنے لگا۔ ایک لمبی آئل ٹینکر والی گاڑی ان کے پاس سے گزر گئی۔

"آخر اس لڑکی میں ایسا کیا ہے؟" ہدایت نے حد پریشان تھا

"وہی جو کسی اور میں نہیں"

"اس نے کیا جادو کر دیا تم پر"

"یہ اسی سے پوچھو"

"وہ تمہارا کال اٹینڈ نہیں کرتی میسج کا جواب نہیں دیتی اور تم صبح سے لے کر رات تک اسے سینکڑوں میسج کرتے ہو" ہدایت جانے کسے سمجھانے کی کوشش میں لگا تھا

"شاید اسی کو محبت کہتے ہیں" کندھے اچکا کر جواب دیا گیا تھا

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"محبت؟ محبت محبت زندگی اس ایک چیز کا نام نہیں ہے تم اور بھی کچھ سوچو"

اور کیا سوچوں؟ جو محبت کرتا ہے کیا وہ کچھ اور سوچ سکتا ہے۔ دیکھو تم مجھ پر غصہ مت کرو میں نے محبت سے نہیں کہا تھا مجھے ہو جائے وہ خود ہی بخار کی طرح میرا جسم میں بسیرا کر گئی جیسے بخار بنا بتائے انسان کے نا چاہنے کے باوجود ہو جاتا ہے محبت بھی ویسے ہی ہوتی ہے لیکن بخار اور محبت میں ایک فرق ہے" اس کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔

"بخار جب سر پر چڑھ کر بولنے لگے تو اس کا علاج کیا جاتا ہے" ہدایت نے کہا

"یہی تو فرق ہے محبت اور بخار میں ایک کا علاج ہو سکتا ہے دوسرا ازل سے لا علاج رہا ہے"

"لیکن تم تو محبت کے وجود کو ماننے سے انکار کرتے تھے تمہاری نظر میں تو محبت فضول چیز ہے جو صرف فضول لوگ کرتے ہیں" ہدایت نے اسے کچھ عرصہ پہلے والی اس کی فلاسفی بتائی

"ہاں میں تب ایسا کہتا تھا لیکن اب میری فلاسفی بدل چکی ہے جو لوگ محبت کا مذاق اڑاتے ہیں محبت ان کو آزماتی ضرور ہے دیکھو میں بھی آزمایا جا رہا ہوں اپنے کہے ہر لفظ کے لیے"

"مجھے بھی محبت ہوئی کئی لڑکیوں سے لیکن تمہاری طرح میں نے روگ پال کر نہیں بیٹھا" ہدایت نے اسے جتایا۔

"غلط محبت صرف زندگی میں ایک بار ہوتی ہے اور وہ پہلی بار ہی ہوتی ہے دوبارہ کبھی محبت نہیں ہو سکتی اگر تم کہو کہ تمہیں دوسری بار محبت ہوئی ہے تو ہو سکتا ہے تمہاری پہلی محبت نہ ہو وہ صرف دل لگی تھی"

ہدایت کا دل چاہا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

"تم ایک ڈاکو ہو بہت بڑے ڈان اور اگر تم ایک لڑکی کی عشق میں گرفتار ہو کر سب کچھ فراموش کر دو گے تو سب ختم ہو جائے گا محبت کا انجام جانتے نہیں کیا تم؟"

ہدایت کی آواز میں غصہ تھا۔ اس وقت سڑک پر بالکل خاموشی تھی سانسوں کی آواز تک سنائی دے رہی تھی۔

"یہ بات تم سمجھتے ہو میں بھی سمجھتا ہوں لیکن دل تو نہیں سمجھتا ہم انسانوں کی زبان" اس کی آواز میں اداسی سی آ گئی۔

" تمہیں دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم ایک بہت بڑے ڈاکو ہو کسی سڑک چھاپ مڈل کلاس عاشق لگ رہے ہو" ہدایت نے غصہ نکالا

" کوئی بات نہیں جناب یہ لقب بھی منظور ہے ہمیں جب پیار کیا ہے تو وار تو سہنے ہوں گے اپنی جان کے لئے

" تم آخر چاہتے کیا ہو؟" ہدایت اس کی فلسفیانہ گفتگو سے بہت زچ ہو چکا تھا

" میری خواہش ہے کہ دنیا میں کم از کم کوئی ایک انسان ایسا بھی ہو جو میرے سارے درد لے کر اپنی ساری خوشیاں مجھے دے دیتا"

ہدایت نے اس کی پیٹھ پر مکا رسید کیا وہ پیٹھ سہلانے لگا

" تمہاری بھول ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا ہوگا یہ صدیوں پرانی بات کر رہے ہو تم آج کل تو محبت ہی مر گئی ہے" ان دونوں کے قدم اب واپسی کی جانب اٹھ رہے تھے کبھی کبھی وہ یونہی چہل قدمی کیا کرتے تھے

" جی نہیں میں آپ کی بات سے متفق نہیں ہوں محبت کوئی انسان یا چیز نہیں جو بدل جائے یا ختم ہو جائے یہ ایک جذبہ ہے ایک احساس ہے جو کل بھی تھا اور آج بھی ہے بس محبت کرنے والے بدل جاتے ہیں"

وہ دونوں کھلے آسمان تلے چلتے ہوئے جا رہے تھے

☆......☆......☆

حور نے اس وقت تیزی سے ناشتہ کیا چھوٹی کو سکول کے لیے تیار کیا اور خود بھی یونیورسٹی جانے کے لئے تیار ہونے لگی آج وہ پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکی تھی اس لیے مزید لیٹ نہیں ہونا چاہتی تھی۔

وردان کی کال پر اس نے عجلت کے انداز میں کال اٹینڈ کیا اور آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر بال بنانے لگی۔

ہیلو" بڑی تیزی سے اس نے کہا

کیا بات ہے سویٹ کزن ہم سے بات کرنے کی اتنی جلدی ہے" وہ ازلی رومینٹک انداز میں کہہ رہا تھا حور نے تاسف سے گردن ہلایا۔

بڑی خوش فہمی ہے جناب کو میں یونیورسٹی کے لئے لیٹ ہو رہی ہوں جو کہنا ہے جلدی بولو بتاؤ کیا کام ہے جو اتنی صبح صبح یاد کیا"

کام سے تمہارا کیا مطلب ہے لو جی یعنی کہ محبت تو کوئی کام ہی نہیں ہوا؟ اور یاد تو تم اس وقت آؤ گی جب تم یاد میں نہیں ہو گی تم تو سولہ گھنٹے میرے دماغ میں رہتی ہو" اس نے کھوئے ہوئے انداز میں کہا

اور باقی کے آٹھ گھنٹے؟ تجسس تھا تو پوچھ بیٹھی

باقی کے آٹھ گھنٹے تو تم میرے خواب میں آتی ہو" حور مسکرائی

تم کبھی نہیں سدھرو گے ناں"

کبھی نہیں مائی سویٹ کزن ہاں البتہ اگر تم میرے گھر آنے کی جلدی کرو تو میں سدھرنے کی کوشش کر سکتا ہوں" حور نے بال بنا کر کنگھی سائیڈ پر رکھ دی

پتا ہے حور کل امی کہہ رہی تھیں تم اپنی حور کو لے ہی آؤ ایسے تو فوج میں بھی دل نہیں لگے گا" حور نے پرس اٹھایا

تمہارے سر پر ہمیشہ شادی ہی کیوں سوار رہتی ہے وردان" کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اس نے کہا

شادی نہیں پاگل لڑکی تم سوار رہتی ہو پتا ہے لوگ اچھے اور نیک کام کرتے ہیں تبھی ان کو حور دیے جاتے ہیں جبکہ مجھے تو دنیا میں ہی میری حور مل گئی"

حور شرماتے ہوئے مسکرائی۔ اماں باہر بیٹھی تھیں جب وہ ان کو اللہ حافظ کہتی گھر سے باہر نکلی موبائل ابھی تک اس کے کان پر لگا ہوا تھا۔

بس بس باتیں ہی بنا لو تم"

باتوں کے علاوہ بھی بہت کچھ بنا لیتا ہوں" شوخی سے اس نے کہا۔ حور چلتی ہوئی جا رہی تھی تیزی سے۔

مثلاً" حور نے پوچھا

مثلاً ، کباب ، بریانی ، چائے ، اور تم سے محبت" حور کھلکھلائی

اچھا اب بس کرو میں یونیورسٹی کے لئے پہلے ہی لیٹ ہو چکی ہوں" وہ تیزی سے بولی۔ چوہدریوں کے گھر کا بڑا گیٹ کھلا حور نے اس طرف نہیں دیکھا ایک بڑی گاڑی وہاں سے نکلی عرش چوہدری اسے ڈرائیو کر رہا تھا حور باتیں کرتے ہوئے جا رہی تھی۔

تمہاری پرنسپل کو کڈنیپ کر لینا ہے میں نے کسی دن" وردان مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

حور تیزی سے جا رہی تھی اچانک اس کی نگاہ دائیں جانب سے آتی گاڑی پر پڑی وہ اس کی طرف آ رہی تھی اور وہ سڑک کے بالکل درمیان میں کھڑی تھی اس نے بائیں جانب ہونے کی کوشش کی۔عرش نے ڈرائیونگ کرتے ہوئے ناگواری سے حور کو دیکھا جو سڑک کے بالکل بیچ میں کھڑی تھی اس نے بائیں جانب گاڑی موڑ دی ،حور بھی بائیں جانب ہو چکی تھی

"شٹ دس اڈیٹ گرل" وہ غصے سے بڑبڑایا

کال حور کٹ کر چکی تھی۔گاڑی بھی بائیں جانب گھوم گئیں اور اس کے سامنے ہی آ رہی تھی اس کے بالکل پاس۔حواس باختہ ہو کر وہ سامنے دیکھ رہی تھی آج تو اس کا مرنا پکا تھا اس نے ڈرتے ہوئے آنکھیں بند کر دیں۔

وہ گاڑی اس کے بالکل قریب آ کر رک گئی ایسا لگ رہا تھا جیسے بڑی مشکل سے بریک لگایا گیا تھا۔اس نے آنکھیں کھولیں وہ زندہ تھی اس نے سکون کا سانس لیا۔گاڑی کا دروازہ کھلا عرش چوہدری اپنی بارعب شخصیت لئے برآمد ہوا۔اس کے چہرے پر غصہ تھا وہ سمجھ گئی تھی ایسی عجیب وغریب ڈرائیونگ صرف عرش چوہدری کی ہی ہو سکتی ہے۔وہ غصے سے اس کی طرف آ رہا تھا اور وہ سہمے ہوئے اسے اپنی طرف آتا دیکھ رہی تھی۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" غصے سے اس نے پوچھا

وہ جو پہلے سے ہی اس کی اندھا دھند ڈرائیونگ سے غصے میں تھی اس کے لہجے نے آگ میں گھی کا کام کیا تھا

آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟" جواباً اس سے بھی زیادہ غصے میں حور نے پوچھا تھا

یہ میرا گھر ہے اور میں سڑک پر ڈرائیونگ کر رہا ہوں اب آپ بتائیں آپ یہاں کیا کر رہی تھیں"

وہ سامنے میرا گھر ہے اور یہ سڑک ہے جو کسی کی ملکیت نہیں ہے میں اس پر چل کر بس سٹاپ پر جا رہی تھی" دانت پیس کر جواب دیا گیا۔

اچھی بات ہے لیکن سڑک پر چلنے کے کچھ رولز ہوتے ہیں آنکھیں کھول کر چلنا پڑتا ہے یوں سڑک پر ڈانس کر کے نہیں۔آئی تھنک آپ کو اس کتاب کی سخت ضرورت ہے فورٹی رولز فار واکنگ آن روڈ" اس کا لہجہ سراسر مذاق اڑانے والا تھا۔

لیکن مجھے لگتا ہے آپ کو اس کتاب کی زیادہ ضرورت ہے "ہاؤ ٹو لرن ڈرائیونگ" اور اس کے ساتھ ساتھ

لڑکیوں سے کیسے بات کی جائے وہ کتاب بھی آپ کو لے لینی چاہیے" وہ پہلے ہی لیٹ ہو رہی تھی اور یہاں محترم بحث کیے جا رہے تھے حور کی بات سن کر عرش ایک دم سنجیدہ ہو گیا آنکھوں میں غصہ بھر گیا۔

شٹ اپ اگر تمہیں مرنے کا اتنا ہی شوق ہے تو کہیں اور جا کے مرو لیکن میری گاڑی کے سامنے نہیں"

انگلی اٹھا کر اس نے حور کو وارننگ دی

اور اگر آپ کو جیل کی دال کھانے کا بہت شوق چڑھا ہے ناں تو کسی اور کو ٹکر مارو لیکن مجھے نہیں" بالکل اسی کے انداز میں حور نے جواب دیا۔ عرش اگر سیر تھا تو وہ سوا سیر تھی۔

دیکھ لوں گا میں تمہیں" اس کا غصہ بڑھتا ہی جا رہا تھا

مجھے نہیں سڑک کو دیکھ کر ڈرائیو کیا کرو تب شاید جیل جانے سے بچ جاؤ" وہ اس کے غصے بھری کیفیت کو انجوائے کر رہی تھی ۔عرش کا بی پی شوٹ کر گیا۔

میں؟ میں۔ میں تمہیں ۔۔وہ غصے سے حور کی طرف دیکھ رہا تھا جیسے اس لڑکی کے ساتھ کیا کیا جائے۔ پھر غصے میں اس نے پیروں کے نیچے پڑے چھوٹے سے پتھر کو کک ماری اور پتھر اڑتا ہوا سامنے گیا پھر چھناک کی آواز آئی۔ حور مسکرائی۔ عرش حیران ہوا۔

گیا کام سے" حور نے کندھے اچکا کر کہا۔

کیا؟ عرش نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

آپ کی گاڑی کا شیشہ" حور نے پیچھے کی جانب اشارہ کیا عرش نے مڑ کر دیکھا اور اس کی آنکھیں پھیل گئیں وہ کئی پل اس ٹوٹے ہوئے شیشے کو دیکھتا رہا۔ اس نے دانت پیس کر ہاتھ اوپر اٹھایا اور حور کو مارنے کے لیے مڑا لیکن نہیں۔ وہ تو وہاں نہیں تھی اس نے سامنے دیکھا وہ دور جا رہی تھی۔ غصے سے سانس خارج کرتا وہ گاڑی میں آ کر بیٹھ گیا۔

۞......۞......۞

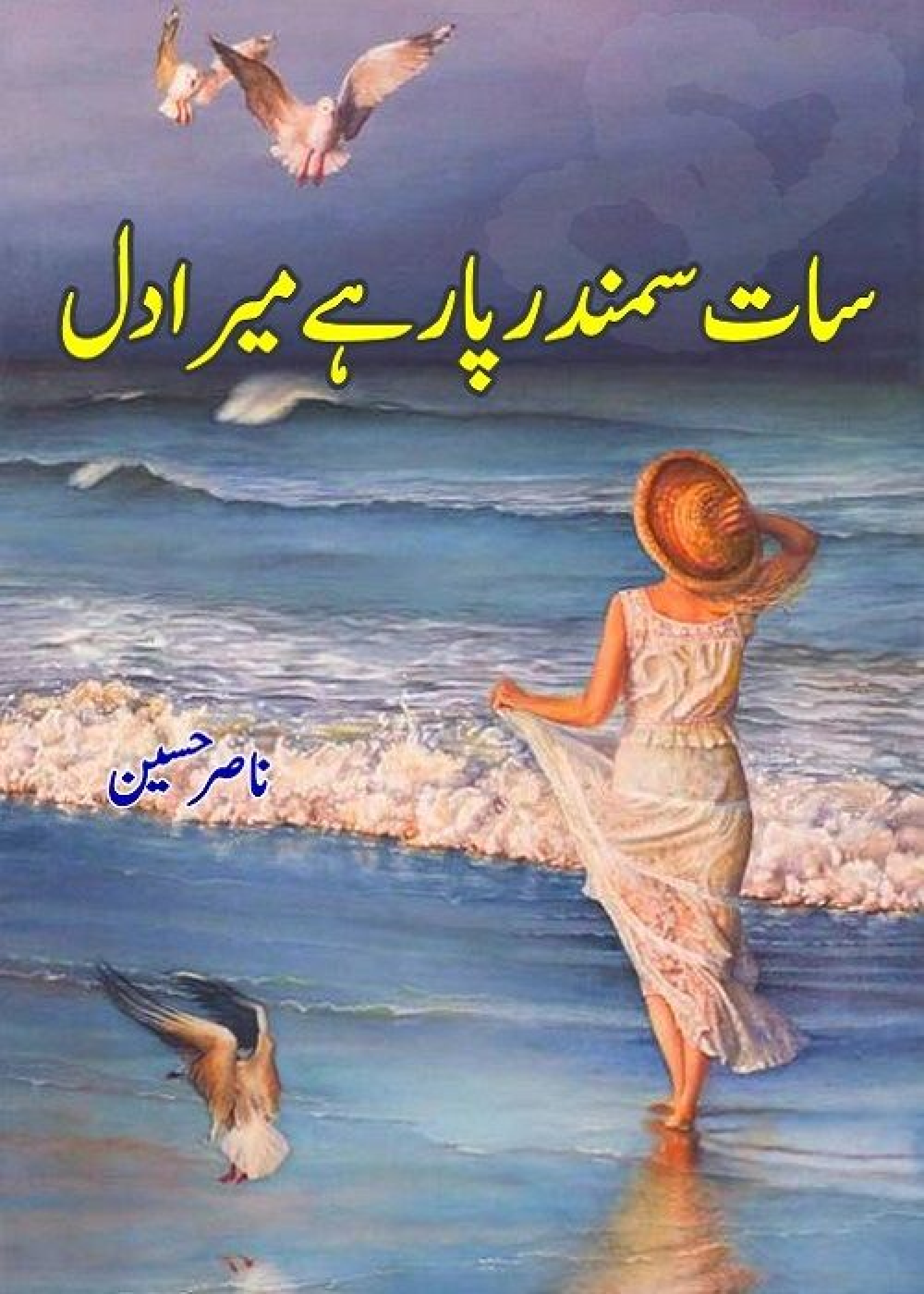
سات سمندر پار ہے میرا دل
ناصر حسین

لالی کی زندگی ایک بہت بڑے طوفان کے زد میں تھی وہ جن مصیبتوں کا سامنا کر رہی تھی اور جو مصیبتیں اس کی منتظر تھیں ان کے بارے میں وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔اس کا دل اس کے خواب کئی بار ٹوٹ چکے تھے اور انہیں توڑنے والا تھا وہ ایک شخص اس کی محبت اس کا شوہر عشان نور چوہدری۔ وہ شخص لالی جیسی معصوم اور خوبصورت لڑکی کو صرف اس لیے چھوڑ کر امریکہ چلا گیا کیونکہ وہ ایک ان پڑھ لڑکی کے ساتھ زندگی نہیں گزارنا چاہتا تھا اور یہاں لالی اس کی یادوں میں پل پل جی رہی تھی۔وہ عشان نور کے پاس امریکہ جانا چاہتی تھی لیکن ایسا اس لیے بھی ممکن نہیں رہا کیونکہ وہ پریگنٹ تھی اور یہ خوشی کی خبر ایک بہت غلط موقع پر اسے ملی تھی اس نے عشان نور کو بھی بتایا اس سے بات بھی کی لیکن وہ تو کوئی رشتہ نہیں رکھنا چاہتا لالی سے۔اب وہ جن مسائل کا سامنا کر رہی تھی ان کا کوئی اندازہ بھی نہیں کر سکتا وہ پریگنٹ تھی یہ بات گھر میں اپنے والدین کو وہ نہیں بتا سکتی تھی یہ بات صرف اسے اور اس کی سہیلی کائنات کو معلوم تھی کائنات اس معاملے میں اس کی آخری حد تک مدد کر رہی تھی لیکن لالی کا معاملہ حد سے زیادہ سنگین تھا یہاں وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔وہ لالی کو صبر کی تلقین کر سکتی تھی جو وہ کر رہی تھی لیکن لفظ صبر ان لوگوں کے سامنے بہت چھوٹا ہوتا ہے جو درد اپنی قسمت میں لے کر گھوم رہے ہیں صبر بھی انہیں کرنا پڑتا ہے اس کا علاوہ ان کے پاس کوئی اور راستہ بھی نہیں ہوتا۔ گھر والے لالی کا طلاق لے کر اس کی شادی کرانا چاہتے تھے مگر لالی کسی بھی قیمت پر طلاق نہیں لینا چاہتی تھی وہی گاؤں کی مشرقی لڑکی۔ مشرق کے مرد دھوکہ دے سکتے ہیں لیکن مشرقی لڑکیاں کبھی بے وفائی نہیں کرتیں وہ آخری سانس تک عشان نور کے نام کے ساتھ جڑے رہنا چاہتی تھی چاہے وہ شخص اس رشتے کو قبول کرتا یا نہیں۔

لالی اور کائنات اس دن پرانے جامن تلے بیٹھی تھیں۔ لالی کی آنکھوں میں جو اداسی تھی وہ اس کی ذات کا ایک حصہ بن کر رہ گئی تھی۔

"میں ایک بار پھر عشان نور سے بات کرنا چاہتی ہوں کائنات" لالی نے کائنات کی طرف جو اسے ایسے گھور رہی تھی جیسے وہ کوئی مینٹل لڑکی ہو اتنا سب کچھ ہونے کے بعد بھی وہ اسی ایک شخص کا نام لے رہی تھی جانے اسے غصہ کیوں نہیں آتا۔

"تم پاگل ہو لالی وہ شخص تم سے تمہاری سوچ سے بھی زیادہ نفرت کرتا ہے اور تم اسی کے پیچھے لیلیٰ بنی ہوئی ہو۔ میری بات کان کھول کر سن لو وہ شخص تمہیں آخری سانس تک نہیں اپنائے گا باقی اس کے پیچھے بھاگ کر تم اپنا سب کچھ گنوا دو گی"

کائنات اسے سمجھا رہی تھی جیسے ہمیشہ سمجھاتی تھی لیکن لالی امید کبھی نہیں چھوڑتی تھی۔

"کائنات میں اس کی منت کروں گی اس کے آگے ہاتھ جوڑوں گی کہ وہ مجھے اپنا لے ایک بار میرا یقین کر کے مجھے گھر لے جائے میں نوکروں کی طرح اس کے گھر میں پڑی رہوں گی اور" کائنات نے غصے سے اس کی بات کاٹی۔

"لالی یقین ہوتا ہے یا تو پھر نہیں ہوتا یقین کبھی دلانا نہیں پڑتا کسی سے اعتبار کی بھیک مانگ کر اپنی عزت نفس کبھی مت کچلو۔ جو تمہارا نہیں ہے وہ تمہارا کبھی نہیں ہوگا چاہے تم چیخو چلاؤ زمین آسمان ایک کر دو"

لالی کی آنکھوں میں آنسوؤں تیرنے لگے جانے کس مٹی کی بنی تھی۔

"جو سچا دوست ہوتا ہے ناں وہ کبھی راستے پر تنہا چھوڑ کر نہیں جاتا اور جو ہاتھ چھوڑ جائے تو سمجھ لو اس کی کبھی تم سے دوستی تھی ہی نہیں عشان نور کے ساتھ گزارے ہوئے ہر لمحے کو بھلا کر تم آگے کی سوچو۔ پیچھے اتنے بڑے مسائل نہیں ہیں جتنے آگے ہیں لالی۔ مت بھولو کہ تم پریگنٹ ہو تم اس شخص کے بچے کی ماں بننے والی ہو اور یہ بات تمہارے گھر میں کوئی نہیں جانتا لیکن اس بات کو تم زیادہ دیر کسی سے چھپا نہیں پاؤ گی"

لالی پتھر کی مورتی بن کر روئے جا رہی تھی سورج مغرب کی جانب ڈھل رہا تھا وہ بھی اترتے شام کی طرح ڈھلنے لگی زندگی انسان کو کہاں کہاں نہیں آزماتا جو قسمت میں ہی نہیں ہوتے جانے وہ سامنے ہی کیوں آتے ہیں وہ ملتے بھی کیوں ہیں۔

"لالی رومت پلیز خدا پر بھروسہ رکھو جب زمین پر سے انصاف ختم ہونے لگتے تو آسمانوں پر انصاف ہونے لگتا ہے تم دیکھنا خدا تمہارے ساتھ انصاف ضرور کرے گا۔ کسی کا دل توڑ کر کبھی کوئی خوش نہیں رہتا لالی کسی کی مسکراہٹ کی قیمت تمہارے آنسوؤں سے بڑھ کر کبھی نہیں ہو سکتی۔ مسکراہٹیں قیمتی ہیں لیکن آنسوؤں انمول ہوتے ہیں۔ وہ شخص کبھی خوش نہیں رہے گا زندگی میں کسی کے آنسوؤں کی زمین پر خواہشوں کی عمارت کبھی کھڑی

نہیں رہ سکتی۔ دوسروں کو رلانے والے زندگی میں کبھی خود بھی رو دیتے ہیں"

اسے حوصلہ دیتے دیتے کائنات خود بھی رونے لگی دراصل اسے لالی پر ترس آ رہا تھا۔

"چلو اٹھو لالی شام ہو رہی ہے گھر چلیں" وہ دونوں کھڑی ہوئیں وہ لالی کا بازو پکڑ کر اسے لے جانے لگی۔ دور دور کھیتوں میں عورتیں کام کرتی نظر آ رہی تھیں۔

"پتا ہے لالی زندگی میں کئی قسم کے لوگ ملتے ہیں۔ ہرانے والے گرانے والے، ہار پہنا کر خنجر چلانے والے، راستے میں چھوڑ جانے والے امیدیں توڑ دینے والے تو اس میں اداس ہو کر عمر بھر کا روگ پالنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ انسان ایسے ہی کریں گے ان سے حد سے زیادہ امیدیں لگا کر غلطی ہم خود کرتے ہیں"

لالی نے شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"کائنات مجھے مت سمجھاؤ مجھے کچھ سمجھ نہیں آئے گا بس میرے لیے دعا کرو کہ میں مر جاؤں"

کائنات نے ٹھنڈی سانس لی۔ جانے آگے کیا ہونے والا تھا۔

☆......☆......☆

لالی اور عشان کی دوستی بہت گہری تھی سمندر جتنی۔ لیکن جب سمندر میں طوفان آتے ہیں ناں تو بہت کچھ ختم ہو جاتا ہے یہ اس وقت کی بات تھی جب ان دونوں کی دوستی شروع ہوئی لالی اور عشان کی دوستی کا آغاز تب ہوا تھا جب لالی کی ماں نوکری کرنے عشان کے گھر گئی۔ چوہدریوں کی حویلی بہت بڑی اور اونچی تھی۔ آسمان کو چھونے والی عمارت اپنے اندر غرور لئے کھڑی تھی۔ اس حویلی کو پورے گاؤں میں چاند محل کے نام سے جانا جاتا تھا کیونکہ وہ حویلی چمکیلی اور خوبصورت تھی بالکل چاند جیسے۔ اور اس پر مکمل طور پر چاندی کا کام ہوا تھا۔

لالی کی ماں کام کے دوران کبھی کبھی لالی کو بھی چاند محل لے جاتی تھی اور وہیں ان دونوں کی دوستی ہو گئی اس وقت وہ بچے تھے لیکن بڑے ہوتے گئے دوستی ختم نہ ہوئی بڑھتی گئی۔ ان دونوں کی دوستی پورے گاؤں میں مشہور ہو گئی۔ عشان دل کا بہت اچھا تھا وہ لالی سے ٹوٹ کر محبت کرتا تھا لالی جیسے زندگی تھی اس کی۔ جب اس نے جوانی میں قدم رکھا تو اس کے باپ دسمبر طلال چوہدری نے اس پڑھنے کے لیے امریکہ بھجوانے کا فیصلہ کیا۔ مگر جاتے جاتے عشان نے دسمبر طلال کو اپنی محبت کے بارے میں بتایا جس کے بارے میں دسمبر چوہدری نے اس

وقت کہا تھا "تم اپنی تعلیم مکمل کرلو پھر دیکھیں گے کیا کرنا ہے"

عشان امریکہ جانے کے بعد بھی لالی کو نہیں بھولا تھا وہ ہر وقت اسی کی یادوں میں رہتا اور فون کر کے ہر کال پر لالی کے بارے میں ضرور پوچھتا۔

"ابو میں اب لالی سے شادی کرنا چاہتا ہوں" ایک دن فون پر عشان نے کہا تھا چوہدری دسمبر حیران رہ گئے انہوں نے عشان کو اس رشتے سے باز رہنے کے لئے کہا لیکن عشان اس معاملے میں تو کسی کی نہیں سننے والا تھا۔ چوہدری دسمبر طلال کیا کرتا انہوں نے شادی کے لیے راضی مندی دے دی۔ لالی بہت خوش ہوئی اس نے زندگی سے جو چاہا تھا بھی وہ اسے مل رہا تھا بچپن کا دوست ہمیشہ خیال رکھنے والا وہ عشان نور اس کا ہونے والا تھا لیکن شادی کی پہلی رات ہی اس پر جو بھیانک انکشاف ہوا اس کے بعد تو لالی ٹوٹ گئی۔ عشان اسے چھوڑ کر واپس امریکہ چلا گیا وہ نہیں جانتی تھی عشان نے ایسا کیوں کیا وہ اسے کیوں چھوڑ گیا کس بات کی سزا ملی تھی اسے لیکن وہ چلا گیا اور کبھی واپس نہیں آئے گا یہ بات لالی جان چکی تھی۔ وہ ایک ظالم وڈیرہ تھا جو کسی معصوم لڑکی کے دل کو روند کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو گیا۔ یہ سوچے بنا کہ کوئی نگاہ آخری سانس تک اس کی منتظر رہے گی کوئی اسے ڈھونڈتا رہے گا کوئی اس کے لیے روتی رہے گی۔ سب ختم ہو چکا تھا۔

☆......☆......☆

لالی کی زندگی ایک کہانی کی طرح تھی بہت بھیانک اور دردناک کہانی۔ لیکن آپ نے کہانی کا صرف ایک پہلو پڑھا وہی جو آپ نے پڑھا اور محسوس کیا لیکن اصل کہانی وہ نہیں تھی۔ لالی شادی کے بعد سے عشان نور کو غلط سمجھ رہی تھی وہ شخص ظالم تھا دھوکے باز تھا اس کو وفا کرنا نہیں آتا یہ لالی کی سوچ تھا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں تھا اگر لالی غلط نہیں تھی تو غلط عشان بھی نہیں تھا کچھ تو تھا جو ان کی زندگیوں میں غلط ہوا تھا۔ کچھ تو ایسا ہوا تھا جن کی وجہ سے ان دو محبت کرنے والوں کے درمیان اتنی زیادہ دوریاں آگئیں۔ اور وہ کچھ یوں تھا۔

چوہدری دسمبر طلال گاؤں کے سب سے بڑے وڈیرے تھے ان کا ایک عظیم الشان نام تھا نا صرف اپنے گاؤں بلکہ آس پاس کے تمام دیہاتوں میں انہی کی حکومت تھی وہ دولت اور رتبے دونوں میں سبھی سے آگے تھے ان کی یہی حکومت ان کے اپنے گھر میں بھی تھی سب کو ان کو بابا جان کہتے تھے گھر میں لیکن حقیقت میں وہ بہت

بڑے اسمگلر تھے اور کئی غیر قانونی کاموں سے انہوں نے بہت ساری دولت اکٹھا کی۔ ان کے تین بیٹے تھے جن کی عمروں میں زیادہ فرق نہیں تھا سب سے بڑا بیٹا ارمان چوہدری جو کہ شادی شدہ تھا ان کی بیوی تابندہ بیگم اور بیٹا شاہ نور تھا چوہدری دسمبر کا دوسرا بیٹا برہان تھا وہ بھی شادی شدہ تھا ان کی بیوی خدیجہ تھی اور دو ماہ کا بیٹا عرش تھا۔ ان کا تیسرا اور سب سے چھوٹا بیٹا عشان نور تھا۔ یوں تو کوئی والدین اپنی اولاد میں فرق نہیں کرتا لیکن وہ عشان سے سب سے زیادہ محبت کرتے تھے۔ وہ ان کا لاڈلہ تھا اگر کوئی ان کی وراثت کو سنبھال سکتا تو وہ عشان ہی تھا اس کے علاوہ ان کے دو بیٹوں میں سے ایسا کوئی نہیں کر سکتا تھا۔

ان تینوں بیٹوں کے علاوہ ان کی ایک بیٹی بھی تھی حسینہ اور ان کی ماں جن کو بڑی ماں کہا جاتا تھا وہ بھی ان کے ساتھ ہوتی تھیں۔ چوہدری دسمبر کے دل و دماغ میں ہمیشہ سے یہ بات تھی کہ ان کی وراثت اور جاگیر کا مالک عشان بنے گا تبھی انہوں نے عشان کو بیرون ملک تعلیم کے لیے بھیج دیا لیکن عشان نور لالی سے محبت کرتا ہے یہ بات کسی تیر کی طرح ان کو دل کو لگی عشان نور چوہدری دسمبر طلال کا بیٹا ایک معمولی نوکرانی کی بیٹی سے محبت کرتا ہے یہ بات وہ کیسے برداشت کر سکتے تھے۔ اس دو ٹکے کی لڑکی چاند محل کی بہو وہ قیامت تک نہیں بنا سکتے تھے لیکن وہ یہ بھی جانتے تھے کہ عشان اس لڑکی کے پیچھے پاگل ہے مسئلہ لالی کا نہیں تھا مسئلہ عشان کا تھا وہ اسے کیسے سمجھاتے کہ اس لڑکی سے شادی کرنے کی صورت میں ان کی کتنی بدنامی ہوگی اور عزت کا جو یہ چاند محل انہوں نے کھڑا کیا تھا وہ پل بھر میں ریت ہو جائے گا۔ وہ عشان کو نہیں سمجھا سکتے تھے جانتے تھے عشان ان کی کوئی بات نہیں سنے گا اس مسئلے کا حل ان کو خود نکالنا تھا۔ عشان کے امریکہ جانے سے پہلے ان کی سوچ یہی تھی کہ وہ وہاں جا کر اس جاہل گنوار لڑکی کو بھلا دے گا لیکن ان کی سوچ غلط ثابت ہوئی عشان کے دل سے روح تک بس لالی ہی تھی۔ ملکوں ملکوں گھوم کر بھی وہ اس گنوار کی محبت اپنے دل سے نکال نہیں سکا۔ انہی دنوں عشان شادی کی ضد کرنے لگا تب اس مسئلے کا حل ان کے لیے ضروری ہو گیا۔ تب انہوں نے اپنے بڑے بیٹے ارمان اور ان کی بیوی تابندہ کو بلا کر ان کی مدد چاہی۔ ارمان اور تابندہ شیطانی دماغ رکھتے تھے اور چوہدری دسمبر کے ہر غلط کارنامے میں ان کی مدد کرتے تھے۔ وہ چوہدری کے ہر کالے کارنامے سے واقف تھے۔

"ارمان تابندہ مجھے تم دونوں کی مدد چاہیے" اس دن انہوں نے کہا تھا۔

"جی بابا جان حکم کریں" ارمان تابعداری سے بولا۔

" تم جانتے ہوناں عشان اس دو ٹکے کی جاہل گنوار نوکرانی سے شادی کرنا چاہتا ہے " دسمبر چوہدری نے دونوں کو باری باری دیکھا۔

" اگر وہ دو ٹکے کی لڑکی چاند محل کی بہو بن گئی تو زمانے بھر میں ہماری تھو تھو ہوگی ویسے بھی اگر عشان نے اپنی من پسند لڑکی سے شادی کر لی تو وہ آپ کے ہاتھ سے تو گئے بابا جان "

تابندہ بیگم نے غصے سے کہا تھا

" بالکل اور یہی ہم نہیں چاہتے اب کیا کرنا ہے یہ تم لوگ اچھی طرح جانتے ہو وہ لڑکی کبھی بھی اس گھر میں نہیں آئے گی کچھ ایسا کرو کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنی ہمارا بیٹا بھی ہمیں مل جائے اور اسے ہم پر شک بھی نہ ہو "

دسمبر طلال نے حکم صادر کیا۔ ارمان اور تابندہ سوچ میں پڑ گئے انہوں نے کیا کرنا تھا آگے یہی مسئلہ سب سے بڑا تھا۔ پھر انہوں نے وہ کیا جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا سب سے پہلے انہوں نے عشان کا برین واش کیا لالی کے خلاف کہ لالی ایک بدکردار لڑکی ہے اس کے امریکہ جانے کے بعد وہ کسی اور لڑکے کے ساتھ افیئر چلانے لگی اور ایسی کئی باتیں کیں جن سے عشان کے بھڑکنے کے امکانات تھے۔

" غریب لوگ کبھی محبت نہیں کرتے یہ صرف سودا کرتے ہیں دولت کا انہوں نے تمہارے پاس دولت دیکھی تو مان گئی کل کسی اور کے ساتھ بھی یہی کرے گی" وہ یقین نہیں کرتا تابندہ بیگم اور ارمان بھائی کی ان باتوں پہ لیکن آہستہ آہستہ شک بیٹھتا جا رہا تھا اس کے دل میں۔ دوسری طرف چوہدری دسمبر طلال نے ان دونوں کی شادی کا پروگرام بنایا تاکہ عشان کو اس پر بالکل شک نہ پڑے اور تابندہ بیگم ہر روز عشان کو کوئی نہ کوئی بات بتاتی لالی کے بارے میں اور اپنی اسی سازش کو کامیاب بنانے کے لیے انہوں نے کئی جھوٹے گواہوں کا بھی استعمال کیا اور فوٹو شاپ سے بنائی گئی کئی تصویروں نے بھی خوب کام دکھایا اس وقت چونکہ عشان بہت زیادہ ٹینشن میں تھا اس لیے وہ کچھ اور سوچ ہی نہیں سکا اس کا دماغ مکمل طور پر برین واش ہو چکا تھا۔

شادی ہو گئی رشتہ بن گیا مگر وہ مکمل طور پر ٹوٹ گیا لالی نے اس کے ساتھ اتنا بڑا دھوکہ کیا یہ وہ نہیں سوچ سکتا

تھا امریکہ جانے سے پہلے اس نے لالی سے پوچھا بھی تھا

" کیا تم میرا انتظار کر سکتی ہو " تب لالی نے اس کے گلے لگ کر کہا تھا وہ تا عمر اس کا انتظار کرے گی اور یہاں وہ اتنا بڑا دھوکہ دے گئی اگر اسے محبت تھی ہی نہیں تو بتا دیتی اتنا سب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اس غصہ تھا نفرت تھی اس وقت وہ یہی احساس محسوس کر رہا تھا دسمبر طلال ارمان اور تابندہ اس کھیل کو کامیاب ہوتے دیکھ کر حد سے زیادہ خوش تھے۔ لالی کے ساتھ ایک رات بہ مشکل گزار کر وہ واپس امریکہ چلا گیا اور جاتے جاتے اس نے دادی سے کہا تھا کہ وہ کسی جاہل گنوار لڑکی کے ساتھ زندگی نہیں گزار سکتا لفظ بدکردار وہ نہیں ادا کر سکا۔ ایک بار ابو نے کہا تھا یہ جاہل اور غریب گنوار لوگ صرف پیسے کے بھوکے ہوتے ہیں صرف پیسے کے لیے رشتے بناتے ہیں اور اس وقت عشان نور چوہدری کو وہ سب صحیح لگ رہا تھا۔ اس کا دل بری طرح توڑ کر رکھ دیا اس ظالم لڑکی نے وہ کبھی اس قابل تھی ہی نہیں کہ اس سے محبت ہو سکتی۔ جو لوگ ایک بار نظروں سے گر جاتے ہیں تو ہم انہیں وہ مقام کبھی نہیں دے سکتے جو ان کا پہلے تھا۔ ☐

☆......☆......☆

" کائنات ایک خط لکھو گی ؟ " اس نے پانی بھرتے ہوئے کائنات سے پوچھا تھا کائنات نے الجھن بھری نگاہ سے اسے دیکھا

" خط؟ لیکن کس کے لیے؟ "

" عشان کے لیے ہم اسے خط لکھیں گے اور ان کو اپنی مجبوری بتائیں گے انہیں سب بتائیں گے کہ ہم کیسے ذلیل ہو رہے ہیں وہ آ کر ہم کو ان مصیبتوں سے نکالے، وہ ہم پر بھروسہ کرے جیسے ہمیشہ کرتا تھا "

وہ ایک نئی امید جوڑ رہی تھی۔ کائنات نے تاسف سے اسے دیکھا اسے بہت ترس آیا لالی پر۔ ہمیشہ کی طرح

" لالی بھروسہ کبھی مانگا نہیں جاتا اور جن پر بھروسہ ہوتا ہے ناں ان سے صفائی نہیں مانگی جاتی "

زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ اس نے لالی کو دیکھا لالی بھی مسکرائی اس کی مسکراہٹ میں درد تھا چبھن تھی اور بھی بہت کچھ تھا۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"یہ سب قصے کہانیوں والی باتیں ہیں کائنات ورنہ جو محبت کرتا ہے وہ نبھا بھی سکتا ہے۔ جانے وہ کیسے لوگ ہوتے ہیں جن کی دعائیں قبول ہو جاتی ہیں میں نے تو اس کائنات میں کسی ایک کو چاہا مجھے تو وہ بھی نہ ملا۔ "

کائنات نے کاغذ قلم لیا اور جو جو لالی کہتی گئی وہ لکھتی گئی جب کاغذ ختم ہوا تو اس نے لالی سے پوچھا

"اب اس کا کیا کرنا ہے؟"

"یہ تم عشان کی دادی کو دے دو وہی عشان تک پہنچائے گی"

ایک ہفتہ گزر گیا لیکن کوئی جواب نہیں آیا۔ لالی کی امیدیں ٹوٹ رہی تھیں۔ وہ جانتی تھی اب سب ختم ہو جائے گا۔ لیکن انہی دنوں اس کی کہانی میں کچھ الگ ہوا تھا وہ پریگننٹ تھی یہ بات وہ خود سے کبھی نہ کھول پاتی لیکن یہ بات کھل گئی اور سب کے سامنے آ گئی اور لالی نے یہ بات اپنی زبان سے سب کو بتائی تھی کیا کرتی مجبور ہو گئی تھی اس رات اماں اس کے کمرے میں آئی جب وہ کھڑکی کے پاس کھڑی سسک رہی تھی۔

"لالی یہ رونا دھونا بند کر اب میں تنگ آ گئی ہوں تم سے "انہوں نے ناگواری سے لالی کو ٹوکا تھا وہ اور باقی سب گھر والے حقیقتاً اس کے رونے سے تنگ تھے وہ ہمیشہ روتی رہتی اس کی شکل اور آنکھیں بنجر سی ہو گئیں تھیں اب ان میں کوئی خواب بستا ہی نہیں تھا۔

"تو کیا کروں اماں؟ انسان جب ٹوٹ جاتا ہے تو اس کے پاس واحد چیز آنسوؤں بچتے ہیں وہ تو مجھ سے نہ چھینیں" لالی نے غصے سے شکوہ کیا۔ اماں مزید برہم ہوئیں

" دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا وہ چوہدری دمبر کا بیٹا اب کبھی نہیں آنے والا تجھے لینے۔ زندگی کے ساتھ سمجھوتہ کر لو میں آج ہی تیرے ابا سے بات کر کے تیری بات کالو چاچا کے بیٹے رفیق سے پکی کراتی ہوں "اماں نے اطلاع دی تھی یا دھمکی لیکن اس کی سچ مچ جان نکل گئی۔ لیک کر وہ اماں تک گئی یہی وہ موقع تھا جب اس نے اماں کو اپنے پریگننٹ ہونے کی خبر دی وہ اس سلگتے آگ کو شاید روکنا چاہتی تھی لیکن آگ مزید بھڑک گئی۔

" کیا کہا تم نے؟ "اماں رو پڑی "ہائے اللہ یہ سننے سے پہلے مر کیوں نہیں گئی اب یہ سب جھیلنا بھی قسمت میں لکھا تھا "اماں نے شور کر کے سب کو اکٹھا کیا ابا اور دادی بھی آ گئے اماں نے بین کرتے ہوئے ساری بات ان کو بتا دی۔

"اس سارے مسئلے کا صرف ایک ہی حل ہے"

ابا نے خاموشی توڑی تھی۔ وہ سب اس وقت چھوٹے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے لالی بھی گم سم سی آگ کے پاس بیٹھی تھی۔ سب پریشان تھے اماں تو مسلسل دہائیاں دے رہی تھی ان چوہدریوں کو۔ ابا کی بات پر اس نے سر اٹھایا

"تم یہ بچہ ضائع کر دو" اسے جیسے کسی بچھو نے کاٹ لیا کرنٹ کھا کر وہ کھڑی ہوئی

"نہیں ابا ہم ایسا نہیں کر سکتے" اس نے صاف انکار کیا سب اس کا منہ دیکھ کر رہ گئے

"ایسا نہیں کرو گی تو کیا کرو گی دیکھ نہیں رہی حالات کتنے خراب ہو چکے ہیں تمہارے اس بچے کو کوئی باپ کا نام نہیں دے گا چوہدری کا بیٹا تمہیں نہیں اپنائے گا اس لیے بہتر یہی ہے حمل ضائع کر کے تم رفیق سے شادی کر لو

ابا غصے میں کہہ رہے تھے آنسوؤں مسلسل لالی کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے اماں اور دادی الگ پریشان تھیں۔

"نہیں ابا ہم کسی بے گناہ کی جان نہیں لے سکتے جو ہوا اس میں اس بچے کا کیا قصور اسے دنیا میں آنے سے پہلے کس بات کی سزا دی جا رہی ہے"

لالی نے روتے ہوئے مزاحمت کی ابا بھڑک اٹھے

اسے چوہدری عشان کی اولاد ہونے کی سزا ملے گی اور صرف اسے ہی نہیں تمہیں بھی۔ بہت شوق تھا ناں تمہیں اس چوہدری سے شادی کرنے کا دیکھ وہ امیر زادہ تجھے ٹھوکر مار کر چلا گیا اب بھی عقل کی لاٹھی تھام لے اور جیسا ہم کہہ رہے ہیں ویسا کر ورنہ زندگی میں بہت پچھتائے گی"

اماں نے بھی ابا کا ساتھ دیا لالی کو ان سے کوئی امید نہیں تھی جب طوفان آتا ہے تو تنکے بھی ساتھ چھوڑ جاتے ہیں کون اپنا ہے کون پرایا اس بات کا فیصلہ مشکل وقت کرتا ہے اور لالی چہروں سے اترتے نقاب دیکھ رہی تھی یہاں کوئی ایسا نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا۔ اس نے پر امید نگاہوں سے دادی کو دیکھا ایک وہی اس کی بات سمجھتی تھیں دادی نے اس کی طرف داری کرتے ہوئے ابا سے کہا

"دیکھ پتر لالی صحیح کہہ رہی ہے حمل ضائع کرنا تو گناہ ہوتا ہے اس مسئلے کا کوئی اور حل سوچو"

ابا نے غصے سے دادی کو دیکھا

http://sohnidigest.com

"اس مسئلے کا اور کوئی حل نہیں ہے آپ بتائیں اس مسئلے کا حل"

"آپ مجھے چاند محل لے جائیں ابا" لالی نے روتے ہوئے کہا

"تو وہاں جا کر کیا کرے گی وہ لوگ کون سا تجھے اپنائیں گے"

"میرے دل میں ایک آخری امید ہے ابا شاید ان کو ترس آ جائے شاید خدا ان کے دل میں رحم ڈال چکا ہو"

ابا نے مزید بحث نہیں کیا۔ لالی سے وہ بری طرح سے تنگ نظر آ رہے تھے بیٹیاں واقعی بوجھ لگنے لگیں تھیں ان کو۔ لالی کا کچھ تو کرنا تھا گاؤں والے الگ انگلیاں اٹھا رہے تھے اس پر۔ لالی کی بات پر عمل کرتے ہوئے ابا اسے چاند محل لے آئے۔ اس وقت رات ہو رہی تھی ٹھنڈی ہوا بھی چل رہی تھی۔ لالی کو یقین تھا عشان نہ سہی لیکن دسمبر طلال چوہدری شاید اپنی بہو کو قبول کر لے لیکن اس کی یہ امید بھی ٹوٹ گئی جب دسمبر طلال نے کہا تھا

"معاف کیجیے گا ہم اس لڑکی کو چاند محل میں پناہ نہیں دے سکتے جب اس کا شوہر ہی اسے چھوڑ کر چلا گیا تو ہم کیا کر سکتے ہیں"

لالی کو صحیح معنوں میں ہر طرف اندھیرا نظر آ رہا تھا امید کی آخری کرن بھی بجھ گئی۔ دسمبر طلال نے اسے چاند محل کے اندر قدم رکھنے بھی نہیں دیا۔ اس وقت وہاں ارمان چوہدری ان کی بیوی تابندہ اور ماں بھی کھڑی تھی وہ روتی رہی سب سے بھیک مانگتی رہی لیکن کسی نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ دسمبر طلال کی ماں کو اس پر بہت ترس آ رہا تھا لیکن کیا کرتیں وہ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا لالی مایوس ہو کر گھر لوٹ آئی۔ اسے زندگی میں پہلی بار عشان نور سے نفرت محسوس ہوئی وہ شخص اس حد تک سفاک تھا جس سے اس نے محبت کی وہ در در کی ٹھوکریں کھا رہی تھی لوگوں کے طعنے سن رہی تھی اور اسے ذرا پرواہ بھی نہیں تھا وہ امریکہ میں بیٹھا تھا سکون سے اور یہاں لالی کو چھوڑ گیا تھا خوار ہونے کے لیے۔ مرد کے غلط فیصلوں کی سزا ہمیشہ عورتوں کو ہی ملتی ہے۔

"میں تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی عشان نور چوہدری تم نے مجھے وہ دن بھی دکھائے ہیں جن کا گمان بھی کبھی نہیں کیا تھا میں نے۔ آج سے میرے دل میں تمہارے لیے محبت ختم۔ تم دیکھنا کسی دن خدا کی لاٹھی تم پر ضرور پڑے گی اور تم تمام عمر پچھتاؤ گے"

اس رات چاند محل سے باہر نکلتے ہوئے لالی نے سوچا تھا۔ یہ آغاز تھا اختتام اس سے بھی زیادہ بھیانک تھا۔

گھر والوں کی ضد تھی وہ بچہ گرا دے لیکن لالی نے کسی کا نہ سنی اور ابورشن سے انکار کر دیا اس کی قسمت میں جو لکھا تھا وہ اپنے آنے والے بچے کے سر پر نہیں تھوپ سکتی تھی اگر خدا نہ چاہا تو آگے چل کر اس کی زندگی خوبصورت ہوگی اور اس کی کوکھ میں پلنے والی اولاد اس کا سہارا بنے گی۔ لالی کی ضد کے سامنے سب کو ہار ماننا پڑا اور ایک رات لالی نے شہر کے ایک سرکاری ہاسپٹل میں دو جڑواں بیٹیوں کو جنم دیا جو دکھنے میں بالکل اپنے باپ جیسی تھیں۔

ان میں سے ایک کا نام سحر تھا دوسری کا حور۔

☆......☆......☆

اس رات چوہدری دمبر طلال اپنے بیٹے ارمان چوہدری اور اس کی بیوی تابندہ بیگم کے ساتھ اپنی جیت کی جشن منا رہے تھے انہوں نے لالی جیسی دو ٹکے کی لڑکی کو اس کی اوقات دکھا دی وہ سب بہت خوش تھے۔

"جو ہم سے ٹکراتا ہے وہ چور چور ہو جاتا ہے" دمبر چوہدری نے حقارت اور غرور سے کہا

"صحیح کہا بابا جان اب وہ لڑکی ساری زندگی اس حویلی کا رخ نہیں کرے گی اسے تو یہی لگتا ہے عشان نے اسے اپنانے سے انکار کر دیا ہے وہ کیا جانے عشان تو آج بھی اس کی یادوں میں گم ہے لیکن ہم نے ان دونوں کے بیچ غلط فہمی پیدا کر کے انہیں ہمیشہ کے لیے الگ کر دیا ہے"

ارمان چوہدری نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تب تابندہ بیگم نے کہا

"لیکن مجھے ایک بات کا ڈر ہے اگر وہ لڑکی اس گھر میں واپس آئی تو؟"

تابندہ نے خدشہ ظاہر کیا۔ دمبر طلال مسکرا دیئے

نہیں اب وہ چاند محل میں کبھی نہیں آئے گی کیونکہ اس بیچاری کو تو یہی لگتا ہے کہ عشان نے اس کے ساتھ بے وفائی کی ہے اب تک تو وہ عشان سے بہت نفرت کرتی ہے"

دمبر چوہدری نے شراب کا گلاس ہونٹوں سے لگاتے ہوئے کہا تھا تابندہ بیگم شیطانی مسکراہٹ سے مسکرائیں۔

"لیکن بابا جان ایک اور بات کا ڈر ہے مجھے؟ سنا ہے کہ اس نے دو بیٹیوں کو جنم دیا ہے اگر وہ اپنی بیٹیوں کو

لے کر چاند محل آئی یا اس نے وراثت میں سے اپنی اولاد کے لیے کچھ حصہ مانگا تب ہم کیا کریں گے؟" ارمان نے دوسرا خدشہ ظاہر کیا جس پر چوہدری دمبر طلال نے گلاس زور سے فرش پر دے مارا۔ اور کھڑا ہو گیا

" نہیں ایسا کبھی نہیں ہو گا وہ لڑکی اب چاند محل میں کبھی نہیں آئے گی اول تو عشان اس کی بیٹیوں کو اپنا نام نہیں دے گا اور اگر اس نے ایسی کوئی کوشش بھی کی تو ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے "

دمبر طلال نے غصے سے کہا۔ پھر سب نے قہقہے لگائے اور لگاتے ہی گئے اور ان کے قہقہوں کے بیچ رکاوٹ کسی کے تالیوں کی وجہ سے آئی۔ کوئی سیڑھیوں پر سے تالیاں بجاتے ہوئے نیچے اترا۔ تابندہ اور ارمان کرنٹ کھا کر کھڑے ہوئے۔ گلاس تابندہ کے ہاتھ سے ٹوٹ کر بکھر گیا وہ کسی پتے کی مانند کانپ رہی تھی اور ارمان اور دمبر طلال کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی وہ دونوں سامنے اماں جی کو دیکھ رہی تھیں۔ عشان کی دادی اور چوہدری دمبر کی ماں تالیاں بجاتے ہوئے ان کے بالکل پاس آ کر کھڑی ہوئی۔ انہیں امید نہیں تھی اتنی جلدی ان کا سچ سامنے آ جائے گا

" واہ بیٹا واہ کیا کھیل کھیلا ہے تم نے " انہوں نے غصے اور استہزائیہ مسکراہٹ سے دمبر طلال کو دیکھا۔

ارمان اور تابندہ بھی گھبرائے ہوئے کھڑے تھے ان کی پول کھل چکی تھی اب اماں جی کے سامنے۔

" سانپ نے بھی اپنے بچوں کو نگلنا تمہی سے سیکھا ہو گا دمبر۔ تم نے جو کیا ہے ناں وہ کوئی انسان نہیں کر سکتا اور وہ بھی اپنی اولاد کے ساتھ۔ عشان تمہارا سب سے لاڈلہ بیٹا تھا ناں تو پھر کیوں اس کی خوشیوں کو آگ لگائی دی تم نے؟ "

" اتنا بڑا دھوکہ وہ بھی اپنے سگے بیٹے کے ساتھ؟ اور وہ بیچارا آج تک تمہیں فرشتہ سمجھتا ہے جب اسے تمہاری یہ گھٹیا کرتوت کے بارے میں پتا چلے گا تو جانتے ہو کیا ہو گا؟ جس دن تمہارا یہ اصلی چہرہ تمہارے بیٹے کے سامنے آیا اس دن سب ختم۔ میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ میرا بیٹا اتنا نیچے گر سکتا ہے دو معصوم محبت کرنے والوں کو الگ کیا سو کیا لیکن ایک معصوم لڑکی کی عزت اس کی خوشیاں سب کچھ چھین لیں تم نے۔ "

دمبر طلال شرمندہ نہیں تھا لیکن تھوڑی گھبراہٹ ضرور تھی اسے یوں اپنی ماں کے سامنے ساری پول کھل جانے پر وہ افسوس کر رہا تھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم میرے بیٹے ہو دسمبر کاش کہ تم جیسی اولاد سے میں بے اولاد ہو جاتی۔ تو کم از کم آج تمہاری ماں ہونے کی وجہ سے پچھتاتی تو ناں۔ کیسے باپ ہو تم کیسے اپنے بیٹے کی خوشیاں چھین لیں تم نے۔ کیسے کر سکتا ہے کوئی باپ ایسا۔ میں نے سنا تھا کچھ لوگوں کا ایمان نہیں ہوتا آج تمہیں دیکھ کر یقین آ گیا اتنا بڑا دھوکہ اتنا بڑا جھوٹ؟

جو کام ہم غلط کرتے ہیں اسے چھپانے کے لیے جو بولتے ہیں اسے جھوٹ کہا جاتا ہے۔ اور جانتے ہو جھوٹ کیا ہے؟ پانی کا ایک بلبلا اس بلبلے کی عمر کتنی ہے اور کب پھٹے گا یہ کوئی نہیں جانتا لیکن وہ بلبلا کبھی نہ کبھی ضرور پھٹے گا یہ سب جانتے ہیں۔ تمہارا جھوٹ بھی عشان کے سامنے آئے گا"

وہ رونے لگیں پورے ہال میں خاموشی تھی تابندہ اور ارمان سر جھکائے کھڑے تھے۔

"دسمبر پتا ہے انسان ہونے کے لیے انسانیت کا ہونا بہت ضروری ہے جب کوئی انسان انسانیت سے گرتا ہے ناں تو وہ سیدھے پاتال میں پہنچ جاتا ہے اور ارمان تم؟" انہوں نے ارمان کی طرف دیکھا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔ "تم نے جو کیا ہے ناں یہ کر کے تم نے ثابت کیا ہے کہ تم چوہدری دسمبر کے بیٹے ہو ایک ہی خون ہے تم دونوں کا۔ گناہ کی ایک ہی چوٹی پر کھڑے ہو دونوں لیکن جب انسان کے گناہوں کا گھڑا ابھر جاتا ہے ناں تو وہ پھٹ جاتا ہے تم لوگوں کے ساتھ بھی یہی ہو گا میں ابھی جا کر عشان کو فون کر کے سب بتا دیتی ہوں"

اماں جی کہہ کر اوپر کی طرف جانے لگیں جب دسمبر طلال نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"اماں آپ کسی کو کچھ نہیں بتائیں گی" انہوں نے غصے سے اماں کی طرف دیکھا

"آج مجھے کوئی نہیں روک سکتا دسمبر۔ دیکھنا میں کیسے تمہاری پول کھولتی ہوں"

جھٹکے سے انہوں نے اپنا ہاتھ دسمبر کے ہاتھ سے آزاد کیا ان کا ارادہ واقعی خطرناک تھا آج انہیں روکنا بہت ضروری تھا وہ اوپر گئیں دسمبر انہیں دیکھتا رہ گیا ان کو اپنی شان سے کھڑی عمارت گرتی ہوئی محسوس ہوئی اور عشان ان سے ساری زندگی نفرت کرتا۔

"ہمیں اماں جی کو روکنا ہو گا اگر انہوں نے عشان کو کال کیا تو ہم سب کا بھانڈا پھوٹ جائے گا اور اس کے بعد سب کچھ ختم ہو جائے گا گاؤں والے ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے"

تابندہ بیگم نے ڈرتے ہوئے کہا۔ دمبر طلال نے حواس باختہ ہوکر اسے دیکھا۔

"ارمان اس سے پہلے اماں جی عشان کو کال کریں تم عشان کو کال کر کے اسے باتوں میں مصروف رکھو میں تب تک اماں جی کو روکتی ہوں" تابندہ کہہ کر سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ چوہدری دمبر صوفے پر ڈھے سے گئے انہیں سب کچھ گرتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ ارمان نے تیزی سے عشان کو فون کیا۔

اماں جی روتی ہوئی اوپر آئیں انہوں نے دروازہ بند کر دیا تھا ان کو ابھی تک یقین نہیں آرہا تھا کہ دمبر ان کا بیٹا ایسا کچھ کر سکتا ہے۔ سب سے پہلے انہوں نے عشان کا نمبر ملایا جو مصروف آرہا تھا۔ جھنجلا کر انہوں نے پھر تیزی سے کائنات کے نمبر پر کال کیا۔

ہیلو" دوسری طرف کائنات کی آواز آئی۔ اماں جی کی سانس ابھی تک اٹکی ہوئی تھی باہر دروازے پر تابندہ پہنچ چکی تھی۔ اور دروازہ زور سے بجا رہی تھی اس کے اندر آنے سے پہلے وہ کائنات کو سب بتا دینا چاہتی تھیں۔

"ہیلو کائنات میں عشان کی دادی بول رہی ہوں بیٹا" بڑی تیز چلتی سانسوں کو قابو کرتے انہوں نے کہا۔ ماتھے پر پسینہ آرہا تھا باہر دروازہ زور سے بج رہا تھا

اماں جی دروازہ کھولیں" تابندہ کی آواز آئی انہوں نے سنی ان سنی کر دی

"جی دادی کیسی ہیں آپ؟" کائنات نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔ اماں جی نے باہر دیکھا تابندہ اب دروازے کو زور سے دھکا لگا رہی تھی۔

"دیکھ کائنات میری بات دھیان سے سنو بیٹا" انہوں نے تیزی سے ساری تفصیل چار پانچ جملوں میں کائنات کو سنائی وہ ششدر رہ گئی۔ تابندہ دروازہ توڑ کر اندر آچکی تھی اور اماں جی کے ہاتھ سے موبائل چھین لیا۔ اماں جی نے ایک زوردار تھپڑ تابندہ کے گال پر مار دیا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے تابندہ اور میرا موبائل واپس کرو مجھے عشان سے بات کرنی ہے آج تم لوگ نہیں بچو گے "انہوں نے غصے سے کہا تابندہ نے ان کا موبائل چھین کر باہر جانے لگی اماں جی بھی ان کے پیچھے بھاگی۔

"تابندہ رکو" تابندہ نے کچھ نہیں سنا وہ بھاگ رہی تھی اچانک انہوں نے تابندہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور شور کرنے لگیں سامنے سیڑھیاں تھیں۔ تابندہ ڈر گئی اگر گھر کے باقی افراد نے ان کا شور سن لیا تو ان کا کھیل ختم ہو جانا تھا

اوران کی عزت مٹی میں مل جانی تھی اسی ڈر سے انہوں نے اماں جی کو زور سے دھکا دے کر سیڑھیوں سے نیچے گرایا۔وہ لڑھکتی ہوئی نیچے فرش پر جا گریں ۔ باقی سارے گھر والے اکھٹے ہوئے لیکن تب تک دیر ہو چکی تھی

☆......☆......☆

کائنات نے اماں جی سے ہونے والی ساری گفتگو لالی کو سنائی وہ ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو کر کل ہی لوٹی تھی۔ اس کی دونوں بیٹیاں صحت مند تھیں وہ خود بھی اب کافی نارمل ہو چکی تھی گھر والے بہت پریشان تھے اس سے اور اس کی بیٹیوں سے۔ وہ خود بھی پریشان تھی اور اس وقت بھی بستر پر لیٹی تھی جب کائنات نے اسے وہ سب بتایا جسے سن کر وہ شاکڈ رہ گئی۔ کئی لمحے وہ کچھ بول نہیں سکی۔

وہ حیران تھی خوش تھی اور پریشان بھی تھی اس کے دل میں اندر کہیں نہ کہیں یہ یقین ضرور تھا کہ عشان اسے دھوکہ نہیں دے سکتا جو ہوا تھا کچھ غلط ہوا تھا اور اب سب سننے کے بعد اسے یقین ہو گیا تھا واقعی اس سب میں قصوروار عشان نہیں تھا قصور کسی اور کا تھا مجرم کوئی اور تھا۔ لیکن اسے عشان سے شکوہ ضرور تھا کہ اس نے اپنی لالی کا بھروسہ نہیں کیا۔

"اب کیا فائدہ کائنات اب تو فاصلے اتنے بڑھ گئے ہیں چاہ کر بھی کچھ ٹھیک نہیں ہو سکتا" لالی اداسی سے بولی اب وہ ہر امید کھو چکی تھی اس نے جو سہنا تھا سہہ چکی تھی اس شخص کے بنا اس نے اتنے بڑے طوفان کا سامنا کیا جو اس سے محبت کا دعویدار تھا۔ وہ کانٹوں بھرے راستوں میں اس کے ساتھ نہیں تھا اب چاہے وہ ساتھ ہو یا نہ ہو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کیونکہ وہ مکمل طور پر ٹوٹ چکی تھی۔

"میں اپنے لیے چاند محل نہیں جا سکتی لیکن اپنی بیٹیوں کو انصاف ضرور دلاؤں گی انہیں چوہدری خاندان کا نام دوں گی ان کا جو حق ہے وہ ان کو ضرور ملنا چاہیے باپ کا نام ان کو دے کر رہوں گی میں"

لالی نے اپنی دونوں جڑواں بیٹیوں کو دیکھا تھا۔ معصوم سی سرخ چہرے والی۔

"اب تم کیا کر سکتی ہو لالی جو تمہاری قسمت میں لکھا تھا وہ تو ہو چکا ہے اب دفع کرو انہیں اور اپنی زندگی نئے سرے سے شروع کرو۔ ماضی کو بھول جاؤ۔ ماضی پتھر پر لکیر کی طرح ہے جسے کبھی بدل نہیں سکتے لیکن اس پتھر کو ساتھ لے کر چلنے والے بے وقوف ہوتے ہیں وہ پتھر وہیں چھوڑ کر تم آگے سفر طے کرو" کائنات اسے سمجھانے

کی کوشش کر رہی تھی۔

"نہیں میں اب قسمت کے سہارے نہیں بیٹھ سکتی تم نہیں جانتی میں کیا محسوس کر رہی ہوں کتنا درد ہے میرے دل میں۔ آج میں خود کو خلا میں محسوس کر رہی ہوں" وہ رونے لگی۔

"لالی تم ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں وہ بہت بڑے اور خطرناک لوگ ہیں۔ میں تمہارا درد محسوس نہیں کر سکتی کوئی بھی کسی کا درد کبھی محسوس نہیں کر سکتا لیکن تمہیں پتا ہے انسان کی زندگی میں ایک لمحہ ایسا آتا ہے جب وہ نہ آسمان پر ہوتا ہے نہ زمین پر بلکہ ان دونوں کے درمیان کہیں لٹک رہا ہوتا ہے تب وہ پل درد کا ہوتا ہے لیکن درد کی کبھی کوئی انتہا نہیں ہوتی کیونکہ درد کی جس سیڑھی پر آج تم ہو کوئی تم سے اوپر والی سیڑھی پر ضرور کھڑا ہوگا۔ خدا کا شکر ادا کرو کہ تم اوپر والی سیڑھی پر نہیں ہو اور صبر کا دامن تھام کر زندگی پھر سے شروع کرو" کائنات نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے بہت پیار سے سمجھایا تھا۔

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آئیں گی کائنات میں بس لڑوں گی اپنے حق کے لیے اپنی بیٹیوں کے لیے۔ پیچھے نہیں ہٹوں گی برائی چاہے کتنی ہی طاقتور کیوں نہ ہو اچھائی کو مات نہیں دے سکتی اب وقت آگیا ہے ان سے حساب لینے کا"

"لیکن وہ لوگ بہت خطرناک ہیں لالی تم ان سے ٹکر نہیں لے سکتیں۔ تمہاری بیٹیوں اور تم کو ان سے خطرہ ہے جو شخص اپنے بیٹے کو تم سے دور کرنے کے لیے اتنی بڑی سازش کر سکتا ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے" کائنات اسے کافی دیر تک سمجھاتی رہی لیکن لالی نے چاند محل جانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اور اس کا فیصلہ کبھی بدلہ نہیں جا سکتا۔

☆......☆......☆

لیکن لالی نہیں جانتی تھی اس کا یہ فیصلہ کس حد تک خطرناک ہو سکتا ہے ان چوہدریوں سے ٹکر لینے کی صورت میں وہ اس رات کیا کھونے والی تھی یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ اس رات وہ کائنات کو لے کر چاند محل کی اونچی حویلی کے سامنے کھڑی تھی سامنے دسمبر طلال چوہدری اس کا بیٹا ارمان چوہدری اور تابندہ بیگم کھڑی تھیں ان کے سر اور غرور آسمان کو چھو رہے تھے دولت ان کے دماغ پر چڑھ کر بول رہی تھی۔

"تم یہاں کیا لینے آئی ہو؟" سب سے پہلے تابندہ بیگم آگے بڑھیں اور اس کا بازو پکڑ کر بولیں۔ لالی آج

کسی سے ڈرنے والی نہیں تھی اس نے غصے سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور تابندہ کو خود سے دور کر دیا۔ اپنی دو بیٹیاں اس نے کائنات کو دے دیں۔

" آج میں یہاں انصاف لینے آئی ہوں چوہدری " اس نے تابندہ کو جواب نہیں دیا سامنے کھڑے دسمبر طلال کو جواب دیا جو غصے سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پورے گاؤں میں ان کا نام تھا شان رتبہ تھا اور آج یہ دو ٹکے کی لڑکی آ کر ان سے سوال کر رہی تھی۔ اس کی ہمت پر وہ حیران رہ گئے۔

" چلی جاؤ یہاں سے اسی میں تمہاری بہتری ہے "

انہوں نے لالی کو دھمکی دی جس پر وہ استہزائیہ مسکرائی۔

" میں یہاں سے جانے نہیں آئی چوہدری اور مجھے بہتری مت دکھاوا اپنے بارے میں سوچو۔ یہ ہیں میری بیٹیاں اور چوہدری خاندان کی پوتیاں انہیں ان کا نام اور حق دو نہیں تو آپ سوچ بھی نہیں سکتے کہ میں کیا کروں گی " چوہدری غصے سے دو قدم آگے بڑھے۔

" سوچ تو تم بھی نہیں سکتیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں لڑکی اگر اپنی اور اپنی بیٹیوں کی بھلائی چاہتی ہو تو دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا " انہوں نے انگلی اٹھا کر وارننگ دی اور ارمان کو اشارہ کر کے چاند محل کا بڑا دروازہ بند کرنے کو کہا وہ نہیں چاہتے تھے ان کی یہ گفتگو ان کی بیگم، یا گھر کا کوئی اور افراد سنے۔

" برے تو تم ہو ہی چوہدری تم سے برا تو ہو بھی نہیں سکتا کوئی لیکن آج میں یہاں ہار مان کر نہیں آئی بلکہ تم سے اپنے حق کا حساب لینے آئی ہوں "

تابندہ بیگم ارمان چوہدری سب گم سم کھڑے دیکھ رہے تھے لالی کی آواز بلند ہو رہی تھی۔ کائنات بچیوں کو لئے ڈرتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی۔

" لالی چلو پلیز یہاں سے " کائنات نے اسے سہم کر دیکھا اسے خطرہ محسوس ہونے لگا۔ لالی نے اس کی بات نہیں سنی۔ تابندہ لالی کے بالکل سامنے آئی اور استہزائیہ انداز میں مسکرائی

" تمہیں کیا لگتا ہے لالی تم دو ٹکے کی جاہل گنوار لڑکی اس چاند محل کی بہو کا درجہ حاصل کر سکو گی اور تمہاری بیٹیاں چوہدری خاندان کا نام حاصل کر لیں گی۔ یہ تمہاری بھول ہے "

تیز ہوا چل رہی تھی آسمان پر بجلی بھی چمکنے لگی بادل پورے آسمان پر قابض تھے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے بہت بڑا طوفان آنے والا ہے۔ لالی ایک عزم لے کر آئی تھی اپنی اور اپنے بچیوں کا حق لینے لیکن یہاں تو وہ کچھ اور رنگ ہی دیکھ رہی تھی۔

" ٹھیک ہے آپ مت نام دو میری بیٹیوں کو اس خاندان کا لیکن اس کے بدلے آپ لوگوں کو سارے گاؤں کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا، کہ آپ کی بہو اور آپ کی پوتیاں کیوں بے گھر ہیں ان کو کیوں نکالا گیا ہے انہیں ان کا حق کیوں نہیں دیا جا رہا اور یہ خبر پورے ملک میں پھیل جائے گی ٹی وی والے اس خبر کو اچھالیں گے چوہدری صاحب اور پھر آپ کی ساری عزت مٹی میں مل جائے گی اور آپ کی ساری زندگی جیل میں گزرے گی"

لالی نے دھمکی دی سب کے اوسان خطا ہو گئے وہ معمولی سی لڑکی ان کو چیلنج کر رہی تھی چوہدری دسمبر طلال کو اپنا چاند محل گرتا ہوا محسوس ہونے لگا جو وہ کہہ رہی تھی اگر سچ مچ اس نے وہ سب کر دیا تو واقعی ان کا سب کچھ ختم ہو جانا تھا۔ اسی عزت کو بچانے کے لیے تو انہوں نے عشان کو امریکہ بھجوایا تھا اور لالی کی زندگی سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیا تھا لیکن آج ایک بار پھر سب کچھ وہیں کھڑا تھا اگر عشان کو سچ پتا چل جاتا تو نہ وہ صرف عشان کو کھو دیتے بلکہ سب کچھ ان کی مٹھی سے پھسل جاتا۔ اماں جی کی موت کو ایک ہفتہ ہو رہا تھا ان کی موت پر بھی انہوں نے عشان کو پاکستان آنے سے منع کر دیا وہ نہیں چاہتے تھے سب کچھ کھل کر اس کے سامنے آئے اور سب ختم ہو جائے

" اگر تم نے یہ خبر کسی کو بتائی تو ہم تمہاری بیٹیوں کی جان لے لیں گے " ارمان چوہدری نے دھمکی دی اور کائنات کی طرف بڑھے جو لالی کی بیٹیوں کو لئے کھڑی تھی۔

" خبردار اگر ایک قدم بھی آگے بڑھایا" لالی نے ایک بہت بڑا چھرا نکالا ارمان کے چلتے قدم رک گئے اس نے ڈرتے ہوئے پیچھے دیکھا آسمان پر بجلی چمکی۔ سب لالی کی دیدہ دلیری پر شاکڈ رہ گئے۔ وہ چھرا لئے ارمان کی طرف بڑھی۔

" اپنے قدم روک لو نہیں تو آج تمہیں کاٹ کر تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گی " لالی نے چھرا بالکل ارمان کے سامنے کیا اس کی آنکھیں سرخ ہو چکی تھیں جن میں ایک وحشت تھی۔

" لالی خدا کے لئے چلو یہاں سے " کائنات ڈرتے ہوئے اسے کہہ رہی تھی۔ پیچھے سے اچانک تابندہ آئی

اور لالی کی بالوں کو پکڑ لیا چھرا چھوٹ کر اس کے ہاتھ سے نیچے گرا۔ وہ لالی کو بالوں سے پکڑے ہوئے تھی۔ دسمبر طلال بھی غصے سے چلتے ہوئے ان کے پاس آئے۔

"یہ خبر گاؤں میں تب پھیلے گی جب تم دونوں یہاں سے زندہ باہر جاؤ گی" دسمبر طلال نے چھرا اٹھایا۔ کائنات نے زوردار چیخ ماری۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں نکلنے لگے۔ پیچھے کے دروازے سے دسمبر طلال کا دوسرا بیٹا برہان چوہدری عرش کا باپ اندر آیا اور اندر کا یہ خوفناک منظر دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

کیا ہو رہا ہے یہاں" وہ حواس باختہ ہو کر سب دیکھ رہا تھا سب یوں اس کے اچانک آنے پر بوکھلا گئے۔

"بچاؤ بھائی لالی کو بچاؤ" کائنات نے روتے ہوئے کہا۔ تابندہ اور ارمان ابھی تک لالی کو پکڑے ہوئے تھے دسمبر طلال کے ہاتھ میں چھرا تھا جو وہ لالی کی طرف کے جانے لگا۔ برہان یہ سب دیکھ کر بھاگتے ہوئے آگے بڑھا۔

"بابا جان یہ آپ کیا کر رہے ہیں خدا کے لئے یہ ظلم نہ کریں" برہان نے دسمبر طلال کو پکڑ لیا۔ کائنات مسلسل روئے جا رہی تھی۔ دسمبر طلال نے غصے سے برہان کے ہاتھ کو جھٹکا اور آگے بڑھنے لگا برہان ایک بار پھر ان کے سامنے آ کر کھڑا ہوا۔

"بابا جان ہم آپ کو ایسا نہیں کرنے دیں گے" وہ ان کے سامنے تن کر کھڑا تھا۔ ارمان اور تابندہ نے غصے سے برہان کو دیکھا۔

"ہٹ جاو سامنے سے برہان آج یہ لڑکیاں یہاں سے زندہ نہیں جائیں گی" انہوں نے برہان کو دھکا دینا چاہا لیکن برہان نے ان کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ لالی ڈری ہوئی تھی اسے اب اندازہ ہو رہا تھا یہاں آ کر وہ کتنی بڑی غلطی کر چکے تھی اور یہ لوگ کتنے خطرناک ہیں لیکن اب کیا ہو سکتا تھا۔

"برہان بابا جان کا راستہ چھوڑو" ارمان نے غصے سے برہان کی طرف دیکھا جو مسلسل بابا جان کو پکڑے ہوئے تھے۔ کائنات لالی اور تابندہ بھی حیران ہو کر بابا جان اور برہان کو دیکھے جا رہے تھے جواب تقریباً ہاتھا پائی پر اتر آئے تھے۔ برہان کا مسئلہ یہ تھا وہ اپنی آنکھوں کے سامنے ظلم ہوتا ہوا نہیں دیکھ سکتا تھا لیکن اس رات وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ اس ظلم کو روکنے کے لیے وہ اپنی جان بھی گنوا سکتا ہے اور یہی ہوا اس ہاتھی پائی میں چھرا اس کے

پیٹ میں گھس گیا اور وہ کسی بسمل پرندے کی طرح ٹوٹ کر فرش پر گرا گیا۔ پورے ماحول میں لمحے بھر کے لیے خاموشی چھا گئی سب حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔ آسمان پر موجود بادلوں نے برسنا شروع کیا چھرا دسمبر طلال کے ہاتھ میں تھا جس سے خون ٹپک رہا تھا۔ برہان نیچے پڑا خون برسا رہا تھا اور تڑپ رہا تھا جیسے وہ رات اس کی آخری رات ہو۔ لالی کو تابندہ اور ارمان پکڑے ہوئے تھے برہان کو گرتے دیکھ کر بھی انہوں نے لالی کو نہیں چھوڑا تھا۔ کائنات کو اپنے قدموں سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہونے لگی اس کی گود میں لالی کی دونوں بیٹیاں سمرن اور حورا ابھی تک سوئی ہوئی تھیں۔ دسمبر طلال پسینے سے نہائے ہوئے تھے برہان سے ان کی شروع سے نہیں بنتی تھی وہ کچھ زیادہ ہی رحمدل اور اصولوں پر چلنے والا تھا لیکن جو بھی تھا وہ ان کا بیٹا تھا وہ اسے مارنا نہیں چاہتے تھے یہ حادثہ اتفاقاً ہوا تھا لیکن اب وہ اسے کھو چکے تھے۔

ان کو لمحے بھر کے لیے افسوس اور پچھتاوا ضرور ہوا تھا لیکن جو اپنے باپ کے سامنے رکاوٹ بن جائیں ان کے ساتھ ایسا ہی ہونا چاہیے یہی سوچ ان کی رحمدلی کو ختم کر رہی تھی۔ کچھ دیر تڑپنے کے بعد برہان اپنی جان گنوا چکا تھا۔ وہ مر چکا تھا اور لالی کو اپنے اوپر تقریباً آسمان گرتا ہوا محسوس ہونے لگا وہ لوگ کتنے خطرناک تھے اس بات کا اندازہ وہ اس بات سے لگا سکتی تھی جو شخص اپنے بیٹے کو مار سکتا ہے وہ کسی بھی حد تک جا سکتا ہے اس شخص کے لیے لالی اور اس کی بیٹیوں کو ختم کرنا کون سا مشکل تھا۔

بابا جان برہان مر چکا ہے اس کی یہی سزا ہونی چاہئے غدار تھا یہ ایک غیر لڑکی کے لیے اپنے باپ کے سامنے آ رہا تھا اس پر افسوس نہ کریں"

ارمان نے دسمبر طلال کے دل میں جو تھوڑی بہت رحم تھی وہ بھی ختم کر دی۔ تابندہ نے لالی کو مزید بری طرح جکڑ لیا ارمان اس کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اور کائنات کے قدم جیسے زمین میں ہی گڑ چکے ہوں۔

بابا جان ختم کر دو ان لڑکیوں کو ہمارے پاس وقت بہت کم ہے اس سے پہلے کہ یہ خبر باہر گاؤں والوں تک پہنچے" تابندہ نے دسمبر طلال کو جیسے حواسوں سے نکال کر ہوش و حواس کی دنیا میں لا کر کھڑا کر دیا۔ دسمبر طلال نے بہت غصے سے لالی کو دیکھا واقعی ان کے پاس وقت نہیں تھا اس سے پہلے کہ یہ بات کسی اور کو پتا چل جاتی اس سے پہلے کہ یہ بات گھر والے جان جاتے انہوں نے زمین پر پڑا چھرا اٹھایا۔

لالی اور کائنات نے بدحواس ہو کر بابا جان کی طرف دیکھا جو آہستہ سے چلتے ہوئے لالی کی طرف جا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔ وہ لوگ انتہا کی حد تک ظالم تھے رحم نام کی چیز ان کی زندگی میں نہیں تھی خدا جن سے رحم چھین لیتا ہے تو ان کے دل پتھر ہو جاتے ہیں اور وہ ان پتھر دل لوگوں کے پاس آ کر بہت بڑی غلطی کر چکی تھی اس بات کا احساس اسے وہاں تابندہ اور ارمان کی جکڑ میں ہو رہا تھا اب واقعی دیر ہو چکی تھی وہ واقعی زندہ نہیں بچ پاتی۔ لالی کے دل نے اس وقت شدت سے عشان نور کو یاد کیا کاش وہ یہاں ہوتا سب اپنی آنکھوں سے دیکھتا تب شاید اسے یقین آ جاتا کہ اس کی لالی بدکردار نہیں تھی اس کے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ ہوا تھا لیکن اگر وہ ہوتا تو یہ سب ہوتا ہی کیوں؟ اور اس وقت وہاں اسے پہلی بار احساس ہو رہا تھا وہ وہاں اکیلی نہیں ہے کائنات اور اس کی دونوں بیٹیاں بھی وہیں تھیں وہ لوگ اسے تو ختم کر ہی دیتے لیکن اس کی بیٹیوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑتے تب اسے پہلی بار اپنی بیٹیوں کی اور کائنات کی فکر ہونے لگی۔ اس نے چپکے سے آنکھوں ہی آنکھوں میں کائنات کو وہاں سے جانے کا اشارہ کیا لیکن کائنات کا جواب نفی میں تھی وہ لالی کو کسی بھی حال میں اکیلی چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی مگر لالی نے آنکھوں ہی آنکھوں میں روتے ہوئے جیسے التجا کی اس سے کہ "میری بیٹیوں کو بچا لو" کائنات کے گال آنسوؤں سے تر تھے وہ جانتی تھی اب کوئی نہیں بچے گا سب مریں گے یہ لوگ کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ دسمبر طلال آگے بڑھتے جا رہے تھے لالی تابندہ اور ارمان کی قید میں تھی۔ کائنات بے بسی سے اسے دیکھ رہی تھی وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔

"خدا کے لئے ایسا نہ کریں چوہدری صاحب ہم یہاں سے چلے جائیں گے" کائنات نے التجا کی روتے ہوئے۔ چوہدری دسمبر نے مڑ کر غصے سے اسے دیکھا تھا

اب کوئی فائدہ نہیں ہم اپنا بیٹا کھو چکے ہیں تو تم لوگوں کو بھی سزا ملے گی" کہہ کر وہ لالی کے مزید قریب پہنچ گئے لالی روتی نظروں سے مسلسل کائنات کو دیکھ رہی تھی وہ اس سے کہنا چاہ رہی تھی کہ وہ بھاگ جائے چلی جائے یہاں سے۔ اور اگر یہ بات وہ زبان سے نکالتی تو وہ لوگ کائنات کو بھی پکڑ لیتے تب یہ آخری امید بھی ختم ہو جاتی۔ کائنات اس کی بے بسی کو محسوس کر رہی تھی لیکن وہ انتہا کے آخری مقام پر کھڑی تھی جہاں سب کچھ ختم ہو جاتا ہے کیا کرتی اگر رکتی تو جان جاتی اگر نہ رکتی تو دوستی کا بھرم کھو دیتی۔ لالی اس کی بچپن کی سب سے اچھی سہیلی

تھی لیکن وہ اس کے لیے کچھ نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی اب دمبر طلال لالی کو ختم کر دے گا اور اسی لمحے اس نے ایک فیصلہ کر لیا لالی نہ سہی وہ اس کی بیٹیوں کو بچائے گی۔ وہ انہیں اس ظلمت کی نگری سے دور لے جائے گی۔ آہستہ آہستہ چپکے سے وہ پیچھے ہوتی گئی اس کی آنکھوں کے سامنے لالی زندگی ہار رہی تھی لیکن وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ سب لوگ میں سے کوئی اسے نہیں دیکھ رہا تھا وہ وہاں سے چپکے سے نکلی اور ان سے کچھ فاصلے پر آ کر چاند محل کے آنگن میں موجود ایک جھاڑی کے پیچھے چھپ گئی۔ حور اور سمرن دونوں اس کی گود میں سوئی ہوئی تھیں وہ دور سے سب دیکھ رہی تھی۔ آنسوؤں کا سیلاب تھا اس کی آنکھوں میں وہ بے بسی کی ماونٹ ایورسٹ پر کھڑی تھی۔ دور سے اسے لالی کی آواز سنائی دی جو دمبر طلال کی آنکھوں میں دیکھ کر غصے سے کہہ رہی تھی۔

"تم دیکھنا چوہدری میری بیٹیاں میری طاقت بنیں گی وہ تجھ سے میرے درد کا حساب لیں گی"

کائنات نے روتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا۔ وہ جھاڑی کے پیچھے کسی فلم کی طرح وہ بھیانک منظر دیکھ رہی تھی۔

"عشان نور کاش تم آج یہاں ہوتے تو دیکھتے تمہاری محبت کس حال میں ہے اور کس طرح اس کا خاتمہ کیا جا رہا ہے تمہاری بے اعتباری اسے کہاں لے آئی"

کائنات نے دل ہی دل میں عشان کو آواز دی وہ وہاں نہیں تھا۔ اس لڑکی کے ساتھ جس سے محبت کا دعویٰ تھا اس کا۔ اور اس کے بعد کائنات کی آنکھوں نے جو خوفناک منظر دیکھا اسے دیکھنے سے پہلے وہ مرنا پسند کرتی۔ دمبر طلال نے تیز دھار چھرے سے لالی کا گلہ کاٹ لیا جیسے کسی جانور کو ذبح کیا جا رہا ہو لالی کی گردن سے خون کی دھار بہہ نکلی اور وہ زمین پر گرتی جا رہی تھی۔ کائنات کی چیخ نکلتے نکلتے رہ گئی اسے لگا اس کا دل بند ہو جائے گا۔ چیخ چیخ کر وہ رونا چاہتی تھی لیکن رو بھی نہیں سکتی تھی ان بچیوں کو اور اپنی زندگی اسے بچانی تھی کچھ لمحوں میں ہی لالی نے تڑپ تڑپ کر اپنی جان دے دی اس کی آنکھوں کے سامنے اور وہ سب دیکھتی رہ گئی۔ آسمان پر تیز تیز بجلی چمک رہی تھی آج اتنے بڑے ظلم پر آسمان بھی رو رہا تھا۔ وہ کھڑی ہوئی جب اس نے تابندہ بیگم کو کہتے سنا۔

"اس کی سہیلی کہاں گئی؟" ارمان اور دمبر طلال نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا۔

"ڈھونڈو اسے وہ چاند محل سے بھاگنے نہ پائے اس کا مرنا بہت ضروری ہے وہ ہمارے ہر راز سے واقف

ہے" کائنات جھاڑی سے نکلی اور چاند محل کے بڑے دروازے تک پہنچی۔ وہ بھاگ رہی تھی دونوں بچیوں کو لے کر۔ اسے یہاں سے نکلنا تھا دور بہت دور۔ ظلمت کی اس وادی سے دور۔ پیچھے موت کا کھیل تھا۔ ننگے پاؤں بنا دوپٹے کے برستی بارش میں وہ چاند محل کے دروازے سے باہر نکلی اور کچے راستے پر بھاگنے لگی۔ ہر طرف کیچڑ تھا پانی کا شور تھا وہ کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بنا بس بھاگ رہی تھی وہ فقط یہی سوچ رہی تھی اسے نکلنا ہے یہاں سے۔

وہ اسٹیشن کی طرف بھاگ رہی تھی۔ سانس پھولی ہوئی تھی قدم شل ہونے لگے لیکن اگر وہ ایک سیکنڈ بھی رکتی تو وہ لوگ اسے پکڑ لیتے اور وہ اتنا سب کچھ کھونے کے بعد آخری بچی ہوئی بازی بھی کھو دیتی۔ سوال اس کی زندگی کا نہیں تھا کسی کی امانت کا تھا ایک ماں کی امانت وہ دو بیٹیاں ایک سہیلی کا بھرم نبھانا تھا۔ آج اس کی دوستی کا سوال تھا۔

اس پل بھاگتی ہوئی وہ فقط اتنا سوچ رہی تھی زندگی کیا ہے کتنی بے وفا پل بھر میں ساتھ چھوڑ جاتی ہے انسان کو سب سے زیادہ دھوکہ زندگی دے رہی ہوتی ہے جس کا احساس کبھی نہیں ہوتا پتا اس دن چلتا ہے جب سب ختم ہو جاتا ہے۔ انسان ہمیشہ یہی سمجھتا ہے اچانک اور ناگہانی موت دوسروں کے لیے ہوتی ہے۔ موت ہمارے بہت قریب کھڑی ہوتی ہے اور ہمیں نظر نہیں آتی۔ ہمیں ہمیشہ لگتا ہے کہ ہم کبھی نہیں مریں گے موت کبھی آواز دے کر نہیں آتی انسان کبھی خود کو موت کی گنتی میں شمار نہیں کرتا اپنی زندگی میں وہ صرف موت کو بھول جاتا ہے۔

اس پل وہ بھی یہی سوچ رہی تھی یہاں وہ لالی کے ساتھ اس کا حق مانگنے آئی تھی ان کا خیال تھا چوہدری ڈر کر بلیک میل ہو کر اسے ان کا حق دے دیں گے لیکن ان کا ہر اندازہ غلط ثابت ہو چکا تھا۔ ایک گھنٹے مسلسل جنگل کے راستوں پر سے بھاگتی ہوئی وہ گاؤں کے واحد اسٹیشن پہنچی۔ جہاں ریل گاڑی کھڑی تھی اور جانے کو تیار تھی وہ پھولے ہوئے سانس لے کر ریل گاڑی کی طرف بڑھی اب یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں تھا بس اسے اس گاؤں سے زندہ نکلنا تھا۔

وہ بھاگ کر ریل کے ایک ڈبے میں بیٹھی جہاں ایک عورت اور بھی بیٹھی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر ہی اس عورت نے حیرت سے اسے دیکھا۔ بھیگے کپڑے ننگے پاؤں الجھے بال اور دو معصوم بچیاں یہ سب چیزیں مل کر

خود ہی کئی سوال اٹھا رہے تھے۔

" کیا ہوا بہن سب ٹھیک تو ہے؟" اس عورت نے حیران ہوتے ہوئے کائنات کو دیکھا

" وہ کچھ لوگ ہمارے پیچھے پڑے ہیں جو ہمیں مارنا چاہتے ہیں " کائنات نے بدحواس ہوتے ہوئے جواب دیا۔ وہ عورت گنگ رہ گئی۔

" کون لوگ ہیں اور کیوں مارنا چاہتے ہیں؟ "

اس عورت نے پوچھا اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی لالی کی بیٹی حور نے رونا شروع کر دیا۔ کائنات نے اس کی طرف دیکھا۔ جو شاید بھوک یا پھر پیاس کی وجہ سے رو رہی تھی۔

" یہاں پانی ملے گا کیا؟" کائنات نے اس عورت سے پوچھا۔ ریل گاڑی تھوڑی دیر تک نکلنے والی تھی اور اسے یہ ڈر بھی تھا کہیں وہ لوگ اس تک پہنچ نہ جائیں دل کسی خشک پتے کی مانند کانپ رہا تھا۔

" جی یہاں سے باہر پانی کا ایک کولر ہے لیکن وہاں گلاس نہیں ہے تو بچی کو لے جا کر وہیں پانی پلانا ہوگا" اس عورت کی بات پر کائنات نے کھڑکی سے باہر دیکھا سامنے دور کولر دکھائی دیا۔ وہ حور کو اٹھا کر جانے کے لئے اتری جب اس عورت نے کہا۔

" آپ بیٹھیں میں لے جاتی ہوں بچی کو ویسے بھی اگر آپ کو کسی نے دیکھ لیا تو خطرہ ہو سکتا ہے" بات چونکہ درست تھی اس لئے اس نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے حور کو اس عورت کے حوالے کیا وہ اسے باہر لے گئی۔ کائنات کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا اب اس کی گود میں صرف سمرن تھی۔ اس نے بوگی کا دروازہ اچھی طرح بند کیا۔ اسی پل ریل گاڑی کی زوردار آواز سنائی دی اور آہستہ آہستہ چلنے لگی۔ اس نے چیخ مار کر کسی کو آواز دینے کی کوشش لیکن کوئی نہیں سن رہا تھا۔

" رکیے پلیز میری بیٹی پیچھے رہ گئی ہے" وہ زور سے چلائی لیکن ریل گاڑی فل سپیڈ کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں تھی۔ اور اس کی منزل تو پیچھے ہی چھوٹ رہی تھی۔ قسمت جانے اب زندگی کو کس موڑ پر لے جانے والی تھی۔ یہ کیا تھا یہ کیسی رات تھی کتنی طوفانی رات کتنا کچھ ٹوٹ گیا کتنا کچھ بچھڑ چکا تھا۔ پیچھے دیکھتی تو ڈر جاتی اپنے سائے سے بھی۔ کتنا بھیانک تھا سب کسی ڈراؤنی فلم کی طرح اور وہ جا رہی تھی خود کو وہیں چھوڑ کر۔

لالی کی ایک بیٹی سمر اس کی گود میں تھی اور حور اس عورت کے ساتھ وہیں اسٹیشن پر ہی رہ گئی۔ جانے آگے کیا ہونا تھا جانے اب قسمت میں کیا لکھا تھا۔ اس کہانی کا اختتام کیا تھا؟ مگر جانے کون؟

☆......☆......☆

کائنات کی آنکھوں کے سامنے ایک تصویر تھی۔ درد سے بھری تصویر۔ زمانہ بدل گیا وقت کتنا آگے آچکا تھا لیکن وہ درد آج بھی تازہ تھا سب کچھ جیسے کل ہی اس کی آنکھوں کے سامنے ہوا تھا حالانکہ اس بھیانک طوفان کو بیس سال ہو چکے تھے اس کی زندگی ایک نئے پڑاؤ پر تھی لیکن زندگی شاید آج بھی وہیں تھی اسی مقام پر۔ اس کی آنکھوں میں اب عینک لگائی گئی تھی بال چاندی کی طرح سفید تھے سب کچھ دھندلا گیا لیکن وہ منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے تھا۔

وہ چلتی ہوئی کھڑکی کے پاس گئیں۔

وہ لڑکی اس وقت کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی ٹھنڈی ہوا اس کے جسم سے ٹکرا رہی تھی۔ نیلے رنگ کا ایک شال اس کے جسم پر لپٹا ہوا تھا وہ ہر موسم سے انجان اس ایک تصویر کو سینے سے لگائے یک ٹک دیکھے جا رہی تھی اس تصویر پر اس کے آنسوؤں بھی گر رہے تھے، کائنات چلتی ہوئی اس کے پاس گئیں اور اس کے برابر کھڑے ہو کر اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا

"سمر" انہوں نے اسے ایک خیال سے باہر نکالا تھا وہ چونک کر پلٹی۔ آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"ایسے مت رو بیٹا، مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے" انہوں نے ہمدردی سے سمرن کے گالوں پر ہاتھ رکھا وہ بے اختیار ان کے گلے لگ گئی۔ آنسوؤں لڑی کی صورت میں بہنے لگے۔

"میں اس تکلیف سے ہر روز گزرتی ہوں، مجھے یہ درد جینے نہیں دے رہا ماں" وہ سسکتی ہوئی کہنے لگی۔ وہ عورت اس کی ماں نہیں تھی لیکن ماں سے بڑھ کر تھی۔

"حوصلہ رکھو سمر جو گئے ہیں وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتے"

"صحیح کہا آپ نے جو گئے ہیں وہ کبھی لوٹ کر نہیں آتے لیکن جو زندہ ہیں انہیں بھی جانا ہو گا وہ لوگ آج بھی زندہ ہیں جنہوں نے میری ماں کو مجھ سے چھینا ہے" بے دردی سے آنسوؤں رگڑتے ہوئے اس نے کہا۔ زخمی

سی مسکراہٹ اس کے چہرے پر آئی۔ غصہ بھی تھا۔

" کسی سے کیا ہوا وعدہ نبھانا ہے کسی کے درد کا قرض وصول کرنا ہے کسی کی سسکیوں کا حساب لینا ہے ان سب کو حساب دینا ہوگا اس ناانصافی کا جو انہوں نے بیس سال پہلے کی تھی، اور ان چوہدریوں سے حساب لوں گی میں۔ ایک ایک سے کسی کو بھی نہیں چھوڑوں گی"

وہ غصے سے کہہ رہی تھی۔

" ان سب کو مرنا ہوگا ان سب کو موت کے گھاٹ اتاروں گی، جس طرح بیس سال پہلے انہوں نے میری ماں کو موت کے منہ میں دھکیلا تھا۔ چوہدری خاندان کے ایک ایک فرد کو بدلہ چکانا ہوگا تبھی میری ماں کی روح کو سکون ملے گا"

وہ روتی جارہی تھی۔ آنسوؤں پھیلتے جارہے تھے

" تم ان سے ضرور بدلہ لینا، لیکن اس سے پہلے ان کو ڈھونڈنا بہت ضروری ہے اور سب سے پہلے تمہیں اپنی جڑواں بہن حور کو ڈھونڈنا ہوگا جو بیس سال پہلے اس طوفانی رات میں تم سے بچھڑ گئی تھی تمہاری وہ بہن ہی تمہاری طاقت بنے گی تم دونوں مل کر اپنی ماں کی موت کا بدلہ لینا اب چوہدریوں سے۔ بہت لمبا سفر طے کرنا ہے تم لوگوں نے۔ بہت کھٹن راستہ ہے یہ تم دونوں کو مل کر ساتھ چلنا ہوگا" کائنات نے اسے سمجھایا۔ کائنات سمر کی ماں بن چکی تھی یا ماں سے بھی بڑھ کر وہ اس کی بہترین سہیلی کی بیٹی تھی اور اس نے لالی کو مرتے وقت دل ہی دل میں وعدہ کیا تھا اسی وعدے کو وہ پچھلے بیس سال سے نبھا رہی ہے۔ لالی کی دوستی اور ایک یتیم لڑکی کی زندگی بنانے کی خاطر اس کی اپنی زندگی کہیں پیچھے رہ گئی تھی۔ اس رات جب وہ ان دونوں بچیوں کو لے کر نکلی تھی تب اس نے یہ نہیں سوچا تھا اس کے لیے واپسی کے سارے راستے بند ہو جائیں گے ایک مہینے بعد جب وہ گاؤں واپس لوٹی تب گاؤں والوں نے تو کیا خود اس کے گھر والوں نے بھی اسے اپنانے سے انکار کر دیا۔ چوہدری نے جانے کون سی کہانیاں سنائی تھیں گاؤں والوں کو کہ وہ لالی اور کائنات دونوں سے نفرت کرنے لگے۔ اس نے سمر کو لالی کے والدین کے حوالے کر دینا چاہا لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور اسے ذلیل کر کے گاؤں سے نکال دیا تب اسے صحیح معنوں میں اندھیرا محسوس ہوا۔ چوہدریوں کے ظلم کا شکار اس رات بہت لوگ ہوئے تھے۔

کائنات سمرن کو لے کر شہر آئی تھی یہیں ایک بار اس نے اپنے آفس کے ایک دوست سے شادی بھی کر لی اس شرط پر کہ وہ سمر کو کبھی نہیں چھوڑے گی۔ آٹھ سال تک ان کی زندگی خوشحال رہی لیکن آٹھ سال بعد اس کا شوہر خالقِ حقیقی سے جا ملا اور وہ اکیلی رہ گئی خدا کی رضا سے وہ اولاد سے بھی محروم رہی شاید تقدیر کا فیصلہ کچھ اور ہی تھا اب اس کی کل کائنات سمر ہی تھی جو ایک آفس میں کام کرتی تھی اور اس کے لیے بیٹی سے بھی بڑھ کر تھی۔

"میں اپنی بہن کو ڈھونڈ نکالوں گی مجھے یقین ہے کبھی نہ کبھی مجھے وہ ضرور ملے گی"

سمر کی آواز نے اسے خیالوں سے باہر نکالا تب اسے احساس ہوا وہ کہاں کب کھڑی ہے

"لیکن جانے اب وہ زندہ بھی ہے یا نہیں؟ کہیں ہو گی یا نہیں؟ اگر ہے تو جانے کہاں؟"

☆......☆......☆

"حور" وہ چھت والے کمرے میں بیٹھی نوٹس دیکھ رہی تھی جب اسے نیچے سے اماں کی آواز سنائی دی کتاب کو ایک طرف رکھ کر اس نے کھڑکی سے سر نکال کر نیچے دیکھا۔

"جی اماں"

"ارے بیٹا کیا کر رہی ہو دیکھ بارش ہونے والی ہے تار پر لٹکے ہوئے کپڑے تو ذرا اتار"

اس نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور نوٹس رکھ کر نیچے جانے لگی۔ آج وہ چوہدریوں کے گھر کام پر نہیں گئی تھی وہاں کام کرتے ہوئے اسے دو ہفتے ہو رہے تھے لیکن ان لوگوں کے مزاج سے وہ اچھی طرح واقف ہو چکی تھی عرش چوہدری کی دادی رحمدلی اور شفقت میں اپنی مثال خود تھیں انہوں نے حور کو ہر قسم کی رعایت دے رکھی تھی اپنی مرضی سے وہ آتی اور سارے کام ختم کر کے کبھی کبھار چھٹی بھی کر لیتی لیکن اصل مسئلہ عرش کا تھا وہ اسے ذلیل کرنے کے لیے جان بوجھ کر اسے مختلف کاموں میں الجھائے رکھتا تھا۔ اور وہ بیچاری چاہنے کے باوجود بھی کچھ نہ کر پاتی۔ اور عرش کے مسائل کو لے کر وہ جتنی پریشان تھی اتنی ہی پریشانی اسے جیک ڈاکو نے دے رکھی تھی وہ اسے تنگ کرنے کا اور کال کرنے کا موقع کبھی جانے نہیں دیتا تھا ایک بار وہ اپنی بات کہہ چکا تھا کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے لیکن وہ؟ وہ اسے کیا جواب دیتی ایک ڈاکو سے کیا الجھتی؟ عرش اور جیک والے معاملے کو اس نے وردان سے بھی ڈسکس نہیں کیا یہ سوچ کر کہ وہ خواہ مخواہ پریشان ہو گا اس کی وجہ سے۔

اس وقت وہ تار سے کپڑے اتار رہی تھی تیز تیز ہوا چل رہی تھی بارش کسی بھی پل دستک دینے کو تیار تھی اور وہ بارش کی آمد سے پہلے سارے کپڑے اتارنا چاہتی تھی چھوٹی سے تو کوئی کام کی امید بے کار ہی تھی۔ ہلدی رنگ کے سادے کپڑے اور ہم رنگ سادہ دوپٹہ ہوا سے اڑ کر شانوں پر پھیل چکا تھا جسے وہ بار بار قابو کر رہی تھی۔ تار پر ایک آخری شال ٹنگا ہوا تھا جسے اتار کر وہ جب جانے لگی تو اچانک شال پیچھے سے کسی چیز سے الجھ گیا اور وہ جاتے جاتے رکی اور پھر پلٹی پیچھے مڑ کر دیکھا سامنے وردان کھڑا مسکرا رہا تھا شال بھی اس نے قابو کر رکھا تھا اسے یوں اچانک سامنے پا کر وہ حیران بھی ہوئی اور بوکھلائی بھی تھی۔

" اف خدایا وردان تم نے تو میری جان نکال دی " دل پر ہاتھ رکھ کر بولی احساس ہونے پر دوپٹہ درست کرنے لگی۔

" جان تو آپ نے ہماری نکالی ہوئی ہے محترمہ۔ پہلے کیا کم خوبصورت ہو جو آج یہ پیلے رنگ کے کپڑے پہن کر اپنے اس سر پھرے عاشق کے صبر کو آزما رہی ہو "

وہ شال چھوڑتے ہوئے کہنے لگا ہوا کی وجہ سے اس کی شرٹ پھڑپھڑا رہی تھی بال بھی تازہ بنے ہوئے تھے۔ شیونگ کریم کی بھی خوشبو آ رہی تھی ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی سلون سے ہو کر آ رہا تھا۔

" تم سے تو بس کوئی باتیں بنوا لے وردان اب یہ بتاؤ یوں اچانک بھوت کی طرح کیوں نازل ہوئے ہو؟ "

" اچانک کیا مطلب اب میں اپنی منگیتر سے ملنے کے لیے ٹکٹس لے کر آؤں گا، خیر چھوڑو یہ بتاؤ کیا کر رہی ہو اس وقت؟ " اس نے سینے پر ہاتھ باندھ کر پوچھا تھا حور نے گہری سانس لی۔

" تم فوجیوں کی آنکھیں ناں صرف نشانہ لگانے میں تیز ہوتی ہیں اگر یہاں بھی آنکھوں کا استعمال کرتے تو یہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوتی " وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہہ رہی تھی وردان اس کی حاضر جوابی پر مسکرایا تھا۔

" اڑا لو جتنا مذاق اڑانا ہے فوجیوں کا جس دن یہ فوجی تمہیں اپنے گھر لے گیا ناں اس دن تمہارے دل پر حملہ کر کے تمہیں عمر قید کی سزا سنا دے گا "

چھت پر اچانک چھوٹی نمودار ہوئی۔ اور ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر حیران ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگی۔

لے جاؤ لے جاؤ اس بلا کو اسی بہانے ہمیں بھی نجات مل جائے گی اس مصیبت سے " چھوٹی نے ان دونوں

کی گفتگو میں دخل دی دونوں نے بیک وقت نگاہ گھما کر چھوٹی کو دیکھا جو اوپر ٹینکی کا وال کھولنے آئی تھی۔ حور نے گھور کر چھوٹی کو دیکھا اور دان نے قہقہہ لگایا۔

"جی بسم اللہ چھوٹی اگر اس کام میں تم ہماری مدد کرو گی تو یہ فوجی ناچیز تمہیں ڈھیر ساری شاپنگ کرائے گا" وردان نے آفر کی حور جو پہلے چھوٹی کو گھور رہی تھی رخ موڑ کر وردان کو گھورنے لگ گئی۔

"اچھا تو تجھے نجات چاہیے ہاں؟ رک ابھی بتاتی ہوں" حور اس کے پیچھے بھاگی وہ سیڑھیوں سے اترتے ہوئے غائب ہوگئی۔ حور کپڑے لیے واپس پلٹی۔

"میں سوچ رہا ہوں امی کو پھپھو کے پاس بھیج دوں" وردان نے کچھ سوچتے ہوئے کہا تھا

"کیوں خیریت مامی کو کیوں بھیجو گے؟ وہ سیریز ہوگئی۔

"وردان نے رک کر اس کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے

"پلیز محترمہ میں آپ کے سامنے ہاتھ جوڑتا ہوں مہربانی کر کے یہ انجان بننے کا ڈرامہ بند کر دیں میں امی کو ہماری شادی کی بات کرنے بھیجوں گا"

"خدا کا نام لو وردان شادی کا بھوت تم پر پھر سے سوار ہو گیا" وہ مصنوعی غصے سے بولی۔

"نہیں اس بار میں نے تمہاری ایک بھی نہیں سننی میں امی کو بھیجوں گا باقی جو فیصلہ بڑے کریں۔ ہم چھوٹوں کو ان کی بات ماننے پڑے گی۔ یار تم نہیں جانتیں میری حالت منگنی کے بعد ایسی ہوگئی ہے جیسے کسی کو بیچ میں لٹکا دیا جاتا ہے تم کو کیا پتا میرے دن کیسے کٹ رہے ہیں " وہ مسکراتے ہوئے حور کے بالوں کی لٹ چھوتے ہوئے بولا حور کو اپنی دھڑکن میں کرنٹ محسوس ہوا۔

"تم بھی ناں وردان" اس نے شکوہ کرتی نگاہوں سے اسے دیکھا۔ وردان گنگناتے ہوئے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا تبھی اس کی نظر ٹرے میں رکھے گوبھی کے پھول پر پڑی اور بھاگ کر اسے اٹھا لایا۔ حور نے بھنویں اچکا کر حیرت سے اسے دیکھا تھا پھر اس نے اچانک وردان کو گھٹنے کے بل بیٹھتے دیکھا وہ اس کے بالکل سامنے بیٹھ گیا اور گوبھی کا پھول لے کر اس کی طرف بڑھایا۔

کیا کر رہے ہو وردان؟ وہ اس کے پاگل پن پر حیران ہوئی تھی وہ ابھی تک گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا

تمہیں پرپوز کرنا چاہتا ہوں" اس نے معصومیت سے کہا حور بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئی، پرپوز وہ بھی گوبھی کے پھول سے دنیا کا پہلا مرد تھا جو لڑکی کو گلاب کے پھول کی بجائے گوبھی کے پھول سے پرپوز کر رہا تھا

"مس حور صاحبہ آپ کے دل کے کچھ بدمعاش سپاہیوں نے ہمارے دل پر میزائل سے حملہ بول دیا ہے اور ہمارے دل کی تمام فوج کو اپنی حراست میں لے لیا ہے، اب ہمارا دل آپ کے قابو میں ہے جو کہ بری طرح گھائل ہے اور ہمیں منظور نہیں۔ اب ہم سزا کے طور پر آپ کو حراست میں لے کر قیدی بنا کر اپنے دل کی جیل میں بند کر دیں گے اور پھر آپ کو عمر بھر اپنے دل کی جیل میں رہنے کی سزا سنائیں گے......۔" حور کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ وردان مسکراتے ہوئے پھر سے کھڑا ہوا۔ حور نے گوبھی جا کر واپس رکھ دی۔ حد ہے ویسے۔" بندے کو زکام ہو جائے پر کسی فوجی سے محبت نہ ہو۔ حد کرتے ہم تم بھی وردان "اس کی ہنسی نہیں رک رہی تھی وردان اسے مسکراتے ہوئے دیکھنے لگا۔ تو اور کیا کروں یار میں ایک فوجی ہوں اور فوجیوں کا رومانس ایسے ہی ہوتا ہے، ابھی مجھے وہ فلموں والے ڈائیلاگز تھوڑی آتے ہیں" حور نے تاسف سے سر ہلایا اور چلنے لگی وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔

"ارے یار دیکھو کتنا خوبصورت موسم ہے کم از کم اپنے اس عاشق کے ساتھ کسی ہوٹل میں کھانا ہی شئیر کرو"

"نہیں نہیں میں نے کہیں نہیں جانا" اس نے صاف انکار کر دیا۔ اب وہ دونوں چلتے ہوئے اندر جا رہے تھے۔

کیوں؟" وردان نے پوچھا۔

"بس مجھے اچھا نہیں لگتا شادی سے پہلے" وہ گھبرائی۔ وہ دونوں کمرے میں آئے سامنے ٹیبل پر حور کا موبائل رکھا ہوا تھا جس پر مسلسل کالز آ رہی تھیں وہ جانتی تھی یہ اس ڈاکو جیک کی کالز ہوں گی لیکن ڈر رہی تھی اگر وردان نے موبائل سکرین چمکتے دیکھ لیا تو اس کے پاس ہزاروں سوال ہوں گے اور حور کے پاس دینے کے لیے کوئی بھی جواب نہیں ہوگا۔

ارے یار تمہارے موبائل پہ شاید کال آ رہی ہے" وردان نے سامنے دیکھتے ہوئے اسے متوجہ کیا۔ اس کا دل اچھل کر حلق تک آیا اگر وردان کو پتا چلا وہ شہر کے مشہور ڈاکو کی کال ہے تب یہ بات کس حد تک بکھر جاتی۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

وردان موبائل کی طرف جانے لگا اور حور کو زمین آسمان گھومتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔ وردان ٹیبل تک پہنچ چکا تھا حور نے ڈر کے مارے آنکھیں بند کر لیں۔ وردان نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھانا چاہا اسی لمحے پیچھے سے سلمٰی بیگم کی آواز آئی۔ "ارے وردان بیٹا تم کب آئے؟" وردان کا بڑھتا ہوا ہاتھ رک گیا اس نے مسکراتے ہوئے پیچھے دیکھا۔ حور نے سکون کا سانس لیا۔

"بس پھپھو ابھی آیا ہوں" وہ خوش اخلاقی سے کہنے لگا۔

"حور تم اتنی گھبرائی ہوئی کیوں ہو بیٹا کہیں اس نالائق نے تمہیں تنگ تو نہیں کیا؟" حور نے چہرے کے تاثرات چھپائے اور مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا

"ہم کیا تنگ کریں گے ان محترمہ کو تنگ تو انہوں نے ہمیں کیا ہوا ہے؟" حور نے سر اٹھایا وہ معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہا تھا سلمٰی حیران ہوئی۔

"کیوں میری بیٹی نے کیا کیا ہے؟" سلمٰی حور کی حمایت میں فوراً بول پڑی۔

"دیکھیں نہ خالہ میں کب سے کہہ رہا ہوں اس سے میرے ساتھ ڈنر پہ کہیں باہر چلے مگر مجال ہے جو یہ محترمہ میری بات پر توجہ بھی دے" حور نے آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھا اس نے نہ سوچا تھا وردان اماں سے اتنی بڑی بات کہہ دے گا وہ بھی بنا کسی جھجک کے۔

"تم بھی ناں وردان" اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں شکوہ کیا۔ سلمٰی مسکرائیں

"ارے تو اس میں کیا ہے بیٹا چلے جانا، کچھ دنوں تک تم لوگوں کی شادی ہو جائے گی اور شادی سے پہلے تو آج کل ہر لڑکا لڑکی ہوٹلوں میں کھانا کھاتے ہیں" حور کچھ بول نہ سکی۔

وردان نے سلمٰی کی حمایت پا کر فوراً کہہ دیا۔

"تو آج ہم لوگ ڈنر پہ باہر جائیں گے کیوں میری سویٹ کزن؟" اس نے چپکے سے حور کو آنکھ ماری وہ بیچاری مزید شرما گئی۔

"ارے نہیں آج نہیں، ابھی تھوڑی دیر بعد میں چوہدریوں کے گھر کام پہ جاؤں گی تو واپسی پہ دیر ہو جائے گی ایسا کرتے ہیں کل کو چلیں گے"

حور کی بات پر وردان نے منہ بنایا لیکن کہا اس لیے کچھ نہیں کم از کم وہ کسی بہانے تو مانی تھی۔ اور سلمیٰ سے باتیں کرتا ہوا نیچے چلا گیا۔ حور کمرے میں اکیلی رہ گئی۔ ٹھنڈی ہوا اندر داخل ہو رہی تھی تو اس نے کھڑکی بند کر دیا۔ چہرے پر اداسی کی کئی لکیریں تھیں سامنے رکھا ہوا موبائل ابھی تک بج رہا تھا غصے سے چلتی ہوئی وہ ٹیبل تک گئی اور موبائل اٹھا کر کال اوکے کر کے کان سے لگایا۔

"اسلام وعلیکم" دوسری طرف جیک کی وہی آواز سنائی دی

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اس نے غصے سے پوچھا

"بدتمیزی تو آپ نے کی سلام کا جواب ہی نہیں دیا کمال ہے یار" حور نے غصے سے دانت پیسے

" آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟" وہ پہلے سے بھی اونچی آواز میں چلائی۔

" آپ کو" وہی پرانا جواب۔

"دیکھیں آپ مجھے کال کرنا بند کریں"

" کوئی جینا بھی چھوڑ سکتا ہے بھلا پاگل لڑکی" بے نیازی سے بھرپور انداز۔

"میں سوچ رہا ہوں اب ہمیں منگنی کر لینی چاہیے، شادی دو چار مہینے بعد کر لیں گے ولیمے کی جگہ ڈیٹ وہ سب آپ طے کریں گی اور شادی کے بعد ہم کہاں رہیں گے یہ بھی آپ کی مرضی سے ہو گی۔ میرے خیال میں ہم مری کے کسی برفانی علاقے میں گھر لے کر وہیں سیٹل ہو جائیں گے اور ہنی مون کے لیے مجھے لگتا ہے ہمیں سنگا پور جانا چاہیے وہ کیا ہے ناں دراصل مجھے سنگا پور بہت پسند ہے لیکن زبردستی نہیں ہے اگر آپ کو کوئی اور جگہ پسند ہے تو ہم وہیں چلیں گے، اور شادی کے بعد مجھے آپ سے ایک خوبصورت پیاری سی بیٹی چاہیے جو بالکل آپ کے جیسی ہو، اس کا نام میں امرت رکھنا چاہوں گا باقی اس کے علاوہ آپ کو کتنے بچے پسند ہیں وہ آپ پر منحصر ہے اور اپنے بچوں کا سکول بھی آپ خود ڈسائیڈ کریں گی، کالج سے ہوسٹل وہ بھی آپ کے ذمے ہیں وہ کیا ہے ناں مجھے ان سب چیزوں کا تجربہ نہیں ہے میری زیادہ تر زندگی لوٹ مار میں گزری ہے۔ اور پھر ہم اپنے بچوں کی شادی بھی کسی اچھے گھرانے میں کریں گے اور شادی کے کچھ عرصے بعد ہم نانا نانی یا دادا دادی بن جائیں گے، پھر کسی خوبصورت سی ہل اسٹیشن پر ہم اپنی شادی کی پچاسویں سالگرہ منا رہے ہوں گے تب زندگی کتنی خوبصورت

ہو گی ناں؟"

وہ کسی خیال میں کھوئے ہوئے کہہ رہا تھا جب حور کے جسم پر سلگتا ہوا انگارہ پڑا۔

"شٹ اپ بند کریں اپنی بکواس، ایسے گھٹیا خواب سوچیئے گا بھی مت، میری منگنی ہو چکی ہے اور بہت جلد شادی ہونے والی ہے اور میں اپنے منگیتر کو بہت پسند کرتی ہوں سنا آپ نے؟"

اس کا بس نہیں چلا وہ اس ڈاکو کا قتل کر دیتی۔

"تو کیا ہوا منگنی ہی ہوئی ہے ناں کون سا نکاح ہو چکا ہے منگنی تو ٹوٹ بھی سکتی ہے" جیک کی بے نیازی قابلِ دید تھی۔

"ایسی باتیں کرتے ہوئے شرم آنی چاہیے آپ کو"

"شرم تو آپ کو آنی چاہیے لڑکیاں عموماً اپنے ہونے والے شوہر سے بات کرتے ہوئے شرماتی ہیں اور آپ تو ماشاء اللہ بچوں اور ہنی مون کی باتیں سن کر بھی نہیں شرمائیں۔ ماشاء اللہ مجھے ایسی کانفیڈنس والی لڑکیاں بہت پسند ہیں"

حور نے غصے سے کال کٹ کر دی۔ اس کا دل چاہا موبائل کو زور سے دیوار پر مار دے لیکن اس میں بھی نقصان اس کا اپنا ہونا تھا۔ پانی کا ایک گلاس پی کر وہ وہیں بیٹھ کر اپنا غصہ اور اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے لگی

☆......☆......☆

شام کی سنہری روشنی زمین پر کرنیں بکھیر رہی تھی تھوڑی دیر پہلے کی نسبت موسم کافی اچھا اور صاف ہو چکا تھا۔ حور اس وقت گھر سے نکل کر پاس ہی چوہدری ہاؤس کام کے لیے آئی تھی۔ کل وہ مصروفیات کی وجہ سے نہ آ سکی یونیورسٹی میں پڑھائی کو لے کر کچھ زیادہ ہی ٹینشن میں تھی اس وجہ سے کل چھٹی کر لی تھی لیکن آج وہ چھٹی نہیں کرنا چاہتی تھی دادی کی نرم مزاجی کا وہ حد سے زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکتی ویسے بھی آج اتنا کام بھی نہیں تھا سو چلی آئی۔ لیکن حویلی کے اندر پہلا قدم رکھتے ہی وہ گھبرائی تھی جیسے ہمیشہ گھبراتی تھی اسے ڈر تھا کہیں عرش چوہدری سامنے نہ آ جائے اور وہ اس سے سامنا بالکل نہیں چاہتی تھی پچھلی دفعہ جو گاڑی سے ٹکر ہوئی تھی اس کے بعد تو بالکل بھی نہیں۔ آہستہ سے چلتی ہوئی وہ گھر کے مین ڈور تک آئی سامنے ہال تھا۔ نروس ہوتی جب وہ آگے جا رہی تھی تبھی

اچانک ٹکر غزل سے ہوئی۔ غزل کا پرس نیچے گر گیا وہ اس ٹکر سے کافی غصے میں لگ رہی تھی۔

"ہاؤ ڈیر یو؟ اندھی ہو کیا دیکھ کر نہیں چل سکتیں؟" غزل نے غصے سے پوچھا اور جھک کر اپنا پرس اٹھایا۔
تابندہ تائی کی یہ بیٹی اسے بالکل اچھی نہیں لگتی تھی نہایت بدتمیز ہمیشہ اس سے خار کھاتی تھی۔

غزل آئی تھنک تمہاری غلطی ہے تم ہی موبائل کی طرف دیکھتے ہوئے چل رہی تھیں" اس نے نرم مگر مستحکم آواز میں کہا تھا۔ غلطی کسی اور کی ہو اور الزام اس پر لگے یہ تو حور کبھی برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

"شٹ اپ یو دو ٹکے کی نوکرانی۔ مت بھولو کہ یہ میرا گھر ہے" وہ پہلے سے بھی زوردار آواز میں چلائی سامنے سے زویا ان کو دیکھ کر اسی طرف آ رہی تھی

"تمہارا گھر ہے تو کیا مطلب تم آنکھیں بند کر کے چلوگی؟" اس نے غزل کو شرمندہ کرنا چاہا جس پر وہ مزید بھڑک گئی۔ تبھی زویا ان دونوں کے پاس آئی۔

"کیا ہو رہا ہے یہاں غزل؟" زویا نے غزل کی طرف دیکھا

"زویا دادی سے کہو اپنی اس دو ٹکے کی ماسی کو ذرا کنٹرول میں رکھو اور اس کو اچھی طرح سمجھا دے کہ کون اس گھر کی مالکن ہے اور کون نوکر" بدتمیزی سے کہتی وہ باہر نکلی اس کی ہیل کی ٹک ٹک دور تک سنائی دی۔ زویا نے پیچھے سے منہ چڑا کر اس کی نقل اتاری اور مسکرا کر حور کی طرف دیکھا۔

"تم چھوڑو ٹینشن نہ لو اس کی تو عادت ہے بکواس کرنے کی بالکل تابندہ مامی کی عادات ہیں اس میں" زویا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اندر لے آئی۔

"ٹینشن مجھے نہیں تمہیں ہوگی کیونکہ تابندہ تائی تمہاری ہونے والی ساس اور یہ محترمہ تمہاری نند ہیں" حور نے جیسے اسے یاد دلایا۔ اور تھوڑی دیر پہلے والی بدمزگی ختم ہو گئی۔ زویا بہت خوش اخلاق تھی بالکل حسینہ پھپھو کے جیسی۔ اپنی ماں کی طرح ہی خوش مزاج۔

"تم میری فکر مت کرو حور میں اتنی بھی کمزور نہیں ہوں جو ساس اور نند پر ڈیپینڈ ہوں ویسے بھی شاہ نور تو مجھ سے بہت پیار کرتا ہے۔ بیوی کا کام ہوتا ہے شوہر کو قابو میں رکھنا جب شوہر ہاتھ میں آ جائے تو ساس اور نندیں کچھ نہیں کر سکتیں"

وہ فرضی کالر جھاڑ کر بولی۔ حور مسکرا دی

"یعنی کہ آپ کو بڑا تجربہ ہے ان سب چیزوں کا" حور نے پوچھا وہ دونوں بالکل ہال میں آ گئے

"تھوڑا تھوڑا سیکھ رہی ہوں کیا ہے ناں شادی سے پہلے لڑکی کو اچھی طرح تجربات ہو جائیں تو بہتر ہے" ہال میں دادی تابندہ تائی، حسینہ پھپھو، اور چھوٹی ماں بیٹھی ہوئی تھیں اسے دیکھ کر دادی مسکرائیں تابندہ تائی نے منہ بنایا۔

"ارے آؤ حور" دادی نے اسے اپنے پاس بٹھایا وہ لوگ جیولری دیکھ رہے تھے سامنے ٹیبل پر بہت ساری جیولری دکھائی دے رہی تھی۔

"کیسی ہو پتر" دادی نے پوچھا

"جی الحمدللہ" اس نے مدھم آواز میں کہا، سب نے اس سے خیریت پوچھی سوائے تابندہ تائی کے وہ شاید نوکروں سے بات کرنا توہین سمجھتی تھیں۔

"حور پتر ہم لوگ یہ جیولری پسند کر رہے ہیں زویا اور شاہ نور کے نکاح کے لیے" دادی نے مسکراتے ہوئے بتایا اس نے گردن موڑ کر زویا کو دیکھا وہ ہلکا سا شرمائی۔

"ارے واہ نکاح؟" وہ خوشگوار حیرت سے پوچھنے لگی

"کب ہے ان دونوں کا نکاح؟"

"دو ہفتے بعد" پیچھے سے شاہ نور کی آواز آئی اس نے گردن موڑ کر دیکھا مسکراتے ہوئے وہ آ رہا تھا۔

"مبارک ہو" اس نے خوش دلی سے کہا

"خیر مبارک بھئی حور ویسے مجھے مبارکباد دینے کی بجائے تم زویا کو مبارکباد دو کیونکہ نکاح کا آئیڈیا تو اسی کا تھا" شاہ نور نے شرارت سے زویا کی طرف دیکھا جو اس کے جھوٹ پر ششدر رہ گئی۔

"کیا بکواس ہے شاہ نور میں نے کب کہا تھا نکاح کے لیے" وہ ناراض بھی تھی اور شکوے سے شاہ نور کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ تو تم خود کب سے نانی کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، ہے ناں نانی؟" زویا نے دادی کی طرف دیکھا۔

"ارے شاہ نور، زویا کبھی تو اپنے یہ جھگڑے روک لیا کرو دیکھو زویا ان میں سے تمہیں کون سا سیٹ پسند ہے؟" دادی نے دو تینوں سیٹس کی طرف اشارہ کیا۔ زویا نے مسکراتے ہوئے جیولری کو دیکھا اور پسند کرنے لگی تبھی پیچھے سے شاہ نور نے کہا۔

"ہاں ہاں کوئی اچھی سی جیولری پسند کرو، ورنہ نکاح والی رات تم بھوتنی لگو گی اور میں دیکھ کر بے ہوش ہو جاؤں گا" زویا نے جیولری دیکھنا ترک کر کے پیچھے دیکھا وہ سیڑھیوں سے بھاگتا ہوا غائب ہو چکا تھا۔

"تم رکو بے ہوش ہونے کے لیے تمہیں نکاح کی رات کا انتظار نہیں کرنا پڑے گا تمہاری یہ خواہش میں ابھی پوری کرتی ہوں" زویا اس کے پیچھے بھاگی۔ دادی نے پیچھے سے آواز دی۔

"ارے زویا بیٹا کوئی جیولری تو پسند کرتی جاؤ"

"ایک منٹ نانی ابھی آئی" اس نے بھاگتے ہوئے آواز دی۔ سبھی مسکرا دیے۔

دادی نے اسے مخاطب کیا" اچھا حور بیٹا سنو میں نے بلے کو فون کیا ہے تھوڑی دیر میں وہ ایک پلمبر کو لے کر آنے والا ہے کچن کی پائپ تھوڑی خراب ہے تم اپنی نگرانی میں وہ ٹھیک کروا دینا" حور نے اثبات میں سر ہلایا

"جی دادی تب تک میں آپ کے لیے بنا چینی والا گاجر کا حلوہ بناتی ہوں" کہہ کر وہ کچن میں آئی اور حلوہ بنانے والا تمام سامان کاؤنٹر پر اکٹھا کرنے لگی۔ موبائل کی گھنٹی بار بار بج رہی تھی وہ جانتی تھی جیک ہوگا تبھی وہ کچھ خاص توجہ نہیں دے رہی تھی اور جیک نے تو جیسے معمول بنایا ہوا تھا دن میں سینکڑوں بار کالز کرنا میسج کرنا۔ اس نے موبائل سائیلینٹ پر لگایا اور دل جوئی سے کام کرنے لگی۔ گاجر وہ ابلنے کے لیے چولہے پر رکھ کر باہر آئی تبھی ہال میں اسے ایک آدمی بیٹھا دکھائی دیا۔ اس وقت وہاں اور کوئی نہیں تھا وہ چلتی ہوئی اس کے پاس آئی یقیناً وہ پلمبر تھا۔ اس کے پاس پہنچ کر حور نے سلام کیا۔

"وعلیکم السلام" اس نے گردن موڑ کر جواب دیا، اس کی آواز سن کر جانے حور کو ایسا کیوں لگا جیسے وہ اس کی آواز پہلے بھی کہیں سن چکی تھی لیکن کہاں؟ اس نے ذہن کو زیادہ نہیں الجھایا۔ وہ شخص مسکرا رہا تھا اس کی مونچھیں بڑی بڑی تھیں اور ہلکی سی داڑھی بھی تھی آنکھوں پر چشمہ لگا ہوا تھا۔

آپ پلمبر ہیں ناں؟

"ہاں جی آپ کو کیا لگا میں کوئی ڈاکو ہوں" وہ مذاق کرنے والے انداز میں پوچھ رہا تھا حور لفظ "ڈاکو" پر ذرا گھبرا گئی۔ اسے اس وقت جیک یاد آیا۔

"آیئے میں آپ کو کام دکھاتی ہوں" حور سنجیدگی سے اسے کچن میں لے گئی اور وہ وہیں بیٹھ گیا ایک کرسی پر۔

"ارے واہ گاجر کے حلوے کی خوشبو بڑی زبردست ہے" اس نے بیٹھتے ہی کہا، حور کو اس کی بے تکلفی بالکل پسند نہ آئی۔

"ایک گلاس پانی ملے گا" اس نے وہیں بیٹھے بیٹھے کہا، حور نے پانی اسے دیا۔ وہ پانی پیتے ہوئے مسلسل حور کو گھور رہا تھا۔

"ویسے میڈیم جی آپ تو بڑی خوبصورت ہیں" اس نے گلاس واپس حور کو تھما کر کہا۔ حور اس کی باتوں سے اکتا چکی تھی۔

"جی شکریہ اب کام شروع کریں۔" حور زچ ہوتے ہوئے بولی وہ حور کو نگاہوں کے حصارے میں لیے کھڑا ہوا۔ حور ذرا پیچھے ہٹی۔

"یہ والی پائپ خراب ہے" حور نے پائپ کی طرف اشارہ کیا وہ جو حور کو گھور رہا تھا پھر پائپ کو دیکھنے لگا۔

"پائپ کا کیا ہے میڈم یہ تو بن جائے گا بس بندے کا دل خراب نہیں ہونا چاہیے" حور پائپ دکھا کر اسے نظرانداز کرتی، گاجر دیکھنے لگی۔ وہ شاید پائپ کو کھول رہا تھا حور نے ایک پل کے لیے گاجروں سے نگاہ ہٹا کر اسے دیکھا اور حیران رہ گئی وہ اسے ہی آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ حور کو اس کی نگاہیں اور عادات بہت بری لگیں۔ وہ غصے پر قابو پا کر وہیں کھڑی رہتی اگر اسی لمحے فون کی گھنٹی نہ بجی ہوتی۔ فون کی گھنٹی سن کر وہ اس پلمبر کو وہیں چھوڑ کر فون سننے چلی آئی جانتی تھی اس وقت ہال میں کوئی نہیں ہوگا سبھی اپنے کمروں میں تھے۔

فون اسٹینڈ کچھ فاصلے پر تھا، وہاں تک پہنچتے پہنچتے گھنٹی رک گئی وہ پلٹ کر واپس کچن کی طرف ہی جا رہی تھی جب گھر کا بڑا دروازہ کھلا اس نے سامنے دیکھا اور غصے کی ایک لہر اٹھی تھی۔

سامنے عرش چوہدری کھڑا تھا اس کے ساتھ ایک اور آدمی بھی تھا۔ حور نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

اف اس بلے کو بھی ابھی آنا تھا" اس نے غصے سے سوچا اور عرش کو نظرانداز کر کے کچن میں جانے لگی جب

پیچھے سے عرش نے اسے آواز دی۔

"او ہیلو دادی کہاں ہے؟" اس نے حور سے پوچھا وہاں کوئی اور تھا ہی نہیں۔ کوئی اور جگہ ہوتی تو حور اسے جواب نہ دیتی لیکن اس وقت وہ اسی کے گھر میں کھڑی تھی اور انہی کی ملازمہ تھی تو جواب تو دینا ہی تھا۔

" وہ اپنے کمرے میں ہیں" کہہ کر وہ جانے ہی لگی تھی جب عرش چوہدری کے اگلے جملے نے اس کے اوپر پوری چھت گرا دی۔

" وہ دادی نے پلمبر لانے کو کہا تھا، میں لے آیا گھر کی جو بھی پائپ خراب ہے ٹھیک کروا دینا" اس نے آنکھیں پھاڑ کر پیچھے دیکھا۔ عرش کے ساتھ ہی وہ پلمبر کھڑا تھا وہ سانس لینا بھول گئی۔ کتنی دیر وہ ان دونوں کو بت بنے دیکھتی رہی۔

"او ہیلو میں نے سٹیچو بننے کو نہیں کہا" عرش نے حقارت سے اسے دیکھا تھا۔

" اگر پلمبر یہ ہے تو وہ کون ہے جو ابھی کچن میں بیٹھا ہے" بدحواس ہو کر وہ کچن کی طرف بھاگی عرش اور وہ پلمبر حیرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ کچن کے دروازے پر آ کر حور کے پیر سن ہو گئے۔ دوپٹہ سر سے سرک کر شانوں پر آ گرا۔ کچن میں کوئی نہیں تھا، وہ کرسی خالی تھی۔ اس نے سامنے دیکھا وہ شخص جو بھی تھا پیچھے کے دروازے سے نکل گیا تھا لیکن وہ تھا کون؟ اور ایسے کیسے آ گیا؟

پائپ تو بن جائے گا بس بندے کا دل خراب نہیں ہونا چاہیے" اس شخص کی آواز ہتھوڑے کی طرح حور کے کانوں میں برسنے لگی۔ اس کی نگاہیں بات کرنے کا انداز سب کچھ کتنا عجیب تھا؟ اور وہ یوں؟

وہ مزید کتنی دیر کھڑی رہتی جب اس کے پیچھے پلمبر آ کر کھڑا ہو گیا اور وہ حواسوں میں لوٹ آئی۔

" کون سی پائپ ٹھیک کرنی ہے میڈم؟" اس نے پوچھا حور نے کھوئے کھوئے انداز میں سامنے کی طرف اشارہ کیا وہ پلمبر کام میں لگ گیا حور کی الجھن بڑھتی جا رہی تھی اور دھڑکن بھی۔ وہ کاؤنٹر سے ٹیک لگائے کھڑی تھی جب موبائل پر بیپ ہوئی۔ میسج کھول کر اس نے دیکھا

" آج آپ بہت خوبصورت لگ رہی تھیں" میسج میں لکھا تھا تبھی دوسرا میسج آیا

" آپ کے ہاتھ سے پانی پی کر ایسا لگا جیسے میں نے امرت پی لیا ہو آئی لو یو سو مچ مائی ڈیئر"

حور کے ہاتھ کانپ گئے موبائل گرتے گرتے بچا تھا۔ ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ او مائی گاڈ تو وہ جیک تھا۔ تبھی اسے لگا جیسے وہ اس کی آواز سن چکی ہے۔ وہ یہاں تک آ گیا؟ اور اگر گھر میں اسے کسی نے دیکھ لیا ہوتا تو کیا ہو جاتا؟ وہ جتنا سوچ رہی تھی یہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ سنگین تھا یہ جیک نامی ڈاکو بہت خطرناک تھا۔ اگر چوہدری ہاؤس میں کسی کو پتا چل جاتا کہ جیک ڈاکو یہاں آیا ہے تو نوکری تو چھوڑ عزت بھی ختم ہو جاتی۔

☆......☆......☆

جیک اور اس کا دوست ہدایت چاند کی چمکتی روشنی میں چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے دونوں کے ہاتھ میں کباب کی پلیٹ تھی۔ یہ کباب تھوڑی دیر پہلے ہدایت بنا کر لایا تھا، جیک کباب سے زیادہ موبائل پر مصروف تھا اور مسکرائے جا رہا تھا۔

"یار جیک مجھے یقین نہیں آتا وہ لڑکی بار بار تمہاری کالز کٹ کرتی ہے اور تم بار بار اسے کالز کرتے رہتے ہو؟" ہدایت نے بے یقینی سے اسے دیکھا جیک مسکرا دیا۔

"یہی تو محبت ہے پیارے"

"یہ محبت نہیں بے غیرتی ہے اوئے"

"ابے میری محبت پر شک مت کر جان سے بھی زیادہ عزیز ہے میرے کو وہ لڑکی" جیک نے کباب کا ٹکڑا منہ میں رکھا۔

"تم کیوں اس بیچاری کے پیچھے پڑے ہو یار؟"

"میں کہاں اس کے پیچھے پڑا ہوں الٹا وہ میرے پیچھے پڑی ہے اپنی حسن اور سادگی سے مجھے گھائل کر چکی ہے" جیک نے مسکرا کر جواب دیا

"دیکھ جیک وہ ایک شریف اور عزت دار گھرانے کی لڑکی ہے اور تم ہو شہر کے مشہور ڈان، تم دونوں کی جوڑی کبھی نہیں بن سکتی، اس کی تو منگنی بھی ہو چکی ہے اس کا بہتر مستقبل اسی شخص کے ساتھ ہے تمہارے ساتھ نہیں، تم دونوں کی برابری اور مستقبل نہیں ہے جیک پولیس تمہارے پیچھے پڑی ہے ہم لوگ کبھی بھی گرفتار ہو سکتے ہیں اور تم اس لڑکی کو کیوں قید کرنا چاہتے ہو؟" ہدایت نے اسے سنجیدگی سے سمجھانے کی کوشش کی۔

"میں جانتا ہوں میں ڈاکو ہوں لیکن دل کا کیا کروں یار، اسے وہی دکھائی دیتی ہے ہر جگہ اور اگر ایک بار وہ لڑکی میری ہو جائے تو میں جرم کی دنیا کا یہ راستہ چھوڑ کر ایک اچھا انسان بن کر اس کے ساتھ پوری زندگی گزاروں گا" جیک کی آنکھوں میں اداسی سی پھیل گئی۔

"ویسے تمہیں بتاؤں آج میں اس سے مل کر آ رہا ہوں اس نے اپنے ہاتھ سے مجھے پانی بھی دیا ہے یار میں بتا نہیں سکتا وہ کتنی خوبصورت لگ رہی تھی، اور اب تو وہ یقیناً حیران بھی ہو رہی ہوگی؟" جیک نے مسکراتے ہوئے اپنی کارکردگی سنائی ہدایت شاکڈ رہ گیا۔ اس نے کباب کی پلیٹ سائیڈ پر رکھ دی

"کیا کہا تم نے؟ تم اس سے ملنے گئے پاگل ہو یار اگر کوئی تمہیں دیکھ لیتا یا کسی کو شک ہو جاتا کہ تم ڈاکو ہو تو پتا ہے کیا ہو جاتا؟ یہ کن چکروں میں پڑ گئے ہو تم؟"

"اچھا سوری سوری" جیک نے معذرت خواہ انداز میں اسے دیکھا۔ ہدایت نے اس کا گلا پکڑ کر دبایا۔

"نہیں میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا تم مرواؤ گے مجھے" جیک نے خود کو چھڑایا اور قہقہے لگاتا کمرے میں گھس گیا ہدایت بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگا۔

☆......☆......☆

حور کو جیک والے مسئلے نے بہت الجھا کر رکھا ہوا تھا اس مسئلے کا کوئی حل اس کے سامنے نہیں تھا وہ اس معاملے میں کسی کی مدد لینا تو دور کسی کو بتا بھی نہیں سکتی تھی وردان کی چھٹی دو دن بچی تھی اور ان دو دنوں میں وہ اسے پریشان نہیں کر سکتی تھی اور اگر بالفرض وہ اسے سب بتا بھی دیتی تب وہ اتنے بڑے ڈاکو کا کیا کرتا جسے پولیس آج تک نہ پکڑ سکی۔

ساری ٹینشن کو ایک طرف رکھ کر اس صبح وہ یونیورسٹی جانے کے لیے تیار ہوئی، چہرے پر فکر مندی کی لکیریں تھیں اس کا موبائل بھی سائیلینٹ پر تھا کیونکہ ہر وقت جیک کی کالز آتی رہتی تھیں کبھی کبھی اسے سمجھ میں نہیں آتا کہ جیک جیسا مصروف ڈاکو اپنا سارا دن اسے کالز اور ایس ایم ایس کرنے میں کیوں ویسٹ کرتا ہے۔

رکشے کو کرایہ دیتی وہ یونیورسٹی کے گیٹ سے اندر داخل ہونے لگی تھی جب کسی سے ٹکرا کر اس کے سارے نوٹس نیچے گر گئے اور سر بری طرح سے چکرانے لگا۔ غصے سے اس نے آنکھیں کھولیں، سفید کپڑوں میں ملبوس وہ

کوئی دراز قد شخص تھا اوپری دو بٹن کھلے ہوئے تھے سینے پر ہلکے سے بال اور لاکٹ بھی تھا۔ وہ فوراً دو قدم پیچھے ہٹی اور سامنے دیکھ کر اس کا غصہ اور بھی بڑھ گیا وہ عرش چوہدری ہی تھا اور اس سے ٹکرانا تو وہ اپنا فرض سمجھتا تھا جیسے۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟ آپ نے کیا قسم کھا رکھی ہے کہ آنکھیں کھول کر نہیں چلنا؟"

"وہی میں تم سے پوچھنا چاہ رہا ہوں جب میں گیٹ سے باہر نکلنے والا ہوتا ہوں تب تم اچانک کہاں سے نازل ہو جاتی ہو" چیونگم چباتا نہایت بدتمیزی سے کہا تھا اس نے۔ وہ نوٹس اٹھانے لگی۔

" کتنی بار کہا ہے مجھ سے دور رہا کرو لیکن تم بہانے ڈھونڈتی رہتی ہو میرے پاس آنے کے " وہ غصے سے اسے دیکھ رہا تھا نوٹس اٹھا کر وہ کھڑی ہوئی۔

" آپ کو ہمیشہ یہ خوش فہمی کیوں رہتی ہے کہ میں آپ سے ملنے کے بہانے ڈھونڈتی رہتی ہوں؟ " ہاتھ باندھ کر مستحکم انداز میں کہا اس نے۔

" او ہیلو خوش فہمی مجھے نہیں میں تو تم جی رہی ہو۔ تمہیں کیا لگتا ہے ایسی مڈل کلاس حرکتیں کر کے تم مجھے پھنسا لو گی اور میں کسی گلی کے مجنوں کی طرح تمہارے پیچھے پیچھے پاگل ہو جاؤں گا"

حور نے غصے سے آنکھیں بند کر کے کھولیں۔

" ایکسکیوزمی مجھے ایسی تھرڈ کلاس حرکتیں کرنے کا بالکل شوق نہیں ہے میری منگنی ہو چکی ہے اور تم جیسے گھٹیا لوفر لڑکوں کو میں اچھی طرح جانتی ہوں اس لئے مجھ سے دور ہی رہا کرو "

عرش کا بی پی شوٹ کرنے لگا حور کی یہ بات اسے گالی کی طرح لگی، غیرت پر چوٹ پڑی۔ انگارے اگل کر حور جانے ہی لگی تھی جب عرش نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھینچ کر اپنے بالکل سامنے کیا۔ وہ گرتی ہوئی عرش کے سینے سے جا لگی دوپٹہ اتر گیا۔ بال ہوا میں لہرانے لگے۔

" کیا کہا تم نے گھٹیا لوفر لڑکے؟" غصے سے وہ سیب ہو چکا تھا اسے ہمیشہ غصہ جلدی ہی آ جاتا تھا۔

اگر میں چاہوں تو پوری یونیورسٹی کے سامنے اپنی گھٹیا پن دکھا کر تم جیسی لڑکی کے وجود کو حاصل کر سکوں، کوئی نہیں روکے گا مجھے "

وہ ابھی بھی اس کے سینے سے لگی بے جان سی کھڑی تھی اس وقت یونیورسٹی گیٹ کے سامنے کوئی اور نہیں تھا۔

ورنہ بہت بڑا تماشا ہو جانا تھا۔

لیکن میں عرش چوہدری تم جیسی دو ٹکے کی لڑکی پر تھوکوں گا بھی نہیں، تم جیسی ہزاروں لڑکیاں صبح شام میرے آگے پیچھے گھومتی ہیں"

اس نے حور کو اپنے مضبوط بازوؤں میں قابو کر رکھا تھا ایسے کہ وہ بالکل ہل بھی نہیں سکتی تھی۔

چھوڑیں مجھے" وہ ملنے لگی ۔ عرش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ طنزیہ حقیر سی مسکراہٹ۔ اس کے ہونٹوں تلے سیاہ تل بھی جیسے مسکرا رہا تھا۔ عرش نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنا دوپٹہ درست کرنے لگی۔

"تم معمولی سی نوکرانی عرش چوہدری کو لوفر کہو گی؟ تم جیسی لڑکیوں کے ساتھ تو عرش چوہدری ایک رات بھی ...." وہ اپنی بات پوری نہیں کر سکا حور نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے اس کا چہرہ لال کر دیا۔ تھپڑ کی گونج سے درختوں پر بیٹھے پرندے اڑ کر آسمان کی جانب روانہ ہوئے۔

" آئندہ ایسی بات اپنی زبان سے نکالنے کی ہمت بھی مت کرنا عرش چوہدری وہ اور لڑکیاں ہوں گی جو آپ کے آگے پیچھے گھومتی ہوں گی میں ان لڑکیوں میں سے نہیں ہوں، میں تم جیسے بے غیرت انسان پر تھوکتی بھی نہیں" عرش چوہدری اس کے سامنے کھڑا تھا اسے ہلکا سا دھکا دے کر راستہ بناتی وہ یونیورسٹی کے اندر داخل ہوئی۔ عرش کا غصہ آسمان کو چھونے لگا تھا۔

"تم جانتی نہیں تم نے کس پر ہاتھ اٹھایا ہے" پیچھے سے عرش کی غصے بھری آواز سنائی دی۔ اس نے مڑ کر غصے سے حور کی آنکھوں میں دیکھا۔

"اب تم دیکھنا کہ یہ لوفر لڑکا تمہارے ساتھ کیا کرے گا۔ میرا یقین کرو اس تھپڑ کے لیے تمہیں ساری زندگی پچھتانا پڑے گا" دھمکی دیتا وہ باہر نکلا، کہنیاں فولڈ کر کے اس نے بائیک سٹارٹ کی اور ایک پل میں ہی وہاں سے غائب ہو گیا۔ وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

☆......☆......☆

شام کا وقت تھا۔ چھت پر آئینہ لئے وہ درست میک اپ کو ٹھیک کرنے میں لگی تھی کل اس نے وردان کے ساتھ باہر کھانے کا وعدہ کیا تھا اور وردان یہ بات صبح سے اب تک اسے ستر بار یاد دلا چکا تھا۔ یونیورسٹی میں بھی

اس اس کے کئی میسج آئے اور اب وہ نہ چاہتے ہوئے اس کے ساتھ ڈنر کرنے کے لیے تیار ہو رہی تھی۔ سیاہ سادہ فراک جس کے گھیرے پر موتیوں کا ہلکا سا کام تھا۔ سلکی بالوں کو اس نے پونی میں قید کر رکھا تھا ہونٹوں پر لال لپ اسٹک اس پر بہت جچ رہی تھی۔ پانچ منٹ سے آئینہ لئے وہ بار بار خود کو دیکھ رہی تھی پہلی بار وردان کے ساتھ کہیں باہر جا رہی تھی خوش ہونے کے ساتھ ساتھ نروس بھی تھی۔

"ماشاء اللہ آپی آج تو آپ کو دیکھتے ہی وردان بھائی بے ہوش ہو جائیں گے" چھوٹی اس کے پاس بیٹھی کب سے اس کا سر کھا رہی تھی۔ ایسے کرنا ہے ویسے کرنا ہے فلاں کپڑے پہن لو اور اب بھی وہیں بیٹھی اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہائے ہائے اللہ نہ کرے چھوٹی کیسی پاگلوں جیسی باتیں کر رہی ہو" اس نے فوراً چھوٹی کو ٹوک دیا

سچ تو کہہ رہی ہوں آپی آج بہت خوبصورت اور معصوم لگ رہی ہیں" چھوٹی کی تعریف پر وہ شرمائی

"ارے شرما تو ایسے رہی ہو جیسے میری جگہ وردان بھائی نے آپ کی تعریف کر دی ہو"

"خدا کے لئے تم جاؤ یہاں سے چھوٹی" وہ بالوں میں ایک بار پھر کنگھی کرنے لگی تھی۔

"ہاں ہاں اب آپ اپنے فوجی سے ملنے جا رہی ہو تو ہم سے کیا سروکار" اس نے ٹھنڈی سانس لی یہ چھوٹی باز نہیں آنے والی تھی۔ موبائل کی گھنٹی بجی وردان کی کال آ رہی تھی۔

"لو آ گئی آپ کے مجنوں کی کال" اس نے موبائل اٹھا کر چھوٹی کو دیکھا جو اسے نظروں ہی نظروں میں چڑا رہی تھی۔

"تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو چھوٹی، جاؤ کچن میں جا کر دیکھو چولہے پر چاول چڑھا کر آئی ہوں" چھوٹی بادل نخواستہ روانہ ہوئی اس نے کال اوکے کیا۔

" کون سے جنم کا بدلہ لے رہی ہو تم مجھ سے سویٹ کزن؟ " وردان سلام دعا سے پہلے ہی شکوہ کیا، وہ دانتوں سے ناخن کاٹنے لگی۔

" کیا ہوا میں نے کیا کیا ہے؟" وہ نا سمجھی۔

"واہ رے میری نیندوں کی دشمن کیا کہنے تیری معصومیت کے، کب سے میسج کر رہا ہوں جواب بھی نہیں دیتی

میں نے کون سا تم سے گردہ مانگ لینا ہے"

" حد ہے وردان مجھے اور بھی کام ہوتے ہیں ویسے بھی ابھی تو ٹائم نہیں ہوا" موبائل کو کان سے لگائے وہ چارپائی پر بکھری چیزیں سمیٹنے لگی۔

"تو کب ہوگا ٹائم یہاں تیرے فوجی کا ٹائم پورا ہو جائے گا سویٹ کزن"

"تم کبھی نہیں سدھرو گے وردان" شکوہ کرتی چیزیں لے کر وہ کمرے میں آئی۔

"تم شادی تو کر لو سدھر جاؤں گا ویسے کہاں ہو اس وقت؟" وردان نے پوچھا

" کہاں ہو کیا مطلب گھر میں ہی ہوں" ساری چیزیں لے جا کر اس نے دراز پر رکھ دیں۔

" مطلب مجھے ابھی کتنی دیر تک باہر سردی میں کھڑا رہنا پڑے گا؟" اس کی آواز میں ہلکی سی شرارت بھی تھی۔

" کیا تم باہر کھڑے ہو؟" حور چلائی

" آہستہ۔ چیخ کیوں رہی ہو کیا پورے محلے کو اکٹھا کرنا ہے؟" وہ مصنوعی غصے سے بولا

" اچھا بتاؤ تمہیں تیار ہونے میں اور کتنی دیر لگے گی"

" میں تیار ہو چکی ہوں وردان" حور نے پرس اٹھایا اور کمرے سے باہر نکلی

" ارے واہ دنیا میں مجھے آج تک ایسی لڑکی نہیں ملی جو کہے میں تیار ہو چکی ہوں۔ ہمیشہ یہی جواب ملتا ہے ایک منٹ پلیز"

" اچھا کتنی لڑکیوں کا تجربہ ہے تمہیں؟" حور نے ہلکے غصے سے پوچھا وردان گڑبڑا گیا۔

" کیا یار تم اپنے منگیتر پر شک کر رہی ہو؟ تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کے بارے میں سوچ سکتا ہوں کیا تم نے مجھے اس قابل چھوڑا ہے"

حور آنگن میں چلی آئی سامنے سلمیٰ بیگم بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں وہ موبائل کو کان سے ہٹا کر ان کے پاس چلی گئی۔

" اچھا اماں میں جا رہی ہوں" سلمیٰ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعائیں دیں وہ گھر سے باہر نکلی وردان سامنے اپنی بائیک سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔ اس نے آسمانی رنگ کے کپڑے پہنے تھے جن پر سیاہ واسکٹ بھی تھا

بال فوجی کٹ والے انداز میں بنے ہوئے تھے۔ وہ شاید کال پہ حور کے جواب کا منتظر تھا لیکن حور کو سامنے پا کر وہ حیران ہوتے ہوئے کھڑا ہو گیا اور بڑی گہری نگاہوں سے حور کو دیکھنے لگا۔ حور اس کی نظروں سے شرماتی اس تک پہنچی۔

"حور آج تو مجھے اٹیک آئے گا" حور نے سر اٹھا کر نا سمجھی کے عالم میں اسے دیکھا۔

"یار تم اتنی خوبصورت لگ رہی ہو مجھے لگ رہا ہے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں"

" بکواس مت کرو وردان اب چلو بھی" حور کو اپنی تعریف اچھی نہیں لگی سامنے محلے کے بچے کھڑے تھے وہ ان کے سامنے مزید ایک سیکنڈ بھی نہیں رکنا چاہتی تھی۔

"ارے سویٹ کزن تم چلنے کی بات کر رہی ہو مجھ سے تو ہلا بھی نہیں جا رہا، کیسے تمہارے چہرے سے نگاہ ہٹاؤں؟" حور نے اس کے خوبصورت بال اپنے ہاتھوں سے خراب کر دیے۔

"ٹھیک ہے میں چلتی ہوں جب تم ملنے کے قابل ہو جاؤ تو مجھے بلا لینا" حور جانے لگی جب وردان نے اس کا دوپٹہ پیچھے سے پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

"ارے کزن یہ ظلم نہ کرو" وہ بائیک پر بیٹھ کر بائیک سٹارٹ کرنے لگا پھر سیاہ گلاسز چڑھائے وہ حور کے بیٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔ حور نے دوپٹے کو سر پر لیا اور ادھر ادھر دیکھتی بہر حال بیٹھ ہی گئی۔ وردان نے بائیک کو جہاز بنا دیا تھا حور کے چلانے کے باوجود وہ کچھ نہیں سن رہا تھا اور ہنستے مسکراتے حور کی تعریفیں کرتے وہ شہر کے بہت بڑے ہوٹل کے سامنے تھے۔

"مجھے لگتا ہے کہ میں کوئی بہت بڑا نیک انسان ہوں" کھانے کے دوران وردان تبصرہ کیا تھا۔ اس وقت وہ دونوں ریسٹورنٹ کے آخری کرسیوں پر بیٹھے تھے سامنے کھانا سرو کیا جا چکا تھا تازہ پھولوں کی خوشبو مہک رہی تھی۔ لوگوں کی گہما گہمی عروج پر تھی روشنی مدھم کی گئی تھی ہر ٹیبل پر موم بتیاں لگی ہوئی تھیں بلا شبہ وہ ایک بہت خوبصورت سا تھیم ڈنر تھا۔

" کیوں آپ کو یہ خوش فہمی کیوں ہے؟" وہ سلاد منہ میں رکھتے ہوئے بولی

"اب دیکھو نہ یار جسے دنیا میں ہی اتنی خوبصورت سی حور مل جائے ظاہر ہے وہ کوئی نیک ہی ہو گا" وردان اس

کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس کی تعریف کی پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ یہی کر رہا تھا حور ہمیشہ کی طرح شرما گئی اس کے گال سرخ پڑ گئے۔ وہ پہلی بار وردان کے ساتھ کہیں باہر آئی تھی لیکن اچھا لگ رہا تھا۔

" حور میں سوچ رہا ہوں شادی کے بعد بھی ہم لوگ یونہی کھانے پہ باہر آیا کریں گے " وہ مزید بولا۔ حور مسکراتے ہوئے اسے سن رہی تھی کبھی کبھی سننا بھی بہت اچھا لگتا تھا وہ بھی اس انسان سے جس سے آپ سب سے زیادہ محبت کرتے ہوں۔

" سوچو نہ کتنی خوبصورت زندگی ہوگی ہماری، جب ہم ایک ہو جائیں گے ویسے ہنی مون پہ کہاں جانے کا سوچا ہے تم نے " وردان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا اس نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا مبادا کہیں کسی اور نے تو نہیں سن لیا۔

" کیا کر رہے ہو وردان یہ ریسٹورنٹ ہے اگر کسی نے سن لیا تو...... " وردان نے اس کی بات کاٹ کر کہا

" تو کیا؟ میں ڈرتا تھوڑی ہوں کسی سے تم میری ہونے والی بیوی ہو اور میں ایک فوجی ہوں بہادر فوجی کہو تو میں ابھی سب کے سامنے چیخ چیخ کر اعلان کروں گا آئی لو یو حور " وہ کھڑا ہونے لگا تھا جب حور نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس بٹھایا

" نہیں بڑی مہربانی آپ کی آپ آرام سے بیٹھو اور کھانا ختم کرو " حور نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا اس نے حور کے ہاتھ کو اپنی مٹھی میں دبایا۔ وہ ایک ہاتھ سے حور کے ہاتھ کو پکڑ کر دوسرے سے کھانا کھانے لگا۔

" اب ایسے کیا دیکھ رہی ہو نظر لگانے کا ارادہ ہے " وردان نے اس کی نگاہیں اپنی طرف پا کر اس سے پوچھا

۔ حور نے مسکراتے ہوئے وردان کو گھور کر دیکھا

" ارے تم کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہیں؟ " وردان نے اسے آرام سے بیٹھے دیکھا تو پوچھ لیا۔

" پتا ہے وردان میرا دل کیا چاہتا ہے؟ " وردان نے ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر بڑے غور سے اسے دیکھا

کیا چاہتا ہے تمہارا دل؟ "

" میرا دل چاہتا ہے کہ تمہیں ڈھیر ساری ہری مرچیں کھلا کر کسی ایسی جگہ چھوڑ آؤں جہاں پانی بالکل نہ ہو؟ " وردان کا ہاتھ ٹھوڑی تلے سے جھٹکا کھا کر نیچے گرا اس نے کچھ حیران ہوتے ہوئے حور کو دیکھا۔

" کیوں کیوں کیوں؟ تم ایسا کیوں کرو گی؟"

" کیونکہ تم نے پچھلے پانچ منٹ سے میرا دایاں ہاتھ پکڑا ہوا ہے اور مجھے کھانا کھانے کو کہہ رہے ہو اگر ہاتھ چھوڑو گے نہیں تو میں کھانا کیسے کھاؤں گی؟" وردان نے کچھ شرمندہ ہوتے ہوئے اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا مضبوط مٹھی میں اس کا سفید ہاتھ قید تھا۔

" اوہ آئم سوسوری یار مجھے تو یاد ہی نہیں رہا" وردان کچھ شرمندہ ہوا۔ اور گڑ بڑا کر کھانا کھانے لگا۔

" وردان" حور نے اسے پکارا، اس نے سر اٹھایا۔

" جی"

" میرا ہاتھ؟"

" کیا ہوا تمہارے ہاتھ کو؟" وردان کچھ حیران تھا۔

" ابھی تک تمہارے ہاتھ میں ہے" وردان نے منہ کھول کر اپنے ہاتھ کو دیکھا اور جھٹکے سے اسے آزاد کر دیا

" مجھے ابھی تک یقین نہیں آتا وردان تم آرمی میں اتنے بڑے آفیسر ہو" اس نے وردان کو شرمندہ کرنا چاہا وہ ڈھٹائی سے مسکرایا۔

" ارے یار اس میں میرا کیا قصور تمہارے ہاتھ ہیں ہی اتنے پیارے" دو منٹ بعد حور نے ٹشو اٹھائے وہ کھانا کھا چکی تھی وردان ابھی تک کھا رہا تھا وہ کھڑی ہوئی۔

" کہاں جا رہی ہو مائی سویٹ کزن؟" بریانی کو چمچ میں رکھ کر اس نے پوچھا

" واش روم" حور نے جواب دیا، اور ماتھے سے پسینہ صاف کیا کھانا بہت مصالحے والا تھا اس لئے پسینہ آ گیا۔ وردان کو وہیں چھوڑ کر وہ واش کی طرف جانے کے لئے مڑی لیکن چہرہ گھماتے ہی وہ تھم سی گئی۔

عرش چوہدری اپنے کچھ لوفر دوستوں کے ساتھ ریسٹورنٹ کے دروازے سے اندر داخل ہوا۔ سیاہ جینز اور سفید شرٹ وہ ایک شان سے چلتا ہوا آگے آ رہا تھا اپنے سبھی دوستوں میں سے وہ دراز قد تھا۔ اس وقت وہ چیونگم میں بھی چبا رہا تھا تبھی اس کے ہونٹ ہلتے ہوئے نظر آ رہے تھے چیونگم چبانے کی عادت تھی اسے اور اس کے باقی دوستوں کا حلیہ بھی اسی کے جیسا تھا۔ چلتے چلتے بہت اچانک عرش کی نگاہ اس پر پڑی وہ کئی لمحے اسے دیکھتا رہا وہ

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

بھی غیر ارادی طور پر اسے دیکھے جا رہی تھی۔ عرش نے اپنے دوستوں کو ایکسکیوز کیا اور پھر اس نے عرش کو اپنے ٹیبل کی طرف آتے دیکھا۔

"اوشٹ یہ مصیبت یہاں کیسے؟" وہ غصے سے بڑبڑائی۔ وردان بڑی رغبت سے کھانا کھا رہا تھا عرش چلتا ہوا اس کے قریب آیا۔ اس کی پرفیوم کی خوشبو بھی واضح محسوس ہو رہی تھی عرش نے پہلے اسے اور پھر وردان کو دیکھا۔ حور نے محسوس کیا عرش کے انداز میں ہمیشہ جیسی نفرت نہیں تھی۔ مگر کیوں؟

"ہیلو حور" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا وہ کچھ بول نہ سکی وردان نے پہلی بار سر اٹھا کر حور کو پھر عرش کو دیکھا

"کیسی ہو؟" اس نے ایک اور سوال کیا۔ عرش چوہدری کب سے اس کی خیریت پوچھنے لگا وہ تو اس سے بات کرنے سے گریز کرتا تھا اور آج صبح جو یونیورسٹی میں ہوا اس کے بعد وہ کیسے؟ کچھ غلط ضرور تھا۔

حور نے اس بار بھی جواب نہیں دیا۔ عرش شاطر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اس کے دونوں ہاتھ جینز کی جیب میں تھے۔

"کون ہے یہ؟" وردان نے پہلی بار کچھ بولا، اس نے سر گھما کر وردان کو دیکھا اب تعارف تو کرانا ہی تھا۔

"وردان یہ دسمبر طلال کے پوتے اور برہان چوہدری کے بیٹے عرش چوہدری ہیں جن کے گھر میں کام کرتی ہوں" اٹکتے ہوئے اس نے کہا۔ وردان کو عرش کا حلیہ اس کا انداز کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا۔ پھر حور نے غصے سے عرش کی طرف دیکھا جیسے اگر وردان بیچ میں نہیں ہوتا تو وہ اسے کچا کھا جاتی۔

"اینڈ عرش یہ وردان یوسف ہیں پاک آرمی میں ہوتے ہیں میرے ہسبنڈ، آئی مین میرے فیانسی اور ہونے والے ہسبنڈ" لفظ "ہسبنڈ" پر زور دے کر اس نے عرش کو غصے سے دیکھا جو اسے دیکھ کر مسلسل مسکرائے جا رہا تھا کچھ تو چل رہا تھا اس لڑکے کے دماغ میں۔ عرش بڑی بے تکلفی سے اس کی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟" یہ وہ بیٹھنے کے بعد پوچھ رہا تھا بدتمیزی کی انتہا تھی۔

"ایکسکیوز می" وہ واش کی طرف جانے لگی جاتے وقت اس نے الجھتے ہوئے عرش کو دیکھا اس کا یہ رویہ عجیب لگ رہا تھا اسے۔

"آپ کیسے ہیں برو؟" عرش اب بے تکلف ہو کر وردان کی طرف گھوما جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"فائن اللہ کا شکر ہے آپ سنائیں؟" وردان چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجالی، اس کے تاثرات بتا رہے تھے وہ عرش کو کتنی مشکل سے برداشت کر رہا تھا۔

"میں بالکل ٹھیک ویسے حور اکثر آپ کا ذکر کرتی رہتی ہے" اس نے پہلا جھوٹ بولا وردان کے ماتھے پر بل پڑے۔

"میری اور حور کی بہت اچھی دوستی ہے، حور بہت ہی ذہین اور قابل لڑکی ہے اب دیکھو ناں یونیورسٹی اور گھر کی ذمہ داری اٹھانا ہر کسی کے بس کی بات تھوڑی ہے حور نے تو ہمارے گھر آتی ہی سب کے دل میں جگہ بنالی میری دادی تو سپیشلی حور کو بہت لائک کرتی ہیں"

اپنی بات پوری کر کے اس نے وردان کی طرف دیکھا، وہ حیرت اور غصے سے اسے سن رہا تھا۔ تیر بالکل صحیح نشانے پہ لگا تھا۔

"میری دادی ہمیشہ کہتی ہیں عرش اگر حور کی منگنی نہ ہوئی ہوتی تو میں تمہارے لیے اس کا ہاتھ مانگ کر ہمیشہ کے لیے اسے اپنے گھر لے آتی۔ یہ دادی بھی ناں؟" اس نے جملے کے اختتام پر قہقہہ لگایا

"ڈیئر حور عباس اب تم دیکھو میں کیا کرتا ہوں تمہارے ساتھ" عرش نے غصے سے سوچا وہ صبح کی بے عزتی بھولا نہیں تھا۔

"ویسے بھی حور جیسی لڑکی تو کسی کے بھی دل میں جگہ بنا سکتی ہے بائی داوے اگر اس کی منگنی آپ سے نہ ہوئی ہوتی تو اس کی پہلی پسند میں ہوتا۔ کیا ہے ناں میں ذرا زیادہ ہینڈسم ہوں دولت کی کمی نہیں ہے اچھا خوبصورت شوہر دولت سٹیٹس کی لالچ تو ہر لڑکی کو ہوتی ہے"

وردان کے چاروں طرف آگ لگ چکی تھی اور عرش چوہدری اس میں گھی ڈال رہا تھا وردان اس وقت ضبط کی آخری اسٹیج پر کھڑا تھا۔

"اچھا میرے فرینڈز انتظار کر رہے ہیں چلتا ہوں" عرش کھڑا ہوا اس نے ایک آخری بار وردان کو دیکھا جس کا چہرہ سرخ پڑ چکا تھا اپنی جیت پر وہ مسکرایا۔

"مس حور یو آر آؤٹ" کہہ کر وہ وہاں سے چلا گیا۔

حور پانچ منٹ بعد واپس آئی۔ وردان کی رنگت اور اس کا انداز کچھ بدلا سا محسوس ہوا اسے۔

"کھانا کھالیا تم نے؟" وہ ٹشو سے ہاتھ صاف کرنے لگی وردان نے سنجیدگی سے اسے دیکھا کچھ دیر قبل والی شوخی غائب ہو چکی تھی۔

"ہاں چلو اب" وردان والٹ اور موبائل لے کر کھڑا ہوا حور ذرا حیران ہوئی پھر اس نے اپنا پرس اٹھایا۔ وردان نے بنا اس کی طرف دیکھے کرسی ہٹائی اور تیزی سے کاؤنٹر کی طرف جانے لگا وہ بھی آہستہ سے اس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ سامنے عرش چوہدری بیٹھا ان دونوں کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"سب ٹھیک تو ہے ناں وردان ہم اتنی جلدی گھر کیوں جا رہے ہیں" بائیک پر اس کے پیچھے بیٹھے ہوئے اس نے پوچھا وردان مسلسل سنجیدہ تھا وہ بہت کم ہی سنجیدہ ہوتا تھا اور اس کی یہی سنجیدگی حور کو پریشان کر رہی تھی۔

"بس گھر جانا ہے یار اتنی دیر ہو چکی ہے" حور نے اپنا ہاتھ اس کے شولڈر پر رکھا ہوا تھا۔ جیسے پچھلی بار آتے وقت وہ باتیں کر رہا تھا چھیڑ خانی کر رہا تھا اس کے برعکس اب خاموش تھا۔

"لیکن آپ تو کہہ رہے تھے آپ دس بجے سے پہلے گھر نہیں جائیں گے آئس کریم کھائیں گے پھر ہم بائیک پر لانگ ڈرائیو پر بھی جائیں گے" اس کے منہ میں آنسوؤں کا گولا بننے لگا آواز بہ مشکل نکل رہی تھی۔

"ہر بات پہ بحث اچھی نہیں ہوتی حور جب کہہ دیا ہم گھر جائیں گے تو بس گھر جائیں گے" آواز مدھم مگر غصے سے بھرپور تھا۔ حور آگے ایک لفظ بھی نہیں بول سکی۔ جتنی پریشان تھی اس سے کہیں زیادہ اداس۔ اسے لگا تھا یہ اس کی زندگی کا سب سے خوبصورت ڈنر ہو گا لیکن اب نہیں۔

☆......☆......☆

اس وقت وردان سڑک پر آواروں کی طرح چکر کاٹ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے عرش نے جو باتیں کیں وہ ابھی تک کانوں میں گردش کر رہی تھیں۔ غصہ تھا بے چینی تھی دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی۔ حور کو گھر ڈراپ کرنے کے بعد وہ سڑک پر یونہی پیدل گھوم رہا تھا رات کے بارہ بج رہے تھے سڑک پر گاڑیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ حور اسے مسلسل کالز کر رہی تھی لیکن وہ بالکل بھی اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا جانے کیوں؟ کس سے ناراض تھا؟

"دولت اور سٹیٹس کی لالچ تو ہر لڑکی کو ہوتی ہے"

عرش کی آواز کانوں میں پگھلے ہوئے سیسے کی طرح پڑ رہا تھا۔

"اگر اس کی منگنی آپ سے نہ ہوئی ہوتی تو اس کی پہلی پسند میں ہوتا"

اس کا دل چاہا جو گاڑیاں نظر آ رہی ہیں سڑک پر ان پر پیٹرول چھڑک کر آگ لگا دے یا عرش چوہدری کو پکڑ کر اتنا مارے کہ اس کی آواز ختم جائے۔ بہت اچانک اس کے کانوں میں ایک اور آواز سنائی دی حور کی آواز۔

جانتے ہو یقین کیا ہے؟

"جب تم کوئی دیوار بناتے ہو تو اس میں ریت، سیمنٹ اور مٹی کا استعمال کرتے ہو ناں۔ تو بس یقین بالکل اس سیمنٹ اور مٹی کے جیسے ہے جو دیوار کو قائم رکھتا ہے۔ اسی طرح ہر رشتے ہر تعلق کو یقین ہی مضبوط بناتا ہے چاہے وہ تعلق انسان کا انسان سے ہو یا خدا سے لیکن اگر یقین ٹوٹ گیا تو تمہیں اپنے چاروں طرف دھماکے محسوس ہوں گے تب تمہاری دیوار گر چکی ہوگی۔ جانتے ہو رشتے اور تعلق کیوں ٹوٹ جاتے ہیں؟ جب رشتوں اور محبتوں میں یقین باقی نہ ہو تو وہ کبھی قائم نہیں رہ سکتے اور گھر اینٹ یا سیمنٹ سے نہیں بلکہ یقین سے بنتے ہیں"

وردان چلتے چلتے رکا اس کا غصہ کم ہوا حور کی بات یاد کر کے اور ہونٹ بھینچ کر وہ سوچ میں پڑ گیا۔

کیا مجھے حور سے پوچھنا چاہیے وہ سب؟ اس نے خود سے سوال کیا دل نے فوراً انکار کیا۔

"نہیں پاگل تم اس سے یہ سب کیسے پوچھ سکتے ہو؟" جہاں محبت ہوتی ہے وہاں شک کی تو گنجائش بالکل نہیں ہوتی شک تو محبت کو دیمک کی طرح ختم کر دیتا تھا جن سے ہم محبت کرتے ہیں ان کا انتخاب ہمارا دل کرتا ہے اور دل کا انتخاب غلط کیسے ہو سکتا ہے؟ جن سے محبت ہوتی ہے ان سے یقین کیسے مانگ سکتے ہیں؟"

وہ اب پچھتا رہا تھا آنکھوں میں نمی سی محسوس ہونے لگی۔ دل پر ایک بھاری پتھر آن گرا تھا۔ اس کا ضمیر آ کر بالکل اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اسے ٹوک رہا تھا۔

"تم ایسا کیسے کر سکتے ہو وردان؟ تم تو حور کو بچپن سے جانتے ہو۔ تم سے بڑھ کر اسے کون جانے گا؟ تم لوگوں کا رشتہ ایک دن ایک ہفتے ایک سال کا نہیں ہے تم دونوں بچپن کے دوست ہو تو پھر تم اس لڑکی پر شک کیسے کر سکتے ہو؟ کیا حور ایسی لڑکی ہے جسے دولت سٹیٹس کا لالچ ہوگا؟ وہ لڑکا کتنا ہی ہینڈسم کیوں نہ ہو کتنا ہی دولت مند

کیوں نہ ہو حور تمہارے سامنے کسی اور کو تھوکے گی بھی نہیں۔ وہ لڑکا جسے تم جانتے بھی نہیں اس نے کچھ بھی کہہ دیا اور تم نے مان لیا۔ تم اگر محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو اس پر بھروسہ بھی ہونا چاہیے"

اس نے ٹھنڈی سانس لی۔ پچھتاوا دل کو کاٹ رہا تھا جیب سے فوراً موبائل نکالا اور حور کا نمبر ملانے لگا دوسری طرف شاید حور بھی اسی کے کال کی منتظر تھی۔

"ہیلو وردان کہاں ہو تم؟ بات کیوں نہیں کر رہے؟ میں نے کتنے میسج کتنے کالز کیے تم ٹھیک تو ہو ناں وردان؟

"وہ روتے ہوئے بے تابی سے پوچھنے لگی وردان کا پچھتاوا مزید بڑھ گیا اس معصوم لڑکی پر وہ شک کر رہا تھا۔

"آئم سوری حور تم مجھے معاف کر دو" وہ سسک اٹھا۔ ایک بہادر مرد ہو کر وہ محبت کے سامنے ہار رہا تھا۔ ایک سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں اس کا چہرہ واضح نظر آ رہا تھا چہرے پر آنسوؤں کی لڑی۔

"کیوں وردان؟ معافی کیوں مانگ رہے ہو سب ٹھیک ہے ناں؟" وردان نے ہونٹ بھینچ لئے

"کچھ بھی ٹھیک نہیں ہے حور، دیکھو ناں میں تم سے محبت کرتا ہوں مجھے تم پر بھروسہ ہونا چاہیے لیکن میرا یقین پل بھر کے لیے ڈگمگا گیا۔ اور شام کو میں نے تم سے کتنی بری طرح سے بات کی"

وہ روتے ہوئے معافی مانگ رہا تھا حور جانے کب سے اس کے کال کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ سو بھی نہ سکی ابھی تک جاگ رہی تھی

"نہیں وردان ایسا مت کہو پلیز میں تم سے ناراض نہیں ہوں" وہ آنسوؤں پونچھ کر بولی۔ پھر وہ دونوں باتیں کرتے رہے رات دیر تک۔

☆......☆......☆

تابندہ بیگم اور ارمان چوہدری دونوں اس وقت کمرے میں صوفوں پر بیٹھے تھے دونوں کسی گہری سوچ میں تھے دونوں کے چہرے پر فکرمندی کی لکیریں تھیں۔ تابندہ نے تو ہاتھ سے سر پکڑا ہوا تھا۔

"میں آپ کو بتا نہیں سکتی اس دن کیا ہوا" تابندہ غصے میں بولی ارمان نے افسوس سے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا

"وہ لڑکی اسٹور روم میں گئی اور جانے کہاں سے اس کے ہاتھ میں لالی کی شادی والی تصویر آئی" وہ پریشانی اور غصے کی ملی جلی کیفیت میں بول رہی تھیں اتنے دن بعد وہ پہلی بار ارمان سے اس معاملے کو ڈسکس کر رہی تھی۔

"ریلیکس تابندہ اس لڑکی کو کیا معلوم لالی کون تھی اور اس کا اس گھر سے کیا تعلق تھا؟" ارمان نے تابندہ کو حوصلہ دینے کی کوشش کی، نہیں تو بیس سال بعد لالی کا نام سن کر وہ بھی اندر سے کانپ گئے تھے۔

"اسے نہیں معلوم لیکن میں نہیں چاہتی بیس سال بعد چاند محل کے اس واقعے کو دوبارہ کھولا جائے اس واقعے میں بہت سارے راز قید ہیں" وہ غصے سے بول رہی تھی بیس سال پہلے والا وہ منظر آنکھوں کے سامنے تھا جب انہوں نے لالی اور برہان کا خون کیا تھا اور پھر کیسے کائنات لالی کی بیٹیوں کو لے کر چاند محل سے بھاگی تھی اور بعد میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملی۔

"ویسے ایک بات میری سمجھ میں نہیں آرہی لالی اور عشان کی شادی والی تصاویر اس نئے گھر میں لانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ وہیں چاند محل میں چھوڑ دیتے بہر حال تم اس لڑکی کو منع کر دو کہ وہ آئندہ سٹور کی طرف نہ جائے" ارمان نے تاکید کی تابندہ نے برا سا منہ بنایا۔

"لیکن جانے کیوں میرا دل بہت گھبرا رہا ہے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اگر وہ راز کھل گیا تو بہت بڑا طوفان آئے گا" وہ ڈر سے کانپ رہی تھی

"کیسا طوفان تابندہ بھابھی؟" تابندہ کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں یہ آواز پیچھے سے آئی تھی اور خدیجہ کی تھی وہ ڈر کر کھڑی ہوئی ارمان کے تاثرات بھی مختلف نہ تھے۔ خدیجہ حیران ہوتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے ان دونوں کو دیکھ رہی تھی جانے کیا کیا سن چکی تھی؟

"ارے خدیجہ میں اس طوفان کی بات کر رہی ہوں جو کسی کو دکھائی نہیں دے رہا" تابندہ نے بات بدلی

میں کچھ سمجھی نہیں بھابھی؟"

"سمجھ تو مجھے نہیں آرہا آخر دادی اماں کو کیا ضرورت تھی اس گھر میں اس لڑکی کو لانے کی ارے ہمارے نوجوان بچے ہیں آپ کا عرش بھی اب جوان ہو چکا ہے اور اس لڑکی کی معصومیت بھری ادائیں دیکھیں آپ نے ایسا نہ ہو خدیجہ وہ تم سے تمہارا اکلوتا بیٹا چھین لے" تابندہ نے مکاری سے خدیجہ کو ایک نیا پہلو دکھایا۔

"اللہ نہ کرے بھابھی، اور مجھے نہیں لگتا حور ایسی لڑکی ہے اور وہ ایسا کچھ کرے گی ویسے بھی اسے گھر میں دادی اماں لے کر آئیں تھیں اور وہ لوگوں کو سمجھنے میں غلطی نہیں کر سکتیں"

خدیجہ نے بات ختم کی اور وہاں سے چلی گئی تابندہ کافی دیر تک اس کی پشت گھورتی رہی۔

☆......☆......☆

"ایسی بے وقوفی صرف تم ہی کر سکتے ہو"

ہدایت نے جیولری کا بل جیک کی طرف اچھالتے ہوئے کہا، جیک نے حیرانی سے سر اٹھایا۔

" کیوں میں نے کیا کیا ہے؟" بل دیکھنے کے باوجود وہ حیران ہونے کی ایکٹنگ کر رہا تھا ہدایت کا دل چاہا جیک کو اٹھا کر کسی کنوئیں میں پھینک دے۔

" شٹ اپ جیک یہ بل دیکھو بیس لاکھ کی ڈائمنڈ رنگ تم نے خریدی ہے؟"

"ہاں تو؟" جیک نے نظریں چرائیں۔

" کیوں؟ پاگل تو نہیں ہو گئے ہو؟"

"میں نے رنگ خریدی اس میں پاگل پن والی کیا بات ہے؟" سمجھنے کے باوجود وہ سگریٹ کے کش لے رہا تھا۔

میرا دل چاہ رہا ہے تمہارے اس بھولے پن پر تمہارا گلا دبا دوں۔ بیس لاکھ روپے فضول میں خرچ کر کے کتنے مزے سے سگریٹ پی رہے ہو؟"

" یار ہدایت تم یہ شور کرنے والی بیویوں کی طرح مجھ سے انکوائری مت کرو مجھے یہ رنگ اچھی لگی تو میں نے اس لڑکی کے لیے خرید لی" دھوئیں کے اس پار اس کا چہرہ نظر آ رہا تھا ہدایت کا منہ کھلا رہ گیا۔

" بیس ہزار نہیں بیس لاکھ تھے ہمارے دو مہینے کی کمائی تھی وہ اور تم نے اس لڑکی کے لیے رنگ خریدی اس کی قیمت بھی اتنی نہیں ہو گی" جیک مسکرایا۔

" اس کی قیمت ہو بھی نہیں سکتی وہ انمول ہے ہدایت اور جن سے محبت ہوتی ہے وہاں چیزوں کا مول نہیں دیکھا جاتا اور اب تم میرے سر پر کھڑے ہو کر میرے کان کے پردے پھاڑنے کی کوشش نہ ہی کرو تو بہتر ہے مجھے بہت بھوک لگی ہے کچھ کھانے کو بنا کر لاؤ" اپنی بات پوری کر کے اس نے سگریٹ کا ایک کش بھرا ہدایت اسے کافی دیر تک گھورتا رہا۔ یہ شخص اس کی سمجھ سے تو باہر تھا۔

☆......☆......☆

حور کے سامنے کتابوں کا انبار لگا ہوا تھا وہ نوٹس ہاتھوں میں لئے کسی کو نچن کو لے کر بے حد الجھی ہوئی تھی۔ اسی الجھن میں چائے بالکل ٹھنڈی ہوگئی لیکن وہ چائے اس کی توجہ حاصل کرنے سے محروم تھا۔ وردان کی کال نے اسے مزید الجھا دیا، نوٹس ایک طرف رکھ کر اس نے کال اٹینڈ کی۔ جانے وہ کب سے کالز کر رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے سویٹ کزن؟" وردان نے مدھم آواز میں پوچھا۔

"بس نہ پوچھو یہ سٹڈی تو میری جان لے کر رہے گی" پنسل ہونٹوں میں دبائے وہ جواب دینے لگی۔

یہی ہوگا جب تم اپنے اس عاشق کو تنگ کرو گی پچھلے دو گھنٹے سے ٹرائی کر رہا ہوں لیکن مجال ہے جو محترمہ کو ذرا بھی رحم آجائے"

وہ ہمیشہ کی طرح مذاق کے موڈ میں تھا لیکن حور کو اس وقت ان نوٹس نے اتنا الجھا رکھا تھا کہ وہ کسی سے بات بالکل بھی نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔

"وردان کوئی کام کی بات ہے تو بتاؤ نہیں تو مجھے ڈسٹرب نہ کرو" مصنوعی غصے سے اس نے کہا وردان نے قہقہہ لگایا

"اچھا تو کام کی بات سنو" وردان نے کہا حور نے توجہ اس کی طرف کی۔

"کل امی آرہی ہیں" حور نے ٹھنڈی سانس لی۔

"تو اس میں کام والی کیا بات ہے مامی تو ہمیشہ آتی ہیں" حور نے ٹوکا

ارے میری سویٹ کزن پہلے پوری بات تو سن لیا کرو، امی ہم دونوں کی شادی کی تاریخ پکی کرنے آرہی ہیں" وردان نے اس کے کان میں جیسے بم پھوڑا۔

"جھوٹ مت بولو وردان" وہ حیران ہوئی اور ہلکا سا پریشان بھی۔

"لو اس میں جھوٹ والی بات کیا ہے یار میں نے اس دن بتایا تھا ناں" حور نے اس کی بات کاٹی۔

"مجھے لگا اس دن تم مذاق کر رہے ہو لیکن اتنی جلدی شادی اور میری تعلیم کا کیا ہوگا اور گھر کی ذمہ داریاں" وہ بہت پریشان نظر آرہی تھی۔

"وہ سب میرا کام ہے سویٹ کزن تم بس اپنے ہاتھوں میں مہندی لگانے کی تیاری کرو، اور پڑھائی تم شادی

کے بعد بھی کر سکتی ہو میں نے منع تھوڑی کرنا ہے" وردان اسے محبت سے قائل کرنے کی کوشش کر رہا تھا وہ پھر بھی پریشان تھی۔

"وردان آخر تمہیں جلدی کس بات کی ہے ابھی بہت وقت ہے،" بے بسی سے اس نے سر تھام لیا۔

"یار مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتی یہ دوری، اتنے عرصے سے ہم منگنی کی ڈور میں بندھے ہوئے ہیں اب میں اس رشتے کو آگے بڑھانا چاہتا ہوں" وردان سے اس معاملے پر وہ بحث نہیں کر سکتی تھی جانے کب سے وہ شادی کی ضد کر رہا تھا لیکن مسئلہ اس کے لیے تھا ہر طرف رائتہ پھیلا ہوا تھا یوں آسان نہیں تھا سب۔ مگر پھر بھی سمجھوتہ تو کرنا تھا ایسا نہیں تھا وہ شادی نہیں کرنا چاہتی تھی ہر لڑکی کی طرح اس کے بھی خواب تھے شادی کو لے کر وہ نہیں وردان کے ساتھ اپنی نئی اور خوبصورت زندگی جلد شروع کرنا چاہتی تھی لیکن گھر میں جو مسائل تھے اور اس کی پڑھائی بھی تو بیچ راستے پر تھی لیکن اب وہ منع تو نہیں کر سکتی تھی یہ اکیلے وردان کی خواہش نہیں تھی یقیناً مامی اور خود اس کی اماں کی بھی یہی مرضی تھی۔ وردان نے مزید چار پانچ منٹ بعد کال کٹ کر دیا اور وہ یونہی موبائل ہاتھوں میں لئے گم سم بیٹھی رہی سامنے نوٹس اور کتابیں پڑی ہوئی تھی وہ بھول چکی تھی کہ تھوڑی دیر پہلے وہ ان نوٹس کو لے کر کتنی ٹینشن میں تھی یا شاید جب کوئی بڑی الجھن پیدا ہو جاتی ہے تو چھوٹی الجھنیں توجہ سے ہٹ جاتی ہیں۔ وہ یونہی بیٹھی تھی دفعتاً موبائل کی گھنٹی پھر بجی اس نے بنا نمبر دیکھے کال اٹینڈ کیا۔

"ہاں بولو اب کیا ہے؟" اس نے ہلکے سے غصے سے پوچھا۔

" کیسی ہیں آپ؟" آواز محبت بھری تھی لہجہ بھی خوبصورت تھا لیکن موبائل کی دوسری طرف وہ شخص نہیں تھا جس کا سوچ کر اس نے کال اٹینڈ کیا

"آپ؟" وہ بے حد حیران ہوئی دوسری طرف جیک تھا

"جی ہم کیوں آپ کو کسی اور کے کال کا انتظار تھا؟" بہت تیکھے لہجے میں سوال پوچھا گیا تھا

"نہیں لیکن آپ مجھے کال کیوں کرتے ہیں؟" وہی سوال جو وہ ہمیشہ کرتی تھی جس کا کبھی بھی کوئی مثبت جواب نہ ملا تھا اسے۔

"ارے بہت معصوم ہیں آپ؟ شاید آپ نہیں جانتیں کسی کو کال تب کی جاتی ہے جب اس سے بات کرنے

کا دل ہو" مدھم آواز شائستہ لہجہ مگر حور سلگ گئی۔

"دیکھیں آپ میرا پیچھے چھوڑ دیں میں تنگ آ گئی ہوں آپ سے" وہ بے بسی سے رو دینے کو تھی وہ واقعہ ابھی پرانا نہیں تھا جب جیک چوہدری ہاؤس پلمبر بن کر آیا تھا۔

"میں بھی تو یہی چاہتا ہوں لیکن آپ خود چاہتی ہیں میں آپ کا کالز کروں" حور کے ہاتھ میں پنسل تھی جس سے وہ رجسٹر پر کچھ لکیریں مار رہی تھی لیکن جیک کے اس جملے نے اس کے پورے وجود کو حیرت میں ڈال دیا یہاں تک کہ ہاتھ بھی رک گیا۔

"ایک منٹ میں نے کب چاہا آپ مجھے کالز کریں"

بالواسطہ طور پر نہیں لیکن بلاواسطہ طور پر تو آپ کی یہی خواہش ہے اب دیکھیں ناں میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے شادی کر لیں تب آپ ہمیشہ میری آنکھوں کے سامنے ہوں گی اور مجھے بار بار کالز کرنے کی ضرورت بھی نہیں پڑے گی لیکن آپ میری بات سنتی ہی نہیں ہیں" بہت ہی سنجیدہ انداز میں کہے گئے ان جملوں نے حور کو جیسے جلتی بھٹی میں ڈال دیا ہو۔

شٹ اپ بکواس بند کریں آپ، میں نے آپ سے کتنی بار کہا ہے میری منگنی ہو چکی ہے اور بہت جلد شادی بھی ہونے والی ہے تو آپ اپنی یہ گری ہوئی باتیں بند کریں" آہستہ سے وہ چیخ اٹھی اسے یہ ڈر بھی تو تھا کہیں اس کی باتیں کوئی اور نہ سن لے۔

"ریلیکس یار اتنی چلا کیوں رہی ہو آپ؟ میں جانتا ہوں شادی کے بعد بیویاں اپنے شوہروں پر چلاتی ہیں لیکن برائے مہربانی آپ یہ تجربہ شادی سے پہلے کر کے اپنے اس ہونے والے شوہر کو ڈرائیں مت"

حور کا دل چاہا وہ پنسل کی نوک جیک کے پیٹ میں گھسا دے آخر سمجھتا کیوں نہیں ہے وہ۔

"آپ کو گاجر کا حلوہ بنانا آتا ہے؟" بہت اچانک ہی وہ اس کے موضوع بدلنے پر حیران ہوئی۔

"نہیں میرا مطلب ہے کہ مجھے گاجر کا حلوہ بہت پسند ہے تو اچھی بیوی کو اپنے شوہر کی پسند کے پکوان بنانا آنا چاہیے لیکن خیر کوئی بات نہیں میں خود بھی کچن کے سارے کام کر لیتا ہوں آپ کو سب سکھا دوں گا" جانے وہ کیوں اسے سن رہی تھی پاگل کو۔

" کتنا خوبصورت منظر ہوگا ناں جب آپ کچن میں کام کریں گی اور میں آپ کی ہیلپ کروں گا، آٹے سے میرے کپڑے خراب ہوں گے تو آپ مجھے ڈانٹ کر اپنے ہاتھوں سے میرے کپڑے صاف کریں گی پھر میں کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر آپ کو کام کرتے ہوئے دیکھوں گا اور آپ میرے لیے گرما گرم گاجر کا حلوہ بنائیں گی" حور نے غصے سے اس کی بات کاٹی۔

" میں آپ کو گرما گرم حلوہ کھلاؤں گی نہیں بلکہ آپ کے منہ پہ دے ماروں گی" غصے میں وہ کیا بول رہی تھی اسے بالکل پتا نہیں چلا۔

" چلو کوئی بات نہیں اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو مجھے کوئی اعتراض نہیں آپ حلوہ میرے منہ پر ماریے گا بہرحال آپ میری بیوی بننے کے لئے راضی تو ہوئیں" حور کو چکر سے آ گئے اف کتنا ڈھیٹ قسم کا انسان تھا۔

" دیکھو میں پولیس کو بتاؤں گی" اس کی دھمکی پر جیک نے قہقہہ لگایا۔

" یہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے محترمہ پولیس پہلے ہی جیک کے پیچھے ہے ویسے آپ ایک بار مان تو جائیں اس کے بعد آپ کے ساتھ خود چل کر پولیس اسٹیشن جاؤں گا میں نیاز مند ہوں آپ کا" حور نے مزید کوئی بات نہیں سنی اور کال کٹ کر دی مگر بعد میں اسے حیرت ہوئی آخر اتنی دیر تک وہ اسے سنتی کیسے رہی کال پہلے کیوں کٹ نہیں کی۔ بہرحال وہ ساری چیزیں سمیٹ کر سونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن آج کی رات اسے نیند تو آنی نہیں تھی کوئی ایک ٹینشن تو نہیں تھی۔

☆......☆......☆

" گھر جلدی واپس آنا حور" وہ جب چوہدری ہاؤس کام کے لیے گھر سے نکلی تو پیچھے سے اماں کی آواز سن کر لمحے بھر کے لیے سوچ میں پڑ گئی اماں گھر جلدی آنے کو کہہ رہی تھیں اس کا صاف مطلب یہی نکلتا تھا کہ کل رات وردان صحیح کہہ رہا تھا آج مامی آنے والی تھیں ان کے گھر، اسی لمحے جانے جیک کا خیال کیسے آیا دماغ میں مگر وہ سارے خیالات جھٹک کر چوہدری ہاؤس میں داخل ہوئی سامنے ہی دادی کھڑی دکھائی دیں جنہوں نے مسکراتے ہوئے اس کا استقبال کیا تھا۔

" شکر ہے تم آ گئیں بہت سارے کام کرنے ہیں" دادی نے اسے دیکھ کر بڑے پیار سے کہا تھا اب جیسے

وہ ان کے خاندان کا حصہ بن چکی تھی۔ وہ سر جھکائے ادب سے کھڑی تھی جب گھر کے فون کی گھنٹی بجی فون دادی نے اٹھایا تھا، وہ چپ چاپ ان کو سنتی رہی۔

"اچھا تو تم لوگ آرہے ہو؟" وہ کسی سے بڑی محبت کے ساتھ بات کر رہی تھیں حور انہیں دیکھے گئی۔

تمہارے آنے کی خوشی مجھ سے بڑھ کر اور کسے ہوگی" وہ ادھر ادھر نگاہیں دوڑانے لگی خواہ مخواہ کسی کی گفتگو سننا اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے میں راہ دیکھوں گی تم لوگوں کی اللہ حافظ" فون دادی نے رکھ دیا اور مسکراتے ہوئے حور کی طرف دیکھا۔

"عشان آرہا ہے" دادی نے اسے جیسے اطلاع دی وہ حیران ہوئی کیونکہ یہ نام اس گھر میں وہ پہلی بار سن رہی تھی۔

"کون دادی؟"

"عشان میرا سب سے چھوٹا بیٹا، جو امریکہ میں ہوتا ہے اپنے باپ کے ساتھ اگلے ہفتے آرہا ہے" وہ خاموشی سے سن رہی تھی دادی کا ایک اور بیٹا بھی ہے یہ اسے پہلی بار معلوم ہو رہا تھا حالانکہ اس سے پہلے تک تو وہ یہی سمجھتی رہی دادی کے صرف دو ہی بیٹے ہیں ارمان چوہدری اور عرش کا باپ برہان جو فوت ہو چکے ہیں لیکن عشان کا نام سن کر وہ ذرا حیران ہوئی تھی۔

"زویا اور شاہ نور کے نکاح کے لیے آرہے ہیں اس بار آیا تو جانے نہیں دوں گی، بہت رہ لیا امریکہ میں" دادی نے مزید بتایا وہ ایک ماں کے چہرے پر خوشی دیکھ رہی تھی۔

"اچھا تو وہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ہی آرہے ہوں گے ناں؟" دادی کی خوشی محسوس کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا لیکن ان کے بدلتے تاثرات دیکھ کر اسے لگا جیسے کچھ غلط پوچھ بیٹھی۔

"اس کے بیوی بچے نہیں ہیں" دادی کی آواز بدل گئی اور لہجہ بھی اداس ہوا تھا۔

وہ ساکت ان کو دیکھ رہی تھی۔

ا"اچھا تم ایسا کرو بلے کے لیے چائے لے جاؤ وہ اپنے کمرے میں ہوگا اور اسے نماز پڑھنے کے لیے بھی کہہ

دینا" وہ ہونٹ کاٹ کر رہ گئی اس گھر میں سارے کام وہ شوق سے کرتی تھی لیکن اس شخص کے سامنے جانا جس سے وہ نفرت کرتی تھی بالکل نہیں پسند تھا اسے لیکن دادی کو انکار بھی تو نہیں کر سکتی تھی۔ سر ہلاتی وہ کچن کارنر چلی آئی چائے بنانے لگی اور چائے بنا کر عرش کے کمرے کی طرف جانے لگی دروازے کے پاس کھڑے ہو کر بھی اندر جانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی اس میں لیکن جانا تو تھا ہی۔

دستک دے کر وہ اندر داخل ہوئی سامنے وہ شخص پاؤں پھیلائے دراز تھا جوتوں سمیت۔ مجال ہے جو اس شخص میں تمیز نام کی کوئی چیز بھی ہو۔ وہ کسی سے فون پہ بات کر رہا تھا لیکن حور کو دیکھ کر وہ استہزائیہ مسکرایا۔

"اچھا میں بعد میں بات کرتا ہوں یار" وہ جمپ لگا کر کھڑا ہوا اور حور کے برابر آ گیا۔

"چائے لے کر آئی ہو گڈ گرل" حور اسے نظر انداز کرتی چائے ٹیبل پر رکھنے گئی۔

"دادی کہہ رہی تھیں نماز بھی پڑھ لیں" جانے کیسے اس کے منہ سے نکلا

"اور اگر میں نہ پڑھوں تو؟" وہ جاتے جاتے پلٹی، اور حیران نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔ زندگی میں بہت سارے لوگ ملے جو کہتے ہیں ہم نماز ادا کریں گے یا کر چکے ہیں چاہے وہ نہیں بھی کر چکے ہیں لیکن یہ وہ پہلا شخص تھا جو صاف صاف انکار کر رہا تھا۔

"اگر میں نماز نہ پڑھوں تو کوئی طوفان آئے گا"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا

"طوفان آئے گا نہیں طوفان آ چکا ہے عرش چوہدری۔ اس سے بڑھ کر کیا طوفان آئے گا آپ کی زندگی میں کہ آپ نماز سے انکار کر رہے ہیں؟"

اس نے گھورتے ہوئے دیکھا تھا عرش کو

"میں کیوں ادا کروں نماز جب میری دعائیں قبول نہیں ہوتیں، میری دعائیں کبھی قبول نہیں ہوئیں" بولتے بولتے وہ غصے اور اداسی کی ملی جلی کیفیت میں تھا۔

:نماز اس لیے نہیں ادا کی جاتی کہ تمہاری دعا قبول ہو جائے نماز اس لیے ادا کی جاتی ہے کیونکہ ہمارا پروردگار سجدے کے لائق ہے، تم نماز اس لیے ادا کرتے ہو تا کہ تمہاری دعا قبول ہو جائے جب تمہارے نماز میں ہی

صدق نہیں تو دعاؤں میں صدق کہاں سے آسکتی ہے اور دعا دستک ہوتی ہے جو بار بار بجانے سے کھل جاتی ہے لیکن ہمارے پاس صبر کرنے کے لیے وقت نہیں ہوتا، ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کوئی معجزہ ہو جائے ہم جو چاہیں وہ جو مانگیں ہمیں وہ فوراً مل جائے۔ اور ایک بات یاد رکھیں جب دعاؤں کے بیچ شیطان آجاتا ہے تو وہ کبھی قبول نہیں ہوتیں" وہ اسے سمجھا رہی تھی اور سوچ رہی تھی وہ اس کی بات سمجھ جائے گا۔ عرش نے اس کی بات غور سے سنی جیسے وہ اپنے کسی سوال کا جواب ڈھونڈ رہا ہو۔

" مجھے ایسا لگتا ہے کہ شیطان میرے دل میں نہیں ہے، میں اچھا انسان نہ سہی لیکن اتنا برا بھی نہیں ہوں کہ میری دعائیں بار بار رد کر دی جائیں" وہ بھی بحث موڈ میں تھا بچپن سے اس کے دل میں کچھ سوال تھے جن کے جواب اسے کبھی نہیں ملے۔

" کیسی بے وقوفوں جیسی باتیں کر رہے ہیں آپ، شیطان کوئی آپ کے پھپھو کے بیٹا نہیں ہے جو آپ کو رعایت دے گا، شیطان کو کبھی رحم نہیں آتا وہ ہر پل انسان کو منہ کے بل گرانے کی کوشش کرتا ہے۔ شیطان ہر انسان کے دل میں ہوتا ہے دودھ کا دھلا کوئی بھی نہیں ہوتا بس شیطان پر قابو پانا کسی کسی کو آتا ہے۔ جب کسی سے ہدایت چھین لی جاتی ہے تو اس کے پیچھے شیطان لگ جاتا ہے بالکل ایسے جیسے کسی مردے جسم پر مکھیاں بیٹھ جاتی ہیں"

اپنی بات پوری کر کے وہ رکی نہیں اور چلی گئی عرش کئی لمحے اس دروازے کو دیکھتا رہا وہ مزید الجھ گیا کچھ سوالوں کے جواب کبھی نہیں ملتے۔ بچپن سے اسے لگتا تھا کہ اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں اور وہ ہمیشہ یہی سوچ کر کوئی نیکی نہیں کرتا تھا اور آج؟

حور اس کے کمرے سے نکل کر باہر آئی تبھی زویا نے اس کا راستہ روک لیا۔

" کہاں جا رہی ہو حور؟" وہ بے تابی سے پوچھنے لگی

بس یہیں ہیں کوئی کام تھا کیا؟" وہ الجھی

" ارے ہاں چلو کپڑوں کے ڈیزائن دیکھو اور میری مدد کرو، یہ غزل کی بچی تو مجال ہے کوئی بات بھی سنے" زویا کے ساتھ وہ اس کے کمرے میں آئی جہاں حسینہ پھپھو بھی بیٹھی تھیں اور کپڑے دیکھ رہی تھیں وہ بھی وہیں

بیٹھ گئی اور دل ہی دل میں سوچنے لگی آج اسے گھر جلدی جانا تھا مامی اور وردان آنے والے تھے شادی کی تاریخ پکی کرنے۔

☆......☆......☆

گھر پہنچی تو شام کے سائے ڈھلنے لگے اماں بیٹھی چھوٹی کے ساتھ رات کے کھانے کی تیاری کر رہی تھیں، سامان اور پھیلی ہوئی اشیا دیکھ کر ہی اس نے اندازہ لگایا کہ اماں نے مامی اور وردان کا کھانا بھی یہیں بنانے کا پروگرام بنایا، وہ چلتی ہوئی ان کی مدد کرنے کی غرض سے ان کے پاس گئی جب اماں نے کہا۔

کوئی ضرورت نہیں ہے یہ سب ہم کرلیں گے تم جا کر خود کو تیار کرو" وہ کچھ نہ بولی چھوٹی نے معنی خیز انداز میں اسے دیکھا تھا وہ خاموشی سے کمرے میں چلی آئی۔ ذہن میں فکر مندی بھرے تاثرات تھے اور دل میں خوبصورت امنگیں پھوٹ رہی تھیں، ہواؤں میں جیسے سرگوشیاں ہونے لگیں۔ بڑی چاہ سے وہ تیار ہوئی تھی لال رنگ کی فراک اور تھوڑا میک اپ بھی کیا تھا، خوبصورت تو وہ ہمیشہ سے ہی تھی لیکن اس شام وہ چاند کی طرح چمکتی نظر آرہی تھی۔

میک اپ کرنے کے بعد بھی وہ وہیں بیٹھی رہی جیسے کسی کا انتظار کر رہی ہو، آنکھوں کے سامنے بار بار وردان کی تصویر آرہی تھی۔ کچھ وقت گزرا تو بیٹھے بیٹھے بے چین ہوگئی اور نیچے چلی آئی۔

مامی آچکی تھیں، اس نے ان کو سلام کیا۔

"وردان کہاں ہے؟" اس سے پہلے وہ پوچھتی اماں نے پوچھا تھا۔ مامی وہیں آنگن میں بیٹھ گئیں اندھیرا پھیل چکا تھا۔ آنگن والا بلب بھی آن تھا کچن سے پکوان کی اچھی اچھی خوشبو آ رہی تھی چھوٹی ضرور کچن میں کوئی چھوٹا موٹا کام کر رہی تھی۔

"وردان آتا ہی ہوگا، رکشے والے کو کرایا دے رہا تھا" مامی نے بتایا، ٹوٹے تارے جیسے ایک لہر اس کے دل میں دوڑنے لگا، وہ شرما کر ذرا پیچھے کو ہوئی اور اوپر اپنے کمرے میں چلی آئی۔ دل کی دھڑکن کو سنبھالتی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑی ہوئی جانتی تھی وہ آئے گا ضرور آئے گا۔ وہ احساس وہ لمحہ کتنا حسین تھا، سب کے لئے ہوتا ہے۔ وہ اس سے پہلی بار نہیں ملتی تھی مگر ہر بار احساس نیا ہوتا تھا۔ بے چینی سے بے چینی تھی، وقت کی ٹک ٹک

جانے اتنی آہستہ کیوں چل رہی تھی اور پھر یوں ہوا وہ آ گیا۔ قدموں کی چاپ سے اندازہ لگایا تھا اس نے۔ دل اچھل کر جیسے حلق میں آنے لگا تھا۔ وہ منہ دوسری طرف کیئے شرمائے ہوئے کھڑی تھی سب سے پہلے اس نے کمرے کی لائٹ بجھا دی ہر طرف اندھیرا پھیل گیا۔ وہ چلتا ہوا اس کے بالکل پاس آیا۔ سب سے پہلے وردان نے اس کے پھیلے ہوئے بالوں کو چھوا تھا وہ حواسوں میں لوٹ کر پیچھے کی طرف پلٹی لیکن وہ اس کے بہت قریب تھا دونوں کی سانسیں ٹکرا رہی تھیں۔ پیچھے دیوار تھی سامنے وہ تھا۔ ہارٹ بیٹ اوپر نیچے ہونے لگی وہ دونوں ہاتھوں کو دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اس انداز میں کہ حور اس کے ہاتھوں کے درمیان میں کھڑی تھی۔ موسم کچھ الگ تھا اس کی خوشبو آج ایک نئے انداز میں تھی۔ آفٹر شیو کی مہکتی خوشبو پورے کمرے میں پھیلنے لگی۔ وردان نے مسکراتے ہوئے اس کے بالوں کے آگے آئی ہوئی لٹ کو پیچھے کیا اس نے اپنے ٹھنڈے ہاتھوں سے وردان کے ہاتھ کو پکڑ لیا۔ "نہیں کرو وردان کوئی آ جائے گا" اس نے ڈرتے ہوئے کہا وردان نے جیسے کچھ سنا ہی نہیں تھا اس نے حور کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ لیا اور اس کے مزید قریب ہو گیا حور نے اس کے بازوؤں کو پکڑ کر اسے پیچھے کرنا چاہا لیکن وہ اسے ہلا تک نہیں سکی۔

"وردان چھوڑو پلیز" اس نے جیسے التجا کی، وردان نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا وہ مسلسل اپنا ہاتھ کھینچ رہی تھی پھر وردان نے اس کے ہاتھ میں ایک رنگ پہنائی۔

"وردان نہیں کرو پلیز کوئی آ جائے گا" وہ ڈر رہی تھی، لیکن وردان پر جیسے اثر ہی نہیں ہو رہا تھا وہ کافی دیر تک اس کے قریب کھڑا رہا۔ تب نیچے سے اماں کی آواز آئی وہ اسے بلا رہی تھیں۔

وردان کو دھکا دے کر اس نے دور ہٹایا، اور اندھیرے میں چلتی ہوئی آگے جانے لگی جب وردان نے مسکرا کر اس کا دوپٹہ پکڑا تھا بھاگتے بھاگتے وہ رک گئی۔ اس کا دوپٹہ وردان کے ہاتھ میں تھا پھر اس نے وہ دوپٹہ اس کے سر پر اوڑھا دیا۔ وہ حد سے زیادہ شرما رہی تھی وردان نے آخری بار اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور پھر چھوڑ دیا۔ وہ شرماتی مسکراتی کمرے سے بھاگتی ہوئی نکلی۔ بے قراری دھڑکنوں کو سنبھالتی وہ دو دو سٹیپس ایک ساتھ پھلانگتی نیچے جانے لگی۔ آخری سیڑھی پر آ کر اس نے سامنے آنگن میں دیکھا۔ اس وقت اگر وہ دیوار کا سہارا نہ لیتی تو یقیناً گر جاتی۔ آنکھیں کھولے شاکڈ سی کیفیت میں اس نے سامنے دیکھا اماں کو مسکراتی ہوئی

پھپھو کو اور پھر چھوٹی کو جو کسی بات پر ہنس رہی تھی اور اور ۔۔۔۔ وردان کو؟

وہ چائے پی رہا تھا اور مامی کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا حور کو لگا وہ اگلا سانس بھی نہ لے سکے گی۔ وردان سامنے بیٹھا تھا تو اور پر کون؟

ہر طرف کچھ دھماکے سے ہونے لگے، وہ وہیں کھڑی رہی کسی نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ بہت وقفے کے بعد وردان کی نظر پڑی اس لڑکی پر جو نہ ہوش میں تھی اور نہ بے ہوش تھی۔ وہ سب سے نظر بچا کر چائے کا کپ لئے اسی کی طرف آ رہا تھا۔

"ہیلو سویٹ کزن؟" وردان نے اس کے تاثرات نوٹ کئے تھے یا نہیں۔ اس نے وردان کو ایسے دیکھا جیسے پہلی بار دیکھ رہی ہو۔

" کیا ہوا مائی ڈیئر" وہ ابھی تک مراقبے میں تھی۔

"اچھا چلو سب تمہارا انتظار کر رہے ہیں تم اپنے کانوں سے سنو کیا تاریخ طے ہوئی ہے" وردان اسے کھینچ کر وہاں سے لے گیا سب کے سامنے اور وہ ایسے ہی گرتی چلی گئی جیسے کوئی روبوٹ ہو۔

مامی اور وردان کھانے کے بعد ایک گھنٹہ مزید بیٹھے رہے، اور اس دوران کیا باتیں ہوئیں شادی کی تاریخ کیا طے ہوئی اسے کچھ نہیں پتا وہ وہاں ہوتے ہوئے بھی وہاں نہیں تھی۔ سب سمجھ رہے تھے وہ شرما رہی ہے لیکن وہی جانتی تھی کہ وہ شرما نہیں رہی یہ تاثرات شرمانے کے تو ہرگز نہ تھے۔

"وردان بھائی کل کو جا رہے ہیں" یہ بات بھی رات کو چھوٹی کی زبانی اسے پتا چلی وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی دماغ تب بھی حاضر نہیں تھا۔

"اور شادی کی تاریخ انہوں نے اگلے مہینے کی بارہ تاریخ کو مقرر کی ہے وردان بھائی جب اگلی بار چھٹی پہ آئیں گے" چھوٹی نے مزید بتایا۔ وہ خاموشی سے اسے سنتی چلی گئی وہ انگوٹھی ابھی تک اس کی انگلی میں تھی۔

☆......☆......☆

" میری تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میں کیا کروں" اگلی صبح اس نے ساری بات اپنی یونیورسٹی فیلو رانیہ کے گوش گزار کی جسے سن کر وہ دنگ رہ گئی۔

"وہ ڈاکو تم سے چاہتا کیا ہے؟" رانیہ نے پوچھا

"وہ کہتا ہے اسے مجھ سے محبت ہے اور مجھ سے شادی کرنا چاہتا ہے" حور کی آنکھوں میں نمی سی پھیلنے لگی اس سارے معاملے میں وہ حقیقتاً پریشان تھی۔

"کیا تم نے اسے بتایا کہ تمہاری منگنی ہو چکی ہے"

"ہاں کئی بار لیکن اس پر جیسے اثر ہی نہیں ہوتا ہر وقت کالز اور ایس ایم ایس کرتا رہتا ہے" وہ دونوں اس وقت سبز گھاس پر بیٹھی تھیں آس پاس سٹوڈنٹس گزر رہے تھے۔

"یقین نہیں آتا شہر کا مشہور ڈاکو تمہاری محبت میں گرفتار ہو چکا ہے اچھا اس نے سب سے پہلے تمہیں کہاں دیکھا ہے؟" رانیہ نے دلچسپی سے پوچھا شاید یہ سب اسے کسی فلم کی کہانی لگ رہی تھی۔

: کچھ دن پہلے جب میں اس رات گھر لوٹ رہی تھی تبھی ان ڈاکوؤں نے بس پر حملہ کیا تھا وہیں ان کے ساتھ وہ بھی تھا، باقی مجھے نہیں پتا اس نے نمبر وغیرہ اور میرے بارے میں معلومات کہاں سے لیں، ایک بار تو وہ چوہدری ہاؤس پلمبر بن کر بھی آیا تھا" پنسل سے رجسٹر پر آڑی ترچھی لکیریں کھینچتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔ رانیہ بھی سوچ میں پڑ گئی زندگی میں پہلی بار وہ شاید سیریس ہوئی تھی۔ حور بھی اس معاملے کو اس کے ساتھ ڈسکس نہ کرتی اگر اور کوئی آپشن بھی ہوتا اس کے پاس۔

"رانیہ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، وہ بہت خطرناک ڈاکو ہے اور بیس دن بعد ہماری شادی ہے وہ کچھ بھی کر سکتا ہے" حور نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

"دیکھ حور یہ مسئلہ بہت ہی خطرناک ہے مجھے خود کچھ سمجھ میں نہیں آرہا، ویسے اگر تمہاری منگنی نہ ہوئی ہوتی تب بات اور تھی لیکن اب جانے وہ کیا کرے، تم بس دعا کرو" رانیہ کے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا نہ مشورہ اور نہ ہی کوئی تسلی۔ معاملہ ہی ایسا تھا۔

☆......☆......☆

اور یہ اسی دن کی بات ہے جب وہ یونیورسٹی سے چھٹی کے بعد گھر جانے کے لیے بس کے انتظار میں بیٹھی تھی۔ موسم بھی کافی سرد تھا شال اس کے چاروں طرف لپیٹا ہوا تھا پھر بھی سردی محسوس ہو رہی تھی۔ ویسے تو

سردیوں کے آخری دن چل رہے تھے مگر جانے کیوں سردیاں جاتے جاتے لوٹ آئیں تھیں۔ بس کے آنے میں ابھی دس منٹس تھے تو اس نے سوچا آج کا لیکچر ہی دیکھ لے ابھی اس نے رجسٹر کھولا ہی تھا کہ اس کے بہت قریب ایک بھاری مردانہ آواز سنائی دی۔

"اسلام وعلیکم"

وہ ایک پٹھان تھا سفید کرتا اور سفید شلوار، نیچے پشاوری چپل پہنے ہوئے تھے اس نے، مونچھیں گھنی تھیں ہلکی داڑھی بھی تھی اس کے ہاتھ میں پھولوں کا ایک گلدستہ تھا

"وعلیکم السلام" حور نے ایسے انداز میں جواب دیا جیسے سوال کر رہی ہو" کون ہو آپ"

"جی یہ پھول" اس نے پھول آگے بڑھائے، حور کھڑی ہوئی ہوا کے جھونکے سے اس کا دوپٹہ پھسل رہا تھا۔ اس وقت سڑک پر اور کوئی نہیں تھا۔

"کس کے لیے؟" وہ جی بھر کر حیران ہوئی۔

"آپ کے لیے میڈم" ذہن میں جھماکہ ہوا، کہیں وہ جیک تو نہیں تھا جو بھیس بدل کر اس سے ملنے آیا تھا کیونکہ وہ پہلے بھی ایسا کر چکا تھا۔ یہ سوچ آتے ہی وہ غصے میں آ گئی۔

"کون ہو آپ اور یہ پھول کس نے دیئے" اس نے آواز کو مضبوط بناتے ہوئے پوچھا وہ پٹھان لمحے بھر کے لیے سوچ میں پڑ گیا پھر مسکرانے لگا۔

"یہ ہمارے صاحب نے دیا ہے آپ کے لیے" اس نے جواب دیا حور مزید الجھی۔ پزل الجھتا جا رہا تھا۔ صاحب تو اس کا مطلب یہ جیک نہیں اس کا کوئی ملازم تھا جس کے ہاتھ اس نے یہ پھول بھجوائے تھے۔

"کون ہے تمہارا صاحب؟" آواز پہلے سے بھی زیادہ بلند اور تیز ہو گئی۔

"وہ میڈم وہاں اس درخت کے پیچھے کھڑے ہیں" اس پٹھان نے بتایا۔ دل میں انجانا سا خوف پیدا ہو گیا۔ آج وہ اس کھیل کو ختم کرنا چاہتی تھی ذہن میں اس کے ڈر کے باوجود وہ اس کے سامنے جانا چاہتی تھی اس سے بات کرنا چاہتی تھی۔

"چلو اس کے پاس چلو" وہ پھول اس پٹھان کے ہاتھ سے لے کر وہ اس درخت کی طرف جانے لگی۔ یہ

پھول وہ اس کے منہ پر مارنے کا ارادہ رکھتی تھی۔ پٹھان اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ غصے سے وہ اس درخت کی طرف جا رہی تھی جس کے پیچھے جیک چھپا تھا آج تو وہ اس کا پردہ فاش کرنے والی تھی۔ وہ جامن کا ایک بہت موٹے تنے والا درخت تھا جس کے پیچھے وہ آسانی سے چھپ سکتا تھا۔ اب وہ اس درخت کے بالکل پاس کھڑی تھی، تیزی سے آگے جا کر اس نے درخت کے پیچھے دیکھا اور یہ دیکھ کر وہ حیران ہی نہیں بلکہ پریشان بھی ہوئی کیونکہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ چند لمحے دائیں بائیں دیکھنے کے بعد وہ کافی مایوس ہو چکی تھی۔

"یہاں تو کوئی نہیں ہے" اس نے سامنے دیکھتے ہوئے پٹھان سے پوچھا۔ اس کے سوال کا کوئی جواب نہیں دیا گیا اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو اسے کرنٹ لگا پیچھے کوئی نہیں تھا دور دور تک۔

"یہ پٹھان کہاں چلا گیا" اس نے حیران ہوتے ہوئے سوچا اور ہونٹ بھینچ لئے۔ اچانک بجلی کی طرح ایک خیال اس کے دل میں آیا وہ پٹھان ہی جیک تھا اور وہ اسے گمراہ کرنے کے لیے اس درخت کے پاس لایا تھا تاکہ وہ آسانی سے غائب ہو سکے۔ غصہ تھا بے بسی تھی اس نے پھولوں کا گلدستہ دور پھینک دیا۔ سفید اور سرخ پھول سڑک پر بکھرتے چلے گئے وہ واپس بنچ پر آ کر بیٹھ گئی۔ سر میں جیسے کوئی آگ سی جلنے لگی ہو اور موبائل پہ آئے میسج نے اس کا دماغ اور خراب کر دیا۔

"کسی کے محبت سے دیے گئے تحفوں کو یوں نہیں پھینکا کرتے" حور نے تیزی سے چاروں طرف دیکھا اس نے اسے پھول پھینکتے ہوئے دیکھا تھا مطلب وہ یہیں کہیں کھڑا تھا اور اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ کھڑی ہوئی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی پھر اس نے ہاتھوں کو گولائی میں منہ پر رکھا اور زور سے آواز لگائی۔

"کہاں ہو تم ڈرپوک سامنے آؤ"

اس کی آواز بازگشت کی طرح خالی سڑک پر پلٹ رہی تھی اس پل بس کا ہارن سنائی دیا۔ پرس اور رجسٹر اٹھائے وہ کھڑی ہوئی اور بس کی طرف بڑھی بس کے اندر اپنا پہلا قدم رکھ کر اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا کوئی نہیں تھا وہ آخر میں ایک خالی سیٹ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی اس کی نظر سامنے پڑی ایک درخت کے پیچھے سے وہ نکلا۔ حور نے گرل کو تھام کر حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ دور کھڑا مسکرا رہا تھا بس آہستہ آہستہ چلنے لگی وہ آنکھیں کھولے کھڑکی سے باہر اسے دیکھ رہا تھا جو مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلا رہا تھا۔ وہ اسے پاگلوں کی

طرح دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

☆......☆......☆

اور یہ واقعات اسی طرح رونما ہوتے گئے وہ کافی تنگ آچکی تھی ان سب سے لیکن کیا کرتی کوئی حل بھی نہیں تھا دوران جا چکا تھا اور وہ فون پر اس سے بات کرنے کے باوجود اسے یہ نہیں بتا سکتی تھی۔ ویسے اب تک جو ہوا تھا وہ اتنا خطرناک نہیں تھا لیکن اس دن تو حد ہی ہو گئی۔ دراصل ہوا کچھ یوں تھا اس دن یونیورسٹی میں ایک ٹیچر کو الوداعی دعوت دی جا رہی تھی۔ وہ سب سٹوڈنٹس اس پارٹی میں انوائٹ تھے۔ تقریب کی ارینجمنٹ ہال میں کی گئی تھی ہر طرف خوبصورتی سے سجایا گیا تھا سٹوڈنٹس بھی رنگ برنگے کپڑوں میں جلوے بکھیر رہے تھے وہ سادہ سیاہ فراک کے اوپر سفید موتیوں والا دوپٹہ لئے ہوئی تھی۔ میک اپ کے بنا بھی وہ سب کی توجہ کھینچ رہی تھی۔ ہال میں سٹوڈنٹس کا میلہ تھا کوئی جا رہا تھا تو کوئی آ رہا تھا ٹکراتی ہوئی وہ رانیہ کو ڈھونڈ رہی تھی۔ موبائل پر آنے والے میسج نے اس کی توجہ کھینچی۔ جیک کا میسج تھا جس میں لکھا تھا

"آج سب کے سامنے میں اپنی محبت کا اظہار کروں گا" حور کا دل دھک دھک کرنے لگا قدموں سے جیسے جان نکل گئی۔ کیا کرنے والا تھا وہ؟ پریشانی سے ادھر ادھر جاتی اسے رانیہ نظر آ ہی گئی وہ تیزی سے اس کی طرف گئی۔ حد سے زیادہ میک اپ تھوپ کر بھی وہ اتنی خوبصورت نہیں لگ رہی تھی۔

"رانیہ میری بات سن" اس نے رانیہ کو کونے میں لے جا کر ساری بات بتائی۔

"ہاو رومانٹک" رانیہ نے خوش ہوتے ہوئے کہا حور نے اس کی پیٹھ پر جھاپڑ لگایا۔

"شٹ اپ رانیہ اس مسئلے کا حل بتاو" وہ کافی پریشان تھی۔

"ڈونٹ وری حور وہ ایسے ہی کہہ رہا ہوگا اس کی ہمت نہیں ہے یوں سب کے سامنے آنے کی۔ وہ ڈاکو ہے اگر یوں سب کے سامنے آیا تو پکڑا نہیں جائے گا" رانیہ نے اسے تسلی دلانے کی ناکام کوشش کی وہ جانتی تھی جیک جیسا انسان کسی سے نہیں ڈرتا وہ کچھ بھی کر سکتا ہے کوئی بھی روپ لے سکتا ہے۔

":چلو چل کر سموسے کھاتے ہیں" رانیہ ازلی سموسوں کی دشمن اسے سموسوں والے سٹال کی طرف لے گئی اس کی الجھن ختم نہیں بڑھتی جا رہی تھی۔ خوش تو وہ پہلے سے بھی نہیں تھی بچا کچا اطمینان بھی ختم ہو گیا۔

"یہ لو سموسے ڈونٹ وری زندگی کھانے کا نام ہے" ایک پلیٹ اس کے ہاتھ میں دے کر دو پلیٹوں پر وہ خود قبضہ جمائے ہوئے تھی۔ حور سے تو ہاتھ تک نہ ہلایا گیا کون کیا کر رہا ہے؟ کون آرہا ہے کون جا رہا ہے اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ رانیہ بڑی رغبت کے ساتھ سموسوں کے ساتھ انصاف کر رہی تھی۔

"ارے وہ دیکھو" رانیہ نے انگلی دوسرے کی طرف کی بے ساختہ وہ گھوم گئی

"او مائی گاڈ یہ عرش چوہدری آج کتنا ہینڈسم لگ رہا ہے" اس نے دروازے کی طرف دیکھا بہت سارے سٹوڈنٹس کے درمیان وہ سوٹ میں ملبوس واقعی بہت ہینڈسم لگ رہا تھا۔ پہلے بار اس کے بٹن آف تھے اور وہ انسان لگ رہا تھا۔

"دفع کرو رانیہ میں ادھر اتنی ٹینشن میں ہوں اور تم اسے بلے کو دیکھے جا رہی ہو"

اس نے گھور کر رانیہ کو دیکھا جو ابھی تک عرش کو آنکھوں ہی آنکھوں میں سمانے کی کوشش میں لگی تھی۔ اسے اس وقت عرش یا اس پارٹی میں موجود کسی بھی فرد سے دلچسپی نہیں تھی وہ جو سوچ رہی تھی اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

"ارے یار اس کے ہونٹ کے نیچے جو کالا تل ہے وہ تو میری جان نکال دے گا"

وہ ابھی تک عرش کو دیکھ رہی تھی

"رانیہ میرا دماغ خراب نہیں کرو۔ چپ چاپ سموسے کھاؤ" سموسوں کا نام لینے کی دیر تھی اور رانیہ پلیٹ کی طرف متوجہ ہوئی۔

"قسم سے یار کچھ بھی کہو حور یہ عرش جیسا لڑکا پوری یونیورسٹی میں نہیں ہے" اس نے ٹھنڈی سانس لی یہ رانیہ کی بچی عرش کو دیکھے اور اس کے قصیدے نہ پڑھے یہ تو ناممکن تھا۔

"تم اپنی بکواس بند کرو رانیہ میں جیک والے مسئلے میں الجھی ہوئی ہوں اور تم اس مصیبت کا نام لے رہی ہو" اس کا دل چاہا سموسوں کی پلیٹ اٹھا کر رانیہ کے منہ پہ دے مارے۔

"میری بات مانو تو تم عرش چوہدری کی مدد لو وہی تمہیں اس جیک سے چھٹکارا دلائے گا بہت بڑے چوہدری خاندان سے ہے یہ عرش" اس نے کھا جانے والی نگاہ سے رانیہ کو دیکھا "پھر سے عرش"

"شٹ اپ رانیہ اب اگر تم نے عرش چوہدری کا نام بھی لیا تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی دفع کرو اس شخص کو"

سموسے ویسے ہی رکھے ہوئے تھے اس کی پلیٹ میں، آس پاس بہت شور تھا اس نے اپنی بات ذرا اونچی آواز میں کہی تھی۔

"اوکے حور تمہاری مرضی ویسے میں تو تمہاری۔......۔۔" رانیہ کاونٹر سے اپنے لئے سموسے پلیٹ میں ڈال کر واپس پلٹی تو اس کی بات ادھوری رہ گئی۔ پلیٹ ہاتھ سے گرتے گرتے بچا تھا۔ آنکھیں خوف سے بڑی ہو گئیں اس نے ناسمجھی کے عالم میں رانیہ کو دیکھا۔

"کیا ہوا تو سٹیچو کیوں بن گئی؟"

رانیہ نے پیچھے اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہو پیچھے دیکھو۔

"اوشٹ" حور کا دل چاہا وہاں سے غائب ہو جائے

"پلیز رانیہ مجھ سے نہ کہو کہ پیچھے عرش چوہدری کھڑا ہے"

"ہاں حور" اس نے ڈرتے ہوئے کہا حور نے پیچھے دیکھا وہ سنجیدہ اور غصیلا چہرہ لئے اس کے بالکل قریب کھڑا تھا۔

"اوہ پھر سے نہیں"

"تم دو ٹکے کی لڑکی کیا کہا تم نے میرے بارے میں؟" عرش چوہدری نے بہت بلند آواز میں کہا تھا اگر آس پاس سٹوڈنٹس کا شور نہ ہوتا تو یقیناً اس کی آواز بازگشت کی طرح پورے ہال میں گونج رہی ہوتی۔

"دیکھیں میں نے کچھ نہیں کہا آپ جائیں یہاں سے" وہ واپس گھومی

"مجھے بے وقوف مت بناؤ بتاؤ تم دونوں میرے بارے میں کیا کہہ رہی تھیں" غصے سے اس کا سفید چہرہ لال ہو گیا حور جو پہلے ہی جیک کی وجہ سے غصے میں تھی عرش کی بات پر مزید غصہ ہوئی اور ہاتھ باندھ کر مستحکم لہجے میں بولی۔

"میں کہہ رہی تھی عرش چوہدری کو دفع کرو اب جو کرنا ہے کرو" عرش آگ بگولا ہو گیا۔ رانیہ اس کی دیدہ دلیری پر حیران تھی۔

عرش نے غصے سے اس کا ہاتھ پکڑا۔(اسے ہر بات پر ہاتھ پکڑنے کی بیماری جو تھی)

"کیا کر سکتا ہوں میں یہ تمہیں ابھی بتاتا ہوں، پورے ہال میں اگر تمہاری عزت کا......"

"اگر آپ نے کچھ کرنے کی کوشش بھی کی تو میں یہ سموسوں کی پلیٹ آپ کے منہ پر ماردوں گی ، یقیناً آپ پچھلی بار والی چٹنی کی جلن اب تک نہیں بھولے ہوں گے؟" استہزائیہ مگر مدھم آواز میں کہے گئے اس جملے نے عرش چوہدری کا غصہ ڈھیلا تو نہیں کیا مگر ہاتھ ضرور ڈھیلا ہو گیا۔ اس نے تیزی سے حور کا ہاتھ چھوڑ دیا وہ اپنے دوستوں کے سامنے کوئی بے عزتی نہیں چاہتا تھا ویسے بھی پچھلی بار جب اس نے منہ پر چٹنی گرائی تھی تب بے عزتی تو ایک طرف بہت ساری جلن بھی ہوئی تھی۔ ایک ہفتے تک وہ اچھی طرح آنکھیں نہیں کھول سکا انفیکشن جو ہو گیا تھا۔

"دیکھ لوں گا میں تمہیں" دھمکی دیتا وہ وہاں سے غائب ہو گیا حور نے خدا کا شکر ادا کیا۔ رانیہ اس کی ہمت پر اسے داد دیتی ایک کرسی کی طرف لے آئی وہ دونوں وہیں بیٹھ گئیں ریفریشمنٹ ختم ہوا تو سب سٹوڈنٹس کرسیوں پر بیٹھ گئے ہال میں خاموشی چھا گئی سٹیج پر نعت خوانی سے آغاز ہوا۔ اس کے دائیں جانب چار کرسیاں چھوڑ کر عرش چوہدری بیٹھا تھا جو مسلسل اسے گھور رہا تھا جیسے اگر وہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں ہوتا تو وہ اس کا کباب بنا کر بنا نمک مرچ کے چٹ کر جاتا۔ وہ اسے دیکھنے کے باوجود مسلسل نظرانداز کر رہی تھی۔ نعت کے بعد، تقاریر، لیکچرز، کچھ ڈرامائی پروگرام اور سب سے آخری میں الوداعی کلمات لیکن سب سے آخر میں جو ہوا اس نے حور کو قیامت کا منظر دکھا دیا۔ جب سب خاموش ہوئے پورے ہال میں خاموشی تھی تب سپیکر پر ایک آواز سنائی دی وہ سپیکر جو پورے ہال کو سنائی دے رہی تھی۔

"اسلام وعلیکم پیارے دوستو" آواز مدھم تھی مردانہ بھاری آواز۔ حور کے ہوش جیسے اڑ گئے یہ جیک کی آواز تھی اس نے آس پاس دیکھا کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا سبھی اس آواز کو سن رہے تھے

"میں اس یونیورسٹی کا سٹوڈنٹ نہیں ہوں اور اس وقت میں اسی یونیورسٹی میں کھڑا ہوں لیکن آپ سب کے سامنے نہیں آسکتا۔ میں جو کہنے جا رہا ہوں شاید وہ آپ سب کو ذرا عجیب لگے لیکن زندگی میں سبھی کو محبت ہوتی ہے کبھی نہ کبھی، کوئی نہ کوئی آپ کو محبت کر کے منہ کے بل گرا ہی دیتا ہے پھر چاہے آپ محبت سے کتنے ہی دور کیوں نہ بھاگتے ہوں۔ محبت اپنا راستہ ڈھونڈ ہی لیتی ہے اور سچی محبت زندگی میں صرف ایک بار ہوتی ہے یہ جو کہتے

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

ہیں ہم دوسری بار محبت کر رہے ہیں سب بکواس کرتے ہیں یا تو ان لوگوں کی پہلی محبت میں سچائی نہیں تھی یا دوسری محبت میں۔ محبت زندگی میں صرف ایک بار ہوتی ہے جو دوسری بار ہو اسے دل لگی کہتے ہیں۔ خیر میرا مقصد آپ کو محبت کی تعریف سمجھانا نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کام کے لیے بول رہا ہوں مجھے صرف اپنی محبت سے غرض ہے"

پورے ہال میں ایک وہی آواز سنائی دے رہی تھی سبھی توجہ سے سن رہے تھے سوائے حور کے وہ پہاڑی کے آخری سیڑھی پر کھڑی تھی اور تھوڑی ہی دیر میں اس کا پیر پھسلنے والا تھا وہ منہ کے بل گرنے والی تھی۔ اس نے رانیہ کو دیکھا وہ سامنے دیکھ رہی تھی آس پاس بیٹھے سبھی لوگ اسے سن رہے تھے عرش چوہدری بھی۔

" مجھے بھی کسی سے محبت ہوئی ہے اور شدت سے ہوئی ہے میں نہیں کرنا چاہتا تھا محبت لیکن ہوگئی دل انسان کی مرضی نہیں پوچھتا، نتائج اور حالات بھی نہیں دیکھتا دل صرف فیصلہ کرتا ہے اور میں بھی دل کے سامنے بے بس ہوں، مجھے جس سے محبت ہوئی ہے وہ میرے خوابوں کی رانی ہے دل نے جیسا چاہا تھا اس سے بڑھ کر پایا اور وہ آج یہیں موجود ہے"

سب لوگوں نے نگاہوں کا تبادلہ کر کے ایک دوسرے کو دیکھا حور بنا سانس لیے سن رہی تھی۔

" یار جس سے محبت ہو وہ پیاری اور معصوم ہونی چاہیے خوبصورت تو چائنہ کے ٹرک بھی ہوتے ہیں" وہ بولتے بولتے لمحے بھر کو رکا پورے ہال میں قہقہہ گونجا کچھ لڑکوں نے تو سیٹیاں بھی بجائیں۔

" ویسے میری بچپن سے خواہش تھی کہ میری شادی کسی ایسی لڑکی سے ہو جس کے پاؤں بھی سفید ہوں۔ نہیں دراصل کیا ہوتا ہے ناں کچھ لڑکیاں چہروں پر کاسمیٹکس اور مہنگی مہنگی کریمیں لگا کر لوگوں کو اور اپنے آپ کو دھوکہ دے رہی ہوتی ہیں اور جو لڑکیاں سب کو دھوکہ دیں وہ اپنے شوہر کے ساتھ کیا وفا کریں گی؟"

پورا ہال قہقہوں میں گونجنے لگا ہر طرف منچلوں کی سیٹیاں بج رہی تھیں۔ تالیوں کی برسات ہونے لگی سبھی ٹیچرز پرنسپل سبھی ہنس رہے تھے حور کو اپنے چاروں طرف تیر برستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ پتھروں کی بارش ہو رہی تھی پاس بیٹھی رانیہ کے قہقہے عرش چوہدری کی سیٹیاں۔ وہ سب کتنا بھیانک تھا۔

"اور جس لڑکی سے مجھے محبت ہے اس کے ناں صرف پاؤں سفید ہیں بلکہ چہرہ بھی اور دل سب سے زیادہ

سفید بے داغ، معصوم سی۔ وہ یہیں موجود ہے ہم سب کے درمیان اور اس کا نام ہے.......۔"

حور کو ہال کی چھت گرتی ہوئی محسوس ہونے لگی کتنی آسانی سے وہ شخص سب کے سامنے اس رسوا کرنے جا رہا تھا دو بوند ٹوٹ کر اس کے گالوں سے گرتے ہوئے گریبان میں جذب ہوئے۔ کوئی اسے نہیں دیکھ رہا تھا وہ خود بھی تو کچھ محسوس نہیں کر پا رہی تھی۔

"اس کا نام ہے..............."

کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ اتارا جا رہا تھا، اس کا دل چاہا وہاں سے غائب ہو جائے زمین پھٹ جائے یا آسمان گر جائے، بس کچھ دیر میں ہی وہ شخص اس کا نام لینے والا تھا پھر وہ ذلیل ہو جاتی رسوا ہو جاتی پوری یونیورسٹی کے سامنے پوری دنیا کے سامنے۔ وہ جو محبت کا دعویٰ کرتا تھا وہ اس کی عزت اچھال رہا تھا۔ حور نے آنکھیں بند کر دیں اور اپنے لرزتے ہاتھ سے کرسی تھام لی۔ اس کا دل چاہا وہ اس منظر سے غائب ہو جائے۔

"اس کا نام ہے ایچ اے" حور نے حیران ہوتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور چاروں طرف دیکھا کسی نے بھی اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

"میں اس سے بہت محبت کرتا ہوں میری زندگی ہے وہ اور میں اسے پرپوز کرنا چاہتا ہوں سب کے سامنے؟ کیا تم مجھے سن رہی ہو؟ کیا تم مجھ سے شادی کرو گی؟ کیا تم میرے پوتے پوتیوں کی دادی بنو گی؟"

خاموشی تھی گہری خاموشی۔ وہ بولتے بولتے خاموش ہو گیا۔ اور یہ خاموشی کافی دیر تک رہی پھر ایک پنجابی لڑکا کھڑا ہوا اور زور سے کہنے لگا۔

"اوئے کون ہے یہ ایچ اے یہاں؟ پلیز ہاں کر دو پر جھائی جی ایسا پیارا منڈا پھر نہیں ملنا" حور نے ہونٹ بھینچ لئے، اس پنجابی کی آواز میں اور بھی بہت ساری لڑکیوں اور لڑکوں کی آوازیں شامل ہو گئیں۔

جو زور زور سے کہہ رہی تھیں "ہاں کر دو ہاں کر دو" ان سب میں رانیہ بھی شامل تھی سب سے بلند آواز اسی کی تھی۔

"کیا رومانٹک بندہ ہے بالکل فلمی ہیرو کے جیسا سنا تم نے حور......۔" کہتے کہتے اس نے حور کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔ وہ پہلی بار اس خاموش لڑکی کی طرف متوجہ ہوئی جو جانے کب سے خاموش تھی۔ حور کے ٹھنڈے

ہاتھوں کو اس نے حیرت سے محسوس کیا۔

"حور تمہیں کیا ہوا وہ؟" بولتے بولتے رانیہ رکی اس کے ذہن میں جھما کہ ہوا اس نے حیرانی سے حور کو دیکھا

"ایچ اے مطلب حور عباس" وہ شاکڈ تھی حور منہ پر ہاتھ رکھ کر روتے ہوئے ہال سے باہر نکلی کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا نہیں تو بڑا ہنگامہ ہو جاتا۔

حور تجھے کیا ہوا یار کیا وہ جیک تھا؟" وہ کینٹین کے پاس آ کر ایک سنسان جگہ پر درخت سے ٹیک لگا کر رونے لگی۔

"تم نے سنا اس نے کیا کہا؟" اس نے روتے ہوئے رانیہ کی طرف دیکھا۔ وہ منگنی شدہ تھی جلد شادی ہونے والی تھی اور وہ شخص کس دیدہ دلیری سے اسے پرپوز کر رہا تھا۔ اس کے لیے ڈوب مرنے کا مقام تھا۔

"ریلیکس حور اتنا نیگیٹوری ایکٹ کیوں کر رہی ہے؟" رانیہ نے اسے دلاسا دیا۔ اور اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا حور نے غصے سے وہ ہاتھ جھٹک دیا۔

"میں نیگیٹوری ایکٹ کر رہی ہوں تم نے دیکھا کیسے اس شخص نے پوری یونیورسٹی کے سامنے مجھے ذلیل کر دیا

" سر پکڑ کر وہ ہذیانی انداز میں چلائی رانیہ نے گھبرا کر ادھر ادھر دیکھا شکر تھا جو وہاں کوئی نہیں تھا۔

"اس نے تمہیں رسوا نہیں کیا حور، اس نے تمہارا نام نہیں لیا اگر وہ چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا لیکن اسے تمہاری عزت کا خیال تھا تبھی اس نے تمہارا نام کوڈ ورڈ میں لیا تا کہ کسی کو پتا نہ چلے صرف تم یہ جان سکو، اور سچ پوچھو تو مجھے وہ ڈاکو دل کا برا نہیں لگتا اس نے کبھی تمہارے ساتھ زبردستی کرنے کی کوشش نہیں کی ہمیشہ عزت اور احترام کے دائرے میں رہ کر بات کی" رانیہ اسے سمجھا رہی تھی اس کے آنسو رک گئے۔ ہاں کسی کو کچھ پتا نہ چلا وہ رسوا نہیں ہوئی وہ ابھی بھی سر اٹھا کر چل سکتی تھی لیکن؟ لیکن؟ لیکن؟

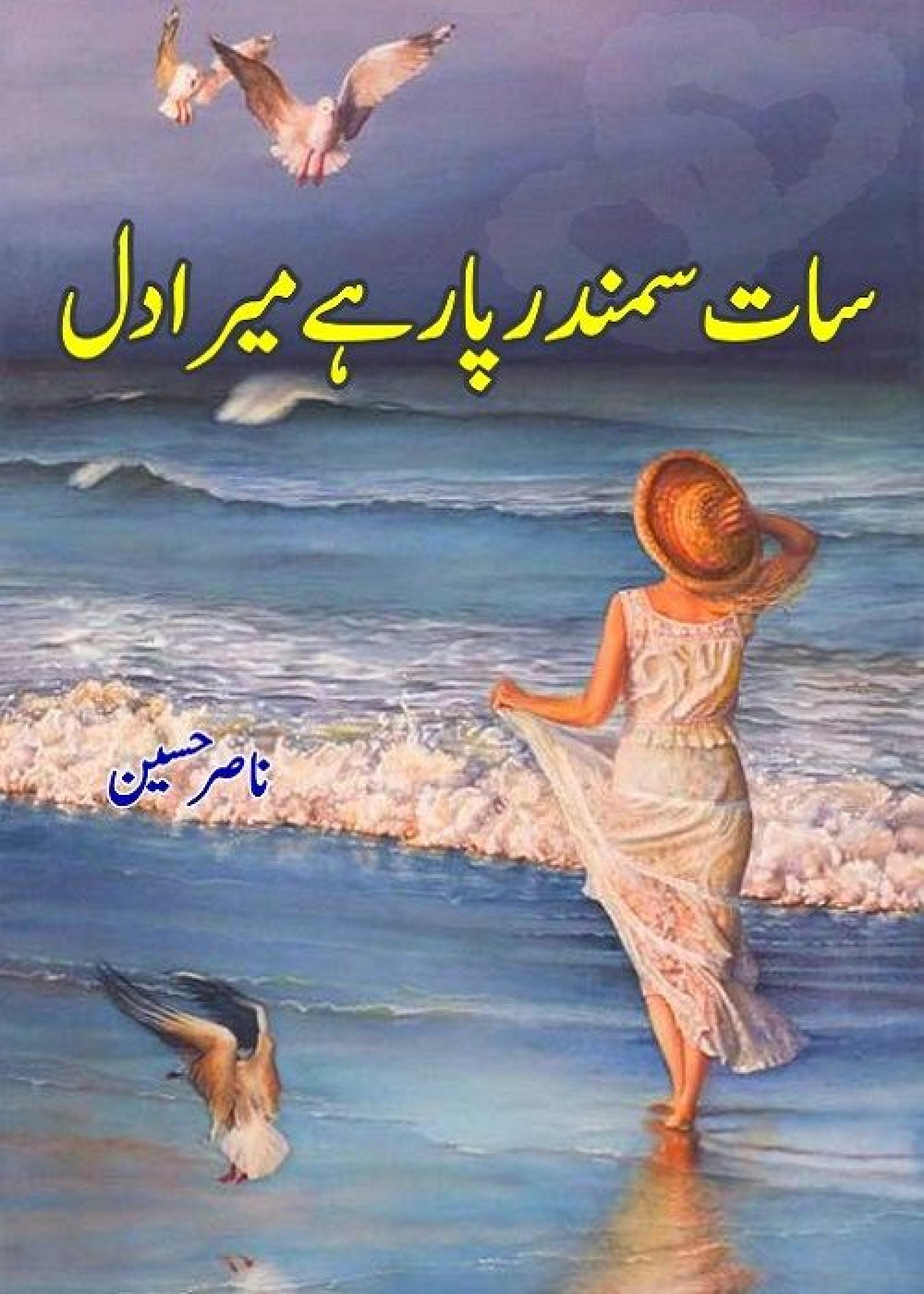
سات سمندر پار ہے میرا دل
ناصر حسین

حویلی کے چاروں طرف خوبصورت پھول اور بتیاں لگی ہوئی دکھائی دے رہی تھیں پوری حویلی خوبصورت روشنیوں میں نہائی ہوئی تھی، کیونکہ کل زویا اور شاہ نور کا نکاح تھا اور نکاح کا فنکشن گھر میں ہی رکھا گیا تھا دور دراز سے مہمان اور رشتے دار آئے ہوئے تھے پورا گھر لوگوں سے بھرا ہوا تھا، عورتیں اور بچے رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس ہر طرف جلوے بکھیر رہے تھے ان سب کے درمیان حور بھی کھڑی تھی جو ہاتھ میں جوس کے گلاسز والی ٹرے لئے سب کو سرو کر رہی تھی ہمیشہ کی نسبت آج وہ کافی اچھی لگ رہی تھی اس نے سفید ستاروں والے کپڑے پہن رکھے تھے اور ہلکا سا میک اپ بھی کیا ہوا تھا،

دادی تابندہ بیگم اور باقی سبھی گھر والے ادھر ادھر مہمانوں کو اٹینڈ کر رہے تھے رات کا وقت تھا دادی نے اسے کام زیادہ ہونے کی وجہ سے خاص طور پر یہیں رکنے کی تاکید کی اور وہ نہ چاہتے ہوئے بھی چوہدری ہاؤس رکنے پر مجبور تھی۔

سفید کاٹن کے شلوار قمیض میں ملبوس عرش چوہدری آستین کو فولڈ کرتا نیچے اتر رہا تھا تب اوپر والی سیڑھی سے ہی اس کی نظر دور کھڑی حور پر پڑی کچھ لمحے وہ اسے یونہی دیکھتا رہا، پھر وہ مسکرایا اس کے شیطانی دماغ میں بجلی کی طرح ایک خیال آیا۔

اب تم دیکھنا میں کیا کرتا ہوں" مکاری سے ہنستے ہوئے اس نے جیب سے موبائل نکالا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا دوسری طرف رنگ جا رہی تھی وہ مسکرائے جا رہا تھا

"ہیلو اسلام وعلیکم السلام" دوسری طرف وردان کی آواز سن کر اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہوگئی۔

"وعلیکم السلام وردان صاحب کیسے ہیں آپ؟" اس نے بے تکلفی سے پوچھا جیسے برسوں سے ان کی شناسائی رہی ہو

"جی الحمدللہ لیکن میں نے آپ کو پہچانا نہیں" مدھم آواز میں وہ کوئی فائل دیکھتے ہوئے عرش چوہدری سے مخاطب ہوا تھا

"ہاں اب آپ پہچانیں گے کیسے جناب، یاد ہے اس دن ہم ہوٹل میں ملے تھے" اس نے یاد دلایا وردان

نے دماغ پر زور دیا اور اسے یاد آ گیا، ساتھ ہی ساتھ اس کا موڈ بھی آف ہوا۔

"عرش چوہدری ہاں؟"

"جی جی عرش برہان چوہدری ہی ہوں، کمال ہے اس دن کے بعد آپ نے رابطہ ہی نہیں کیا حور تو اکثر آپ کا ذکر کرتی رہتی ہے"

ہنستے ہوئے وہ کہہ رہا تھا ایک نظر دور کھڑی حور کو دیکھا جو اس کی طرف متوجہ بالکل نہ تھی۔

"حور؟" وردان کی زبان میں کڑواہٹ گھل گئی

"یس، وہ تو ابھی بھی میرے پاس ہے ہم دونوں میرے کزن کے نکاح فنکشن میں خوب انجوائے کر رہے ہیں اور آج تو وہ بڑی خوبصورت لگ رہی ہے ان فیکٹ حور تو آج رات یہیں ہمارے گھر رکنے والی ہے ساری رات بہت انجوائمنٹ ہوگی" وردان کا پارہ چڑھ گیا وہ کچھ بول نہ سکا

" آپ حور سے بات کریں گے ایک منٹ وہ میرے پاس ہی کھڑی ہے " وردان کا جواب سنے بنا ہی وہ بھاگ کر حور تک گیا

"ایکسکیوزمی آپ کے لیے کال ہے" حور کے پاس جا کر اس نے موبائل حور کی طرف بڑھایا، حور نے الجھے ہوئے حیران نظروں سے اسے دیکھا

"میرے لئے کال؟" وہ حد سے زیادہ حیران تھی موبائل اس نے عرش سے لے لیا تھا اس کے لیے کال وہ بھی عرش کے موبائل پر، اسے بہت عجیب لگا۔

"ہیلو" عرش کو الجھتے ہوئے دیکھ کر وہ مدھم آواز میں بولی اسے ڈر تھا کہیں عرش چوہدری اسے ذلیل کرنے کے لیے کوئی ڈرامہ نہ کر رہا ہو۔ دوسری طرف وردان حور کی آواز سن کر مراقبے میں چلا گیا، بڑی دیر بعد وہ بول سکا

" کیسی ہو؟" حور وردان کی آواز سن کر پہلے سے بھی زیادہ حیران ہوئی اگر وردان نے اس سے بات ہی کرنی تھی تو اس کے اپنے نمبر پر کال کیوں نہیں کیا۔

"جی میں ٹھیک آپ کیسے ہیں؟ " عرش اس کے پاس سینے پہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا اب وہ اس کے سامنے اس سے زیادہ کیا کہہ سکتی تھی۔

"ٹھیک ہوں اتنی رات کو یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس نے وردان کو کہتے سنا اسے وردان کا لہجہ اور انداز دونوں بدلے ہوئے محسوس ہو رہے تھے

"جی وہ زویا اور شاہ نور کے نکاح کا فنکشن ہے تو"... وردان نے اس کی بات کاٹ دی

"اوکے انجوائے کرو" کال بھی کٹ ہو گئی وہ موبائل ہاتھ میں لئے گم سم کھڑی رہی اسے ایسا کیوں لگا جیسے وردان طنز کر رہا تھا۔ اس نے ہونٹ بھینچ لئے اور آنکھیں بند کر دیں سامنے عرش کھڑا اسے گہری اور مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی کھلاڑی کھیل جیتنے کے بعد ہارنے والی ٹیم کو دیکھتا ہے حور نے موبائل اسے واپس کر دیا

"تھینکس" وہ جانے لگی اس کے ہاتھوں میں جوسز کا ٹرے تھا

"سنو" عرش کی آواز پر وہ رک گئی

"ڈونٹ مائنڈ لیکن آپ کو ایک بات بتانی ہے" عرش جیسے الفاظ تلاش کر رہا تھا

"میں جانتا ہوں یہ سن کر تمہیں بہت دکھ ہو گا مگر یہی سچ ہے کہ تمہارے فیانسی وردان کا کلرک کی بیٹی کے ساتھ افیئر چل رہا ہے اور......"

"شٹ اپ دوبارہ ایسی گھٹیا بات میرے سامنے کی تو میں جوسز کی یہ ٹرے آپ کے منہ پر ماردوں گی مجھے وردان پر پورا بھروسہ ہے سمجھے" غصے سے کہہ کر وہ پلٹی ایسی بات کی امید وہ عرش سے ہی کر سکتی تھی ۔عرش اسے دور جاتا ہوا دیکھ رہا تھا وہ ان دونوں کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہا تھا وردان کے دل میں دراڑ ڈالنا آسان تھا لیکن حور کے انداز سے ہی معلوم ہو رہا تھا وہ اس کی کسی بات پر بھی یقین نہیں کرنے والی تھی

حور غصے سے چلتی ہوئی سامنے کی طرف جا رہی تھی غصہ اسے عرش پر تھا اور پریشان وہ وردان کے رویے سے تھی اپنی پریشانی میں وہ اس حد تک گم تھی کہ سامنے سے آتا ہوا وہ شخص بھی دکھائی نہ دیا جو حویلی کے بڑے دروازے سے اندر کی طرف آ رہا تھا وہ اس کے ساتھ بڑے زور سے ٹکرائی تھی جوسز کا ٹرے بھی مشکل سے ہی گرنے سے بچا تھا۔

"اوہ آئم سو سوری" وہ شرمندہ تھی اس نے معذرت خواہ انداز میں سر اٹھایا۔ وہ شخص لگ بھگ پینتالیس

سال کا تھا آنکھوں پر سفید گلاسز لگی ہوئی تھیں سر کے بال آدھے سفید ہو چکے تھے

" کوئی بات نہیں بیٹی "انہوں نے نہایت تحمل سے کہا حورکوان کا مزاج بہت ہی خوش اخلاق اور نرم دل لگا تھا اس وقت وہاں کھڑی اس شخص کو دیکھتے ہوئے وہ نہیں جانتی تھی وہ اس کا باپ ہے اور وہ شخص بھی نہیں جانتا تھا وہ لڑکی ان کی بیٹی تھی۔

" عشان بیٹے آ گئے تم لوگ " پیچھے سے دادی کی آواز آئی عشان مسکراتے ہوئے آگے بڑھا اور دادی کے گلے جا لگا حوران کو دیکھ رہی تھی عشان نور کا ذکر اس نے دادی سے سنا تھا اکثر اور وہ بڑی دلچسپی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

" تمہارے باپ کہاں ہیں بیٹا" دادی نے اس سے پوچھا عشان نے دروازے کی طرف اشارہ کیا، حویلی کے کھلے بڑے دروازے سے دسمبر طلال چوہدری بڑے رعب سے چلتا ہوا اندر آ رہا تھا ان کے کاندھوں پر شال لٹک رہی تھی اور چہرے پر حد سے زیادہ غرور تھا زیادہ عمر ہونے کے باوجود وہ اتنے بوڑھے نہیں لگ رہے تھے۔ بڑی شان سے چلتے ہوئے وہ ان سب کے پاس آئے، تابندہ بیگم، ارمان چوہدری، حسینہ پھپھو سب وہاں اکھٹے ہو گئے سب بڑی گرم جوشی سے عشان اور دسمبر طلال کا استقبال کر رہے تھے وہ لوگ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی امریکہ سے آئے تھے۔

" بات سنو لڑکی " حسینہ پھپھو اس کے پاس آ کر سرگوشی کرنے لگیں پورے گھر میں ڈھولکی کی آواز آ رہی تھی ہر طرف مہمان تھے

" زویا کو جا کر نیچے لانے کے لیے تیار کرو بابا جان اور عشان بھیا آ گئے ہیں تھوڑی دیر میں ہی نکاح کی رسم ہو گی " حور نے سر اثبات میں ہلایا اس وقت وہ سب لوگ ملنے ملانے کی رسم کر رہے تھے وہ سب کو وہیں چھوڑ کر اوپر زویا کے کمرے کی طرف چلی آئی۔

کہاں رہ گئیں تم میں کب سے تمہارا انتظار کر رہی تھی " زویا اسے دیکھ کر مسکرائی اس کے پاس دو چار اور لڑکیاں بھی بیٹھی ہوئی تھیں جو اسے تیار کر رہی تھیں وہ آئینے کے سامنے بیٹھی عروسی کپڑوں میں بے حد خوبصورت لگ رہی تھی۔

"وہ آپ باباجان آئے ہیں" سب کی زبان سے باباجان سن کر وہ بھی ان کو باباجان کہہ رہی تھی۔

"اوہ باباجان آگئے کیا" زویا نے خوشی سے مڑ کر پیچھے دیکھا حور نے سر اثبات میں ہلایا۔

"اچھا تم لوگ جاؤ اب" زویا نے ان لڑکیوں کو باہر بھیج دیا وہ چلتے ہوئے زویا کے پاس آ کر کھڑی ہوئی آئینے میں اس کا عکس دکھائی دے رہا تھا۔

" کب پہنچے وہ لوگ" زویا بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے" اس نے زویا کے ہاتھ سے کنگھی لے لیا اور اس کے بال بنانے لگی۔ سلکی لمبے بال اس کے کاندھے پر بکھرے ہوئے تھے۔

" زویا ایک بات تو بتاؤ" اچانک اس کے ذہن میں ایک سوال ابھرا زویا نے لپ اسٹک لگاتے ہوئے اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہو پوچھو۔

" یہ دسمبر طلال چوہدری یعنی باباجان تمہارے نانا ہیں میرا مطلب ہے دادی کے شوہر ہیں ناں؟" زویا کے لپ اسٹک لگاتے ہاتھ رک گئے وہ مسکرائی۔

"ہاں اور عشان میرے سب سے چھوٹے ماموں ہیں" زویا نے مزید بتایا۔

"اور عرش کا باپ اور عشان کی بیوی........." اس نے جان بوجھ کر سوال ادھورا چھوڑ دیا اس کے دل میں کچھ انجان سے سوال جنم لے رہے تھے جانے کیوں؟

" عرش کا باپ یعنی برہان چوہدری میری پیدائش سے پہلے ہی شاید فوت ہوئے میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا اور عشان ماموں کی شادی ہوئی تھی میرے خیال میں پھر ان کی بیوی کے درمیان شاید کوئی مسئلہ ہو گیا تھا وہ دونوں ناراض ہوئے وہ لڑکی کوئی اچھے کردار کی نہیں تھی بعد میں اس نے خودکشی کی تھی لالی نام تھا اس کا، اس کی بے وفائی کے بعد ماموں نے دوبارہ کبھی شادی نہیں کی یہی کچھ سننے کو ملا ہے نانی اور گھر کے باقی لوگوں سے باقی اور بھی کوئی راز ہے تو اللہ جانے مجھے مزید کچھ نہیں معلوم" زویا نے بات ختم کی اور پھر سے لپ اسٹک درست کرنے لگی، وہ کنگھی ہاتھ میں لئے جانے کس سوچ میں ڈوب گئی، اس دن سٹور روم میں ملنے والی اس دلہن کی تصویر بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہی تھی اور تابندہ تائی کا رویہ؟

" کیا ہوا کس سوچ میں پڑ گئی" زویا نے اسے خیالوں سے باہر نکالا سر جھٹک کر وہ مسکرائی

" کچھ نہیں بس یونہی" وہ ایک بار پھر کنگھی کر رہی تھی

" اچھا تمہاری شادی کب ہے حور تم بتا رہی تھیں تاریخ پکی ہو گئی ہے" زویا نے اس سے پوچھا

" ہاں وہ اب جب وردان چھٹی پر گھر آئیں گے تو ہی ہے شادی اب تو تقریباً دس دن رہ گئے ہیں" وردان کا ذکر کرتے ہوئے اس کے کانوں میں وردان کا طنز گونجنے لگا

" اچھا اپنی شادی پہ مجھے بلاؤ گی"

" ہاں کیوں نہیں یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے" زویا مسکرائی۔ حور کے موبائل پہ میسج آیا اس نے ایک ہاتھ سے میسج دیکھا

" کہاں ہو آپ؟" نیچے لکھا ہوا تھا جیک، وہ کانپ گئی اسے غصہ بھی آیا، اس دن یونیورسٹی میں ہونے والی بے عزتی کے بعد وہ پہلی بار میسج کر رہا تھا اس نے کوئی جواب نہیں دیا، زویا بالوں میں کلپ لگانے لگی

" میں یہیں آیا ہوں چوہدری ہاؤس آپ کس طرف ہو" اس کی دھڑکن تیز ہو گئی؟ وہ اور یہاں؟ جسم سے سارا خون نکلنے لگا۔

" میں پچھلے دروازے کے سامنے کھڑا ہوں آ جاؤ نیچے" تیسرا میسج تھا اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی ہوش اڑ گئے زویا اس کی طرف متوجہ نہ تھی۔

بس آپ کو دیکھ کر چلا جاؤں گا" اس نے ایک اور میسج کیا حور نے کوئی جواب نہیں دیا

" آپ باہر آئیں گی یا میں اندر آؤں" یہ دھمکی تھی یا وارننگ وہ سمجھ نہ سکی لیکن ڈر کی لہریں اس کے جسم میں دوڑنے لگیں

" اوکے اگر آپ دو منٹ میں پیچھے والے دروازے کے سامنے نہیں آئیں تو میں اندر آ جاؤں گا" موبائل ہاتھ سے گرتے گرتے رہ گیا وہ تیزی سے باہر کی طرف بھاگی اس ڈاکو کے گھر میں آنے کا مطلب وہ جانتی تھی اس کے بعد وہ تماشہ ہونا تھا جو شاید اس نے سوچا بھی نہیں ہوگا، دوپٹہ سر سے سرک کر کاندھے پر آ گیا وہ سیڑھیوں سے بھاگتی ہوئی نیچے اتر رہی تھی ہر طرف شور تھا مہمان تھے کوئی اس کی طرف متوجہ نہیں تھا سارے گھر

والے دسمبر طلال اور عشان سے باتوں میں مصروف تھے ایک نظر اس نے سب کو دیکھا، عرش چوہدری بھی دسمبر طلال کے پاس بیٹھا کسی بات پر قہقہے لگا رہا تھا سب کو نظر انداز کرتی وہ باہر آئی۔ باہر رش اور شور نسبتاً کم تھا تیز ہواؤں نے اس کا دوپٹہ اڑا دیا بھاگتی ہوئی وہ گھر کے پچھلے دروازے کی طرف آئی بھاگ کر یہ فیصلہ طے کرنے میں اس نے پچاس سیکنڈز لگائے تھے اور اب جب وہاں پہنچی تو سامنے ہی جیک کھڑا تھا، پچھلے دروازے کے سامنے اندھیرا تھا اور وہ اندھیرے میں اس کے عکس کو دیکھ رہی تھی تیزی سے چلتی ہوئی وہ اس کے بالکل پاس گئی چند قدم کے فاصلے پر ہر طرف اندھیرا تھا، اس نے سفید شال اوڑھ رکھی تھی جو رات کی تاریکی میں بھی واضح نظر آ رہی تھی

" آپ یہاں کیوں آئے " بے بسی سے وہ چلائی

" آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ہم سات سمندر پار کا بھی سفر طے کریں اور آپ یہاں آنے کی بات کر رہی ہیں " اس کی آواز مدھم تھی ہمیشہ کی طرح لہجہ نرم اور خوبصورت تھا

" کیا کہنے ہیں آپ کے آج تو پوری طرح سے ہمیں گھائل کرنے کی تیاری کر کے آئی ہیں آپ، " اندر سے گانوں کی آواز آ رہی تھی اور وہ مسلسل ڈر رہی تھی

خدا کے لئے آپ چلے جائیں یہاں سے اگر آپ کو یہاں کسی نے دیکھ لیا تو میری کتنی بدنامی ہوگی " آنسوؤں گالوں سے لڑھک آئے اس نے جیک کے سامنے ہاتھ جوڑ دیے

" بس کچھ پل اور دیکھنے دو چلا جاؤں گا پھر " وہ خواب سی کیفیت میں کہہ رہا تھا

" آپ نہیں جانتیں آپ سے میں کتنی محبت کرتا ہوں، آپ تو یہ بھی نہیں جانتی کوئی آپ کے لیے ہی جی رہا ہے اس دنیا میں، کسی نے اپنی ساری سانسیں آپ کے نام کر دیں، آپ کی یاد میرے لیے زینکس کی گولی جیسے ہے جسے لینے سے سکون آتا ہے "

" آپ جاو ناں " وہ التجا کرنے لگی پیچھے شور تھا بہت زیادہ شکر تھا جو اس وقت وہاں کوئی اور نہیں تھا

" ایک منٹ یار دیکھنے دو ناں، میں نے کون سا جائیداد میں حصہ مانگنا ہے آپ سے، " وہ دو قدم آگے آیا اس کا چہرہ مکمل طور پر اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا اور اندھیرے میں وہ بہت کالا لگ رہا تھا حور اسے دیکھنے کی کوشش کر

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

رہی تھی لیکن اندھیرے میں اس کے نقوش اچھی طرح سے نظر نہیں آ رہے تھے وہ صرف اتنا ہی دیکھ سکی کہ جیک کا رنگ سانولا تھا

" آپ کیوں میرے پیچھے پڑے ہیں، چھوڑ کیوں نہیں دیتا میرا پیچھا خدا کے لئے مجھے سکون سے جینے دیں " آہستہ مدھم سسکتی آواز میں وہ کہہ رہی تھی اسے یہ ڈر بھی تھا کہ فنکشن چھوڑ کر اگر گھر کا کوئی افراد باہر آیا تو اس کی بہت بدنامی ہونی تھی

" میں آپ کے پیچھے پڑا ہوں یا آپ میرے پیچھے پڑی ہیں آپ کی یادیں بالکل ایک پالتو بلی کے جیسی ہیں جتنی چاہے دور چھوڑ آؤں واپس آجاتی ہیں، آپ کو یاد کرتے ہوئے آپ کو سوچتے ہوئے میرا دل نارمل سپڈ چھوڑ دیتا ہے اور میرا دل ایسے دھڑکتا ہے جیسے کسی چڑیا کا جب وہ انسان کی مٹھی میں ہوتا ہے، میری ہارٹ بیٹ کسی خرگوش کی طرح دوڑنے لگتی ہے اور کیا آپ کو معلوم ہے رات دو بجے تک میں صرف آپ کی تصویر آنکھوں میں لے کر آپ کو دیکھتا ہوں اور مستقبل کے خواب دیکھنے لگتا ہوں جہاں آپ میں اور ہمارے دو تین بچے......"

حور کا دل چاہا اسے تھپڑ مار دے

" شٹ اپ " وہ زور سے چلائی

" او کے او کے ناراض تو نہ ہو یار دو ہی بچے ہوں گے بس " کمال کا سکون تھا اس شخص کے چہرے پر باتوں میں اطمینان تو قابلِ دید تھی اس کے ساتھ وہ یہ سب ایسے ڈسکس کر رہا تھا جیسے برسوں سے ان کی شناسائی ہو اور وہ دونوں منگنی کے بندھن میں بندھے ہوئے ہوں، وہ کئی پل حور کو دیکھتا رہا چونکا تو وہ تب تھا جب اندر سے کسی کے قدموں کی آواز آنے لگی لگ رہا تھا جیسے کوئی اسی طرف ہی آ رہا تھا حور کا دل کانپ گیا اس آواز کو نہ صرف حور سنا بالکل جیک نے بھی سنا، اس سے پہلے حور اسے جانے کو کہتی وہ خود ہی وہاں سے جانے لگا بھاگتے بھاگتے اس نے پلٹ کر حور کو دیکھا

" یہ مت سمجھنا میں ڈر گیا ہوں، ڈرتا تو میں اپنے باپ سے بھی نہیں بس آپ کی عزت کا خیال ہے " مدھم آواز میں اس نے کہا اور بھاگ کر غائب ہوا، حور کچھ پل وہیں کھڑی رہی پھر اندھیرے میں چلتی ہوئی اندر کی طرف جانے لگی۔ موسیقی گانے ڈھولک مسلسل بج رہے تھے یقیناً زویا نکاح کے لیے نیچے آچکی تھی

وہ تیزی سے چلتی ہوئی اندر کی طرف جا رہی تھی جب دوپٹہ لان میں لگے ایک پودے سے اٹک گیا اور اچانک وہ توازن برقرار نہ رکھتے ہوئے منہ کے بل سبز گھاس پر آن گری، چوٹ تو نہیں آئی لیکن ایک زبردست موچ ضرور آئی تھی پاؤں میں جس نے حور کو اس پل اچھی خاصی نانی یاد دلا دی تھی۔ بڑی دیر بعد وہ سنبھل کر اٹھ بیٹھی اور وہیں گھاس پر پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئی پاؤں میں درد بڑے زور سے ہو رہا تھا اور وہ آہستہ سے کراہ بھی رہی تھی ہلنا تک دشوار ہو گیا تھا۔ وہ اٹھنے کا ارادہ ترک کر کے وہیں دونوں پاؤں پھیلا کر بیٹھ گئی اس انتظار میں کہ تھوڑی دیر تک خود بخود ٹھیک ہو جائے گا پاؤں، چاند کی روشنی اس کے چہرے کو چمکا رہی تھی اندر سے بجتے گانے اس کے کانوں سے ٹکرا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ سے چلتا ہوا کوئی سایا آ کر اس کے پاس رک گیا حور نے سر اٹھایا وہ عرش چوہدری تھا جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اسے یقیناً وہاں بیٹھے دیکھ کر حیران ہو رہا تھا

"او ہیلو تم یہاں کیا کر رہی ہو" اپنی ازلی عادت کے مطابق وہ چیونگم بھی چبا رہا تھا

"موسم انجوائے کر رہی ہوں" جل کر جواب دیا اس نے پیر درد کی وجہ سے وہ بہت غصے میں تھی

"او ریلی پہلے مجھے شک تھا کہ تم پاگل لڑکی ہو" اس نے قہقہہ لگایا جیسے حور کی حماقت پر

"اور مجھے کوئی شک نہیں تھا آپ کے پاگل پن پر" اس نے بھی فوراً جواب دیا

عرش اس کے جواب سے متاثر تھا

"اندر اتنے مزے کی فنکشن چھوڑ کر یہاں باہر گھاس پر بیٹھی کیا ڈھونڈ رہی ہو" وہ بھی وہیں اس کے سامنے بیٹھ گیا ہاتھوں میں بندھی قیمتی ریسٹ واچ چمک رہی تھی

" وہ دوسری کلاس میں جو تین شہزادوں والی کہانی تھی جس میں چھوٹا شہزادہ خزانہ پا لیتا ہے دراصل وہ بیچارہ یہاں اوپر سے اڑتے ہوئے ایک قیمتی انگوٹھی گرا کر گیا تھا وہی ڈھونڈ رہی ہوں" حور کی نظروں میں وہ ہمیشہ سے سٹوپڈ لڑکا تھا ہمیشہ غصے میں رہنے والا کبھی دماغ سے نہیں سوچتا تھا

"او واو اگر مل جائے تو میرا حصہ دینا مت بھولنا" وہ بھی مذاق اڑا رہا تھا حور نے اپنے پیر کو پکڑ لیا

" پاؤں کو کیا ہوا؟" عرش نے پہلی بار سنجیدگی سے پوچھا تھا اور وہ بھی عرش چوہدری کو زندگی میں پہلی بار انسانوں کی طرح بات کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی

"موچ آئی ہے"

"اوہ بیچاری موچ کی قسمت" اس نے چیونگم گھاس پر تھوک دی

"اپنا پاؤں ادھر لاؤ میں کچھ کرتا ہوں" حور نے گھور کر اسے دیکھا

"کیوں آپ پہلے کوئی آرتھوڈاکٹر رہ چکے ہیں" وہ طنز کرتے ہوئے بولی

"ڈونٹ چیلنج می پرنس ہر کام کر سکتے ہیں" اس نے خود ہی آگے بڑھ کر حور کا پاؤں اپنے ہاتھوں میں لیا، حور کو انجانہ احساس چھو کر نکل گیا پاؤں میں گدگدی ہونے لگی۔ وہ بڑی انہماک سے اس کے پاؤں کو ادھر ادھر حرکت دے رہا تھا

"آہ توڑ دو گے کیا؟" اس نے اپنا پاؤں کھینچنا چاہا لیکن عرش نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا،

"چپ چاپ بیٹھی رہو" حور کو لگا آج وہ اگلے پچھلے سارے بدلے وصول کرے گا، چٹنی گرانے سے لے کر چائے چھینکنے تک۔ وہ بنا حور کی طرف دیکھے اس کے پاؤں کو گھما رہا تھا اچانک حور چلائی

"کیا ہوا"

"سٹوپڈ میرا پاؤں الگ کرو گے کیا چھوڑ دو مجھے ایڈا تو ڈاکٹر" اس نے غصے سے حور کو دیکھا اور اس کے پاؤں کو پکڑ کر زور سے کھینچا حور کو لگا وہ مر جائے گی مگر اگلے پل ہی کڑک کی آواز سے اس کا پاؤں بالکل ٹھیک ہو گیا، عرش کھڑا ہوا وہ بے یقینی سے اپنے پاؤں کو دیکھ رہی تھی

"دیکھا پرنس کچھ بھی کر سکتے ہیں" وہ کالر جھاڑ کر بولا اور جینز سے چیونگم نکالنے لگا حور آہستہ آہستہ کھڑی ہوئی

"میں مکینک کا کام بھی کرتا رہا ہوں اور ٹیڑھی چیزوں کو سیدھا کرنا مجھے خوب آتا ہے" گردن تان کر وہ کہہ رہا تھا اور وہاں سے باہر کی طرف چلا گیا حور نے سکون کا سانس لیا، وہ اسے جتنا برا سمجھتی تھی اتنا نہیں تھا وہ اس سے دو چار گرام کم تھا، حور سر جھٹک کر اندر آئی جہاں نکاح کا فنکشن عروج پر تھا، زویا اور شاہ نور دونوں سٹیج پر صوفے پر بیٹھے تھے، ان کے سامنے لڑکیاں ڈانس کر رہی تھیں۔ تابندہ بیگم حسینہ پھپھو دادی غزل باقی سب گھر والے بابا جان (دسمبر طلال چوہدری) اور عشان نور کے ساتھ باتوں میں مصروف تھے

☆......☆......☆

" آج میں اللہ تعالیٰ سے ایک وعدہ کرنے جا رہا ہوں دعا کرو کہ اس پر قائم رہ سکوں " ہدایت نے آنکھیں نکال کر جیک کو دیکھا، وہ دونوں رات کے اس پہر اپنے چھوٹے سے پانچ مرلہ مکان میں شطرنج کھیل رہے تھے رات کو ہی ملتے تھے دن کو مشکل تھا

" مجھے گس کرنے دو کہ یہ وعدہ اس لڑکی سے متعلق ہے " ہدایت نے اندازہ لگایا جیک مسکرایا دراصل یہ وعدہ حور کو لے کر ہی تھا

" ہاں دراصل آج میں خدا سے وعدہ کر رہا ہوں اگر مجھے حور ملی تو میں ڈاکہ چھوڑ دوں گا " جیک نے سنجیدگی سے کہا ہدایت نے قہقہہ لگایا اور کافی دیر تک ہنستا چلا گیا

" بھنگ تو نہیں پی لی کہیں تو نے " کافی دیر بعد وہ ہنسی روکنے میں کامیاب ہوا تھا

" اس میں بھنگ پینے والی کیا بات ہے؟ "

" تم ایک لڑکی کے لیے ڈاکہ چھوڑو گے وہ ڈاکہ جو تم اتنے عرصے سے کر رہے ہو جو پیشے سے زیادہ تمہارا شوق ہے اور تم اسے چھوڑنے کی بات کر رہے ہو " ہدایت نے یاد دلایا

" تو اس میں اتنی حیرت کی کیا بات ہے ہدایت یہ ایک برا کام ہے جس کا مجھے احساس ہے اور اگر وہ لڑکی مجھے ملی تو میں برائی چھوڑ کر کوئی اچھا کام کروں گا "

" کہنا آسان ہوتا ہے لیکن یہ سب کرنا بہت مشکل ہے

کیوں مشکل ہے انسان اشرف المخلوقات میں سے ہے اور انسان کے لئے کچھ نہیں مشکل، انسان اگر جیتنا چاہے تو وہ جیت سکتا ہے "

" ایک لڑکی کے لیے تم اتنا آگے آئے ہو کہ اپنا سب کچھ چھوڑنے کے لیے تیار ہو، اور خدا سے اس کے لیے وعدے کرتے پھر رہے ہو دعائیں مانگ رہے ہو کہ وہ تمہاری ہو جائے یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ تم سے پیار نہیں کرتی یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ کسی اور کی منگیتر ہے کسی اور سے پیار کرتی ہے یہ جانتے ہوئے بھی کہ کچھ دن بعد اس کی شادی ہے، کمال کا کانفیڈنس ہے تمہارا، اگر تم اس ان دونوں کو جدا کرو گے تو کیا یہ غلط نہیں ہوگا؟ " ہدایت طنز کر رہا تھا۔

"نہیں میں غلط نہیں کروں گا میں اس غلط کام کو بہت اچھے طریقے سے کروں گا، وہ اس کا منگیتر کہتا ہے اسے اس لڑکی سے محبت ہے اور میں کہتا ہوں مجھے اس سے عشق ہے تو میں ایک گیم ترتیب دوں گا، جس میں ہم دونوں کی محبت کا امتحان ہوگا اگر وہ لڑکا اس آزمائش میں کامیاب ہوا تو میں بیچ میں سے نکل جاؤں گا لیکن اگر وہ ہار گیا تو حور کو میں جیتوں گا مجھے اس سے محبت ہے اور اپنی محبت پر یقین ہے اگر وہ میری ہوئی تو مجھے ضرور ملے گی"

"میں آج بھی کہتا ہوں تم اسے بھول جاؤ یہ عشق محبتوں کے چکر میں نقصان ہی ہوتے ہیں جیک"

"مشورے دینا بہت آسان ہوتا ہے لیکن کسی کی جگہ پر کھڑے ہو کر اس کے جذبات محسوس کرنا مشکل ہے"

"تم ڈاکو کے اس شعبے میں اپنی مرضی سے آئے تھے تب تمہیں شوق تھا لیکن آج پولیس تمہارے پیچھے ہے اب اگر تم یہ سب چھوڑ بھی دو گے تب بھی نہیں بچو گے" ہدایت اسے سمجھا رہا تھا۔

"پولیس کے ڈر سے میں خدا کو ناراض نہیں کر سکتا، خدا کو لے کر میری سوچ ہمیشہ الگ تھی ہدایت اور خدا معاف کر دے گا بڑے سے بڑا گناہ تو پولیس کی پرواہ نہیں ہے مجھے میں سب کچھ وہیں سے شروع کروں گا جہاں ختم کیا تھا" بھرائی ہوئی آواز میں وہ کہہ رہا تھا ہدایت لالٹین کی روشنی میں اس کے چہرے کو دیکھے جا رہا تھا جہاں صرف اطمینان تھا۔

"تم یہ سب چھوڑ دو گے چلے جاؤ گے اس شعبے سے اور میں میرا کیا ہوگا؟ میں کیسے اکیلے کام کروں گا میری بیمار ماں بن بیاہی بہن ان سب کا کیا ہوگا اور میری اپنی خواہشات؟" ہدایت اداس لہجے میں جیک سے سوال کر رہا تھا

"رزق کی فکر مت کرو رزق خدا نے دینا ہوتا ہے، ہم انسان ہمیشہ یہی غلطی کرتے ہیں چیزیں دینے والے کو چھوڑ کر چیزوں کے پیچھے بھاگتے ہیں، ایسا تو نہیں خدا ہمیں دینا بھول جائے یا ہمارے ساتھ ناانصافی کرے، خدا نے جب پیدا کیا ہے تو کیا وہ رزق نہیں دے گا پاگل، ہمارے علاوہ بھی تو کھربوں کی آبادی ہے اس زمین پر وہ سب کو رزق دیتا ہے ناں؟ جو ڈاکو نہیں ہے اور جو غلط طریقے سے پیسہ نہیں کماتے کیا وہ کھانا نہیں کھاتے کیا وہ سب بھوکے سو جاتے ہیں؟ جب خدا اتنی بڑی دنیا کو رزق دے رہا ہے تو ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ خدا اسی زمین پر رہنے والے ایک بندے کو بھول جائے؟ اور اسے بھوکا سونے دے؟

سوچو اگر ہم ڈاکہ نہیں ڈالیں گے یا حرام طریقے سے پیسے نہیں کمائیں گے تو کیا ہمیں کھانے کو روٹی نہیں ملے گی؟ کیا اس وقت ہم بھوکے سوتے تھے جب ہم ڈاکو نہیں تھے، کیا اس وقت خدا ہمیں رزق نہیں دیتا تھا؟ ہم انسان خدا کو بھول جاتے ہیں خدا ہمیں کبھی نہیں بھلاتا، ہزار نافرمانی ہزار ناراضگی کے باوجود وہ انسان سے روٹی نہیں چھینتا بس ہدایت چھین لیتا ہے؟ ہدایت قیمتی ہے یا روٹی؟ اگر تمہارے پاس ہے کھربوں کی دولت ہے اور ہدایت نہیں ہے ایمان نہیں ہے تو وہ دولت کس کام کی؟ اور اگر بالفرض تمہارے پاس صرف دو وقت کی روٹی ہے اور ہدایت بھی ہے تو تمہیں اور کیا چاہئے؟ اور تم بات کر رہے تھے خواہشوں کی تو تم مجھے بتاؤ کہ تمہاری کون سی خواہش ہے جو اس فیلڈ میں آنے کے بعد پوری ہوئی ہے، انسان کی خواہشات انسان کو خدا کے پاس کرتے ہیں اور دور کرتے ہیں۔ ایک خواہش پوری ہونے کے بعد ہم سوچتے ہیں ہماری ایک اور خواہش پوری ہو جاتی اس طرح تھوڑا اور تھوڑا اور کر کے ہم موت کے منہ میں پہنچ جاتے ہیں، ہمارے سامنے پیچھے شیطان ہوتا ہے آگے موت اور آس پاس خواہشیں کھڑی ہوتی ہیں شیطان، چلتے چلتے ہم موت کے منہ میں گر جاتے ہیں دنیا میں ایسے کتنے ہی لوگ، اچھا لوگوں کو چھوڑو عام انسانوں کو تو سائیڈ پر رکھو یہ بڑے بڑے بادشاہ دیکھ لو سیاست دان دیکھ لو جن کے پاس اتنی دولت ہے کہ ان کی سات پشتیں بھی بیٹھ کر کھائیں تب بھی دولت ختم نہیں ہوگی لیکن پھر بھی یہ جنگ لڑ رہے ہوتے ہیں مقابلے کی جنگ جانتے ہو کیوں؟ کیونکہ ان کی خواہشیں ان سے یہ سب کروا رہی ہوتی ہیں۔ ایک بات ہمیشہ یاد رکھو ضرورتیں فقیروں کی بھی پوری ہو جاتی ہیں اور خواہشیں بادشاہوں کی بھی ادھوری رہ جاتی ہیں یہ تھوڑا اور تھوڑا اور انسان کو جہنم کی طرف لے کر جا رہا ہوتا ہے، رزق کے پیچھے اپنا ایمان مت کھونا کبھی کیونکہ رازق تم نے پیدا نہیں کرنی رزق تمہارے لئے پیدا کیا جا چکا ہے اور رزق دینے کی ذمہ داری کسی اور کی ہے تم بس اپنے ایمان کی حفاظت کرو کیونکہ جب کسی سے ہدایت چھین لی جاتی ہے تو کچھ بھی باقی نہیں رہتا، یقیناً آج میری باتیں تمہیں ایک بورنگ لیکچر کے علاوہ کچھ نہیں لگیں گی لیکن زندگی کے کسی مقام پر جب پچھتاوا تمہارے سامنے ہوگا تب تم سمجھو گے جانتے ہو بڑھاپے میں ایک سٹیج ایسا ہوتا ہے جب انسان کے سامنے موت کھڑی ہوتی ہے پیچھے اپنے اعمال سے ڈر لگتا ہے دائیں بائیں پچھلی زندگی فلم سکرین کی طرح چلتی ہوئی نظر آتی ہے اور دوسرا کوئی آپشن بھی نہیں ہوتا اس وقت انسان خود کو نفس کی کٹھ پتلی محسوس کرتا ہے تب وقت انسان کے

ہاتھ میں نہیں ہوتا لیکن آج وقت تمہارے ہاتھ میں ہے ،آج شاید تم میری باتوں پر نہ سوچو لیکن کبھی جب سب ختم ہو چکا ہو گا تب سوچو گے اس وقت کسی نے صحیح راستہ دکھایا تھا اگر تھوڑی سی ہمت کرتا تو آج زندگی یہ نہ ہوتی آج میں یوں نہ پچھتا رہا ہوتا"

جیک سانس لینے کو رکا بنا بریک کے اتنی ساری باتیں کر کے وہ واقعی تھک چکا تھا، ہدایت اس کا منہ دیکھتا رہا

"سوچنا ضرور میرے یار" جیک اس کا کاندھا تھپتھپاتے ہوئے کھڑا ہوا اور اندھیرے میں کھلے دروازے سے باہر کی طرف جا رہا تھا ہدایت اسے دور تک دیکھتا رہا وہ سوچنے کے لئے آج بہت کچھ کہہ کر گیا تھا

☆......☆......☆

حور موبائل ہاتھوں میں لئے کھڑکی کے سامنے اداسی سے کھڑی تھی اور بار بار سکرین کی طرف دیکھ رہی تھی کہیں وردان کا میسج آ جائے لیکن نہیں دوسری طرف گہری خاموشی تھی ، وہ پچھلے دو دن سے مسلسل وردان کا نمبر ٹرائی کر رہی تھی میسجز کالز کر رہی تھی لیکن دوسری طرف نمبر آن ہونے کے باوجود بھی کوئی رسپانس نہیں تھا یہی بات اسے پریشان کر رہی تھی اس دن زویا کے نکاح فنکشن میں عرش کے موبائل سے بات ہونے کے بعد وردان نے دوبارہ بات نہیں کی۔

"کیا وہ ناراض ہے؟" اس نے خود سے پوچھا

"لیکن کیوں؟" جواباً سوال پوچھا گیا، کیونکہ کا جواب نہیں تھا اس کے پاس وردان اس کے ساتھ ایسا کیوں کر رہا تھا یہ وہ نہیں جانتی تھی لیکن کچھ تو غلط تھا۔

آج وہ یونیورسٹی بھی نہیں گئی اور کمرے میں بند تھی سلمی بیگم اور چھوٹی دو بار اسے دیکھنے آئیں تھیں لیکن اس نے سر درد کا بہانا بنا کر ٹال دیا، کھانا بھی نہیں کھایا تھا اس نے ، پریشانی بڑھتی جا رہی تھی اس معاملے کو وہ کسی کے ساتھ بھی ڈسکس نہیں کر سکتی تھی سوائے رانیہ کے ، اگلے دن یونیورسٹی میں اس نے رانیہ کے سامنے یہ بات ڈسکس کی اسے پارٹی میں ہونے والی شروع سے لے کر آخر تک ساری بات بتائی

"واو جیک آیا تھا تم سے ملنے" ساری بات کو چھوڑ کر رانیہ نے اپنے مطلب کی بات نکال کر اسے دیکھا

شٹ اپ رانیہ میں وردان کی وجہ سے پریشان ہوں" اس نے اپنا مسئلہ بتایا

"وہ میں تمہیں بعد میں بتاؤں گی پہلے اس رومانٹک ڈاکو کی کہانی سناؤ" اس نے رانیہ کو وارن کرتی نگاہوں سے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو" تم مار کھاؤ گی میرے ہاتھوں سے"

"او کے او کے اب زیادہ گھورو مت وردان کہیں مصروف ہوگا، تبھی جواب نہیں دیتا" رانیہ نے اندازہ لگایا

"لیکن ایسی بھی کیا مصروفیت کہ وہ دو پل نہیں نکال سکتا میرے لئے"

"وہ تمہارے ساتھ شادی کر کے اپنی پوری زندگی تمہارے نام کرنے والا ہے دو پل تو اس بیچارے کو سکون کا سانس لینے دو" رانیہ چپس کھاتے ہوئے کہہ رہی تھی اس سے کسی اچھی یا کام کی بات کی امید رکھنا بھی بےکار تھا

"میرا دل بہت گھبرا رہا ہے رانیہ جانے کیا ہوگا؟ وردان ادھر ناراض ہے اور ادھر جیک کی دھمکیاں؟ کچھ دن بعد شادی ہے جانے کیا ہوگا؟" وہ بے حد پریشان نظر آ رہی تھی

"تم ٹینشن مت لو تمہارے لیے جو بہتر ہوگا تمہارے ساتھ وہی ہوگا تم یہ سارا معاملہ خدا کے سپرد کردو اور خود بیچ میں سے نکل جاؤ جو ہونا ہوگا وہی ہوگا" رانیہ نے شاید زندگی میں پہلی بار کوئی اچھی بات کی تھی ٹھیک ہے میں ایسا ہی کرتی ہوں لیکن میری گھبراہٹ پھر بھی کم نہیں ہوگی" رانیہ کھڑی ہوئی وہ بھی ساتھ کھڑی ہوئی تھی

" ویسے سوچو کتنا مزا آئے گا تمہاری سٹوری بالکل کسی فلم کی طرح ہے میں تو اس دوران ٹی وی چھوڑ کر تمہارے ڈرامے انجوائے کروں گی" اس نے کتاب اٹھا کر رانیہ کے سر پر دے مارا، دن میں اگر وہ کوئی چول نہ مارے تب تک اس کو روٹی ہضم نہیں ہوتی تھی

☆......☆......☆

اندھیرے میں چلتی ہوئی وہ لڑکی ایک بہت بڑی حویلی کے سامنے آ کر رک گئی چاند کی روشنی میں اس کا عکس نمایاں تھا وہ بہت بڑی حویلی تھی جس پر چاندی کا کام ہوا تھا تبھی تو اسے چاند محل کے نام سے جانا جاتا تھا لیکن وہ چاند محل اپنے اندر گہرے راز لئے ہوئے تھا کچھ ایسے بھیانک راز دفن تھے اس چاند محل میں کہ اسے اندر قدم رکھنے سے ہی وحشت ہونے لگی وہ حویلی اس وقت تاریکی اور گہری خاموشی میں ڈوبی ہوئی تھی بے اختیار اس لڑکی کے گالوں پر نمی آئی سامنے کچھ بھی نہیں تھا لیکن اسے بہت کچھ دکھائی دے رہا تھا ایک ایسا منظر جو بے حد خوفناک تھا سامنے لالی کی لاش تھی سفید کفن میں لپٹی لاش جو اس حویلی کے مکینوں اور اپنی بیٹی سے انصاف مانگ رہی تھی

یہی وہ چاند محل تھا جس میں تڑپ تڑپ کر اس کی ماں نے جان دی تھی یہی وہ عمارت تھی جس میں داخل ہونے کے لیے اس کی ماں کو اتنی بڑی قیمت چکانی پڑی تھی۔اور آج اس لالی کی ایک بیٹی سمر اس حویلی کے سامنے کھڑی تھی جہاں موت کا کھیل کھیلا گیا تھا

میں آ گئی ہوں ماں "اس نے آنکھوں سے آنسوؤں صاف کیئے۔

میں آپ کو انصاف دلا کر رہوں گی اور آپ کے قاتلوں کا نام ونشان تک مٹا دوں گی" سسکتی ہوئی سمر خود سے کہہ رہی تھی کوئی ٹارچ لیئے اس کے پاس چلتا ہوا آ کر رک گیا

اے لڑکی کون ہو تم ؟" کسی مرد کی آواز نے اس کی توجہ کھینچی اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا سامنے ایک بوڑھا آدمی پرانے کپڑوں میں ملبوس اسے ٹارچ لگائے دیکھ رہا تھا۔

یہ چاند محل ہے؟"اس نے مدھم آواز میں پوچھا وہ یہاں کیا کرنے آئی تھی اور اس کا مقصد کیا تھا یہ وہ کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی

ہاں چاند محل ہے لیکن آپ کون؟" وہ بوڑھا شاید چاند محل کا کوئی پرانا چوکیدار تھا اس کی آواز میں بھرپور کرختگی تھی سمر نے ایک بار پھر اس کے سوال کو نظر انداز کر دیا

چوہدری دسمبر طلال یہیں رہتے ہیں" بوڑھے چوکیدار نے غور سے اسے دیکھا جیسے کچھ جانچ رہا ہو

نہیں وہ یہاں رہتے تھے لیکن کچھ عرصہ پہلے ہی وہ لوگ شہر چلے گئے انہوں نے ایک نئی بلڈنگ بنوائی" چوکیدار کی بات سن کر اسے صدمہ لگا وہ جس شخص کو ڈھونڈنے آئی تھی وہ یہاں نہیں تھا

کیا آپ مجھے ان کا ایڈریس دے سکتے ہیں؟" جاتے جاتے اس نے پوچھا اس بوڑھے چوکیدار نے اسے زبانی سمجھا دیا اور وہ تیزی سے چلتی ہوئی گاڑی کے پاس آئی

تو تم بھاگ گئے دسمبر طلال چوہدری" وہ استہزائیہ مسکرائی

تمہیں کیا لگتا ہے کسی کو قتل کر کے تم بڑی آسانی سے خود کو بچا سکو گے، ناممکن اس زمین پر تم جہاں کہیں بھی ہوئے تمہیں ڈھونڈ نکالوں گی تم سے بہت بڑا احساب لینا ہے" غصے سے کہتی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی

☆......☆......☆

عشان اپنے کمرے میں اداسی سے لیٹا چھت کو دیکھ رہا تھا دادی اماں چلتی ہوئی اس کے کمرے میں آئیں اور اس کے پاس بیٹھ گئیں، وہ ان کی اداسی کو سمجھ سکتی تھیں اپنے بیٹے کی آنکھوں میں برسوں پرانی وہ اداسی ایک ماں سے بڑھ کر اور کوئی نہیں سمجھ سکتا تھا۔

"عشان تم کیوں اداس ہو بیٹا" وہ اس کے گالوں پر ہاتھ رکھ کر بولیں عشان نے اپنا سر ان کی گود میں رکھ دیا

"ماں جب اپنی جانتی ہیں پھر کیوں پوچھتی ہیں بار بار" وہ دردناک انداز میں کہہ رہا تھا۔

"کیونکہ میں نہیں دیکھ سکتی تمہیں اس حال میں برسوں پرانی بات کو تو نے اس طرح دل سے لگا لیا کہ تجھے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا، لالی نے تمہارے ساتھ بے وفائی کی دھوکہ دیا تمہیں لیکن اب وہ اس دنیا میں نہیں ہے اور تم آج بھی اس کی بے وفائی کو دل سے لگا کر بیٹھے ہو" وہ ماں تھیں اور اپنے بیٹے کو اس حال میں کیسے دیکھ سکتی تھیں بھلا۔

"کیا کروں ماں اس لڑکی نے جو درد دیا ہے وہ آج بھی ویسے ہے وہ زخم میں بھلا نہیں سکتا، میری محبت اور بچپن کی دوستی کی توہین کر کے گئی ہے وہ لڑکی میری محبت اسے کبھی معاف نہیں کر سکتی" اس کی آنکھوں کے سامنے لالی کی تصویر آ گئی، وہ معصوم سی بچپن میں اڑتی کودتی اس کی دوست یوں اچانک اس کے ساتھ دھوکہ کر گئی یہ اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا

"ارے میں کہتی ہوں شادی کر لو عشان" اس کی ماں نے اسے وہی مشورہ دیا جو وہ ہمیشہ سے دیتی تھیں وہ مسکرایا زخمی سا امی میں نے اس کے علاوہ نہ کبھی کسی کے بارے میں سوچا ہے نہ ہی کبھی سوچ سکتا ہوں، یہی سزا ہے میری محبت کی ایک لڑکی پر بھروسہ کرنے کی" وہ خود پر غصہ تھا

"تم میری بات کبھی نہیں سنو گے" انہوں نے شکوے سے بیٹے کو دیکھا اور کھڑی ہوئیں

"کھانا کھایا تم نے؟" جاتے جاتے پوچھا۔ عشان کی خاموشی نے ان کو جواب دے دیا وہ کمرے سے باہر نکلیں اور کچن میں چلی آئیں سامنے حور رات کے کھانے کا بندوبست کر رہی تھی

"حور سنو کھانے کی ٹرے لے کر عشان کے کمرے میں جا کر دے آؤ"

دادی نے اسے حکم صادر کیا وہ سر اثبات میں ہلا کر فریج سے کھانا نکالنے لگی دادی وہیں کھڑی تنقیدی نگاہوں

سے سب چیزوں کو جائزہ لینے لگیں

"سنو تم آج رات یہیں رک جانا گھر میں بہت سارا کام بکھرا پڑا ہے زویا اور غزل کے ساتھ مل کر سارے کام ختم کرو" دادی مزید کہہ کر کمرے سے باہر چلی گئیں وہ کھانا لے کر عشان نور کے کمرے کے پاس پہنچی دستک دے کر اندر داخل ہوئی، اس وقت عشان پاؤں دراز کیئے بیڈ پر لیٹا تھا ان کے ہاتھوں میں کوئی میگزین تھا جس کے اوراق وہ الٹ رہے تھے

"اسلام وعلیکم" اس نے مدھم آواز میں سلام کیا، دوپٹہ کاندھے پر پڑا تھا عشان نے بڑی خوش دلی سے اس کے سلام کا جواب دیا

"کیسی ہو بیٹا" انہوں نے مزید پوچھا وہ کھانا ان کے پاس لے گئی

"جی الحمد للہ آپ کیسے ہیں؟ "اس نے جواباً ان کی طبیعت پوچھی

"آپ کہاں سے ہو بیٹا؟" عشان کو اس لڑکی کے سلجھے ہوئے انداز اور سلیقے نے بے حد متاثر کیا، وہ پڑھی لکھی اور کسی اچھے گھر کی لڑکی معلوم ہو رہی تھی

"جی یہیں پاس ہی ہے میرا گھر" جواب دے کر وہ کمرے سے باہر نکلی عشان نور بڑی دیر تک خالی دروازے کو دیکھتے رہے اس چہرے کے پیچھے ان کو کوئی اور چہرہ یاد آیا تھا وہ بھی ایسی ہی تھی۔

حور اس رات چوہدری ہاؤس رکی تھی لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی وہ رات اس کے لیے بہت ہی خطرناک ثابت ہوگی۔ دیر رات تک وہ زویا کے ساتھ مل کر گھر کے کام ختم کرنے کی کوشش کرتی رہی وہ کام جو نکاح کی وجہ سے بکھرے پڑے تھے اور جب وہ سونے کے لیے کمرے میں آئی تو اس وقت رات کے دس بج رہے تھے. سونے کے لیے اس کمرے کا اسے دادی نے بتایا تھا زویا کی نکاح والی رات بھی وہ اسی کمرے میں رکی تھی، کمرے میں داخل ہونے کے بعد اس نے دروازہ اچھی طرح سے بند کر دیا، سردیوں کے اختتامی دن تھے آہستہ آہستہ گرمیوں شروع ہو چکی تھیں وہ جس کمرے میں تھی وہ کمرہ دوسری منزل پر تھا اس نے سونے سے پہلے کھڑکی کو کھول دیا ٹھنڈی ہوا اندر آنے کے لیے بے تاب تھی کھڑکی کھلتے ہی ہوا کو اندر آنے کا موقع ملا تھا، دور سے آسمان پر چمکتا ہوا چاند دکھائی دے رہا تھا جو ہزاروں ستاروں کے بیچ اکیلا کھڑا تھا۔ سامنے ٹیبل پر جگ گلاس رکھے ہوئے تھے

اوران کے بالکل قریب ہی ٹرے میں کچھ فروٹس اور چاقو رکھا ہوا تھا ایک گلاس پانی کا پی کر اس نے جگ واپس رکھ دیا، اور سونے کے لیے بستر پر آ گئی۔ لائٹ آف کر دیا دن بھری کی تھکی تھی سوتے ہی نیند کی آغوش میں چلی گئی جانے کتنی ہی دیر وہ نیند کی وادی میں گم رہی لیکن اچانک اس کی آنکھ کھلی اسے کمرے میں کسی آہٹ کا احساس ہوا ہڑبڑا کر وہ اٹھ بیٹھی کسی کے سانسوں کی آواز اسے اس رات کی خاموشی میں واضح سنائی دینے لگی وہ مزید گھبرا گئی پاس پڑے دوپٹے سے اس نے پسینہ صاف کیا اور گھبراتے ہوئے چاروں طرف دیکھنے لگی ہر طرف اندھیرا تھا پورے کمرے میں صرف چاند کی روشنی ہی تھی اس نے لیمپ آن کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کھڑکی کے پاس ایک ہیولہ دکھائی دیا، گھبراہٹ میں اس نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور جھٹکا کھا کر کھڑی ہوئی اس کی سانس اٹکنے لگی دھڑکن تیز ہوگئی کوئی کھڑکی کے پاس کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا

" کہ...... کہ...... کون ہو تم ؟" اس کی لرزتی ہوئی آواز پورے کمرے میں سنائی دی، دوسری طرف سے کوئی جواب نہیں آیا وہ جو بھی تھا آہستہ آہستہ سے چلتے ہوئے اس کے پاس آنے لگا وہ مزید ڈر گئی

کون ہو " اس بار وہ ذرا زور سے چلائی سامنے والے شخص نے ہاتھ بڑھا کر اس کے منہ پر رکھ دیا وہ دیوار سے جا لگا، وہ شخص بھی اس کے منہ پر ہاتھ رکھے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا

خاموش کیا کر رہی ہو سب کو جگاؤ گی کیا ؟" اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں اس آواز کو تو وہ اچھی طرح پہچان سکتی تھی

" جیک " اس کے دل سے جیسے آہ نکلی

" یار کتنا شور کرتی ہو آپ، اتنا شور تو وہ لوگ بھی نہیں کرتے جن کو ہم لوٹنے جاتے ہیں آپ سے تو محبت ہے پھر...... " جیک نے اسے مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا وہ ہل بھی نہیں پا رہی تھی جیک کے چہرے پر نقاب تھا، جو شاید وہ پولیس کی ڈر سے پہن کر آیا تھا ایک لمحے کے لیے اس نے حور کے منہ پر سے اپنا ہاتھ ہٹایا تا کہ وہ سانس لے سکے،

" آپ یہاں کیسے؟" حور زور سے چلائی

" اف یار آپ کوئی بات بنا چلائے نہیں کر سکتیں کیا؟"

"چلے جائیں یہاں سے"

"او کے لیکن تھوڑا دیکھنے تو دو اتنی دور سے آ رہا ہوں پولیس والوں سے بچ بچا کر صرف آپ کے لیے یہاں آیا ہوں"

"آپ جاتے ہو یا میں......؟" وہ گھبراتی ہوئی کہہ رہی تھی اس کے بال بکھر چکے تھے

"یا میں کیا؟"

"یا میں چیخ چیخ کر سب کو اکھٹا کرتی ہوں" حور نے دھمکی دے کر چلانا شروع کر دیا

"کوئی ہے بچاؤ مجھے ڈاکو ہے" وہ چلانے لگی جب جیک نے ایک بار پھر اس کا منہ پر ہاتھ رکھا

"کتنی پاگل لڑکی سے محبت ہو گئی مجھے، میں اتنی دور سے اتنا رسک لینے صرف آپ کے لیے آیا ہوں اور آپ یہ بار بار چیخ کیوں رہی ہو؟ میں انسان ہوں کوئی کاکروچ تھوڑی ہوں" حور پھٹی ہوئی خوفزدہ نگاہوں سے اسے دیکھے جا رہی تھی وہ اس کے بہت قریب کھڑا سرگوشی کے انداز میں بول رہا تھا

"مجھے دیکھو میں کوئی چیخ رہا ہوں حالانکہ آپ کا یہ معصوم چہرہ مجھے بار بار گھائل کر رہا ہے" حور کی آنکھوں سے خوف کے مارے آنسوؤں آ گئے، جیک کا ہاتھ گیلا ہوا تو اس نے حور کو آزاد کیا حور اسے زور سے دھکا دے کر میز کی طرف گئی اس کی نظر چاقو پر پڑی اس نے تیزی سے چاقو اٹھایا جیک اچانک رونما ہونے والے اس منظر سے بالکل چونک گیا حور چاقو ہاتھوں میں مضبوط سے لئے اس کی طرف تُوک کر کے کھڑی ہو گئی

"او تیری خیر میری لیڈی ڈان اسے رکھ واپس یہ بچوں کی چیز نہیں ہے" وہ دو قدم آگے بڑھا حور چلائی

رک جائیں وہیں اگر ایک قدم بھی آگے آئے تو میں مار دوں گی" جیک نے اسے تاسف سے دیکھا اس لڑکی سے وہ شدید محبت کرتا تھا

"اس چاقو کی کیا ضرورت آپ ایک بار مسکرا کر میری طرف دیکھیں میں نے ویسے بھی بے ہوش ہو جانا ہے" دل پر ہاتھ رکھ کر وہ کسی رومانٹک ہیرو کی طرح کہہ رہا تھا

"کہا ناں میں نے آگے مت آنا" وہ دانت پیس کر کہہ رہی تھی

"او کے او کے، سرینڈر کرتا ہوں میں محترمہ لیکن اب آپ اس چاقو کو نیچے رکھ دیں کہیں لگ جائے گی

آپ کو" وہ ایسے کہہ رہا تھا جیسے حور کو چھوٹی بچی ہو اور وہ اسے بچوں والے انداز میں ہی سمجھا رہا تھا

" جاؤ آپ یہاں سے " وہ تیزی سے آگے بڑھا حور بوکھلا گئی جیک نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور اس سے چاقو چھیننے کی کوشش کرنے لگا

" یہ چاقو چھوڑیں لگ جائے گی آپ کو کہیں میں جا رہا ہوں " حور نے چاقو نہیں چھوڑی وہ دونوں اب باقاعدہ ایک دوسرے کے ساتھ چاقو چھیننے کی کوشش کر رہے تھے اس دوران چاقو کی تیز دھار جیک کے بازو کو چھو کر نکل گئی اور جیک کے منہ سے ہلکا سا ایک چیخ نکلا وہ اس وار کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھا، حور کے ہاتھ بھی رک گئے اس نے مزاحمت ترک کر دی وہ اسے چاقو مارنا نہیں چاہتی تھی لیکن لگ گئی، اب کیا ہو سکتا تھا خون کی دھار زمین پر گرنے لگی جیک گھور کر اسے شکوے سے دیکھنے لگا، چاقو چھوٹ کر زمین پر جا گرا دروازے پر باہر سے تیز تیز دستک ہونے لگی

" حور دروازہ کھولو " باہر بہت ساری آوازیں تھیں انہوں نے شاید حور کے چیخنے کی آوازیں سن لیں تھیں، حور کے ساتھ ساتھ جیک بھی گھبرا گیا

" تمہیں تو میں شادی کے بعد دیکھ لوں گا پاگل لڑکی " جیک اسے دھمکی دیتا کھڑکی سے کود کر باہر نکل گیا وہ تھوک نگل کر دروازے کی طرف گئی اس نے دروازہ کھولا، سامنے دادی خدیجہ تابندہ بیگم سب کھڑی تھیں، وہ اندر کمرے میں آئیں انہوں نے حور کو دیکھا جو بے حد گھبرائی ہوئی تھی

" کیا ہوا حور " خدیجہ بیگم نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا

" وہ......وہ.. ڈاکو...... " سب کے چہروں کے تاثرات بدل گئے انہوں نے حیران ہو کر حور کو اور پھر فرش پر گرے خون کو دیکھا، زویا غزل اور شاہ نور بھی وہیں آ گئے۔

" کیا کہا ڈاکو؟ یہاں کوئی ڈاکو آیا تھا کیا؟" دادی نے حیرانی سے اسے دیکھا حور نے سر اثبات میں ہلا دیا وہ بے حد گھبرائی ہوئی تھی

" ڈاکو او میرے اللہ " حسینہ پھپھو نے کان پکڑ لئے

اے کم بخت کا بیڑہ غرق ہو، میں پوچھتی ہوں وہ بد بخت ڈاکو یہاں تک آیا کیسے؟" دادی نے اسے دیکھا

تم ٹھیک تو ہو بیٹا" خدیجہ بیگم نے آگے بڑھ کر اس کے گال چھو کر پوچھا،

شاہ نور پولیس کو فون کرو" دادی نے حکم صادر کیا شاہ نور سر اثبات میں ہلا کر جانے لگا جب تابندہ بیگم نے پیچھے سے کہا

اتنی رات کو پولیس کہاں ایکشن لی گی میں کہتی ہوں صبح آرام سے رپورٹ لکھوائیں گے،" تابندہ بیگم کی بات چونکہ معقول تھی اس لئے سب نے ان کا مشورہ قبول کر لیا، اسی وقت بھاگتے ہوئے دروازے کے سامنے عرش چوہدری بھی نمودار ہوئے، اس نے کھلی شرٹ پہنی تھی ایسا معلوم ہو رہا تھا وہ نیند سے بیدار ہو کر فوراً ادھر آیا اور اس وقت سب کو جمع ہوئے دیکھ کر وہ حیران ہوا

وٹ ہیپنڈ؟ سب ٹھیک تو ہے ناں؟ اس نے سب کے تاثرات دیکھے، بے حد سنجیدہ تاثرات

بلے حور کے کمرے میں ایک ڈاکو آیا ہے، اللہ جانے وہ کم بخت کیا لینے آیا تھا"

واٹ؟" عرش کو شاک لگا جیسے، پھر اس نے حور کی طرف دیکھا، ڈری سہمی ہوئی کانپتی وہ لڑکی

کیا لینے آیا تھا کیا مطلب اماں، ڈاکو تھا تو یقیناً پیسے اور زیورات لینے آیا ہوگا" حسینہ پھپھو نے دادی کی بات پر ناک چڑھائی

اچھا اب رات کافی ہو چکی ہے، سب جا کر سو جاؤ اس معاملے پر صبح بات ہوگی" خدیجہ نے محفل برخاست کی

لڑکی تم ذرا دھیان سے سویا کرو اور یہ کھڑکی کیوں کھلی ہے چاند کا دیدار کر رہی تھی کیا، کھڑکی بند کرو اور کوئی قرآنی آیات پڑھ کر سویا کرو" دادی نے اسے گھور کر دیکھا اور ٹوکتے ہی باہر جانے لگیں سب ایک ایک کر کے جانے لگے، غزل جو حور کو گھور کر مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہی تھی چلتی ہوئی اس کے پاس آئی عرش بھی وہیں کھڑا تھا۔

تعجب ہے ناں حور، اس گھر میں پہلی بار ڈاکو آیا وہ بھی تمہارے روم میں جس میں تم سوئی تھیں، جیسے اس ڈاکو کو پہلے سے ہی پتا ہو کہ آج رات تم یہیں ہمارے گھر اسی کمرے میں سونے والی ہو" وہ طنزیہ انداز میں کہہ رہی تھی حور اس کی باتوں کا مطلب بخوبی سمجھ رہی تھی عرش نے بھی حیران ہوتے ہوئے غزل کو دیکھا

" تم کہنا کیا چاہتی ہو غزل" حور سے تو بولا ہی نہیں جا رہا تھا یہ سوال عرش نے ہی غزل سے پوچھا، غزل

مسکراتی ہوئی عرش کی طرف گھومی

دیکھوناں یہ سب مجھے اتفاق تو نہیں لگ رہا، ہوسکتا ہے وہ کوئی ڈاکو نہ ہو یا پھر محترمہ کا کوئی لور ہو" حور کی دھڑکن تیز ہوگئی عرش کا چہرہ لال ہوگیا ایسی بات کی امید غزل سے ہی کر سکتا تھا وہ

شٹ اپ غزل تم ایسی بات سوچ بھی کیسے سکتی ہو؟" غصے سے اس نے غزل کو دیکھا

کیونکہ حالات تو یہی دکھا رہے ہیں، مجھے نہیں لگتا کہ وہ کوئی ڈاکو ہوگا، مجھے تو اس لڑکی پر شک ہے یقیناً اس نے اپنے کسی بوائے فرینڈ کو یہاں بلوایا ہوگا یہ سوچ کر کہ اتنا بڑا گھر ہے اور اس کے ساتھ ....

گیٹ لاسٹ غزل" عرش اونچی آواز میں دھاڑا، اس کے کان کی لو تو سرخ ہو چکی تھی غزل اسے اور حور کو گھورتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی اس کے انداز سے ہی لگ رہا تھا وہ اپنی یہ توہین وہ بھی ایک نوکرانی کے لیے کبھی نہیں بھلا سکے گی عرش نے حور کو دیکھا اور فرش پر بکھرے خون کو وہ آہستہ سے چلتا ہوا اس کے پاس آیا

" تم ٹھیک تو ہوناں؟" اس نے حور سے پوچھا، حور نے سر اثبات میں ہلایا لیکن وہ ابھی تک ڈری ہوئی تھی عرش نے بیڈ پر پڑا اس کا دوپٹہ اٹھایا اور اس کے ہاتھ میں دے دیا،

" ڈونٹ وری ٹینشن نہ لو کوئی آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکے گا" عرش اسے حوصلہ دے رہا تھا پھر اس نے جا کر کھڑکی بند کر دی حور ابھی تک ڈری سہمی وہیں کھڑی تھی،

" سو جائیں اب کوئی نہیں آئے گا" حور نے خشک نظروں سے اسے دیکھا جو بے حد سنجیدہ لگ رہا تھا، پچھلے کچھ دنوں والے عرش سے آج سامنے کھڑا عرش بہت مختلف تھا

" میں ہوں ناں" حور نے سر اثبات میں ہلایا آج تک وہ جس سے سب سے زیادہ ڈرتی تھی آج وہی اسے حوصلہ دے رہا تھا اس کا محافظ بن رہا تھا،

" ابھی آپ نے سو جانا ہے کسی ڈاکو کے بارے میں نہیں سوچنا، اب آپ کے کمرے میں کوئی نہیں آئے گا اس کی ذمہ داری میری" اس کی طرف بنا دیکھے کہہ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا، حور کا دل ابھی تک تیز تیز دھڑک رہا تھا وہ آکر بیڈ پر لیٹ گئی لیکن آج کی رات اسے نیند نہیں آنی تھی اس نے طے کر لیا یہ جیک والا سارا معاملہ وردان کو بتائے گی کیونکہ یہ بات اب کافی بڑھ چکی تھی، وردان ایک آرمی آفیسر تھا وہی اس بات کا بہتر حل نکال

سکتا تھا لیکن وہ بھی تو بات نہیں کر رہا تھا اس کا جواب نہیں دے رہا تھا....... ؟ مختلف خیالوں میں گھری وہ کافی دیر تک جاگتی رہی اس نے فیصلہ کر لیا وہ آئندہ کسی کے گھر نہیں سوئے گی اپنا گھر اپنا ہوتا ہے، جانے کب اسے نیند آئی تھی

☆......☆......☆

وہ دن بہ دن اداس ہوتی چلی جا رہی تھی شادی میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا ایسے موقعوں پر عموماً لڑکیاں خوش ہوتی ہیں لیکن وہ پریشان تھی جہاں پریشانی کی ایک وجہ جیک تھا وہیں وردان کی بے رخی اسے درد دے رہی تھی جب پتا نہیں ہوتا کہ کوئی کیوں ناراض ہے تو اسے منایا کیسے جائے؟ وردان ناراض تھا وہ بھی شادی سے کچھ دن پہلے جانے کیوں ناراض تھا اور یہ بھی کوئی ناراض ہونے والے دن تھے، وہ جتنا سوچ رہی تھی اتنا ہی الجھتی چلی جا رہی تھی صبح مامی آئیں تھیں خوشی خوشی انہوں نے وردان کے آنے کی خبر سنائی تھی وہ دو دن تک آ رہا ہے شاید، مامی نے تو اپنے گھر میں خوشیاں منانا شروع بھی کر دیں اکلوتا بیٹا تھا وہ خوب خوش تھیں، ادھر چھوٹی اور سلمٰی بیگم بھی بہت خوش تھیں ایک وہ ہی اداس تھی، وردان کال اٹینڈ کرتا نہیں تھا اب تو اس سے سامنے بات کی جا سکتی تھی۔ وہ مصروف ہے یہ بات تو وہ کسی بھی طور پر ماننے کو تیار نہیں تھی وہ اس کے بچپن کا سب سے اچھا دوست ہے اور ایسی بھی کیا مصروفیت تھی کہ وہ پانچ منٹ نکال کر بات نہیں کر سکتا تھا بات یقیناً کچھ اور تھی اس کے دل میں کچھ اور چل رہا تھا، اماں نے بھی گھر میں تیاریاں شروع کر دیں تھیں، وہ چھوٹی کو لے کر بازار کچھ شاپنگ کرنے گئیں تھیں شام کے وقت جب وہ کام کے لیے نکلنے والی تھی تب اماں نے پیچھے سے کہا تھا

"موقع دیکھ کر اپنی مالکن سے چھٹی کی بات کر لینا، اب تو گھر میں ہی رہ ایک ہفتے بعد تو شادی ہے اور شادی کے بعد تو تم ویسے بھی کام پر نہ جا سکو گی پھر میں یا چھوٹی دیکھ لیں گے کام کو" اس نے اماں کی بات پر سر اثبات میں ہلایا، اماں نے مزید کہا

اور ہاں یونیورسٹی سے بھی چھٹی لے لینا" وہ گھر سے باہر نکلی اور چند قدم کا فاصلہ طے کر کے چوہدری ہاوس داخل ہوئی، سامنے ہی دادی مالی کی نگرانی کرتے ہوئے ان کو گائیڈ کر رہی تھیں۔ وہ سیدھا ان کے پاس گئی

" کیسی ہو لڑکی" دادی نے مسکراتے ہوئے پوچھا

جی ٹھیک آپ سنائیں"

"ارے کم بخت تیز تیز ہاتھ چلا کھاتا نہیں ہے کیا؟" مالی کو جھاڑ پلا کر دادی اس کی طرف گھومی

"ٹھیک ہوں" پھر وہ حور کے ساتھ چلتی ہوئی لان میں رکھی کرسیوں کی طرف جانے لگیں

"اور سنو آج گھر کا راشن سارا لانا ہے میں تمہیں لسٹ بنا کر دیتی ہوں تم ڈرائیور کے ساتھ چلی جانا ٹھیک ہے؟" دادی نے اس سے کہا اس نے سر ہلایا عین اسی لمحے عرش گاڑی کی چابی گھماتا ازلی لوفرانہ انداز میں گنگناتے ہوئے گھر کے بڑے دروازے سے باہر نکلا، اور کار کی طرف بڑھ کر دروازہ کھولنے ہی والا تھا جب دادی نے آواز دی۔

"او بلے سن ذرا" دروازہ کھولتا اس کا ہاتھ رک گیا، چلتا ہوا وہ دادی کے پاس آیا وہ بھی وہیں پاس کھڑی تھی عرش نے سرسری سا اسے دیکھا پھر دادی کی طرف

"بلے تم اس وقت کہاں جا رہے ہو؟"

"بلے نہیں کہا کریں مجھے دادی" اس کا وہی پرانا مسئلہ۔ دادی نے برا منہ بنایا

"اوئے تو میرا اچنا منا ہے تمہیں لاڈ نہیں کروں گی تو اور کسے کروں گی اچھا بتا کہاں جا رہا ہے؟" دادی نے اس کے دونوں ڈبل روٹی جیسے گال کسی کپڑے کی طرح کھینچ کر اس سے پوچھا تھا اس نے جواباً ناگواری سے دادی کا ہاتھ گالوں سے ہٹایا، اس کے نچلے ہونٹ تلے جو کالا چھوٹا سا تل تھا سورج کی سنہری روشنی میں مزید واضح نظر آ رہا تھا

"دادی میں وہ اپنے دوستوں......." دادی نے اس کی بات کاٹی

"تو جو بھی جہاں بھی رہا ہے اس سے مجھے مطلب نہیں ہے بلے لیکن تو اس لڑکی کو اپنے ساتھ لے جا گھر کا کچھ راشن خریدنا ہے" جہاں حور دادی کی بات سن کر حیران اور پریشان ہوئی وہیں عرش کے تاثرات بھی بالکل ایسے تھے۔

"ارے نہیں نہیں... مہ ......مہ... میں کیسے؟" وہ گڑبڑا گیا، دراصل وہ حور کو اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہ رہا تھا۔ "میرا مطلب ہے مجھے ہائی وے روڈ کی طرف جانا ہے اس طرف نہیں آپ کسی ڈرائیور سے کہہ دیں یا

شاہ نورا سے لے جائے گا" اس نے فوراً ہاتھ کھڑے کیے حور نے سکون کا سانس لیا، غزل بھی وہیں ان کے پاس آ گئی۔

" کہیں جا رہے ہو عرش ؟" اس نے عرش کے ہاتھ میں چابی دیکھ کر پوچھا، عرش نے ناگواری سے اسے دیکھا غزل کی عادتوں کو وہ ہمیشہ سے ناپسند کرتا تھا اس کے بولنے چلنے پھرنے کپڑے پہننے کا انداز نہایت بولڈ تھی شرم وحیا جیسے اسے چھو کر ہی نہیں گزری تھی کسی بھی لڑکی کا یہ انداز وہ کبھی برداشت نہیں کرتا تھا اور غزل تو ہمیشہ اس پر لٹو ہوتی تھی اس کے آگے پیچھے گھومتی تھی۔

" ہاں وہ میں ذرا کام سے باہر جا رہا ہوں" دادی کے سامنے اس نے اپنی ناگواری چھپائی اور منہ دوسری طرف موڑ کر جواب دیا۔

" اوہ دیٹس گڈ میں بھی باہر جا رہی تھی کلب کی طرف تو مجھے بھی ڈراپ کر دو"

" آئے ہائے کمبخت یہ کہنے سے پہلے تیری زبان کیوں نہیں کٹی، ایسے کام چوہدریوں کی بیٹیوں کو زیب نہیں دیتے" دادی نے اسے ٹوک دیا دادی ہمیشہ اس کے نئے زمانے کے خیالات سے تنگ تھیں اور اس کے پیچھے پڑی رہتی تھیں غزل نے ناگواری سے دادی کو دیکھا لیکن جواب کے لیے عرش کی طرف دیکھ رہی تھی حور بھی وہیں کھڑی تھی۔

" سوری غزل میں ان کے ساتھ مارکیٹ جا رہا ہوں گھر کا کچھ سامان لینے" عرش نے حور کی طرف دیکھا، دادی بھی اس کی بات پر حیران ہو کر اسے دیکھنے لگیں عرش نے غزل کے ساتھ جانے سے زیادہ تو حور کے ساتھ جانے میں بہتری جانی کیونکہ جب بھی وہ غزل کے ساتھ کہیں اکیلے جاتا تو وہ عجیب عجیب حرکتیں کرتیں، کبھی اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھتی کبھی اس کا ہاتھ پکڑ لیتی انہی حرکتوں کی وجہ سے وہ اسے زیادہ ساتھ نہیں لے جاتا تھا

: چلیں" عرش نے حور کی طرف دیکھا غزل اور دادی سے نظریں چراتا وہ باہر کی طرف جانے لگا، حور کے پاس اب بچنے کا کوئی آپشن نہیں تھا دادی نے سامان کی لسٹ اسے دی اور وہ عرش کے پیچھے پیچھے چل پڑی، غزل کافی دیر تک جلے دل کے ساتھ ان دونوں کو باہر جاتے ہوئے دیکھتی رہی۔

وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئی عرش سنجیدگی سے ڈرائیو کرتا رہا اس نے کوئی بات نہیں کی حور نے اپنی طرف سے بھی

کوئی بات نہیں کی اس سے، اسی سنجیدگی کے ساتھ انہوں نے راشن لیا، راشن لینے اور اٹھانے کا سارا کام عرش نے خود ہی کیا تھا واپسی بھی اسی سنجیدگی اور خاموشی سے ہوئی تھی۔

اس وقت وہ دونوں یہ نہیں جانتے تھے نادانستہ طور پر وہ کتنی بڑی غلطی کر چکے ہیں، غزل ایسی لڑکی نہیں تھی جو اپنی بے عزتی بھول کر دوسروں کو معاف کر دیتی وہ تابندہ بیگم اور ارمان چوہدری کی بیٹی تھی بدلہ لینا خوب جانتی تھی اس رات جب ڈاکو آئے تھے تب بھی عرش نے اس کے ساتھ ایسا ہی بے ہو کیا تھا اور آج بھی ویسا ہوا، اس نے حور کو معاف نہیں کیا اور نہ ہی کر سکتی تھی ان دونوں واقعات سے پہلے بھی حور سے اس کا ایک بار ٹکر ہو چکا تھا ان باتوں کو اگر وہ بھول بھی جاتی تب بھی وہ آج کی بے عزتی کسی صورت میں نہیں بھول سکتی تھی، غصے میں آ کر وہ اپنے کمرے میں چیزیں توڑ رہی تھی تابندہ بیگم نے اس کی آواز سن کر کمرے کا رخ کیا اور دروازہ بند کر کے اس سے سارا معاملہ پوچھا۔ غصے سے ابلتی غزل نے ان کو ساری بات بتائی سب سننے کے بعد ان کو بھی اتنا ہی دکھ ہوا جتنا غزل کو دکھ ہوا تھا، حور سے پہلے بھی سٹور روم میں ان کی ایک بار تلخ کلامی ہو چکی تھی جب وہ لالی کی تصویر دیکھ رہی تھی اور ویسے بھی حور ان کو شروع سے ہی نہیں پسند تھی اب تو موقع بھی تھا،

" تم فکر مت کرو غزل میں اس دو ٹکے کی نوکرانی کو سیکنڈوں میں اس گھر سے باہر کرتی ہوں " تابندہ بیگم کے ذہن میں سازش تیار ہو چکی تھی ویسے بھی سازش کرنے میں تو ان کا برسوں پرانا تجربہ ہے ایسی ہی ایک سازش سے انہوں نے لالی کو گھر سے بے گھر کروا کر موت کے گھاٹ اتار دیا تھا

☆......☆......☆

وہ لمحہ قیامت کی ایک جھلک تھی اس کے لیے، اس کا دل چاہا آسمان اس پر گر جائے یا زمین پھٹ جائے اور وہ اسے پناہ دے لیکن آج اسے کوئی پناہ دینے کو تیار نہیں تھا، سب کے سامنے وہ آنسوؤں بہاتی سر جھکائے کھڑی تھی پورے چوہدری خاندان کے سامنے اتنی ذلت کا احساس اسے پہلی بار ہو رہا تھا

" ہم نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ تم اس قسم کی لڑکی ہو " دادی کی غصیلی آواز پوری حویلی میں گونج اٹھی دیواریں تک کانپ گئیں۔ اس نے روتے ہوئے ہونٹ بھینچ لیے۔

" شکل سے اتنی معصوم اور بھولی نظر آنے والی یہ لڑکی اندر سے اس حد تک گری ہوئی ہے، ہم نے کبھی نہیں

سوچا تھا" تابندہ بیگم چلا رہی تھیں پاس کھڑی غزل مسکرائے جا رہی تھی اپنی جیت پر، ان ماں بیٹیوں کی سازش کامی کامیاب ہو چکی تھی انہوں نے جو چاہا تھا وہی ہوا تھا

" مجھے تو پہلے سے ہی شک تھا اس لڑکی پر، یہ مڈل کلاس گھرانے کی لڑکیاں بہانے بہانے سے امیر گھروں کے لڑکوں پر ڈورے ڈالتی ہیں اور بعد میں بلیک میل کر کے پیسے کمانے کے لیے ایک اے ٹی ایم تیار کرتی ہیں" غزل نے غصے سے اس کی طرف دیکھا، عشان نور چوہدری دمبر طلال خدیجہ بیگم، زویا شاہ نور حسینہ پھپھو سبھی تو وہیں کھڑے اسے عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اس وقت سب کی نگاہیں اسے تیر کی طرح محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ مسلسل روئے جا رہی تھی تابندہ بیگم کی آواز اس ہال میں گونجنے لگی

"ایک معمولی سی نوکرانی اور خواب اتنے اونچے اونچے، تمہیں کیا لگا تم اپنی اس سازش میں کامیاب ہو جاؤ گی اب تو مجھے لگتا ہے دادی اماں یہ اس گھر میں آئی ہی اس لیے تھی تا کہ اپنی اداؤں سے اس گھر کے لڑکوں پر ڈورے ڈال سکے، کہا تھا میں نے اس دن لیکن میری بات کسی نے نہیں سنی۔ دیکھ لو خدیجہ آج تمہارے بیٹے کے ساتھ اس نے کیا کیا؟ میں ناں کہتی تھی اس لڑکی پر نظر رکھو اور اپنے نوجوان بیٹے کو سنبھالو لیکن اس دن تو آپ بڑا کہہ رہی تھیں حور ایسی نہیں ہے اب دیکھ لیے ناں میڈم کے کلچھرے"

نہ بجلی نہ تھی نہ طوفان لیکن اس رات بن بادل بجلی گر رہی تھی اس کے سر پر، بے گناہ ہوتے ہوئے بھی وہ گنا ہگار کہلائی جا رہی تھی

"ول یو شٹ اپ پلیز" عرش چوہدری اس کے پاس ہی کھڑا تھا اور زور سے دھاڑ کر وہ چلایا، اس کی آواز اتنی اونچی تھی کہ باقی سب آوازیں آنا بند ہو گئیں، اس کے ڈبل روٹی جیسے گال اس وقت سرخ پڑ چکے تھے غصے سے اسے اس وقت بے حد ذلت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا،

"بابا جان ایسا کچھ نہیں ہے، میں آپ سے کتنی بار کہوں میرے اور اس لڑکی کے بیچ کوئی افیئر نہیں تھا، آپ لوگ میری بات کا یقین کیوں نہیں کرتے" وہ دمبر طلال کو چیخ چیخ کر یقین دلا رہا تھا، اس کے بال الجھ کر ماتھے پر آ چکے تھے حور خاموشی سے ایک تماشائی کی طرح بت بنی سب دیکھ اور سن رہی تھی

" دادی دادی آپ کو مجھ پر یقین ہے ناں، آپ کا بلا کتنا ہی آوارہ بد اخلاق کیوں نہ ہو لیکن وہ ایسی گندی

حرکت کبھی نہیں کر سکتا کسی کی عزت کے ساتھ کبھی نہیں کھیل سکتا، آپ کو یقین ہے ناں مجھ پہ دادی؟"

اس نے دادی کے بازوؤں پکڑ کر ان کی آنکھوں میں دیکھا، وہ خاموش تھیں۔ حسینہ پھپھو آگے بڑھیں

"اماں کو تم پر یقین ہے عرش، لیکن اس لڑکی پر بالکل بھی نہیں، توبہ توبہ کیا سمجھا تھا اور کیا نکلی، بھولی بھالی صورت اور اڑتی پھرتی چھمک چھلو" حسینہ پھپھو نے استہزائیہ انداز میں اسے دیکھا، وہ آسمان گرنے کا انتظار کر رہی تھی شاید۔

"دیکھ رہی ہیں آپ اماں، اس لڑکی کو اس گھر کے کام کے لیے لائیں تھیں آپ" دادی نے غصے سے حور کی طرف دیکھا انہیں اپنے انتخاب پر شرمندگی ہوئی۔

نہیں پھپھو ایسا کچھ نہیں ہے جیسے میں بے قصور ہوں ویسے ہی ان کی بھی کوئی غلطی نہیں ہے وہ صرف اتفاقاً حادثہ تھا میں سٹور روم میں اس کی آواز سن کر گیا تھا" عرش نے حور کے بارے میں صفائی دی وہ لڑکی بے گناہ ہوتے ہوئے غلط ٹھہرائی جا رہی تھی اس پر کیا کیا الزام لگ رہے تھے یہ تو وہ برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"تم چپ کرو بلے زیادہ طرف داری مت کرو اس کم بخت کی دیکھ لیا ہے ہم نے اپنی آنکھوں سے" دادی نے عرش کو جھڑک دیا، حور بے یقینی سے دادی کو دیکھ رہی تھی اسے لگا تھا دادی وہ پہلی ہوں گی جو اس پر اعتبار کریں گی لیکن وہ آخری بھی نہ ہوئیں، بعض اوقات ہم رشتوں کو سمجھنے میں کتنی بڑی غلطی کرتے ہیں ہمیں ایسا لگتا ہے جیسے ہم ان کو اچھی طرح جانتے ہیں لیکن اصل تصویر تو بعد میں سامنے آتی ہے، ہر رشتہ ایک راز ہوتا ہے اور رشتے ہمیشہ پردوں میں نہیں رہتے راز اپنے وقت پر کھل جاتے ہیں غصے میں لوگ اپنے راز کھول دیتے ہیں تب پردہ اٹھ جاتا ہے سب صاف ہو جاتا ہے اور ہمیں پتا چلتا ہے کس محبت کس رشتے کے لیے ہم کیا تھے کس نے ہمیں کس مقام پر بٹھایا ہوا تھا۔

وہ بھی جان رہی تھی سب، اب جب جان رہی تھی تو کچھ بھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی اس نے ایک بار پھر روتے ہوئے دادی کا ہاتھ پکڑا۔

"دادی اللہ کی قسم مجھ پر یقین کریں میں ایسی نہیں ہوں" دادی نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا، عرش کا دل چاہا وہ چیخ چیخ کر سب کو بتائے کہ وہ لڑکی بے گناہ ہے لیکن آج اس کی بات پر کوئی بھی یقین نہیں کرنے والا تھا

"اے لڑکی چپ کرو، اور کتنا جھوٹ بولے گی تو ہیں؟ اماں اس کی باتوں پر اعتبار مت کرنا، ہونہہ چھمک چھلو کہیں کی" اس نے کرب سے آنکھیں میچ لیں

"امی آپ پلیز ایک بار حور کو صفائی دینے کا موقع تو دیں" زویا سے حور کے آنسوؤں نہ دیکھے گئے ویسے بھی اتنے دن وہ اس کے ساتھ رہی ان دونوں کی کافی دوستی ہو چکی تھی

"تو چپ کر زویا وکیل مت بن اس لڑکی کی" حسینہ نے غصے سے زویا کو دیکھا وہ بیچاری خاموش ہو گئی

"ایک منٹ یہ کیا تماشا ہے" بابا جان نے پہلی بار اس سارے معاملے میں دخل دیا سب خاموش تھے

اس لڑکی کا حساب کتاب کرواور نکالو اس گھر سے باہر" بابا جان کے فیصلے نے اس کے سر پر چھت گرادی وہ روتی رہی عرش نے بعد میں جتنی بھی صفائی دی کچھ نہ سنا گیا

"یہ لو پیسے اور دوبارہ کبھی اس گھر کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھنا" دادی نے اس کے ہاتھوں میں نوٹوں کی ایک گڈی رکھی اس کا دل چاہا وہ زمین میں گڑ جائے، اپنے بھاری بے جان وجود کو سنبھالتی وہ کھڑی ہوئی عرش اسے بے بسی اور شرمندگی سے دیکھ رہا تھا، سب کی نظروں میں اس کے لیے نفرت اور غصہ تھا وہ وہاں کھڑے کسی بھی شخص کے دل میں اپنے لیے رحم نہیں دیکھ رہی تھی، عزت کسی لڑکی کے لیے کتنی قیمتی چیز ہوتی ہے اور وہ آج اپنی عزت گنوا کر جا رہی تھی اس حویلی سے، بے گناہ ہوتے ہوئے بے قصور ہوتے ہوئے وہ مجرم تھی اس کی آنکھوں میں سچ لکھا تھا لیکن کوئی اسے پڑھ ہی نہیں پا رہا تھا، کبھی سوچا نہ تھا زندگی میں یوں بھی رسوائی کا سامنا کرنا پڑ جائے گا خود کو اس نے ہمیشہ ہر گناہ ہر غلط کام سے بچائے رکھا پھر کیوں ہوا اس کے ساتھ ایسا وہ نہ جان سکی۔ آہستہ سے چلتی ہوئی وہ آگے بڑھ رہی تھی آج کے دن تو وہ ویسے بھی دادی سے چھٹی کا کہنے والی تھی وہ ویسے بھی اس گھر سے جانے والی تھی لیکن اس سے پہلے ہی اسے گھر سے نکالا جا رہا تھا، وہ بھی کتنی بے عزتی کے ساتھ

اس نے چہرہ گھما کر عرش کی طرف دیکھا جو اس کے بائیں جانب کھڑا تھا، عرش نے اسے دیکھ کر شرمندگی اور معذرت خواہ انداز میں دیکھا اور اپنے ہونٹ بھینچ لئے، وہ اسے قصوروار تو نہیں سمجھتی تھی لیکن جو ہوا اس میں عرش کا بھی نام جوڑا جا رہا تھا، عرش چوہدری کی اہمیت اس کی زندگی میں بالکل بھی نہیں تھی وہ یونیورسٹی فیلو تھا اور ان کے گھر کام کرتی تھی اس کے ساتھ ہونے والے عجیب وغریب واقعات نے بھی عرش چوہدری کو کوئی خاص مقام

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

نہیں دیا تھا، مگر آج ایسی گھٹیا الزام کا سامنا تھا اسے عرش کے ساتھ اس کی عزت کا جنازہ نکالا جا رہا تھا، وہ گھر کے بڑے دروازے تک پہنچی خشک وجود کے ساتھ لرزتے قدموں کے ساتھ اس نے ایک بار بھی مڑ کر اس عالیشان عمارت کو نہیں دیکھا جہاں سے وہ اپنی عزت گنوا کر جا رہی تھی، بنا پیچھے دیکھا وہ آگے جا رہی تھی وحشت ہونے لگی اسے امیروں کے اس گھر سے وہ یہاں سے غائب ہونا چاہتی تھی، اپنے آنسوؤں کو روکنے کی ناکام کوشش کرتی وہ گھر پہنچی اور بنا کسی سے بات کئے اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے بستر پر ٹوٹتے ہوئے لیٹ گئی،

آج شام کے وقت وہ کچن میں دودھ ابال رہی تھی تبھی غزل کچن میں آئی تھی، وہ غزل کی طرف متوجہ نہ تھی لیکن جب اس نے اسے باقاعدہ نام لے کر پکارا تو اس نے چہرہ موڑ کر غزل کو دیکھا

وہ دادی کہہ رہی ہیں، اوپر والے سٹور روم میں دو پینٹنگز رکھی ہوئی ہیں الماری میں، وہی نکال کر صاف کر دو" غزل سے اس کی بنتی نہیں تھی لیکن بات چونکہ دادی کے حکم کی تھی تو اس نے دودھ کو ابال کر گیس بند کر دیا اور سٹور روم کی طرف جانے لگی، سٹور روم میں ہر طرف اندھیرا تھا دھول سا اٹھتا ہوا چاروں طرف محسوس ہو رہا تھا، اوپر لگے جالی والے روشن دانوں سے روشنی اندر داخل ہو رہی تھی وہ کھانستے ہوئے اندر جانے لگی سٹور روم کے اندر ایک اور دروازہ بھی تھا جو لائبریری کی طرف جاتا تھا پینٹنگز شاید وہیں ہوں گی اس نے سوچا اور لائبریری میں داخل ہوئی، وہ ابھی بیچ میں ہی پہنچی تھی کہ اسے پیچھے سے دروازہ چرچرانے کی آواز آئی بڑی تیزی سے مڑ کر اس نے پیچھے دیکھا تو شاکڈ رہ گئی دروازہ بند تھا، سب کچھ بھلا کر وہ دروازے کو کھولنے لگی لیکن دروازہ تو باہر سے بند تھا اس کی تو جیسے جان ہی نکل گئی، دھڑکن تیز ہو گئی وہ وہیں کھڑی ہو کر دروازہ کھولنے کی کوشش کرنے لگی لیکن دروازہ کھلنا تو دور ہل بھی نہیں پا رہا تھا، اس کی سانسیں بند ہونے لگیں یہ کیا ہو رہا تھا، بڑی دیر تک اپنی طرف سے ساری کوششوں کی ناکامی کے بعد جب وہ مایوس ہوئی تو اس نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا، یہ گھر کا پچھلا حصہ تھا جہاں زیادہ کوئی آتا جاتا نہیں تھا، وہ وہیں بیٹھ کر رونے اور چلانے لگی

عرش اس وقت اپنے کمرے میں تھا جب تابندہ بیگم اس کے کمرے میں آئیں،

"عرش بیٹا وہ سٹور روم کے پاس والے کمرے کی نل سے پانی نہیں آ رہا ذرا چیک کر دو" عرش نے گال میں ہوا بھرا اور لاپرواہی سے لیپ ٹاپ بند کر دیا، وہ پلمبر تو نہیں تھا لیکن ایسے چھوٹے موٹے کام اسے آتے تھے اور

وہ کر دیا کرتا تھا، جوتے پہن کر وہ جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سٹورروم کی طرف جانے لگا تابندہ بیگم حکم دے کر غائب ہو چکی تھیں، وہ سٹورروم کے پاس والے کمرے میں جانے ہی والا تھا کہ اسے سٹورروم سے کچھ آوازیں آئیں چیخنے چلانے کی آوازیں، حیران و پریشان گھبراہٹ میں وہ تیزی سے سٹورروم کی طرف گیا، وہاں کی لائٹ کا بٹن جانے کہاں تھا اس نے یہ ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی اور وہ آوازوں کی طرف جانے لگا، لائبریری کا دروازہ باہر سے بند تھا اس نے دروازہ کھولا اور کھانستے ہوئے اندر داخل ہوا، روشنی کی ہلکی کرن میں اسے روتی ہوئی حور دکھائی دی،

"تم یہاں کیسے آئیں؟" وہ بے حد حیران تھا اس نے حور کا ہاتھ پکڑ کر اسے کھڑا کیا، حور چونکہ بے حد ڈری ہوئی اور گھبرائی ہوئی تھی اس نے عرش کا ہاتھ نہیں چھوڑا، عرش اسے سہارا دیتے ہوئے لائبریری سے جونہی باہر نکلا پورے سٹورروم کی لائٹس آن ہو گئیں ہر طرف روشنی پھیل گئی سامنے سارے گھر والے کھڑے تھے، وہ دونوں حیران ہوتے ہوئے سب کو دیکھنے لگے اور اس کے بعد جو ہوا تھا وہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

☆......☆......☆

چوہدریوں کے گھر سے اپنی عزت گنوا کر وہ گھر آئی تھی اداس سی، جیسے وجود میں جان ہی نہ ہو، کسی کا سامنا تو کیا وہ تو خود کا سامنا کرنے کے قابل بھی نہیں رہی تھی اور سوچ سوچ کر ہی ڈر رہی تھی اگر یہ بات گھر میں اماں یا چھوٹی کو معلوم ہو گیا تو کیا عزت رہ جائے گی وہ بے گناہ ہوتے ہوئے بھی بے حد شرمندہ تھی، اس کی شادی کے دن قریب آتے جا رہے تھے گھر میں پڑوسیوں کی اور دور دراز کے رشتے داروں کی آمد بھی شروع ہونے لگی تھی اماں بھی جلد بازی میں ایک کام دوسرا کام نپٹانے کی کوشش میں لگی تھیں۔ وردان کا کوئی پتا نہیں تھا اس دن کے بعد اس نے رابطہ ہی نہیں کیا جانے وہ دن میں کتنی بار اس کا نمبر ٹرائی کرتی رہتی اور ایس ایم ایس کرتی وہ کوئی جواب بھی نہ دیتا وہ ٹینشن ختم ہوئی نہیں تھی کہ یہاں ایک اور ٹینشن آ گئی، اب وہ چوہدریوں کے گھر کام کرنے نہیں جا سکتی تھی اس کے لیے خیر اسے اماں کو جواب نہیں دینا پڑتا کیونکہ انہوں نے خود ہی منع کیا تھا لیکن وہ اپنی نظروں میں تو گر گئی تھی اتنی ذلت وہ بھی گھر کے سارے مردوں کے سامنے، سوچ سوچ کر ہی اسے افسوس ہو رہا تھا۔ ہاتھوں میں چہرہ چھپائے وہ مسلسل اپنے کمرے میں روئے جا رہی تھی آنسو گالوں سے لڑھک کر گریبان میں

جذب ہو رہے تھے، اس حادثے کے لیے وہ جتنا بھی افسوس کرتی وہ کم تھا لیکن زندگی آگے بڑھ جانے کا نام ہے بار بار پیچھے دیکھنے والے کبھی منزل تک نہیں پہنچ سکتے اور ویسے بھی اب تو شادی کے دن تھے ان دنوں تو اسے خود کو نارمل رکھنا ہی تھا۔ موبائل کی گھنٹی بجی اس نے تیزی سے موبائل کی سکرین کو دیکھا شاید وردان ہو، شاید اسے احساس ہو گیا ہو؟ لیکن نہیں وہ تو جیک تھا وقت بے وقت کالز کرنے والا، اس نے کال کٹ کر کے موبائل بیڈ کے دوسرے سرے پر پھینک دیا جس کی کال کا اسے انتظار تھا وہ کال نہیں کرنے والا تھا اور اس کے علاوہ کسی ریاست کے بادشاہ کی کال بھی ہوتی وہ اٹینڈ نہیں کرنے والی تھی، بڑی دیر تک موبائل بجتا رہا وہ ساری رات اپنے کمرے میں لیٹی آنسوؤں بہاتی رہی اماں نے ایک دو چکر لگائے تھے وہ اس کی اداسی کا سبب یہی سمجھ رہے تھے کہ ان دنوں ہر لڑکی اداس ہو جاتی ہے اصل بات کوئی نہیں جانتا تھا، اور اس وقت حور کو محسوس ہو رہا تھا جیسے دنیا جہان کی مصیبتیں اس کے سر پر گرا دی گئیں ہیں، وہ خود کو بہت تنہا محسوس کر رہی تھی اس وقت وردان اسے بہت یاد آ رہا تھا۔

اگلی صبح خود کو نارمل ظاہر کر کے جب وہ ناشتہ کر کے یونیورسٹی جانے لگی تبھی پیچھے سے اماں نے کہا

" آج یونیورسٹی سے کچھ دنوں کے لیے چھٹیاں لے لینا اب ان دنوں لڑکی کا گھر سے باہر جانا صحیح نہیں ہے

" اس نے سر اثبات میں ہلایا، آنکھوں میں نمی سی تھی اور باہر جانے کے لیے قدم بڑھائے دروازے پر ہی اسے مامی مل گئیں جو ان کے گھر ہی آ رہی تھیں

" حور بیٹا ابھی وردان کا فون آیا تھا وہ شام تک پہنچ جائے گا" مامی نے اسے وہیں دروازے پر ہی یہ خبر سنا دی جسے سن کر وہ خوش کم اور اداس زیادہ ہوئی تھی، مامی اندر چلی گئیں وہ رکشے پر بیٹھ کر یونیورسٹی جانے لگی، سارے راستے وہ یہی سوچتی رہی وردان اپنی ماں سے رابطے میں تھا اور اس سے اتنا نہیں ہو سکا کہ اتنے دن سے پریشان اپنی اسے بچپن کی دوست، محبت اور اس لڑکی کو ایک کال کر کے تسلی دیتا جس سے کچھ دن بعد اس کی شادی ہونے والی تھی، وہ رومانٹک سا فوجی آدمی ہر بار سب سے پہلے اپنے آنے کی خبر اسے دیتا تھا لیکن اس بار پہلے تو دور اسے ایک بار کال تک نہیں کیا۔ کیا ہو جاتا اگر وہ بتا دیتا کہ وہ چھٹی پر شام کو آ رہا ہے یہ خبر اس کی زبان سے سن کر وہ کتنی خوش ہو جاتی لیکن جانے اس کے دل میں کیا چل رہا تھا۔

اپنی کل والی بے عزتی بھلا کر اور جیک ڈاکو والے مسئلے کو ایک طرف رکھ کر اس وقت وہ صرف وردان کے

بارے میں سوچ رہی تھی اس سے زیادہ اہم اس وقت کوئی بھی نہیں تھا حور کے لیے، یونیورسٹی میں آج اسے چھٹیوں کی اپلیکیشن دینی تھی جو اس نے آفس میں جمع کروا دیا تھا، یونیورسٹی بھی آج اسے اپنے دل کی طرح ویران اور اداس دکھائی دی، رانیہ بھی نہیں آئی تھی ایک درخت تلے بنچ پر بیٹھی وہ خاموش نگاہوں سے سامنے دیکھ رہی تھی اس کا وجود ہل تک نہیں رہا تھا وہ بالکل کسی مجسمے کی طرح نظر آ رہی تھی کوئی چلتا ہوا اس کے پاس آیا، قدموں کی چاپ سن لینے کے باوجود اس نے گردن نہیں گھمایا وہ میز کی دوسری طرف بیٹھ گیا

" آئم سوری " وہ عرش چوہدری تھا، وہ آواز سے پہچان گئی اس نے چہرہ پھر بھی نہ موڑا، سفید کاٹن کی شلوار قمیض کے نیچے پشاوری چپل پہنے اس وقت اس کے ڈبل روٹی جیسے گال پھولے ہوئے تھے وہ بے حد سنجیدہ تھا

" میں نے سوری اس لیے نہیں کہا کہ میری غلطی تھی بلکہ میں سوری اس لیے کہہ رہا ہوں کیونکہ میرے خاندان کی وجہ سے آپ کو یوں بے گناہ ہوتے ہوئے رسوا ہونا پڑا " وہ خاموش رہی عرش نے مزید کہا

ٹھیک ہے ہمارے درمیان کبھی کوئی خوشگوار تعلقات نہیں رہے تھے ہم ہمیشہ لڑتے رہتے تھے لیکن کل جو ہوا وہ میں نے کبھی نہیں چاہا تھا ایسا ہو، اس کے لیے مجھے بہت افسوس ہے " درختوں پر چوں چوں کرتی چڑیاں ادھر ادھر اڑ رہی تھیں

" میں جانتا ہوں میرا سوری کہنا وہ سب ٹھیک نہیں کر سکتا جو آپ پر گزری ہے، لیکن پھر بھی شاید اس سے میرے دل کا کچھ بوجھ ہلکا ہو جائے، " وہ سانس لینے کو رکا اور پھر کھڑا ہوا

" میں صرف یہی کہنا آیا تھا کہ مجھے معاف کر دیں، اگر آپ کے دل میں کچھ ہے بھی تو وہ نکال دیں، جلد ہی آپ کی زندگی میں خوشیاں آنے والی ہیں ماضی کو یاد کر کے اپنے آنے والے خوبصورت لمحوں کو اداس نہ کریں " وہ مڑا حور نے سر اٹھایا۔ اس نے جانے کے لیے قدم بڑھائے حور نے اس کی پشت کو دیکھا چلتے ہوئے وہ جیسے زمین پر احسان کر کے قدم رکھ رہا تھا، حور اسے غائب ہونے تک دیکھتی رہی آنکھیں ویسے ہی اداس تھیں۔ وہ جانتی تھی کہ جو ہوا وہ ایک حادثہ تھا اس میں عرش کو کوئی غلطی نہیں تھی اس نے وہ سب جان بوجھ کر نہیں کیا تھا اور وہ ایسا کر بھی نہیں سکتا کیونکہ سوال اس کی بھی تو عزت پر اٹھا تھا، وہ گھر لوٹی جہاں ایک میلہ لگا ہوا تھا محلے کی لڑکیاں مل کر ناچ گانا کر رہی تھیں ڈھولکی بجا رہی تھیں چھوٹی سب سے آگے تھی، وہ جونہی اندر داخل ہوئی لڑکیاں بھاگ

کراس کی طرف آئیں۔

" تیرا بجن گھر آنے والا ہے " اونچے اونچے سر میں وہ اس کی کانوں کے پاس گانے لگے حور کو شدید کوفت کا احساس ہوا، وہ لڑکیوں کے دائرے میں پھنسی ہوئی تھی جب اماں اور مامی نے ڈپٹ کر لڑکیوں کو دور بھگایا

" حور تھکی ہوئی ہے اسے آرام کرنے دو "

اماں نے ان لڑکیوں سے اس کی جان چھڑائی تھی سچ تو یہ تھا اس وقت اس کا کسی بھی چیز کا موڈ نہیں تھا، شادی میں تو ابھی دو چار دن تھے پھر یہ لڑکیاں اور رشتے داروں سے پہلے ہی گھر کیوں بھر گیا، ؟ اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی عام حالات میں شاید اسے یہ سب اتنا برا نہیں لگتا لیکن اس وقت وہ بے حد ٹینشن میں تھی ۔اسے لگا کمرے میں سکون ہوگا کم از کم وہاں تو کوئی نہیں ہوگا لیکن کمرے میں بھی آنٹیوں اور بھابیوں نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا اور اوپر سے ان کے روتے بین کرتے بچے وہ محسوس کر رہی تھی آج اس کی دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی، وہ تو بھلا ہوا اماں کا جو عین وقت پر آ کر ان سب کو باہر لے گئیں شاید اماں سمجھ رہی تھیں اس کی طبیعت کو، وہ بیڈ پر گرنے والے انداز میں بیٹھ گئی پانی کا ایک گلاس پیا اس کا دماغ پہلے سے ہی بہت خراب تھا رہی سہی کسر جیک کے میسجز نے کر دیا، اس نے پہلے ایس ایم ایس میں لکھا تھا۔

" سنا ہے شادی کر رہی ہو؟ کوئی بات نہیں ہم آپ کا یہ شوق پورا کریں گے " اس میسج میں دھمکی تھی یا وارننگ وہ جان نہ سکی،

" شٹ اپ " اس نے جواب لکھا تین منٹس بعد ایک لمبا میسج آیا

" آپ کو معلوم ہے میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں اور آپ سوچ رہی ہیں میں آپ کی شادی کہیں اور ہونے دوں گا، آپ صرف میرے لئے بنائی گئی ہو، اور آپ کو بھی مجھ جیسا جیون ساتھی کبھی نہیں ملے گا، میں نہیں چاہتا زندگی کے کسی موڑ پر جب ہم اچانک ایک دوسرے کے سامنے آئیں تو آپ مجھے کسی اور کے ساتھ دیکھو، میرے ہاتھ میں کسی اور کا ہاتھ دیکھو، کیا تب آپ برداشت کر سکیں گی جب میں کسی اور کو شاپنگ کرا رہا ہوں گا کسی اور عورت کے بچوں کا ڈائپر بدل رہا ہوں گا، کسی اور کے ساتھ ایک کپ میں آئس کریم شئر کر رہا ہوں گا ،تب آپ کو افسوس ہوگا آپ سوچیں گی کیا ہو جاتا اگر اس دن میں اس کی بات مان لیتی، کیا ہو جاتا اگر میں اس کی

ہو جاتی وہ بار بار ایس ایم ایس کرتا رہا، مجھ سے کہتا رہا اگر تھوڑی سی ہمت کرتی تو اس کے ہاتھ میں میرا ہاتھ ہوتا، وہ میرے لئے چائے بنا رہا ہوتا، آپ یہ سب نہ سوچیں اور آپ کو آنے والے کسی وقت میں افسوس نہ کرنا پڑے اس کے لیے میں نے آپ سے شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے" اس کے اتنے طویل میسج پہ حور کا دماغ گھوم گیا، وہ ایک ڈاکو تھا اور باتیں اتنی رومانٹک کرتا تھا کہ مجنوں اور رانجھے کو بھی چار قدم پیچھے چھوڑ دیتا، جانے کہاں سے سیکھتا تھا یہ سب باتیں، اس نے موبائل کو پرے دھکیل دیا اور سونے کے لیے لیٹی۔ لیکن لیٹنے سے بھی سکون کہاں نصیب ہوا، موبائل سے مسلسل کالز پر کالز آ رہی تھیں، اس نے بھی ضد کر کے موبائل نہیں اٹھایا اب تو اسے جیک سے نفرت سی ہونے لگی تھی کتنا تنگ کرتا تھا وہ شخص؟ بہر حال تھا تو وہ ایک ڈاکو ہی اس سے کسی اچھائی کی امید کی بھی کیسے جا سکتی تھی، موبائل کی گھنٹی اور نیچے بجتے ڈھولکی اور گانے اس کی سر درد میں مزید اضافہ کر رہے تھے، تین چار گھنٹیوں کے بعد اس نے موبائل اٹھایا ارادہ اس کا یہی تھا سائلینٹ پہ لگائے گی موبائل کو یا بند کر دے گی لیکن سکرین پر نظر پڑتے ہی وہ بری طرح چونک گئی اس نے ایک بار پھر آنکھیں مسل کر نمبر کو دیکھا وہ واقعی کوئی خواب نہیں دیکھ رہی تھی، وہ سچ مچ وردان کی کال تھی بے اختیار اس کا موڈ فریش ہو گیا دھڑکن تیز ہو گئی اور چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی ایک سیکنڈ بھی مزید ضائع نہیں کیا اس نے تیزی سے کال اوکے کر کے کان پر رکھا

"ناراض ہو مجھ سے؟" دوسری طرف وردان کی تھکی تھکی سی آواز آئی، کتنے دنوں بعد وہ اسے سن رہی تھی اور کتنا اچھا لگ رہا تھا وہ،

"نہ... نہ... نہیں" بہ مشکل اس کی آواز ہونٹوں سے باہر نکلی کتنا سوچا تھا وہ اس سے بہت سارے گلے شکوے کرے گی لیکن اس کی آواز سن کر وہ سب بھول گئی،

"آئم سوری میں کچھ بزی رہا یار" حور کو لگا جیسے وہ جھوٹ بول رہا ہو،

"ایسی بھی کیا مصروفیت کہ تم مجھے بھول گئے وردان، میں تو تمہیں پریڈ کے دوران بھی یاد آتی تھی، اور ایک بار تم لوگ بارڈر پر جنگ لڑ رہے تھے تب بھی آپ کو سب سے پہلے میں یاد آئی تھی اس آپ نے خود کو کہا تھا اور بچپن میں بھی آپ مجھے کبھی نہیں بھولے تو پھر اس بار ایسا کیا ہوا تھا" نہ چاہتے ہوئے بھی شکوہ اس کی زبان سے پھسل گیا اس کے اس شکوے پر یقیناً وردان شرمندہ ہوا تھا اسے ہونا بھی چاہیے تھی وہ کتنی بار اس کے لیے روئی

تھی۔

"تم نے مجھے مس کیا سویٹ کزن؟" وہ گرم جوشی سے پوچھنے لگا

"میں نے زندگی میں کب تمہیں مس نہیں کیا وردان؟" وردان مسکرایا

"اچھا آج شام کو میں آ رہا ہوں" وردان نے مزید بتایا

"پتا ہے مجھے ویسے کتنی عجیب بات ہے ناں تمہارے آنے کی خبر مجھے دوسروں سے مل رہی ہے ایسا پہلی بار ہوا ہے وردان"

ا"ف یار اب بس بھی کرو اور کتنے شکوے کرو گی گھر آ رہا ہوں ناں جو بھی کرنا ہے یا سنانا ہے وہیں پر کر لینا، ویسے بھی دو چار دن بعد تو مستقل طور پر آپ ہمارے غریب خانے پر تشریف لانے والی ہیں تو جی بھر کر اپنے اس فوجی کا دماغ کھائیں" حور مسکرائی اتنے دنوں بعد وہ پہلی بار دل سے مسکرائی تھی، اب اسے باہر سے آتی ڈھولکی کی آوازیں اچھی لگنے لگی تھیں وہ اپنی شادی کے دنوں کو اب انجوائے کرنا چاہتی تھی ہر لڑکی کی طرح۔

☆......☆......☆

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا" عرش چوہدری کی زوردار آواز پوری حویلی میں گونجی سبھی گھر والوں نے نظروں کا تبادلہ کر کے ایک دوسرے کو دیکھا۔

" کیوں نہیں ہو سکتا" دمبر طلال نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا، وہ جو غصے سے لال تھا دمبر طلال کو بے بسی سے دیکھا۔

"بابا جان میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا" کہہ کر اس نے غزل کی طرف دیکھا جو مسکرائے جا رہی تھی کہنا تو وہ یہ چاہتا تھا کہ "بابا جان میں غزل کے ساتھ کبھی بھی شادی نہیں کر سکتا لیکن سب کے سامنے یہ کہنے کی ہمت نہیں کر سکا۔

" وہی تو پوچھ رہا ہوں عرش آخر کیوں نہیں کرنا چاہتے؟" بابا جان نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اس نے نظریں چرائیں۔

"بابا جان ابھی تو شاہ نور اور زویا کی شادی بھی نہیں ہوئی اور ان سے پہلے آپ لوگ میری شادی کیسے کر سکتے

ہیں" باباجان خاموش رہے، دراصل سبھی گھر والے کچھ دن قبل ہونے والے اس حادثے سے ڈر گئے تھے سب کو یہی لگتا تھا عرش اور حور کے درمیان کوئی افیئر ہے تبھی وہ اس کی شادی غزل سے کرنے کا فیصلہ کر رہے تھے، یہ مشورہ تابندہ بیگم کا تھا انہوں نے یہ بات دادی کے دماغ میں ڈالی تھی اور دادی بھی اپنے لاڈلے پوتے کو کھونے کے ڈر سے اس فیصلے پر متفق ہو گئیں، انہوں نے شوہر دسمبر طلال کے ذہن میں یہ بات ڈالی اور دسمبر طلال نے آج سب کے سامنے یہ فیصلہ سنایا کہ وہ عرش اور غزل کا نکاح کرنا چاہتے ہیں وہ بھی دو دن بعد، عرش تو سن کر شاک رہ گیا۔

" بلے شاہ نور اور زویا کا نکاح ہو چکا ہے تم لوگ بھی نکاح کر لو شادی بھلے ہی سال دو سال بعد کرنا" دادی نے آگے بڑھ کر اسے سمجھایا وہ مزید بھڑک گیا

" آخر آپ لوگوں کو اچانک ہو کیا گیا ہے؟ میرا شادی کا ارادہ ابھی دور دور تک نہیں ہے اور دادی آپ بھی میرا ساتھ دینے کی بجائے سب کا ساتھ دے رہی ہیں" اس نے شکوے سے دادی کو دیکھا جو ہمیشہ اس کا ساتھ دیتی تھیں

" ہم کچھ نہیں سننا چاہتے بلے ہم نے فیصلہ کر لیا ہے، بس بارہ تاریخ کو تم دونوں کا نکاح ہے اور ہم آج سے ہی تیاریاں شروع کر دیتے ہیں" دادی نے حکم صادر کیا سبھی گھر والے خاموش تھے تابندہ بیگم اور غزل اپنی جیت پر مسکرا رہی تھیں

" ناممکن دادی، میں یہ نکاح نہیں کروں گا"

غصے سے اس کا چہرہ لال تھا دونوں ہاتھوں کو اس نے کمر پر ٹکایا ہوا تھا

" ٹھیک ہے تو پھر ہمارا مرا ہوا منہ دیکھو گے تم" عرش نے بے بسی سے ان کو دیکھا وہی پاکستانی دادیوں کی ایموشنل بلیک میلنگ والا ڈائیلاگ، سب کو وہیں چھوڑ کر وہ اپنے کمرے میں چلا آیا اور چیزوں کو غصے سے ادھر ادھر پھینکنے لگا، خدیجہ کمرے میں آئیں

" امی میں اس لڑکی سے نکاح ہرگز ہرگز نہیں کروں گا" اس نے خدیجہ کو دیکھا

" تمہیں آخر مسئلہ کیا ہے عرش، غزل پڑھی لکھی ایک اچھی لڑکی ......".

"اچھی لڑکی نہیں ہے وہ امی، اور اس جیسی ہزاروں لڑکیاں صبح شام میرے آگے پیچھے گھومتی ہیں، اگر غزل اس دنیا کی آخری لڑکی بھی رہ جائے ناں تب بھی وہ میرا انتخاب نہیں ہوگی"

"عرش تم سمجھدار ہو مجھے لگتا ہے تمہیں تھوڑا وقت چاہئے اور یہ فیصلہ بابا جان اور تمہاری دادی نے کیا ہے جسے بدلا نہیں جا سکتا بچے" خدیجہ بیگم باہر نکل گئیں وہ افسوس کے ساتھ اس دروازے کو دیکھتا رہا، بابا جان اور دادی اس کے ساتھ ایسا کر سکتے ہیں اپنے لاڈلے پوتے کی مرضی جاننا تو دور انہوں نے ایک بار پوچھا بھی نہیں، وہ طے کر چکا تھا چاہے کچھ بھی ہو جائے وہ غزل سے نکاح نہیں کرے گا لیکن اس کے باوجود گھر میں ان دونوں کے نکاح کی تیاریاں بڑے زور شور سے کی جا رہی تھیں۔

☆......☆......☆

حور کے ہاتھوں میں مہندی لگا رہی تھی چھوٹی، اس وقت وہ نیلے رنگ کے کپڑوں میں ملبوس تھی شرماتی مسکراتی مہندی کی ٹھنڈک کو محسوس کرتی اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا، لڑکیوں کا میلہ تھا اس کے پاس۔ اوپر نیچے ہر جگہ رشتے داروں کا پڑوسیوں کا رش تھا.

"ویسے آپی شادی کے بعد آپ ہمیں بھول تو نہیں جائیں گی ناں؟" چھوٹی نے پوچھا وہ مسکرا دی

"مجھے تو لگتا ہے یہ اپنے فوجی کے گھر جا کر خود کو بھی بھول جائے گی" ایک اور لڑکی نے تبصرہ کیا

ارے کیوں تنگ کرتی ہو بیچاری کو" تیسری لڑکی نے اس کی طرف داری کی تبھی پہلے والی لڑکی بولی

ہاں بھئی تنگ نہ کرو اسے، وہی ایک ہی اب اسے تنگ کرے گا" ایک زوردار قہقہہ گونجا کمرے میں۔ اسی پل دروازے پر دستک ہوئی

" کیا میں اندر آ سکتا ہوں" حور کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں سبھی لڑکیوں نے دروازے کی طرف دیکھا وردان دروازے کی اوٹ سے اندر جھانک رہا تھا.

"جی نہیں بالکل نہیں آپ یہاں سے تشریف لے جا سکتے ہیں" چھوٹی نے گردن اکڑا کر کہا،

" کیوں کیوں کیوں؟ یہ ستم کیوں؟ اب کیا ہم اپنی ہونے والی زوجہ کو دیکھ بھی نہیں سکتے" وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر کن انکھیوں سے حور کو دیکھ رہا تھا

دیکھ سکتے ہیں بالکل دیکھ سکتے ہیں لیکن اس کے لیے آپ کو بل پے کرنا ہوگا" چھوٹی نے کہا سبھی لڑکیوں نے اس کا ساتھ دیا اور اس کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئیں، حور یہ سب دیکھ کر ہی بوکھلائی ہوئی لگ رہی تھی "یہ چھوٹی بھی ناں حد کرتی ہے"

میں بل کیوں پے کروں بل تو اب آپ لوگوں کو دینا ہوگا کیونکہ آپ لوگ میری زوجہ محترمہ کے ساتھ بیٹھی ہو "نو وے آپ ایسے اندر نہیں جا سکتے"

او کے تو میں فوجیوں کی طرح کلاشنکوف لے کر ہلا بول دوں گا" اسی طرح دس منٹ مزید بحث کے بعد وردان اندر آ گیا تھا آج وہ حور کو شاپنگ کے لیے لے کر جانے والا تھا، یہ وعدہ اس کا منگنی کے وقت کا تھا کہ وہ شادی سے ایک روز پہلے اسے شاپنگ پر لے کر جائے گا اور باہر کھانا بھی کھائیں گے بقول اس کے کنوارے پن کے یہ دن پھر کبھی نہیں آتے زندگی میں۔ دوپہر کو وردان اسے لے کر گھر سے نکلا تھا اور ان کی واپسی شام کے وقت ہوئی سارا دن شہر کی سڑکوں پر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر گزرا تھا، کھانا کھایا آئس کریم اور ڈھیر ساری شاپنگ بھی کی، حور کے لیے یہ دن بہت خوبصورت تھے وہ خوب انجوائے کر رہی تھی ان پلوں کو، سارے دکھ درد بھول کر وہ ہنستی مسکراتی لڑکی اس وقت یہ نہیں جانتی تھی مسکراہٹوں کے یہ لمحے اس کی زندگی میں فقط کچھ دیر کے لئے ہیں بعد میں وہ خود کو ڈھونڈنے سے بھی پا نہ سکے گی۔ وردان کا رویہ انداز سب کچھ بدلا ہوا تھا مسکراتے مسکراتے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب جاتا تھا حور کو کبھی کبھی ایسا لگتا جیسے یہ سب وہ صرف رسمی طور پر کر رہا ہو وہ پہلے والا وردان نہیں رہا تھا۔ گھر پر بہت رش تھا جب وہ دونوں گھر میں داخل ہوئے تو مسکراتی نگاہوں کے تبادلے ہوئے رشتے دار پڑوسی سبھی اس کی قسمت پر رشک کر رہے تھے بچپن میں جس کی انگلی پکڑ کر وہ سکول جاتی تھی وہی شخص عمر بھر کے لیے اس کا جیون ساتھی بننے جا رہا تھا۔ مامی بھی ان کے گھر آئی ہوئی تھیں شادی کا سارا انتظام انہی کے گھر پر ہی ہوا تھا، ہر طرف پھولوں سے سجایا جا رہا تھا پورا گھر بے حد خوبصورت نظر آ رہا تھا رنگی برنگی بتیاں اس چھوٹے سے گھر کو چمکا رہی تھیں۔ وردان وہیں نیچے کسی کام کے لیے رک گیا وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں آئی۔ آج وہ بہت خوش تھی چہرے پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی لیکن یہ مسکراہٹ کمرے میں آتے ہی غائب ہو گئی اس کی نظر سامنے دیوار پر پڑی، جہاں لال رنگ کے خون سے ایک جملہ لکھا ہوا تھا

"تم صرف میری ہو حور اور میں تمہیں کبھی کھو نہیں سکتا" یہ جملہ پڑھ کر اس کا گلا سوکھ گیا خوف و ہراس کی ایک تیز لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی، وہ جانتی تھی یہ کام جیک کے علاوہ کسی اور کا نہیں ہو سکتا۔ لیکن وہ گھر تک اور اس کے کمرے تک کیسے پہنچا؟ کسی نے اسے دیکھا کیوں نہیں اور اگر یہ جملہ گھر کا کوئی اور افراد یا کوئی مہمان دیکھ لیتا تو؟

یہ خیال آتے ہی اس نے بڑی تیزی سے دروازہ بند کر اندر سے کنڈی لگا دی، اور بھاگ کر واش روم سے سرف اور پانی لے کر آئی ایک پرانا کپڑا بھگو کر وہ اس جملے کو مٹانے کی کوشش کرنے لگی۔ ڈر کے مارے اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے کل کو اس کا نکاح تھا اور یہ ڈاکو تو ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑا تھا

بڑا ٹائم لگا اس جملے کو صاف کرنے میں لیکن نہیں؟ وہ صرف وہی ایک جملہ ہی تو نہیں تھا بائیں طرف والی دیوار پر ایک اور جملہ بھی لکھا تھا

"اپنی دراز چیک کرو" گھبراہٹ کے مارے اس نے بھاگ کر وہ جملہ بھی صاف کیا اور دیوار کے چاروں طرف دیکھنے لگی کہیں کچھ اور تو نہیں لکھا؟ پھر وہ دراز تک آئی وہاں ایک پرچی پر لکھا تھا" آپ گمان بھی نہیں کر سکتیں کہ میں آپ سے کتنی محبت کرتا ہوں اور آپ کو پانے کے لئے کس حد تک جا سکتا ہوں، یہ میرے نام کی مہندی اپنی ہتھیلی پر ضرور لگانا" پرچی کے ساتھ ہی دراز میں مہندی کا ایک ڈبہ بھی تھا، دل پھڑ پھڑ کانپ رہا تھا۔ اسے جیک پر بے حد غصہ آیا اس کی شادی ہے لیکن پھر بھی وہ باز نہیں آ رہا، مہندی تو غصے سے اس نے ڈسٹ بین میں پھینک دی اور پرچی پھاڑ کر وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اچھی بھلی خوش تو تھی وہ یہ مصیبت جیک بیچ میں کہاں سے آ جاتا ہے۔

موبائل پر میسج ٹیون سنائی دیا اس نے ایس ایم ایس باکس چیک کیا۔ وہی انجان نمبر

"میں آ رہا ہوں آپ کو لینے میری فیوچر وائف انتظار کرنا میرا" حور کے ہاتھوں پر جیسے وابرئش شروع ہو گئی۔ اس مسئلے کو وہ کسی کے ساتھ ڈسکس بھی تو نہیں کر سکتی تھی لیکن اب تو بات بہت آگے جا چکی تھی کسی اور سے نہ سہی کم از کم وردان کو تو وہ سب بتا ہی سکتی تھی ناں؟ ہاں وہ وردان کو بتائے گی سب۔ اس نے فیصلہ کیا اب پانی سر سے اوپر جا چکا تھا یہی سوچ کر وہ کمرے سے باہر نکلنے لگی سامنے اماں ابٹن ہاتھوں میں لئے کھڑی تھیں

حور بیٹا آؤ تمہارے چہرے پر یہ ابٹن لگاؤں" وہ حور کا ہاتھ پکڑ کر اسے پھر سے اندر لے جانے لگیں

لیکن امی مجھے ایک چھوٹا سا کام ہے" اس نے مزاحمت کرنی چاہی سلمیٰ بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

کوئی کام نہیں پہلے ابٹن باقی سارے کام بعد میں کر لینا" انہوں نے زبردستی اسے آئینے کے سامنے بٹھایا وہ بیٹھ گئی لیکن ذہن میں سوالات کی بارش ہو رہی تھی۔ اس نے سوچا ابٹن لگانے کے بعد تو ضرور وردان سے بات کرے گی لیکن اس کی یہ سوچ صرف سوچ ہی رہی کیونکہ بعد میں اسے فرصت ہی نہ مل سکی ابٹن لگانے کے بعد لڑکیاں اسے ڈانس فنکشن کے لیے نیچے لے گئیں، وہاں پڑوسی اور رشتے دار لڑکیاں ڈانس کر رہی تھیں جہاں وردان کی آمد تو مشکل تھی مگر وہ اس کا دیر تک انتظار کرتی رہی، جانے رات کی کون سی گھڑی تھی جب چھوٹی اس کے پاس اطلاع دینے آئی تھی

" آپی آپ کو امی بلا رہی ہیں " لڑکیوں کو وہیں ناچ گانا کرتی وہ کھڑی ہوئی شور کرتی گانے گاتی آوازیں اس کے کانوں سے ٹکرا کر اسے ڈسٹرب کر رہی تھیں امی چونکہ گھر کے ہونے والے کمرے میں تھی جہاں شور نسبتاً کم تھا وہ وہیں ان کے پاس چلی گئی کچھ سکون ملا تھا چہرے پر اداسی قائم تھی

" آو میرے پاس آو حور " سلمیٰ بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے قریب کیا وہ چارپائی پر بیٹھی تھیں حور نیچے فرش پر بیٹھ گئی اور ان کے گھٹنے پر سر رکھ دیا سلمیٰ بیگم حور کے اس عمل سے بے حد خوش ہوئیں پھر اچانک اداسی بھی ہو گئیں ماضی کا ایک دردناک سایا لہرایا تھا ان کی آنکھوں کے سامنے، وہ حور کے بال سہلانے لگیں

" حور " انہوں نے ہولے سے حور کو پکارا تھا

" جی امی " حور ان کی گود میں آنکھیں بند کیے لیٹی تھی دنیا میں سکون نہیں ہوتا لیکن وہ واحد بستر ماں کی گود ہوتی ہے جہاں صرف سکون ملتا ہے،

" حور تم میری بیٹی ہو " سلمیٰ بیگم نے آہستہ سے بات شروع کی وہ خود بھی کشمکش میں تھیں کہ کیسے اتنی بڑی بات بتائے اس لڑکی کو، لیکن بتانا تو تھا ہی آج نہیں تو پھر کب؟

حور نے سلمیٰ بیگم کے جملے کو غور سے نہیں سنا اور یونہی آرام سے ان کی گود میں لیٹی رہی

" تم میرے لیے میری بیٹی سے بھی بڑھ کر ہو " سلمیٰ بیگم کی آنکھوں میں آنسوؤں آ گئے کچھ سچائیاں بتانا بہت مشکل ہوتا ہے، حور نے اس بار بھی اس کی بات پر توجہ نہیں دی تھی

"لیکن تم میری سگی بیٹی نہیں ہو" جھٹکے سے حور نے آنکھیں کھولیں یہ پہلا لمحہ تھا جب ان کے دماغ تک یہ جملہ اتر گیا اور کان میں سائیں سائیں ہونے لگی، بے حد سپاٹ اور شاک کے مارے وہ سلمی بیگم کا چہرہ دیکھے جا رہی تھی

"تم مجھے بیس سال پہلے ایک ٹرین............" سلمیٰ بیگم نے روتے ہوئے اسے سارا سچ بتایا، وہ بے تاثر سی کیفیت میں سب سنتی رہی اور پھر وہ روتی ہوئے منہ پر ہاتھ رکھے کمرے سے باہر نکلی سلمیٰ بیگم اس کے پیچھے نہیں گئیں وہ جانتیں تھیں کہ اسے تھوڑا وقت لگے گا اس سچ کو تسلیم کرنے اور اس پر سوچنے کے لیے، حور وہاں سے نکل کر اپنے کمرے کا دروازہ بند کر دیوار سے ٹیک لگائے فرش پر گرتی چلی جا رہی تھی سلمی بیگم کے جملے کسی پگھلے ہوئے سیسے کی طرح کانوں میں پڑ رہے تھے

تو کیا وہ سچ مچ سلمی بیگم کی بیٹی نہیں ہے؟ تو کیا چھوٹی اس کی بہن نہیں ہے اور وردان اس کا کزن نہیں ہے؟ اسے لگا وہ ہل نہیں سکے گی۔ کون ہے وہ اس کے ماں باپ کون ہیں؟ وہ ٹرین پر اسے چھوڑنے والی عورت کون تھی؟ تھکی ہاری دماغ کو مختلف سوالوں میں الجھائے جانے کب وہ نیند کی وادی میں اتر گئی

☆......☆......☆

وہ حور کے گھر میں داخل ہوا تھا ہر طرف شادی کا ماحول تھا، لوگوں کا ہجوم تھا گانے بج رہے تھے ڈھولکی بجائی جا رہی تھی یہ ساری چیزیں اسے بہت تکلیف دے رہی تھیں وہ جس کے ساتھ اپنی آخری زندگی تک کے خواب دیکھ چکا تھا یوں اس کی شادی کسی اور کے ساتھ ہوتے دیکھنا اسے زندہ جلا رہا تھا۔ لیکن وہ بھی تو یہاں اپنے پلان کو انجام تک پہنچانے آیا تھا، چہرے پر لمبی گھنی داڑھی لگائے سر پر ٹوپی اور آنکھوں پر سفید گلاسز لگا کر وہ اپنے ہمیشہ والے حلیے سے بالکل الگ لگ رہا تھا۔ سب لوگوں کو گھورتے وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا اس نے ہونٹ سختی سے بھینچ رکھے تھے یہاں اس شادی میں آیا ہوا کوئی فرد یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کون ہے اور کس مقصد سے اس گھر میں آیا ہے؟

"اے رک جاؤ" اس کے پیچھے سے ہی کہیں آواز آئی اس کی دھڑکن تیز ہوگئی اسے ڈر تھا کہیں وہ پکڑا نہ جائے بہت بڑا رسک لے کر آیا تھا وہ یہاں، آہستہ سے اس نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا

" کون ہوتم اور یہاں کیا کر رہے ہو " وہ کوئی خاتون تھیں یقیناً حور کی ماں تھی ، کچھ پل کے لیے اس سے بالکل بولا نہ گیا

" جی وہ میں ویڈنگ پلینیئر ہوں اور گھر میں پھول سجانے آیا ہوں صاحب نے بلوایا تھا مجھے " لرزتے ہوئے اس نے کہا تھا اور سامنے والے کے تاثرات بھی دیکھے

" کون سے صاحب نے ؟ " اس عورت نے اسے تیکھی نظر سے دیکھا تھا وہ زنانہ فنکشن تھا اور کسی اجنبی کی آمد یقیناً غیر متوقع اور عجیب تھی

" میں نے ان کو بلوایا ہے پھپھو " وردان اس کے بائیں طرف چلتا ہوا آ کر کھڑا ہو گیا اسے ڈھارس ملی ۔ سلمی بیگم مطمئن ہوئیں اور وردان اس کی طرف گھوما ۔

" تم ایسا کرو اوپر والے پورشن پہ جا کر پھول سجا دو نیچے تو پہلے سے ہی ہم لگوا چکے ہیں " وردان کی بات پر اس نے سر اثبات میں ہلایا اور فوراً اوپر کی طرف بھاگا ، وہ چھوٹی سی سیڑھیاں دو پل میں عبور کرتا گھر کے اوپر والے حصے پر تھا جہاں رش ختم تو نہیں تھا لیکن کم ضرور تھا ، وہ آج دوپہر کو بھی یہاں آیا تھا کیٹرنگ والا بن کر اور اس نے دیوار پر وہ جملہ لکھا تھا اور اب تو رات تھی صرف بلبوں کی روشنیاں تھیں اوپر پہنچ کر سب سے پہلے اس نے سانسیں ہموار کیں ۔ اسی پل ہدایت کی کال آئی

" تم پہنچ گئے جیک ؟ " اس نے بے تابی سے پوچھا

" ہاں "

" اس سے ملے "

" نہیں میں اگر اس کے سامنے بھی گیا تو چیخ چیخ کر پورا گھر سر پر اٹھا لے گی پاگل لڑکی "

" تمہاری پسند ایسی ہی ہو گی "

" اوکے اب اللہ کے واسطے بار بار کال مت کرنا یہاں میلا لگا ہوا ہے " جیک نے سرگوشی میں کہا تھا

" آہ ۔ میں تو کہتا ہوں اب بھی وقت ہے لوٹ آؤ جیک " ہدایت نے ٹھنڈی سانس خارج کرتے ہوئے کہا

" نہیں میں جس سٹیج پر کھڑا ہوں وہاں سے لوٹنا ناممکن ہے محبت کا کوئی بھی راستہ پیچھے کی طرف نہیں جاتا ۔

جانا تو آگے ہے چاہے پھول ہوں یا کانٹے۔ اب تم مہربانی کر کے مجھے بار بار ڈسٹرب مت کرو میں جو کرنے آیا ہوں وہ مجھے اطمینان سے کرنے دو" ذرا سی سختی کے ساتھ اس نے کہا اور آس پاس بھی دیکھا

"مورخ لکھے گا ایک عاشق ایسا بھی آیا تھا جو اپنی محبوب کی شادی رکوانے ویڈنگ پلینیر کا بھیس بدل کر گیا تھا "ہدایت کا انداز مذاق اڑانے والا تھا

"اور مورخ یہ بھی لکھے گا ایک لڑکا ایسا بھی تھا جو زیادہ بولنے کی وجہ سے اپنے دانت اور ٹانگیں تڑوا بیٹھا تھا" مدھم مگر غصے سے جیک نے کہا

ہاہاہاہا اوکے اب کال کٹ کرتا ہوں"

"نہیں نہیں کال کٹ مت کرنا گپیں مارنا ویسے بھی میں ایک پارک میں وزٹ کرنے ہی تو آیا ہوں کمینے"

اس نے کال کٹ کر دی اور عینک کو درست کر کے دوسرے نمبر کے کمرے کی طرف جانے لگا اسے معلوم تھا وہ کمرہ حور کا ہے اور وہ یقیناً اس وقت کمرے میں ہی ہوگی دروازے پر دستک دیے وہ اندر داخل ہوا۔ وہ آئینے کے سامنے بیٹھی خود کو تیار کر رہی تھی اس وقت کمرے میں اور کوئی نہیں تھا کئی پل جیک کھڑے ہو کر اسے دیکھتا رہا۔

"مہمان سارے آگئے کیا؟" لپ اسٹک لگاتے ہوئے حور نے پوچھا تھا اس نے پیچھے نہیں دیکھا

"جی آگئے" جیک نے آواز بدل کر جواب دیا حور کے ہاتھ سے لپ اسٹک گر گیا اس نے تیزی سے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا

"تم......تم... تم کون ہو؟" اس نے دوپٹہ درست کیا وہ گھبرائی ہوئی تھی

"انسان ہوں" سینے پر ہاتھ باندھ کر مطمئن سا جواب تھا

"مطلب میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو؟"

"آپ کی شادی کو یادگار بنانے آیا ہوں" وہ حور کی گھبراہٹ کو بھرپور انجوائے کر رہا تھا

"اس بات کا کیا مطلب ہے؟" حور نے غصے سے اسے دیکھا

"مطلب میں ویڈنگ پلینیر ہوں اور اس وقت آپ کے کمرے کو سجانے آیا ہوں" حور نے ٹھنڈی سانس لی

ابھی میں تیار ہو رہی ہوں تھوڑی دیر بعد آنا"

"جو حکم میڈم جی (آئی لو یو)" دوسرا جملہ اس نے دل میں ہی کہا تھا اور باہر نکل آیا۔ چلتے ہوئے اس کے دماغ میں کئی سوچیں آ رہی تھیں اب اسے کیا کرنا چاہیے؟ سامنے چھوٹی اور وردان دونوں برآمدے کے پاس کھڑے کسی بات پر بحث کر رہے تھے وہ آہستہ سے چلتا ہوا ان کے پاس گیا اور مینار کے پیچھے چھپ کر ان کی باتیں سننے لگا۔

"بھیا وہی پارلر بیسٹ پارلر ہے میں تو کہتی ہوں آپی کو کل نکاح کے لیے اسی پارلر میں لے کر جاتے ہیں" چھوٹی نے چہک کر کہا جس کے جواب میں وردان نے کہا تھا

"لیکن چھوٹی وہ تو بہت دور ہے ناں"

"ہاں لیکن وہ شہر کا نمبر ون پارلر ہے"

"چل ٹھیک ہے پھر کل کو شام چار بجے چلیں گے وہیں پر" وردان نے حتمی فیصلہ دیا تھا مینار کے پیچھے چھپا ہوا جیک کسی بات پر سوچ میں پڑ گیا۔ اچانک کسی نے پیچھے سے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا وہ گھبرا گیا۔ پیچھے حور کی امی کھڑی تھی

"تم یہاں کیا کر رہے ہو جا کر نیچے لان میں پھول لگا دو" انہوں نے ذرا درشتی سے کہا وہ سر اثبات میں ہلاتا ہوا وہاں سے جانے لگا۔ حور کے کمرے کے پاس سے گزرتے ہوئے اسے کسی کی سسکیوں کی آواز سنائی دی وہ ٹھٹک کر رک گیا اور دروازے کے سوراخ سے اندر جھانک کر دیکھنے لگا سامنے حور جائے نماز بچھائے مسلسل روئے جا رہی تھی اس کے دل کو کچھ ہوا

"یا اللہ یہ شادی اچھے سے ہو جائے اور کوئی پرابلم نہ ہو، وہ ڈاکو یہاں نہ آئے" وہ روتے ہوئے دعا کر رہی تھی جیک نے جلدی سے دیوار کا سہارا لیا وہ توازن کھو رہا تھا دل پر جیسے خنجر چلنے لگے اس کے لیے وہاں رکنا دشوار ہونے لگا، تیز تیز سانسیں لیتا وہ وہاں سے گھر کے پچھلے حصے کی طرف آیا جہاں انتارش نہیں تھا وہ وہیں دیوار کے پاس کھڑا رہا۔ حور کی آواز کسی طلسم کی طرح کانوں میں ٹوٹ رہی تھی اس کے آنسوؤں؟

پہلی بار وہ خود سے سوال کر رہا تھا کہ وہ اتنا مطلبی کیسے ہو سکتا ہے کہ حور سے اس کی خوشیاں چھین لے؟ یہ کیسی محبت ہے کہ اپنی محبوبہ کو اس کے چاہنے والے سے جدا کر دیا جائے؟ ٹھیک ہے وہ اس سے جنون کی حد تک محبت

کرتا ہے لیکن وہ اتنا مطلبی تو نہیں ہو سکتا کہ حور سے اس کی خوشیاں چھین کر صرف اپنے بارے میں سوچے۔ کیا ہوا اگر اسے اس کی محبت نہیں ملی دنیا میں ہر محبت کا انجام خوشگوار تو نہیں ہوتا ہر کہانی کی ہیپی اینڈنگ تو نہیں ہوا کرتی؟ صبر محبت کے لئے ریڑھ کی ہڈی کا کام کرتی ہے اگر وہ محبت میں صبر ہی نہیں کر سکتا تو یہ کیسی محبت ہوگی؟ کیا وہ ساری زندگی اس تکلیف کے ساتھ رہ سکے گا کہ اس نے حور کی خوشیاں چھین کر صرف اپنے بارے میں سوچا، اس کی خوشیاں خواہشات ان کا کیا؟ اس کے گالوں پر نمی سی آئی

اس وقت وہاں کھڑے کھڑے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ حور کی زندگی سے نکل جائے گا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے؟ محبت میں دو قسم کے انسان ہوتے ہیں محبت کو پالنے والے اور محبت میں قربانی دینے والے اور وہ محبت میں قربانی دے گا۔ وہ اس سے محبت کرتا تھا اور ہمیشہ کرتا رہے گا لیکن صرف یک طرفہ محبت۔ وہ اب بھی اپنی محبت پر حق نہیں جمائے گا کبھی اس لڑکی کو اپنی ملکیت نہیں سمجھے گا۔ گانوں اور تیز میوزک کی آواز سے اسے سانس لینے میں دشواری ہونے لگی اس نے جلدی جلدی اس گھر سے نکلنے کا فیصلہ کیا، تقریباً بھاگتا ہوا جا رہا تھا لیکن اچانک اس کے قدموں کو بریک لگی، سامنے وردان کسی سے کال پہ بات کر رہا تھا اور وہ نادانستہ طور پر وہیں رک گیا

☆......☆......☆

سمر کے آنسوؤں کائنات کی گود میں جذب ہو رہے تھے وہ مسلسل سسک رہی تھی اور کائنات اس کے سر پر ہاتھ سہلا کر اسے حوصلہ دینے کی ایک ناکام کوشش میں لگی تھی۔

"وہ لوگ چلے گئے ماں" اس کی روتی ہوئی آواز گونجی کمرے میں۔

"وہ چاند محل چھوڑ کر جانے کہاں چلے گئے"

سمر گناہگار چاہے جتنی بھی کوشش کرلے اس کے گناہ اس کے پیچھے بھاگتے ہیں ظالم کو سزا اسی دنیا میں ہی ملتی ہے" کائنات کی آنکھوں کے سامنے لالی کی تصویر آئی روتی مسکراتی سپنوں کی دنیا میں رہنے والی وہ انجانی سی لڑکی۔

"میں ان کو ڈھونڈ نکالوں گی، وہ اسی دنیا میں ہی تو رہتے ہیں ان کو ان کے کیے کا بدلہ دینا ہی ہوگا" غصے سے اس کی آنکھیں لال ہوگئیں

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

" میں دعا کرتی ہوں جلد ہی تمہیں تمہاری بہن مل جائے اور تم لوگ ایک ہو کر آنے والی مصیبتوں کا سامنا کرو" کائنات کی اداسی بھری آواز سرگوشی کے انداز میں سنائی دی

☆......☆......☆

عرش اور غزل کے نکاح کا فنکشن گھر کے بڑے ہال میں رکھا گیا تھا، وہ بڑی سی خوبصورت حویلی تھی جس کو چاروں طرف سے پھولوں اور بتیوں سے سجایا گیا تھا بالکل ایسے ہی جیسے شادی کا گھر ہو، ہر طرف ڈھولکی کی تھاپ پر گانے بج رہے تھے لڑکیوں کی آواز میں گانے اور تالیاں سنائی دے رہی تھیں

پورے گھر میں رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس عورتیں اور بچے یہاں سے وہاں بکھرے ہوئے دکھائی دے رہے تھے ہر طرف خوشی اور اطمینان کی ایک لہر تھی۔ چونکہ عرش دادی کا لاڈلہ تھا اس لئے وہ اس نکاح میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہ رہی تھیں اس لئے تو انہوں نے سبھی رشتے دار پڑوسیوں کو انوایٹ کیا تھا۔ دادی اور حسینہ پھپھو صوفوں پر بیٹھی ڈانس کرتی لڑکیوں کو دیکھ رہی تھیں دادی اماں ان کو یوں ناچتے دیکھ کر برے برے منہ بنائے جا رہی تھی پھپھو البتہ انجوائے کر رہی تھی

" ارے حسینہ بند کروان کمبختوں کا ناچ گانوں، میرے تو کانوں میں درد ہو رہا ہے یہ کیا بھائیں بھائیں لگایا ہوا ہے انہوں نے" دادی غصے سے بڑبڑائیں۔

" آئے ہائے دیکھ کیا زمانہ آ گیا ہے ہمارے زمانے میں ناچنے والیاں باہر سے لائی جاتی تھیں اور آج کے زمانے میں گھر کے اندر ہی یہ کمبختی پیدا ہوگئی یعنی گھر اور بازار کی عورتوں میں کوئی فرق ہی نہیں باقی رہا۔ توبہ توبہ " دادی اماں نے کانوں کو ہاتھ لگائے اور حسینہ کے کان میں سرگوشی کرنے لگیں

ارے اماں آپ کا زمانہ گیا آج کل کے دور میں یہ سب ہی ہوتا ہے" حسینہ پھپھو ایک بار پھر بڑی دلچسپی سے ڈانس دیکھنے لگی۔ ہر طرف مہمان دکھائی دے رہے تھے۔

اسی پل زویا تیزی سے سیڑھیاں اترتی ہوئی نیچے آ رہی تھی، اس نے سفید لہنگا پہنا ہوا تھا سر پر دوپٹہ نہیں تھا بال پیچھے خوبصورتی سے لہرا رہے تھے۔ مسکراتی خوشی ہوتی وہ سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی۔

" کہاں جا رہی ہو زویا" پھپھو نے پوچھا وہ تیزی سے جاتے جاتے رکی تھی

" امی میں ذرا اپنے سہیلی کے گھر انویٹیشن کارڈ دینے جا رہی ہوں پانچ منٹ میں واپس آئی " دادی اماں نے اس کی بات سن کر برا سا منہ بنایا

" لو سن لو حسینہ تیری بیٹی نکاح سے دو تین گھنٹے پہلے باہر سیر سپاٹے کے لیے جا رہی ہے، ارے میں کہتی ہوں ادھر ادھر عورتیں سوال کریں گی گھر کی لڑکیاں کہاں ہیں تو کہاں کہاں منہ چھپاتے پھریں گے "

دادی کی بات سن کر حسینہ ذرا شرمندہ ہوئی زویا نے ناگواری سے ہونٹ سکڑے

" نانی آپ کا زمانہ گیا، اب تو وہ نصف صدی پہلے کے اصول بھی ختم ہو گئے اور ویسے بھی میں کوئی سیر سپاٹے کرنے نہیں جا رہی کارڈ دینے ہی تو جا رہی ہوں اسے انوایٹ کرنا بھول گئی تھی " اس نے مدھم آواز میں کہا تھا نانی کا یوں بات بات پہ ٹوکنا اسے بالکل نہیں پسند تھا

" لو اب یہی سننا باقی رہ گیا تھا، دیکھ لو حسینہ اپنی بیٹی کو کیسے کچ کچ زبان چلتی ہے ارے میں کہتی ہوں آج کل کے بچوں کو تمیز تو چھو کر ہی نہیں گزری ایک میرا ابلا ہے جو اپنی دادی کی مرضی کے بنا سانس تک نہیں لیتا " ہاتھ سے زویا پر لعنت بھیجتی دادی اماں تسبیح نکال کر پڑھنے لگی پھپھو نے زویا کو آنکھوں ہی آنکھوں میں خاموش رہنے کو کہا۔

اسی پل خدیجہ اور تابندہ بیگم بھی ساڑھی کا پلو سنبھالتی وہیں آئیں دادی خدیجہ کو دیکھ کر گویا ہوئیں

" چھوٹی بہو یہ بلا کہاں ہے دکھائی نہیں دے رہا کب سے تیار ہوا کہ نہیں؟ " دادی خدیجہ کی طرف متوجہ تھیں زویا موقع کا فائدہ اٹھا کر نکل گئی باہر

" دادی اماں وہ اپنے کمرے میں ہے اور تیار ہو رہا ہے "

" ٹھیک ہے لیکن اسے ذرا جلدی تیار کرنا مولوی کو تو فون کر دیا تھا جانے کہاں رہ گیا، حسینہ ذرا اس نکاح خواں کا نمبر تو ملا دے " حسینہ سر اثبات میں ہلاتی فون اسٹینڈ کی طرف جا کر ایک نمبر ملانے لگیں

" ارے ایک تو ان لڑکیوں نے پوری حویلی کو سر پر اٹھایا ہوا ہے کیسے بات کروں گی ان سے " خدیجہ بیگم اوپر عرش کے کمرے کی طرف جانے لگیں آج عرش کا موڈ اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا وہ جانتی تھیں یہ نکاح وہ خوشی سے نہیں کر رہا لیکن بابا جان کے فیصلے کو بدل بھی تو کون سکتا ہے

" عرش بیٹا تم ابھی تک تیار نہیں ہوئے " ان کے کمرے میں جا کر دیکھا جہاں اس نے صرف سفید کرتا

تبدیل کیا ہوا تھا باقی بال وغیرہ ابھی گیلے تھے

"امی کپڑے تو بدل لئے اب کیا لپ اسٹک اور آئی شیڈ بھی لگاؤں" اس کا موڈ آف تھا خدیجہ مسکرائیں اور اس کا ہاتھ پکڑ کر آئینے کے سامنے لے گئیں

"تم بیٹھو آج تمہارے بالوں میں کنگھی میں خود کروں گی" عرش کو بٹھا کر انہوں نے کنگھی اٹھایا وہ کچھ نہیں بول رہا تھا اس سارے فنکشن سے اسے الجھن ہو رہی تھی وہ کسی بھی قیمت پر غزل سے نکاح نہیں کرنا چاہ رہا تھا

"ماشاءاللہ آج تو میرا شیر بیٹا پرنس لگ رہا ہے" انہوں نے آنکھوں سے سرمہ نکال کر اس کی تھوڑی کے نیچے لگایا تاکہ اسے نظر نہ لگے

"پرنس کی شادی پرنسز سے ہوتی ہے غزل جیسی نک چڑی سے نہیں" وہ برے موڈ کے ساتھ بولا، خدیجہ نے اس کے گال کھینچے۔

"اوئے میرے ڈبل روٹی جیسے گالوں والا بیٹا ہمیشہ تیری ناک پر غصہ سوار رہتا ہے کبھی تو مسکرا دیا کر" عرش کچھ نہیں بولا اور سنجیدگی سے آئینہ دیکھتا رہا اسی پل اس کے موبائل کی گھنٹی بجی ہاتھ آگے بڑھا کر اس نے موبائل اٹھایا

"ہیلو" اس نے مدھم آواز میں کسی سے بات کی دوسری طرف سے جانے کیا کہا گیا جس کے جواب میں عرش چوہدری کرنٹ کھا کر کھڑا ہوا۔

"واٹ؟" وہ چلایا، خدیجہ نے ذرا حیرانی سے اسے دیکھا

"اوکے میں ابھی آیا" بڑی عجلت میں اس نے کال کٹ کر کے موبائل جیب میں رکھا اور کمرے سے باہر بھاگتے ہوئے نکلا، خدیجہ بیگم اس کے پیچھے پیچھے بھاگیں

"کیا ہوا عرش کہاں جا رہے ہو؟" انہوں نے بے چینی سے پوچھا عرش بھاگتے ہوئے پھولوں سے سجی سیڑھیاں عبور کر کے نیچے ہال میں پہنچا، جہاں دادی سمیت سارے گھر والے موجود تھے وہ سب کو نظر انداز کرتا ہال کے دروازے کی طرف بڑھا۔

"عرش کیا ہوا کہاں جا رہے ہو؟" خدیجہ بیگم اس کے پیچھے لپکیں دادی بھی کھڑی ہوئیں

بلے اتنی جلدی میں کہاں جا رہے ہو؟"

"دادی میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں" وہ پورچ تک پہنچ گیا دادی اور خدیجہ بھی اس کے پیچھے پورچ تک آئیں۔

"کیسا ضروری کام بلے، تھوڑی دیر میں تمہارا نکاح ہے" وہ حیران و پریشان عرش کو گاڑی میں بیٹھتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

"میں آجاؤں گا دادی" یہی وہ آخری جملہ تھا جسے کہہ کر وہ گاڑی لئے باہر نکلا اور سڑک پر آ کر گاڑی کی سپیڈ بڑھا دی۔ دادی اور خدیجہ بیگم اسے دروازے کے پاس کھڑی دیکھتی رہیں اندر سے گانوں کی آواز آ رہی تھی۔

☆......☆......☆

مغرب کی جانب ڈوبتا ہوا سورج سنہری روشن کرنیں بکھیر رہا تھا رات ہونے میں فقط کچھ ہی پل بچے تھے، آسمان پر کہیں کہیں کالے بادل بھی دکھائی دے رہے تھے، ہوا بھی بڑی تیز تھی، وردان گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور کسی گہری سوچ میں ڈوبا پتا نہیں کیا سوچ رہا تھا وہ پچھلے کچھ دنوں سے اس میں یہ تبدیلیاں نوٹ کر رہی تھی۔ پچھلی سیٹ پر وہ چھوٹی کے ساتھ بیٹھی تھی اور مسلسل ونڈو سے باہر جھانک رہی تھی۔ یہ گاڑی وردان کے ایک دوست کی تھی اور وہ سب اس وقت بیوٹی پارلر کی طرف جا رہے تھے، آج رات دس بجے اس کا نکاح تھا لیکن جانے کیوں وہ اتنی اداس تھی جانے کیوں اس کا دل اتنا گھبرا رہا تھا؟

وہ چاہتی تھی جلد از جلد یہ نکاح ہو جائے، اس کے دل میں کہیں نہ کہیں جیک کا ڈر بھی موجود تھا وردان سے بھی وہ کچھ ڈسکس نہ کر پائی تھی، اور ابھی باہر جھانکتی ہوئی وہ ہزاروں سوچوں میں گم تھی، موبائل پر ایس ایم ایس آیا

"وردان تمہیں دھوکہ دے رہا ہے" اس نے غصے سے ایس ایم ایس کو دیکھا یقین نہیں آیا وہ لائن پھر سے پڑھی وہی لکھا تھا؟ لیکن ایسا کیوں؟ اس نے سوچا۔ یہ جیک ضرور اس کے دل کو بدگمان کرنا چاہتا ہے تا کہ وہ وردان سے شادی نہ کرے، اپنی طرف سے وہ یہی سوچ سکی۔ جی چاہا موبائل ونڈو سے باہر پھینک دے لیکن اس میں بھی نقصان اسی کا تھا وہ وردان کو اب کچھ بھی نہیں بتانا چاہتی تھی کیونکہ اب نکاح میں تھوڑا وقت رہ گیا تھا اور وہ اس کے ساتھ تھا اس لئے بھی نہیں ڈر رہی تھی

بیوٹی پارلر شہر سے کچھ فاصلے پر ایک ایسی جگہ پر تھا جہاں آبادی تو کم تھی ہی نہیں لیکن وہ جگہ قدرے سنسان بھی لگا تھا اسے، گاڑی سے اترتے ہوئے اس نے سامنے دیکھا وہ ایک خوبصورت دومنزلہ عمارت تھی جس پر شیشے کا کام کیا گیا تھا اس وقت سورج کی سنہری روشنی اس عمارت پر پڑ رہی تھی ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پوری بلڈنگ شیشے کی بنی ہوئی ہو۔ یہ شہر کا سب سے مشہور پارلر تھا تبھی وردان اور چھوٹی اسے یہاں لے کر آئے تھے، دوپٹہ اس کے شانوں پر تھا بال کھلے ہوئے تھے چھوٹی اور وردان گاڑی سے نکل جاؤں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے وہ دونوں آپس میں کچھ سرگوشیاں بھی کر رہے تھے حور نے کوئی توجہ نہ دی۔

" آپ نے وعدہ کیا تھا ناں؟" چھوٹی نے وردان کو اس کا کوئی وعدہ یاد دلایا اب وہ بلڈنگ کے بالکل اندر داخل ہو چکے تھے جہاں کافی رش تھا

" ہاں یاد ہے اپنا وعدہ اور ضرور لے کر جاؤں گا تمہیں" وردان نے کہا وہ چلتے چلتے ریسپشن کاونٹر تک پہنچے اس وقت ان کو کوئی اور بھی دیکھ رہا تھا۔ وردان نے استقبالیہ کاونٹر پر موجود اس لڑکی کو سلام کیا اور اسے تفصیل سمجھانے لگا حور خاموش سی جا کر وہیں رکھے صوفے پر بیٹھ گئی

" ٹھیک ہے تو ہم جا رہے ہیں میں نے بیوٹیشن کو سب سمجھا دیا ہے اور...... " وردان اس کے پاس آ کر کہہ رہا تھا وہ گھبرا کر کھڑی ہوئی

" تم...... تم کہاں جا رہے ہو؟"

" یہیں شاپنگ مال تک اس چھوٹی کی بچی کے ساتھ شاپنگ کا وعدہ تھا ہم بس تھوڑی دیر میں آ جائیں گے" اس نے ڈر کر وردان کا ہاتھ پکڑ لیا

" نہیں... نہیں پلیز مت جاؤ میرا دل بہت گھبرا رہا ہے"

وہ ڈر سے کانپ رہی تھی جانے کیوں اتنا ڈر رہی تھی۔

ریلکیس حور میں یہیں ہوں پاس والے مال جا رہا ہوں آ جاؤں گا تھوڑی دیر میں" وردان نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے واپس صوفے پر بٹھایا اس نے وردان کا ہاتھ نہیں چھوڑا اور مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا اسے ڈر تھا اگر وہ وردان کا ہاتھ چھوڑ دے گی تو وہ غائب ہو جائے گا پھر کبھی نہیں ملے گا اسے۔ وردان نے آہستہ

سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے الگ کیا

"تم واپس آؤ گے ناں؟" حور نے تیزی سے پوچھا اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی وردان اور چھوٹی اس کے عجیب رویے پر حیران تھے

"ہاں حور میں ضرور آؤں گا تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے ناں؟ اپنے بچپن کے دوست پر" حور اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگی

"میں تمہارے ساتھ ہوں زندگی بھر، بس ہم لوگ تھوڑی دیر میں آ رہے ہیں تب تک تم تیار ہو جاؤ گی" وردان نے اس کے بالوں کی لٹ پیچھے کیا اور اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دیتا پارلر سے باہر جانے لگا، حور اسے دور جاتا ہوا دیکھ رہی تھی وہ اس سے دور جا رہا تھا پھر یکدم وہ کھڑی ہوئی اور بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے گئی وہ پارلر کے دروازے تک آئی وہ دونوں کار میں بیٹھ رہے تھے جب حور نے پیچھے سے آواز دی

"میں راہ دیکھوں گی تمہارا" وردان مسکرایا سر اثبات میں ہلاتا وہ گاڑی میں بیٹھ گیا، گاڑی سٹارٹ ہوئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے دھول اڑاتی دور جا رہی تھی وہ وہیں دروازے پر کھڑی دیکھ رہی تھی گاڑی غائب ہو گئی وہ مردہ قدموں کے ساتھ چلتی ہوئی اندر آئی ۔ وقت گزرتا چلا جا رہا تھا ایک لڑکی اسے اندر لے گئی وہ آئینے کے سامنے بیٹھ گئی ایک نظر سامنے دیکھا تو خود کو پہچان سکی آنکھوں کے گرد پڑے حلقے اور نہایت اداس چہرہ اس حور سے تو کہیں زیادہ مختلف تھی جس کی تعریف اکثر لوگ کرتے تھے۔ پورے ایک گھنٹے وہ لڑکی مختلف زاویوں سے اس کے چہرے کی مرمت کرتی رہی کیا کیا ہوا اسے کچھ پتا نہیں چلا جب وہ کپڑے بدل کر آئینے کے سامنے آئی تو ایک خوبصورت سی دلہن اسے نظر آئی، لال عروسی فراک اور سر پر کام والا لال دوپٹہ۔ وہ خود کو دیکھے گئی یہ وہ دن تھا جس کا انتظار اسے ہمیشہ سے تھا، وہ بار بار موبائل کو دیکھتی رہی وردان کا میسج نہیں آیا تنگ آ کر اس نے خود ہی میسج کیا، کوئی جواب نہیں آیا وہ باہر جا کر صوفے پر بیٹھ گئی چہرے پر ڈھیروں اداسی سجائے، کال ملانے لگی لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہا تھا لمحہ بہ لمحہ پریشانی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ سامنے دیوار پر وال کلاک لگی تھی سوئی کی ہر ٹک ٹک جیسے اس کے دل پر وار کر رہی تھی اندھیرا بھی پھیل چکا تھا وہ بار بار موبائل سکرین کو دیکھ رہی تھی۔ پارلر میں لوگوں کی تعداد اب بہت کم ہوتی جا رہی تھی اور سٹاف ورکرز بھی چھٹی کر کے گھروں کو لوٹ رہے تھے یہ وردان اور چھوٹی

جانے کہاں رہ گئے اس کا دل بہت گھبرا رہا تھا۔ زیادہ بے چینی ہوئی تو لمبے بھاری فراک کو سنبھالتی وہ پارلر کی بلڈنگ سے باہر نکل آئی صرف باہر لگے ٹیوب لائٹ کی روشنی تھی، آسمان پر بھی گہرے بادل تھے جو آہستہ سے گرج رہے تھے وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ سبھی اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے ، ہونٹ بھینچے وہ پریشانی کے عالم میں کبھی موبائل تو کبھی روڈ کو دیکھتی۔ لال عروسی لباس میں تازہ میک اپ کیے اس وقت وہاں کھڑے وہ یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ اس کا میک اپ خراب ہو جائے گا وہ بس وردان کے آنے کے بارے میں سوچ رہی تھی کافی وقت ہو گیا وہیں باہر کھڑے اسے پندرہ منٹ سے زیادہ وقت ہو گیا اب تو اس کی پریشانی عروج پر تھی ذہن میں بار بار جیک کا خیال آ رہا تھا کہیں اس نے وردان کے ساتھ .... اور اس سے زیادہ تو وہ کچھ سوچ بھی نہیں پا رہی تھی

اس وقت شاید قسمت اس پر مہربان ہو گی موبائل پر ایس ایم ایس آیا،

"پارلر کے پچھلے حصے کی طرف آو

وردان"

وہ نمبر وردان کا نہیں تھا ایک نیا نمبر تھا پھر بھی اس وقت وردان کے علاوہ اس کے ذہن میں کوئی اور نہیں تھا۔ شاید وہ کار لے کر پچھلے حصے کی طرف آیا ہو؟ شاید اس نے اپنی کسی نئی سم سے میسج کیا ہو؟ ایس ایم ایس کے آنے کی خوشی تھی جو وہ اندھیرے میں بھاگتی ہوئی پارلر کے پچھلے حصے کی طرف گئی جہاں روشنی برائے نام بھی نہیں تھی موبائل سکرین کی مدھم روشنی کے سہارے وہ چل رہی تھی۔ تیز ہواؤں سے اس کا دوپٹہ بار بار اڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پچھلا حصہ اس کے سامنے تھا وہاں کوئی نہیں تھا دور دور تک۔ وہ خالی آنکھوں کے ساتھ ادھر ادھر دیکھنے لگی ذہن میں ایک خطرناک خیال آیا دل کی دھڑکن دو سو کراس کر گئی اسے اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی بڑی تیزی سے اس نے پلٹ کر پیچھے دیکھا لیکن تب تک بہت دیر ہو چکی تھی کسی نے اس کی ناک پر رومال رکھا اور وہ ہوش وحواس کی دنیا سے دور ہوتی چلی گئی

☆......☆......☆

" کہاں ہو تم اس وقت؟"

"میں سٹی ہاسپٹل جا رہا ہوں امی"

خدیجہ بیگم کے کان میں بم جیسا کچھ پھٹا تھا

"کیا کہا؟ کہاں جا رہے ہو؟" سمجھنے کے باوجود انہوں نے بے یقینی سے پوچھا

"ہاسپٹل، میں نے کہا میں سٹی ہاسپٹل جا رہا ہوں امی"

بڑی آسانی سے کہا گیا یہ جملہ خدیجہ بیگم کو مزید سلگا گیا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو عرش تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ہاسپٹل کیا کرنے جا رہے ہو؟"

خدیجہ بیگم کا حیرت اور غصے سے برا حال ہونے لگا۔ یہ ایک لڑکا ان کی سمجھ سے باہر تھا اس کے دماغ میں کب کب کیا کیا چل رہا ہوتا ہے وہ ماں ہو کر بھی آج تک نہیں سمجھ سکیں۔

"امی ہاسپٹل جانے کے لیے دماغ خراب ہونے کی کیا ضرورت" اس نے بات کو مذاق کے روپ میں ڈھال لیا

شٹ اپ عرش دو گھنٹے بعد تمہاری شادی ہے اور تم "ہاسپٹل کیوں جا رہے ہو؟ سارے مہمان آ چکے ہیں تمہارا انتظار ہو رہا ہے؟" صائمہ بیگم کی سمجھ میں نہیں آیا آخر کون سا فارمولا اس لڑکے پر صحیح اترتا تھا

"ڈونٹ وری امی میں صرف ایک گھنٹے کے لئے جا رہا ہوں میرے دوست کے فادر کو اٹیک آیا ہے، نکاح تک واپس آ جاؤں گا ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے" اس کی لاپرواہی قابلِ دید تھا انداز اتنا اطمینان بھرا تھا جیسے موسم کا حال سنا رہے ہوں جناب۔

"میں تم سے کوئی فضول بحث نہیں کرنا چاہتی عرش تم ابھی کے ابھی گھر واپس آ و گے" کہہ کر انہوں نے فون کو زور سے کریڈل پر رکھ دیا۔ آرڈر دینے کے باوجود بھی وہ جانتی تھیں ان کا بیٹا جہاں گیا ہے اور جو کرنے گیا ہے وہ کر کے ہی واپس آئے گا۔ ان کی پریشانی بڑھ گئی جانے اس کے دل میں کیا چل رہا تھا وہ نکاح کے لیے واپس آئے گا بھی یا نہیں؟ پہلے بھی کتنی مشکل سے مانا تھا غزل سے نکاح کے لیے، کتنی ہی دیر وہ فون کے پاس گم سم کھڑی رہیں جب دادی اماں لاٹھی سنبھالتی وہاں آ گئیں۔

"کیا ہوا خدیجہ، بہو تم کچھ اداس لگ رہی ہو" انہوں نے بڑی فکرمندی سے پوچھا تھا لیکن خدیجہ بیگم نے کہا

جانے والی نگاہ سے ان کو دیکھا۔ یہ سب انہی کی دی ہوئی ڈھیل کا نتیجہ تھا۔

اماں جی آپ کا لاڈلہ پوتا......."

اب کیا کر دیا بلے نے۔ اماں نے جواباً خدیجہ کو گھورا جو صبح شام ان کے پیارے پوتے کے پیچھے پڑی رہتی تھیں۔

آپ کا مناسٹی ہاسپٹل چلا گیا ہے جانے اب کب تک واپس آئے گا" صائمہ بیگم نے تقریباً چیخ کر کہا

ہاں تو کیا آدھے گھنٹے تک واپس آجائے گا" اماں جی شاید بات سمجھ نہ سکیں۔

اماں سٹی ہاسپٹل کا فاصلہ پینتالیس منٹ کا ہے وہ بھی صرف ایک طرف کا تو وہ کیسے آئے گا؟" اب کی بار اماں جی کے کانوں میں دھماکے ہونے لگے

ہائے ہائے" انہوں نے دل تھام لیا

یہ لڑکا اچانک ہاسپٹل کیا کرنے گیا ہے، دو گھنٹے بعد تو نکاح ہے" اب اماں جی کافی پریشان نظر آ رہی تھیں

ارے میں کہتی ہوں خدیجہ بہو تو نے اسے جانے ہی کیوں دیا" اب انہوں نے خدیجہ بیگم کو غصے سے دیکھا خدیجہ بیگم خفا ہو گئیں۔

"ارے اماں مجھ سے تو ایسے کہہ رہی ہیں جیسے وہ مشورہ کر کے نکلا تھا اگر میرے سامنے بیٹھ کر یہ بات کرتا تو اس کے کان کھینچ کر کمرے میں بند نہ کر دیتی لیکن اسے پتا ہے تبھی اسے نے موقع پر اطلاع نہیں دی، مجھے تو لگا تھا اس کا کوئی دوست باہر کھڑا ہے اسے بلانے باہر گیا ہو"

خدیجہ بیگم سر تھام کر بیٹھ گئیں صوفے پر، اماں بیچاری الگ پریشان تھیں۔ اسی پل حسینہ پھپھو سیڑھیاں اترتی نیچے آئیں۔

"ارے اماں میں نے مولوی کو کال کر دیا ہے وہ تھوڑی دیر میں آتے ہی........." جملے کا باقی حصہ وہ پورا نہ کر سکیں سامنے خدیجہ بیگم اور اماں جی پر نظر جو پڑی تھی ان کے بدلے بدلے تاثرات کسی کو بھی حیرت میں ڈال سکتے تھے۔

" کیا ہوا بھابھی، آپ پریشان کیوں نظر آ رہی ہیں" بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا حسینہ پھپھو نے اور حد سے زیادہ میک اپ تھوپنے کے باوجود بھی وہ کچھ خاص نہیں لگ رہی تھیں۔ خدیجہ نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا ضرور تھا

پر کوئی جواب نہیں دیا۔

"ایک منٹ بھابھی کہیں آپ کے لاڈلے ڈبل روٹی نے کچھ گڑبڑ تو نہیں کر دی پھر سے" خدیجہ بیگم نے غصے سے ٹھنڈی سانس بھری

"ارے حسینہ کتنی بار کہا ہے میرے بلے کو ڈبل روٹی مت کہا کرو، مانا کہ اس کے گال تھوڑے سرخ اور پھولے ہوئے ہیں لیکن اسے ڈبل روٹی بلائے گی تو بچے کا نام پک جائے گا کم بخت ماری" اماں جی عرش پر غصہ ہونے کے باوجود بھی اس کی طرف داری کرنا نہیں بھولیں، جو غصہ تھا انہوں نے حسینہ پر ہی اتار دیا۔اور حسینہ پھپھو نے برا سا منہ بنایا خدیجہ پہلو بدل کر رہ گئی۔

"ہاں ٹھیک ہے ٹھیک ہے لیکن اب کوئی بتائے گا الیکشن میں ہارے ہوئے سیاست دان کی طرح آپ دونوں کا منہ کیوں لٹک رہا ہے"

دادی اماں اور خدیجہ بیگم نے ایک دوسرے کو دیکھا پھر حسینہ کی طرف اور ان کو ساری بات بتائی جسے سن کر وہ بے ہوش ہوتے ہوتے رہ گئیں۔

"ہائے میں مر جاواں، اب وہ کب آئے گا یہاں تو سارے مہمان آ چکے ہیں اب تو مولوی صاحب بھی آنے والے ہیں نکاح کے لیے" وہ بے حد پریشان تھیں اس وقت زویا اور شاہ نوران کے پاس آئے اور انہیں یہ بات معلوم ہوئی پھر آہستہ آہستہ یہ خبر پورے گھر میں پھیل گئی سبھی گھر والوں کے چہرے اترے ہوئے تھے بابا جان بار بار عرش کا نمبر ملا رہے تھے عرش نے بھی جان بوجھ کے شاید موبائل بند کر دیا تاکہ کسی سوال جواب سے بچا جا سکے۔بابا جان کا غصے سے برا حال تھا

"عشان، ارمان تم دونوں سٹی ہاسپٹل جاؤ ابھی کے ابھی" دسمبر طلال نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا وہ کسی فرمانبردار بچے کی طرح سر اثبات میں ہلاتے وہاں سے باہر نکلے۔تابندہ بیگم الگ پریشان تھیں غزل اپنے کمرے میں غصے سے ٹہل رہی تھی سب پریشان تھے جانے عرش چوہدری کہاں تھا؟

☆......☆......☆

اس کی آنکھوں میں ذرا سی حرکت پیدا ہوئی، آہستہ آہستہ آنکھیں کھولتی وہ لاشعوری سے شعور کی دنیا میں

لوٹ رہی تھی، سر کچھ بھاری محسوس ہوا اور پھر اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ وہ ایک بنچ پر بیٹھی تھی کچھ پل اسے یہ سمجھنے میں لگے کہ وہ کہاں ہے اور کیوں ہے اور جب یہ بات سمجھ آ گئی تو اس کے ہوش اڑ گئے۔ وہ اسی پارلر کے پچھلے حصے کی طرف تھی لیکن وہ وہاں کیا کر رہی تھی؟ اندھیرا تھا چاروں طرف آسمان پر بجلی چمک رہی تھی اس کا دل تیز تیز دھڑک رہا تھا۔ وردان کہاں تھا؟ پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اس کا موبائل بھی نہیں تھا؟ خوف مزید بڑھ گیا۔ جانے ٹائم کیا ہوا تھا اور وہ کب سے یہاں پڑی ہوئی تھی بھاگ کر وہ پارلر کے فرنٹ سائیڈ کی طرف گئی مگر وہاں جا کر اس کے قدموں تلے جیسے زمین نکل گئی پارلر بند تھا۔

کیا اتنی دیر ہو چکی تھی کہ پارلر بند تھا اور سارا اسٹاف گھروں کو لوٹ گیا اور وہ جانے کب سے وہاں پڑی تھی پھر اسے یاد آیا آج اس کی شادی تھی گھر والے کتنے پریشان ہوں گے وردان اسے کہاں کہاں ڈھونڈ رہا ہوگا؟ اس کا دل بری طرح کانپنے لگا۔ آنکھوں سے آنسوؤں جاری ہو گئے وہ وہیں زمین پر گرتی چلی جا رہی تھی، اس کا لال فراک کیچڑ سے خراب ہو گیا مگر اسے کسی چیز کا ہوش ہی نہیں تھا وہ وحشی انداز میں ادھر ادھر دیکھ رہی تھی اس وقت وہاں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا جس سے وہ مدد لیتی، گھر والوں کے ساتھ رابطے کا بھی کوئی ذریعہ نہیں تھا موبائل بھی جانے کہاں کھو گیا۔ اسے یاد تھا جب وہ پارلر سے نکلی تھی تو موبائل اس کے ہاتھ میں تھا پھر اچانک کسی نے اس کی ناک پر رومال رکھا اور وہ بے ہوش ہوئی اور جانے کتنی دیر وہیں پڑی رہی؟ ذہن میں بار بار جیک کی تصویر آ رہی تھی اس کا دل چاہا وہ ختم کر دے جیک کو جس نے اس کے ساتھ یہ سب کیا۔ اس کے دل میں جیک کے لیے نفرت پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئی لیکن یہ وقت وہاں بیٹھ کر رونے دھونے کا یا افسوس کرنے کا نہیں تھا اسے گھر پہنچنا تھا ہر حال میں۔ وردان نکاح کے لیے اس کے انتظار میں ہوگا، مگر سب سے بھیانک سوال اتنا لمبا سفر وہ بنا کسی سہارے کے اکیلی کیسے طے کرے۔ ایک بار پھر اسے ہر طرف اندھیرا محسوس ہوا بارش بھی شروع ہو چکی تھی وہ پاگلوں کی طرح اس سنسان سڑک پر کسی معجزے کا انتظار کر رہی تھی۔ وحشت کے مارے رونا بھول کر وہ کھڑی ہوئی۔ اور بھاگ کر سڑک کے بیچ آ کر کھڑی ہوئی کاش کوئی فرشتہ آ جائے اور اسے اس مصیبت سے باہر نکالے مگر اس وقت اتنی بارش میں کسی گاڑی کا گزرنا کوئی معجزہ ہی ہو سکتا تھا اوپر سے یہاں کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی جس کے ذریعے وہ گھر رابطہ کر پاتی۔ یہ کیسا سفر تھا؟ کون سا موڑ تھا؟ کیا ہونے والا تھا؟ اس نے زور

سے آنکھیں میچ لیں کاش یہ سب خواب ہو اور جب وہ آنکھیں کھولے تو وہ اپنے گھر میں کسی بستر پر پڑی ہوئی ہو، دو منٹ بعد آنکھیں کھولیں اس نے۔کوئی خواب نہیں تھا وہ، سب کچھ سچ مچ ہو رہا تھا۔آج یہ طوفانی رات اسے معاف نہیں کرنے والی تھی آج تو اسے امتحان دینا تھا۔

بارش کی رفتار تیز ہوتی جارہی تھی وہ بیس منٹ سڑک پر کھڑی رہی لیکن کوئی نہیں آیا وہ روتی ہوئی وہیں بیٹھ گئی۔اس کے دل میں شدید خواہش پیدا ہوئی کہ زہر کی ایک شیشی وہ اپنے ساتھ لاتی اگر اسے پتا ہوتا آگے یہ سب ہونے والا ہے۔گھٹنوں میں سر دیئے وہ روتی چلی جارہی تھی۔دور سے آتی کسی گاڑی کی ہیڈ لائٹ کی روشنی آنکھوں پر پڑی تو جھٹ کھڑی ہوگئی اسے وہ گاڑی اس وقت کسی مسیحا کی طرح نظر آرہی تھی۔بھاگتی ہوئی وہ سڑک کے بیچ آگئی اور گاڑی کے سامنے جاکر کھڑی ہوگئی دوسری طرف جو بھی گاڑی ڈرائیو کررہا تھا اس سنسان سڑک پر بڑے اطمینان سے گاڑی چلا رہا تھا پر یوں اچانک کسی لڑکی کو بیچ سڑک پر دیکھ کر تیزی سے بریک لگانے کی کوشش میں گاڑی جاکر حور کے قدموں کے پاس رک گئی۔وہ ننگے پاؤں بھاگتی ہوئی کار کے ونڈو تک گئی شیشہ نیچے گرایا گیا۔اس نے گاڑی میں جس انسان کو بیٹھے دیکھا لمحے بھر کے لیے تو دو سو واٹ کا کرنٹ لگا اسے

"حور تم یہاں اتنی رات کو کیا کررہی ہو؟" وہ عرش چوہدری تھا اور اتنی رات کو وہاں اس سنسان سڑک پر اسے دیکھ کر وہ یقیناً حیران تھا۔حور کچھ پل اسے حیرت سے دیکھنے لگی، کیا بتاتی اسے

"آر یو اوکے؟" عرش اسے خاموش دیکھ کر پوچھنے لگا

"یہیں باہر بارش میں کھڑی آپ کے سوالوں کے جواب دیتی رہوں"

"اوہ سو سوری" عرش نے تیزی سے پیچھے والی ونڈو کو اوپن کیا۔حور مکمل طور پر بھیگ چکی تھی فراک جو پہلے بھاری تھا اب مزید بھاری ہوگیا۔

"آؤ اندر بیٹھو" حور آکر کار میں بیٹھ گئی گیلے کپڑوں کی وجہ سے کار کی سیٹس بھی بھیگ گئیں۔لیکن اس کی سانسیں بحال ہوچکی تھیں عرش کو وہ کتنا ہی سٹوپڈ کیوں نہ سمجھتی لیکن اس وقت وہ اس کے لیے معجزہ بن کر آیا تھا لیکن جو ہوا اسے سوچ کر وہ سسک رہی تھی۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟"

"تو اور کیا کروں؟"

" کچھ بھی لیکن رونے سے کیا ملے گا"

" آپ کو کچھ نہیں پتا"

" وہی تو پوچھ رہا ہوں"

عرش نے ٹشو باکس سے اسے دو چار ٹشو نکال کر دیئے حور نے اسے دو چار لفظوں میں مختصر کہانی بتائی، وہ اس کے سامنے کوئی تماشا نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن آنسوؤں بے قابو ہو رہے تھے۔عرش نے پہلے سنجیدگی سے اسے دیکھا پھر وہ ہولے سے مسکرایا اور پھر وہ قہقہے لگانے لگا۔حور نے ناسمجھی کے عالم میں اسے دیکھا

" یہ کون سی فلم کی کہانی تھی؟" کاش اس وقت حور کے ہاتھ میں بندوق ہوتی۔اس نے غصے سے عرش کو دیکھا آخر کس کے سامنے وہ آنسوؤں بہا رہی تھی اس انسان کی نظروں میں جذبات کی کوئی قیمت ہی نہیں تھی۔عرش سفید شلوار قمیض میں تھا آستین فولڈ کیے ہوئے تھے ہاتھ میں قیمتی گھڑی تھی بال بھی بنے ہوئے تھے اور وہ ہنستا چلا جا رہا تھا حور کافی دیر تک اسے دیکھتی رہی پھر وہ زچ ہو کر بولی

اگر آپ کا ہنسنا ختم ہو گیا ہو تو چلیں" عرش نے اپنی ہنسی پر قابو پا ہی لیا

" کہاں؟"

" گھر" حور نے جواب دیا

" کیوں؟" اس نے پوچھا، وہ پاگل نہیں تھا پاگل بھی اس کے سامنے کوئی سیانی مخلوق کہلاتی

" کیونکہ میری شادی ہے اور میرا گھر پہنچنا ضروری ہے" عرش چیونگم نکال کر چبانے لگا

" اور اگر میں نہ لے کر جاؤں تو؟" وہ سنجیدہ چہرہ لئے بیک ویو مرر سے دیکھتے ہوئے سوال کر رہا تھا حور کچھ پل بول نہ سکی

" آپ ایسا کیوں کریں گے" وہ اداس ہو گئی رونے کے قریب تھی عرش نے غور سے اسے دیکھا

: چل ٹھیک ہے کیئے دیتا ہوں تیرے کو ڈراپ تو بھی کیا یاد کرے گی کیسے دل والے پرنس سے پالا پڑا ہے"

کہہ کر اس نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔

"ہاں پلیز ذرا جلدی میں پہلے ہی لیٹ ہو چکی ہوں بہت۔ سب پریشان ہو رہے ہوں گے"

حور نے اداسی سے سر پیچھے ٹکا دیا وہ گاڑی چلانے لگا حور کے لیے یہی غنیمت تھی

"ویسے مزے کی ایک بات بتاؤں؟" کچھ وقفے کے بعد عرش نے کہا حور جو آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی عرش کی طرف متوجہ ہوئی۔

" آج میرا بھی نکاح ہے اور اتفاقاً میں بھی لیٹ ہو چکا ہوں" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا

"نکاح؟ کس کے ساتھ؟" اسے تجسس ہوا

"غزل کے ساتھ"

"کیا آپ اس سے شادی کریں گے" حور نے برا سا منہ بنایا

"کیوں اس میں کوئی پرابلم ہے" عرش نے گردن گھما کر اسے دیکھا

"نہیں اچھی جوڑی رہے گی" وہ طنز کر رہی تھی

تم طنز کر رہی ہو ناں؟" وہ اتنا بھی پاگل نہیں تھا حور کچھ نہ بولی

"یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا" عرش نے ذرا غصے سے اسے دیکھا وہ حیران ہوئی

"میری وجہ سے؟ میں نے کیا کیا؟" اس کا یہاں کیا ذکر تھا

":اس دن تمہیں سٹور روم میں بچانے آیا یہی بات میرے لئے مصیبت بنی دادی بابا جان سب کو لگتا ہے میرا تمہارے ساتھ افیئر ہے تبھی انہوں نے میرے پیر باندھنے کے لیے غزل کے ساتھ میری شادی کا فیصلہ کر لیا"

حور کو خود پر الزام لگائے جانے پر غصہ تو بہت آیا لیکن اس وقت وہ کچھ بحث نہیں کرنا چاہتی تھی پہلے ہی اتنی پریشان تھی۔ خاموشی سے وہ اندھیرے میں باہر دیکھنے لگی بارش کی تیز بوندیں ونڈو پر گر رہی تھیں۔ اگر یونہی ساری رات وہ بارش میں کھڑی رہتی تو کل کو شاید اس کی لاش بھی نہیں ملنی تھی۔ بڑی بے چینی سے وہ عرش کو ڈرائیو کرتا دیکھ رہی تھی وہ اطمینان سے ڈرائیو کر رہا تھا کافی دیر تک وہ اسے سلو ڈرائیونگ کرتی ہوئی دیکھتی رہی جب غصہ آؤٹ آف کنٹرول ہو گیا تو وہ چیخ اٹھی

"یہ کس اسپیڈ سے آپ گاڑی چلا رہے ہیں؟ پلیز تھوڑا تیز کریں" عرش نے اس کے جملے پر اچانک بریک

لگائی اور مڑ کر اسے دیکھا

" روڈ خراب ہے بارش ہو رہی ہے اوپر سے اندھیری رات اب یہاں میں گینگسٹر بن جاؤں کیا؟ " اس نے تھوڑی سیٹ پر ٹکا کر اسے دیکھا اب وہ اس سے کیا بحث کرتی

" ٹھیک ہے میں نہیں چلاتا کار اگر تم اس سے اچھا ڈرائیو کر سکتی ہو تو آ جاؤ۔ نہیں تو مجھے کوئی جلدی نہیں ہے ویسے بھی مجھ غریب کا نکاح زبردستی کیا جا رہا ہے " وہ سگریٹ کی ڈبی سے سگریٹ نکال کر سلگانے لگا حور کا دل بھی سلگ رہا تھا یہ کون سا وقت تھا یہ سب کرنے کا

" آپ چلیں ناں رک کیوں گئے؟ " اسے جانے کی جلدی تھی

" نہیں نہیں مجھے ڈرائیونگ کرنا نہیں آتا تم خود آ کر گاڑی چلاؤ " اطمینان سے وہ سینے پر ہاتھ باندھ کر کچھ گنگنانے لگا۔ وہ اسے بے بسی سے دیکھتی رہی

پلیز اللہ کے واسطے چلیں اگر میں ٹائم پہ نہیں پہنچی تو بہت دیر ہو جائے گی " اس کے لہجے میں ایسا کچھ ضرور تھا جو عرش نے غور سے اسے دیکھا اور بنا کچھ کہے گاڑی سٹارٹ کر دی۔ حور نے ایک بار پھر خدا کا شکر ادا کیا۔

" آپ کے پاس موبائل ہے؟ " حور کو بڑی دیر بعد خیال آیا

" نہیں " سنجیدگی سے ایک لفظی جواب دیا گیا

" کیوں نہیں ہے " احمقانہ سوال پوچھا اس نے

" میری مرضی میں موبائل رکھوں یا نہ رکھوں " وہ خفگی سے بولا اس کے ڈبل روٹی جیسے گال پھول گئے۔

" وہ سامنے ڈیش بورڈ پر پڑا ہے " حور نے اس کی توجہ دلائی۔ عرش نے ڈیش بورڈ پر اپنے موبائل کو دیکھا

" بیٹری نہیں ہے اس میں "

" کیوں نہیں ہے " وہی حماقت بھرا سوال

" کیونکہ مجھے پتا نہیں تھا راستے میں آپ تحفے کے طور پر مجھے ملنے والی ہیں نہیں تو میں بیٹری فل کر کے لاتا "

آواز مدھم تھی مگر جانے کیوں وہ اس کے سوالات پر غصہ کر رہا تھا

" کبھی تو کوئی نیکی کا کام کر لیا کریں " بے اختیار اس کے منہ سے نکلا جس کے لیے اسے بعد میں پچھتاوا ہوا

"آدھی رات کو برستی بارش میں سنسان سڑک پر ایک لڑکی کو اپنی گاڑی میں لفٹ دی اس سے زیادہ نیکی کا کام کیا ہوگا؟" باتوں میں اس سے جیتنا ناممکن تھا۔ وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ ہونہہ بلا کہیں کا

"ٹائم کیا ہو رہا ہے" وہ گھبراتے ہوئے پوچھ رہی تھی عرش نے ہاتھ میں بندھی گھڑی کو دیکھا

"بارہ بج کر پچیس منٹ" نارمل انداز میں اس نے کہا

"کیا؟" حور اتنی زور سے چلائی کہ عرش کو اچانک بریک لگانی پڑی اس نے مڑ کر دیکھا حور شاک کے مارے اسے ہی دیکھ رہی تھی

"کیوں محترمہ میں نے یہ تو نہیں کہا میری گاڑی میں بم ہے"

"او میرے اللہ اتنی دیر ہوگئی دس بجے میرا نکاح تھا" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی عرش نے ٹھنڈی سانس لی

"دس بجے میرا بھی نکاح تھا لیکن میں تو نہیں چیخ رہا دیکھو کتنا خوش ہوں انسان کو لائف میں ہمیشہ خوش رہنا چاہیے" حور نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"تمہارا شمار انسانوں میں ہوتا ہی کہاں ہے" وہ دل ہی دل میں اس پر غصہ نکالنے لگی وہ ایک بار گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا

"کیا آپ کے گھر والے آپ کو فون نہیں کر رہے؟" وہ خود کو یہ سوال کرنے سے روک نہ سکی

"کر رہے تھے وہ تو شکر ہے جو بیٹری ختم ہوگئی سیاپا ہی ختم نہیں تو میرے کان پک جاتے گھنٹی سن سن کے" وہ لاپرواہی سے کہہ رہا تھا

"اگر آپ کو غزل کے ساتھ شادی کرنے میں کوئی مسئلہ تھا تو پھر ہاں کیوں کیا؟" یہ سوال بھی بے ساختہ نکلا ہونٹوں سے

"میں نے کبھی ہاں نہیں کیا گھر والوں نے خود ہی سب طے کیا میری مرضی جانے بنا میں تو شروع سے خلاف تھا اس رشتے کے" چیونگم چباتے ہوئے وہ جواب دے رہا تھا

"آپ کو غزل کیوں نہیں پسند" اس وقت وہ پگلی اپنا مسئلہ بھول کر عرش کے مسئلے میں الجھی ہوئی تھی" کمال کرتی ہو تم بھی، میں ٹھہرا اتنا خوبصورت پرنس اور وہ نک چڑھی ہم دونوں کا میچ کیسے ممکن ہے" وہ فرضی کالر جھاڑ

کر بولا۔ حور نے تاسف سے اسے دیکھا۔ اور ایک بار پھر آنکھیں بند کر سیٹ کی ٹیک لگا دی وقت آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا انہیں احساس بھی نہیں ہو رہا تھا۔ اس نے زندگی میں کبھی گھر پہنچنے کی جلدی نہیں کی تب بھی نہیں جب جیک اور اس کے ساتھی ڈاکوؤں نے بس پر حملہ کیا تھا لیکن آج وہ ضبط کے انتہا کو چھو رہی تھی رہ رہ کر اسے وردان کا خیال آ رہا تھا وہ اس کے لیے کتنا پریشان ہوگا اسے کہاں کہاں ڈھونڈ رہا ہوگا، اور اماں مہمانوں کا سامنا کیسے کر رہی ہوں گی؟ اس کے دل میں نشتر چبھ رہے تھے۔ وہ خود پر قیامت کو ٹوٹتا ہوا محسوس کر رہی تھی اس پل۔ اسے احساس ہی نہ ہوا کبھی آنسوؤں کی دھار گالوں سے ہوتے ہوئے اس کے لال عروسی لباس میں جذب ہونے لگی۔ عرش بنا اس کی طرف توجہ دیئے ایک بار پھر ڈرائیونگ کر رہا تھا وہ بے قابو ہو کر رونے لگی۔ عرش کافی دیر تک اس کی سسکیاں سنتا رہا پھر تنگ آ کر بولا

"تم آخر کتنا روگی؟"

"جتنا روؤں میری مرضی" وہ خفگی سے بولی

"اچھا یہ ٹشو لو" وہ باکس سے ٹشو نکال کر اسے دینے لگا اسے حور سے ہمدردی محسوس ہونے لگی

"بس یہ ایک ہی ڈبہ ہے ٹشو کا تم نے تو ساری رات رونا ہے ناں" وہ مذاق اڑانے والے انداز میں بولا حور نے ٹشو نیچے پھینک دیے

"نہیں چاہیے آپ کے ٹشو" وہ منہ پھلا کر ونڈو سے باہر دیکھنے لگی۔ عرش مسکرانے لگا وہ اس کی کیفیت کو انجوائے کر رہا تھا

"ویسے تم اتنی پریشان کیوں ہو اگر آج ٹائم پہ نہیں پہنچی تو کل کر لینا نکاح" وہ جیسے اسے مشورہ دے رہا تھا حور نے اسے ایسے دیکھا جیسے کسی پاگل بچے کو دیکھتے ہیں

"آپ یہ سب نہیں سمجھیں گے" وہ پھر کھائی سے بولی

کیوں یہ فیئا غورث کا مسئلہ ہے کیا؟" وہ ایک بار پھر قہقہہ لگا رہا تھا اس سے سنجیدگی کی امید بے کار تھی حور اس کے بارے میں نہیں سوچ رہی تھی اس کا ذہن تو کہیں اور ہی اٹکا ہوا تھا اور جانے کتنی دیر ہی اٹکا رہتا اگر گاڑی رک نہ گئی ہوتی۔

" کیا ہوا یہ گاڑی کیوں رک گئی "

" دیکھوں گا تو کچھ پتا چلے گا ناں ؟ " بارش مدھم ہو چکی تھی وہ نیچے اتر کر گاڑی چیک کرنے لگا حور بھی بے چینی سے اس کے پیچھے پیچھے گئی ۔اس کے پاس ایک ٹارچ تھا جس کی مدد سے وہ ٹائرز چیک کر رہا تھا

" کیا ہوا گاڑی کو ؟ " اس سے صبر نہ ہوا تو ایک بار پھر پوچھ بیٹھی

" وہی دیکھ رہا ہوں یار " وہ چڑ کر بولا ،حور نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اوپر اٹھائے

" مبارک ہو " دو منٹ بعد اس نے عرش کو کہتے سنا وہ الجھی ہوئی اسے دیکھنے لگا

" گاڑی کا ٹائر پنکچر ہو گیا " حور کو لگا اس پر آسمان بجلی گر گئی ہو کتنے ہی پل وہ وہیں بت بنی کھڑی رہی

کہہ دیں کہ آپ مذاق کر رہے ہیں "

" آدھی رات کو اتنی تیز بارش میں اس سنسان سڑک پر میں مذاق کروں گا " وہ غصہ ہوا

" تو اب کیا کریں " اس کی آواز کانپ رہی تھی

" کیا کر سکتے ہیں اب ۔کچھ نہیں ہو سکتا " وہ ہاتھ جھاڑ کر پھر سے جا کر کار میں بیٹھ گیا اور اطمینان سے ٹیک لگا لیا

" آپ ایسے کیسے بیٹھ سکتے ہیں ؟ "

" تو کیسے بیٹھوں میں ؟ "

" مطلب آپ کچھ کریں پلیز میرا آج گھر پہنچنا بہت ضروری ہے " وہ اس کے سامنے ہاتھ جوڑنے لگی عرش سوچ میں پڑ گیا

" میرے پاس پنکچر لگانے کا سامان ہے اور میں لگا بھی سکتا ہوں لیکن لگاؤں گا نہیں " وہ کسی ضدی بچے کی طرح ضد کر رہا تھا

" لیکن کیوں " بے بسی سے وہ چلائی

" کیونکہ مجھے نیند آ رہی ہے میں سونا چاہتا ہوں " وہ انگڑائی لے کر لاپرواہی سے کہہ رہا تھا

" پلیز ٹھیک کریں ناں پلیز " وہ رونے لگی عرش نے اسے دیکھا تھا پھر وہ اٹھ بیٹھا

"اوکے اوکے اب یہ رونا بند کرو مجھے روتی ہوئی لڑکیاں بالکل نہیں پسند" اس نے سیٹ کے نیچے سے کچھ سامان نکالا اور پھر سے باہر نکل آیا۔حور کی جان میں جان آئی

"یہ ٹارچ پکڑو" اس نے ٹارچ حور کو تھمائی وہ اچھے بچوں کی طرح ٹارچ لے کر اسے روشنی فراہم کر رہی تھی وہ کام کر رہا تھا اس کا خیال تھا یہ کام بیس تیس منٹ میں مکمل ہو جائے گا مگر اس کا یہ اندازہ تب غلط ثابت ہوا جب ایک گھنٹہ مکمل ہونے کے باوجود بھی وہ کام نہ ہو سکا۔

"اور کتنی دیر لگے گی" یہ سوال وہ ہر پانچ منٹ بعد پوچھتی تھی عرش کہنیاں فولڈ کیے بڑی دلچسپی سے کام پہ لگا ہوا تھا بارش سے اس کے کپڑے بھیگ چکے تھے۔

"بتائیں ناں اور کتنی دیر ہے"

"میں جیسے کام کر رہا ہوں مجھے کام کرنے دو اگر زیادہ جلدی ہے تو آ کر خود ہی لگا و پنکچر" اس کا جواب ایسا تھا کہ حور کچھ اور نہ پوچھ سکی اور اگلے آدھے گھنٹے خاموشی سے اسی زاویے کے ساتھ کھڑی رہی تب جا کر اسے یہ اچھی خبر ملی

"پنکچر لگ گیا" وہ دونوں ایک بار پھر آ کر گاڑی میں بیٹھ گئے

"ٹائم کیا ہو رہا ہے؟" عرش نے مرر میں سے اسے دیکھا

"چیخو گی تو نہیں ناں؟" احتیاطی طور پر اس نے پوچھا سابقہ تجربے سے وہ سبق لے چکا تھا

حور نے سر نفی میں ہلایا

"دو بج کر باون منٹس" حور تھکے ہوئے انداز میں ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ چیخنے چلانے کا دل تو بہت کر رہا تھا لیکن وہ اندر ہی اندر آنسوؤں پی رہی تھی۔شام کے چھ بجے وہ وردان کے ساتھ نکلی تھی پارٹی کے لیے رات کے دس بجے نکاح تھا اس کا اور اب رات کے نہیں صبح کے تین بج رہے تھے کلیجہ منہ کو آ رہا تھا جانے گھر والے کتنی پریشانی کا سامنا کر رہے تھے، جانے وردان سب کو کیسے سنبھال ہو رہا ہوگا اور وہ خود بھی تو کس طرح اداس ہوگا

"یہ لو پانی پیو" وردان نے ڈیش بورڈ سے پانی کی بوتل اس کی طرف بڑھائی جو اس نے چپ چاپ لے لی اور پانی پینے لگی

" ویسے تمہیں ڈر نہیں لگ رہا میرے ساتھ سفر کرنے میں، اندھیری رات ایک نوجوان ہینڈسم لڑکا معصوم سی ڈری ہوئی لڑکی کوئی سنسنی خیز کہانی......." وہ اسے ڈرانے کی کوشش کر رہا تھا

" مجھے تم سے ڈر نہیں لگتا" بوتل اس نے سائیڈ پر رکھی

" کیوں میں تو کچھ بھی کر سکتا ہوں، اگر میں یہاں گاڑی روک کر تمہارے ساتھ کچھ غلط کروں تو کون بچائے گا تمہیں ؟" عرش نے گاڑی روک دی اس کے ماتھے پر پسینہ آیا خوف کی سرد لہر ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ کر گئی

" آ......آ....... آپ ایسا نہیں کر سکتے"

" میں پرنس ہوں اور پرنس کچھ بھی کر سکتے ہیں" وہ مکروہ انداز میں ہنستے ہوئے اپنے ہاتھ اس کی طرف بڑھا رہا تھا

" پرنس کبھی کسی بے بس لڑکی کی عزت پر ہاتھ نہیں ڈالتے۔ پلیز پیچھے ہو جاو" وہ سچ مچ ڈر رہی تھی حالانکہ عرش کا ارادہ اس کے ساتھ مذاق کرنے کا تھا

" نہیں نہیں آج تمہیں کوئی نہیں بچائے گا لڑکی" اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر حور کے ہاتھ کو اپنی مٹھی میں لیا اس کا ہاتھ عرش کی مٹھی میں کانپ رہا تھا۔ حور نے آس پاس دیکھ کر کوئی چیز ڈھونڈنے کی کوشش کی جس سے وہ اپنی حفاظت کرتی پھر اس نے پاس پڑی بوتل اٹھا کر عرش کی ناک پر زور سے دے مارا۔ وہ درد سے تلملا اٹھا اور ہاتھ کی گرفت چھوٹ گئی وہ اپنی ناک پکڑے بیٹھا تھا جہاں سے خون نکل رہا تھا

" آہ میری ناک" وہ کراہ رہا تھا۔ حور نے غصے سے اسے دیکھا اور کوئی خاص ہمدردی نہ دکھائی

" پاگل کی بچی یہ چہرے پر مارنے والی عادت گئی نہیں تمہاری میں تو صرف مذاق کر رہا تھا تمہیں میں ایسا لگتا ہوں کیا؟" حور اس کی بات سن کر واقعی شرمندہ ہوئی اسے یوں جلد بازی میں اس کی ناک پر وار نہیں کرنا چاہیے تھا ۔ناک کا درد عرش کو برستی بارش میں اچھے خاصے تارے دکھا رہا تھا

آئم سوری وہ مجھے لگا......."

" شٹ اپ" اپنی ناک صاف کر کے وہ گاڑی پھر سے سٹارٹ کرنے لگا اب وہ لوگ گھر پہنچنے والے تھے

باقی کے راستے ان دونوں میں سے کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ سارا راستہ خاموشی سے کٹا حور شرمندہ تھی جیک کی ناک کے ساتھ ساتھ اس کا منہ بھی پھولا ہوا تھا۔ شہر کی روشنیاں دکھائی دیں تو حور نے سکھ کا سانس لیا وہ لوگ گھر پہنچے عرش اسے اس کے دروازے تک لے آیا تھا۔

" تھینکس آپ اندر نہیں آئیں گے؟ " حور نے یونہی رسمی طور پر اسے دعوت دی مگر وہ سچ مچ گاڑی سے نکل کر اس کے ساتھ اندر چلنے لگا۔ ایک منٹ بعد وہ سب گھر کے اندر داخل ہوئے برآمدے میں سارے گھر والے بے چینی سے کھڑے تھے۔ وردان پریشانی سے ادھر ادھر ٹہل رہا تھا ان دونوں پر نظر پڑتے ہی سب نے ان کو حیرت سے دیکھا تھا

☆......☆......☆

بابا جان دادی تابندہ بیگم، خدیجہ سبھی صوفوں پر پریشانی سے بیٹھے تھے۔ عشان اور ارمان سٹی ہاسپٹل ہو کر آئے تھے مگر پورے ہسپتال میں عرش کا کہیں نام ونشان نہیں تھا مہمان سارے آ کر واپس جا چکے تھے نکاح خواں بہت انتظار کے بعد چلا گیا تھا اب صرف گھر والے وہیں موجود تھے

" یہ لڑکا ایسا کیسے کر سکتا ہے " بابا جان غصے سے دھاڑے پورے ہال میں ان کی زوردار آواز سنائی دی

" لاپرواہی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے خدیجہ بھابھی کتنی بار کہا اپنے لاڈلے کو قابو میں رکھا کرو لیکن میری بات تو کوئی سنتا ہی نہیں یہاں دیکھ لیا نتیجہ " تابندہ بیگم عرش پر بہت غصہ تھیں اور وقتاً فوقتاً خدیجہ بیگم پر نشتر چلا رہی تھیں

" میں تو کسی کو منہ دکھانے کے لائق نہیں رہی آپ کے بیٹے کی نظروں میں یہ شادی نکاح تو کھیل جیسی چیزیں ہیں میری بیٹی کی عزت کے بارے میں بھی نہیں سوچا، زمانہ کیا کیا باتیں بنا رہا ہوگا " تابندہ بیگم چیخ چیخ کر پورا گھر سر پر اٹھا رہی تھیں دادی بھی ماتھے تھامے بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔ شاہ نور نے تابندہ کا کاندھا پکڑ کر ان کو صوفے پر بٹھایا

" ریلیکس امی ہو سکتا ہے عرش کو کوئی پرابلم ہو گئی ہو "

" پرابلم اسے نہیں ہوتی وہ دوسروں کو پرابلم میں ڈالنے والا انسان ہے، نہ اپنی عزت کی پرواہ نہ دوسروں کی عزت کا خیال۔ پڑا ہوگا کہیں شراب پی کر لوفر کہیں کا " ان کے دل میں آج جو بھی آ رہا تھا بولے جا رہی تھیں کوئی

ان کو روک بھی نہیں رہا تھا خدیجہ تو مسلسل آنسوؤں بہائے جا رہی تھیں۔

"اللہ کرے میرا بلا گھر آ جائے کہاں چلا گیا میرا بچہ" دادی نے آسمان کی طرف دیکھ کر دہائی دی۔ حسینہ پھپھو ان کے پاس ہی بیٹھی ان کو حوصلہ دے رہی تھیں

"اماں آپ پریشان نہ ہوں آ جائے گا پہلے بھی تو اکثر وہ راتوں کو گھر نہیں آتا تھا اور دوستوں کے ساتھ مستی کرتا تھا، اللہ جانے آج کہاں رہ گیا رات کے چار بج رہے ہیں اور وہ ابھی تک نہیں آیا" تابندہ بیگم حسینہ کی بات سن کر آگ بگولہ ہوئیں تھیں

"رات کے چار بجے نہیں حسینہ بہن صبح کے چار بج رہے ہیں وہ جناب شام کے سات کے قریب نکلا تھا گھر سے اور نمبر بھی آف کیا ہوا ہے اس نے جان بوجھ کر"

سبھی کے چہروں پر اداسی پھیلی ہوئی تھی پورا گھر جاگ رہا تھا لیکن عرش کا کوئی پتا نہیں تھا کہاں ہے، دل میں طرح طرح کے خیالات آ رہے تھے۔

" آپ سب لوگ پلیز ریلکیس ہو جائیں، اس طرح چیخنے چلانے سے اس نے جلدی تھوڑی آ جانا ہے وہ کہاں تھا کیوں نہیں آیا یہ بات وہ آ کر ہی بتا سکتا ہے تب تک دعا کریں کچھ غلط نہ ہوا ہو اس کے ساتھ " عشان نے سب کی بحث ختم کر دی اور وہ سب ایک بار پھر دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے عرش کا انتظار کر رہے تھے

☆......☆......☆

"تو ساری رات ایک غیر مرد کے ساتھ گزارنے کے بعد تمہیں گھر لوٹنے کی فرصت مل ہی گئی"

بے اعتباری کی سب سے بلند سیڑھی پر کھڑا شخص وہ تھا جس سے اس نے سب سے زیادہ محبت کی تھی اور اس کے منہ سے نکلنے والے اس طنزیہ جملے نے حور کے دل پر آری سے وار کیا تھا یہ جملہ گھر کا کوئی بھی افراد کہتا اسے اتنی حیرت اور دکھ نہ ہوتی لیکن وردان کی زبان سے نکلنے والے اس جملے نے توڑ دیا۔ سبھی گھر والے خاموشی سے اسے اور عرش کو دیکھ رہے تھے۔ عرش بھی وردان کی بات پر اتنا حیران ہوا تھا جتنی حور تھی پھر بھی وہ صفائی دینے کے لیے آگے بڑھا۔

"او ہیلو بھائی صاحب آپ جو سوچ رہے ہیں ایسا کچھ بھی نہیں ہے یہ تو مجھے............"

"شٹ اپ اپنی بکواس بند کرو تمہیں کیا لگتا ہے تمہارے اس جھوٹ پر میں یقین کرلوں گا، سب کچھ تو کھلی آنکھوں سے نظر آ رہا ہے اور کیا بچا ہے کہنے سننے کو"

وردان کی زبان شعلے اگل رہی تھی جن سے سب سے زیادہ تکلیف حور کو ہو رہی تھی مگر وہ اس طرح مراقبے میں نہیں رہ سکتی تھی اسے بولنا تھا

"وردان ایسا کچھ نہیں ہے یہ تم کس طرح کی باتیں کر رہے ہو، میں ایسا نہیں کر سکتی؟" اس نے وردان کے بازوؤں کو پکڑ کر روتی آنکھوں سے اسے یقین دلانے کی کوشش کی وردان کچھ پل استہزائیہ نظروں سے اسے دیکھتا رہا پھر اس نے غصے سے حور کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"تم کچھ بھی کر سکتی ہو حور" حور کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا گیا تھا۔ جو اس کے کردار کا سب سے بڑا گواہ تھا وہ بھی آنکھوں میں بے یقینی لیے کھڑا تھا۔ آنکھوں کا دیکھا جھوٹ ہی اتنا سچا تھا وہ کچھ اور دیکھ ہی نہیں پا رہا تھا اس کی آنکھوں میں بھی نہیں۔

"آپ کو مجھ پہ بھروسہ ہے ناں"

اس کی آنکھوں میں ایک بے بسی تھی ایک التجا تھی اس کے دل نے دہائی دی۔ مجھ پہ رحم کرو میری آنکھوں میں دیکھو۔ ان میں لکھی سچائی کی تحریر پڑھو۔ لیکن نہیں اس نے کھینچ کر حور کے گالوں پہ تھپڑ مارا وہ تھپڑ گالوں پہ نہیں دل پہ پڑا تھا ایک واحد راستہ جس کا سوچ رہی تھی وہ بھی اندھیرے میں ڈوب گیا۔

"نہیں ہے مجھے تم پہ بھروسہ"

زمین تنگ ہونے لگی اس پہ

"نہیں ہے مجھے تم پہ بھروسہ"

آسمان گرا اس پہ

"نہیں ہے مجھے تم پہ بھروسہ"

اس کے کانوں میں وردان کا کہا ہوا جملہ بازگشت کر رہا تھا وہ کچھ بھی دیکھ اور سن نہیں پا رہی تھی ہر آواز آنا بند ہو گیا تھا۔

"وردان ایسا مت کہو خدا کے لئے تم تو بچپن سے مجھے جانتے ہو ہم ایک ساتھ پلے بڑھے ہیں ہماری پوری زندگی ایک ساتھ گزری ہے تم سے بڑھ کر کون گواہ ہوگا میرے کردار کا" وہ روتی ہوئی وردان کے سامنے گئی وردان نے غصے سے اسے خود سے الگ کیا۔

"میں پاگل تھا جو تم پر بھروسہ کرتا تھا تم بھروسے کے قابل ہی نہیں ہو"

کچھ ٹوٹ رہا تھا مگر کہاں؟ وہ بے یقینی سے اسے دیکھے جا رہی تھی وہ کہہ رہا تھا اسے بھروسہ نہیں جو اس کی زندگی تھا اس کا سب کچھ تھا وہ بھی اس پہ بھروسہ نہیں کرتا تو اور کیا بچا تھا۔ بس سب ختم۔ محبتوں کا محل ٹوٹ گیا شیشے کا تاج محل ٹوٹ گیا۔

نہیں وردان ایسا تو نہ کرو میرے ساتھ ہم دونوں ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہیں یہ رشتہ ہماری مرضی سے ہوا تھا، اللہ کی قسم میرا اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، شام چھ بجے میں پارلر سے باہر نکلی تھی تب کسی نے مجھے بے ہوش کیا تھا جب ہوش آیا تو رات کے دس بج رہے تھے پھر اتفاقاً مجھے یہ ملے اور راستے میں گاڑی خراب ہوگئی وردان میں سچ کہہ رہی ہوں یقین کرو" اس نے گڑگڑاتے ہوئے وردان کے ہاتھ پکڑ لیے عرش خاموشی اور غصے سے سب دیکھ رہا تھا باقی سارے گھر والے خاموش تماشائی تھے

" میں تمہاری اس جھوٹی کہانی پر یقین نہیں کرنے والا، اب اگر فرشتے بھی آ کر تمہارے کردار کی گواہی دیں مجھے یقین نہیں آئے گا تم پر، تم ایک گری ہوئی لڑکی پیسے اور سٹیٹس کا لالچ تھا تمہیں تو پہلے ہی منع کر دیتیں یہ سب ڈرامہ کرنے کی کیا ضرورت تھی" وردان اسے دھکا دے کر دور ہٹایا تھا۔ اس کے جسم سے جان نکلتی جا رہی تھی

وردان کی محبت اس کا بھروسہ اتنا تو کمزور نہیں ہونا چاہیے تھا وہ اس پر شک کیسے کر سکتا ہے وہ تو خود ہمیشہ اس کے کردار کی تعریف کرتا تھا؟ اور وہ محبتوں کے دعوے وہ ساری عمر ساتھ رہنے کی قسمیں کیا سب یوں پل بھر میں ختم ہو جائے گا۔

چلیں امی مجھے اس بدکردار لڑکی سے شادی نہیں کرنی" اس کے وجود کے پرخچے اڑا دیئے گئے وہ شخص جو ہر پل اس کے ساتھ تھا اس کے محبوب سے بڑھ کر دوست تھا اس کا وہ اسے بدکردار کہہ رہا تھا اتنا ظالم کیسے ہو سکتا تھا؟

وہ بھاگ کر وردان کے قدموں میں جا گری اور رونے لگی

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

"نہیں نہیں اللہ کے واسطے وردان ایسا نہ کرو میرے ساتھ، اتنا بڑا ظلم تو نہ کرو مجھ پر ترس کھاؤ، میں کہاں جاؤں گی تمہیں یقین ہے ناں مجھ پر میں کتنی محبت کرتی ہوں تم سے" وردان نے جیسے سنا ہی نہیں تھا وہ اس شخص کے قدموں میں گر کر بھکاریوں کی طرح وفا کی بھیک مانگ رہی تھی جو لڑکی کبھی خود کو محبت کی ملکہ سمجھتی تھی ۔ عرش نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں

"میں نہیں کرتا تم سے محبت، مجھے تم سے ہزار گنا اچھی لڑکیاں مل سکتی ہیں سنا تم نے " حور اس کے پاوں پکڑ کر روئے چلی جا رہی تھی تو کیا وہ اچھی لڑکی نہیں رہی تھی اب کیا یہی بھروسہ تھا اس کا؟ یہی محبت تھی اس کی؟ سلمی بیگم روتے ہوئے آگے بڑھیں اور وردان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولیں

"وردان بیٹا تم جانتے ہو ناں حور کو بچپن سے، تمہارا تو اس کا ساتھ گہرا رشتہ ہے تمہیں تو سب سے زیادہ پتا ہے اس کے بارے میں یہ کچھ بھی کر سکتی ہے لیکن ایسا گرا ہوا کام تو نہیں کر سکتی" وردان نے شعلے برساتی نگاہوں سے سلمی کو دیکھا

"بس کریں پھپھو سب کچھ دکھائی دے رہا ہے مجھے، افسوس کہ میں پہلے جان جاتا کہ یہ ایسی لڑکی ہے تو میں کبھی اس رشتے کو آگے ہی نہ بڑھاتا اور آپ کیسے کہہ سکتی ہیں یہ ایسی نہیں ہے یہ آپ کی بیٹی تو ہے نہیں آپ کو تو ملی تھی یہ ٹرین سے جانے کس کا خون ہے"

وردان کے منہ سے نکلنے والے آج کے جملے تو اسے زندہ درگور کر رہے تھے ۔ جب چہرے بے نقاب ہوتے ہیں تو کیا اتنے بھیانک ہوتے ہیں جب محبتوں کے راز کھلنے لگتے ہیں تو کیا ہر چہرہ اتنا بھیانک ہوتا ہے انسان غصے میں اپنے سارے راز کھول دیتا ہے اور وہ بھی آج اپنے راز کھول رہا تھا چہرے پر سے نقاب اتار رہا تھا۔

"وردان بیٹا یہ تو سوچو اس سب کے بعد کون کرے گا اس سے شادی اس کی زندگی برباد ہو جائے گی ساری زندگی یہ روتی رہے گی کل جب تم زندگی کے کسی موڑ پر اسے دیکھو گے تو کیا تب تمہیں افسوس نہیں ہوگا جس سے تم اتنی محبت کرتے تھے وہ در بدر کی ٹھوکریں کھاتی دکھائی دے" وردان نے ایک نظر حور کو دیکھا ترس کھانے والی نگاہ سے نہیں حقارت سے پھر عرش کو جو چہرہ لال کیئے وردان کو دیکھ رہا تھا

"پھپھو اس کے لئے رشتوں کی کمی نہیں ہے اس کے چاہنے والے بہت ہیں میں تو کہتا ہوں اس کی شادی

اسی لڑکے سے کر دیں جس کے ساتھ یہ پوری رات گزار چکی ہے مزے کرے گی ساری زندگی دولت عیش و عشرت سب کچھ تو ملے گا اسے اور کیا چاہیے " عرش غصے سے چلایا

" اپنی گندی زبان کو لگام دیں فوجی صاحب ہمارے درمیان ایسا کوئی تعلق نہیں ہے "

" تم دونوں کے درمیان کیسا تعلق ہے یہ جاننے میں مجھے بالکل دلچسپی نہیں ہے۔ چلیں امی " اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر وہ گھر کی چوکھٹ سے باہر جانے لگے اچانک حور کے قدموں میں جان آئی وہ روتی ہوئی جا کر وردان کے پیروں میں گری۔

" نہیں وردان میں تم سے بہت محبت کرتی ہوں میرے ساتھ ایسا نہ کرو میں مر جاؤں گی " وردان نے اسے دھکا دیا اس کا منہ فرش پر جا لگا ہونٹوں سے خون نکلنے لگا

" تو مر جاؤ مجھے تمہارے جینے مرنے سے اب کوئی فرق نہیں پڑتا، ہمارا رشتہ یہیں تک کا تھا مجھے امید ہے آئندہ تم مجھے کبھی نظر نہیں آؤ گی "

اپنی بات پوری کر کے اس کے خوابوں کو لات مارتے وہ پل بھر میں سب ختم کر گیا۔ وہ روتی رہی ساری رات جتنی بھی ماتم کرتی کم تھا جس انسان پر سب سے زیادہ اعتبار کیا جائے جس سے سب سے زیادہ محبت کی جائے وہی بھروسہ توڑ دے تو کیا باقی رہتا ہے، وردان وہ آخری شخص تھا جس کے بارے میں اسے یقین تھا وہ اس پر کبھی شک نہیں کرے گا مگر وہ پہلا شخص ثابت ہوا جس نے اس کے اعتبار کی دھجیاں اڑا دی تھیں۔ وہ محبت وہ دوستی وہ وعدے سب جھوٹ تھا وہ شخص کبھی محبت اور اعتبار کا مفہوم ہی نہیں سمجھ سکا۔ وہ چلا گیا ہر تصویر واضح کر کے، اس کے دل میں کیا تھا اور اس کی محبت کس مقام پر تھی سب اس کے سامنے آ گیا۔ اس رات حور نے حقیقتاً آسمان کو خود پہ گرتا ہوا محسوس کیا وہ رات محبتوں پر سے بھروسہ کھو دینے کی رات تھی رشتوں پر سے بھروسہ کھو دینے کی رات تھی۔ جانے یہ مرد وفا کیوں نہیں کرتے کیوں دل توڑ جاتے ہیں کیوں کسی معصوم لڑکی کے خواب کچلتے ہیں۔ وہ محبتوں کا دعویدار شخص اپنے ہر وعدے قسموں کو ٹھوکر مارتا اسے تنہا چھوڑ کر چلا گیا۔ جن سے محبت بہت ہوتی ہے وہ دکھ بھی بہت دیتے ہیں پیار کی لڑائی میں جس کے دل میں زیادہ محبت ہوتی ہے وہ ہار جاتا ہے۔ اماں اور چھوٹی الگ ساری رات روتی رہیں سلمیٰ کو یقین تھا وہ ایسی نہیں ہے بھلے ہی اس نے حور کو پیدا نہیں کیا مگر اتنے سالوں

سے وہ اسے جانتی تھیں۔ اتنا بھروسہ انہیں اپنی چھوٹی پر نہیں تھا جتنا بھروسہ ان کو حور پر تھا عرش اس سارے ڈرامے میں ان کے گھر کھڑا رہا حور تو بعد میں رونے کے لیے کمرے میں چلی گئی اور وہ جانے کس منہ سے سلمی بیگم کو حوصلہ دیتا رہا۔ وہ گھٹنوں کے بل آ کر سلمی بیگم کے پاس بیٹھ گیا سلمٰی نے خوشگوار حیرت سے اسے دیکھا اس کے زبان سے نکلنے والے اس جملے پر وہ یقین نہیں کر سکیں چھوٹی بھی حیران تھی

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو" انہوں نے بے یقینی سے پوچھا عرش نے سر اثبات میں ہلایا چھوٹی الگ خوش تھی۔

"اگر حور کو کوئی اعتراض نہیں ہے تو میں اس کے ساتھ نکاح کرنے کے لیے تیار ہوں" سلمی نے خوشی سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیا۔

"اسے کوئی اعتراض نہیں ہوگا میں اسے سمجھا دوں گی" سلمی بیگم خوش ہوتے ہوئے آنسوؤں پی کر حور کے کمرے میں گئیں عرش برآمدے سے نکل کر صحن کی طرف آیا جہاں ہر طرف خاموشی تھی اسے دور سے اپنا گھر دکھائی دیا جہاں خوبصورت روشنیوں میں اس کا پورا گھر نہایا ہوا تھا اس نے جیب سے موبائل نکال کر ایک نمبر ملایا

"ہاں تم نکاح خواں اور ایک گواہ بھی ساتھ لے کر آوابھی" اس نے حکم دیا

"اس وقت کہاں سے ملے گا کوئی نکاح خواں،"

"یہ میرا مسئلہ نہیں ہے جو کہا ہے وہ کرو" وہ ذرا خفگی سے بولا۔

دو پل سانس لینے کے بعد وہ بولا

سمجھتا کیا ہے وہ شخص خود کو کیا وہ دنیا کا آخری انسان رہ گیا تھا حور کے لیے، ہونہہ بڑا آیا محبت کرنے والا اسے تو بھروسہ بھی نہیں تھا حور پر اور وہ اس کے قدموں میں گری وفا کی بھیک مانگتی رہی تب بھی اس ظالم شخص کو رحم نہیں آیا کیا وہ شخص قابل تھا اس لڑکی کے؟ کیا وہ اس کا ساتھ زندگی بھر دے سکتا تھا؟" عرش وردان پر بری طرح غصہ تھا

"تم اسے سچ کیوں نہیں بتا رہے؟ دوسری طرف سے پوچھا گیا

"کون سا سچ؟" عرش الجھا

"یہی کہ تم عرش چوہدری ہو اور تم ہی جیک ہو" وہ کچھ پل بول نہ سکا

"یار ہدایت میں ابھی اسے نہیں بتا سکتا وہ اس پوزیشن میں نہیں ہے بہت اداس ہے میں اسے مزید پریشان نہیں کر سکتا اسے تکلیف میں دیکھ کر مجھے کتنا دکھ ہو رہا ہے یہ کوئی نہیں سمجھ سکتا۔لیکن میں اسے ساری سچائی بتاؤں گا اور یہ بھی کہ وردان اس کے ساتھ کتنا بڑا دھوکہ کرنے جا رہا تھا، وہ پوری طرح ٹوٹ چکی ہے وردان نے اس کے ساتھ اچھا نہیں کیا اس معصوم لڑکی کا مان توڑا ہے اس نے اور اب میں اسے اس کا کھویا ہوا مان لوٹاؤں گا"

وہ حور کو لے کر بہت دکھی تھی جو ہوا اس نے نہیں چاہا تھا لیکن جو ہو چکا تھا اب وہ اسے ہی سنبھالنا تھا

سلمیٰ بیگم نے حور کے ساتھ بات کی وہ ہاں یا نہ کچھ بھی نہیں بول سکی اس کے زخم تازہ تھے، یقین کرنا مشکل تھا لیکن اب وردان نہیں آنے والا تھا وہ اسے چھوڑ کر جا چکا تھا وہ اگر ساری زندگی بھی اس کا انتظار کرتی وہ تب بھی واپس نہیں آتا اب اسے مان لینا تھا کہ اس کا دل ٹوٹ گیا اسے خود کو یقین دلانا ہی تھا جس شخص کے ساتھ اس نے محبت کی تھی وہ اعتبار کی سیڑھی پر آ کر فیل ہوا تھا اس کا غم اتنا تھا کہ وہ ساری زندگی دن رات آنسوؤں بہاتی تب بھی اس درد کا ازالہ نہیں ہونا تھا۔دوست تھا محبت تھی وہ منگیتر لمحہ لمحہ ساتھ رہنے والا ہنسانے والا وہ معصوم سا فوجی اتنا ظالم کیسے ہو سکتا ہے۔مگر اسے اپنا دکھ نہیں تھا آج وہ پہلی بار صرف اپنے بارے میں نہیں سوچ رہی تھی اس کے سامنے سلمیٰ بیگم جھولی پھیلائے بیٹھی تھیں وہ عورت اس کی ماں نہیں تھی مگر ماں سے بڑھ کر تھی کہتے ہیں پیدا کرنے والے سے پالنے والی ماں بڑی ہوتی ہے اور وہ ان کے عمر بھر کے احسانوں کے بدلے ان کو دنیا کے سامنے رسوا اور ذلیل نہیں کر سکتی تھی۔ان کی اپنی ایک اور بیٹی بھی تھی اگر آج اس کی شادی نہیں ہوئی تو اس کے ماتھے پر جو داغ لگے گا سو لگے گا اس حادثے کے زد سے چھوٹی بھی محفوظ نہیں رہتی اس نے عرش کے ساتھ نکاح کے لیے ہامی بھر لی ۔حالانکہ یہ سوچتے ہوئے بھی اس کا دل پھٹ رہا تھا بچپن سے وہ خود کو وردان کی بیوی ہونے کی نظر سے دیکھتی چلی آ رہی تھی اس نے کبھی کسی اور کی طرف دیکھا تک نہیں اس لئے جب جیک نے اس کے سامنے اپنی محبت کا اظہار کیا تب بھی اس نے ایک پل کے لیے بھی وردان کے علاوہ کسی دوسرے کے بارے میں نہیں سوچا، وہ جیک کی محبت سے بھی واقف تھی وہ جس طرح اس کے ساتھ ہر قدم رہا تھا جیسے رومانٹک انداز تھا اس کا پھر بھی کبھی بھی نہیں پگھلی لیکن آج وہ اس بھیانک حقیقت سے منہ موڑ نہیں سکتی تھی کہ اس کی محبت اس کا ساتھ چھوڑ گیا ہے اور اب حالات اسے عرش چوہدری کے رحم و کرم پر پھینک رہا ہے۔رونے کے لیے پوری زندگی پڑی تھی لیکن اس

وقت وہ کچھ بھی نہیں سوچنا چاہتی تھی۔اماں اور چھوٹی کی عزت اسے بچانی تھی ایک بیٹی کے جو فرائض تھے وہ اسے پورے کرنے تھے۔

☆......☆......☆

اور پھر وہ ہوا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا اگلے ایک گھنٹے میں وہ حور سے مسز عرش چوہدری بن گئی ان کا نکاح اس چھوٹے سے برآمدے میں ہوا تھا وہ ایک مشین کی طرح بیٹھی ہوئی تھی جیسے جسم میں جان ہی باقی نہ ہو۔نکاح کے بعد سلمٰی نے اس کا سامان پیک کیا اور گلے لگا کر روتے ہوئے اس وداع کیا چھوٹی بھی اس سے گلے مل کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔اپنے اس چھوٹے سے گھر سے نکل کر اس نے ایک بار مڑ کر پیچھے دیکھا کسی بھی لڑکی کے لئے ماں باپ کا گھر چھوڑنا آسان نہیں ہوتا خاص طور پر تب جب زندگی میں پہلے ہی اتنے دکھ ہوں۔جانے کیسے وہ پتھر ہو چکی تھی آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا اس کی آنکھ سے،وہ جسے ہر چھوٹی بات پر رونے کی عادت تھی آج آنسوؤں برف بن چکے تھے۔

عرش اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے کار تک لے آیا،جو تھوڑا بہت سامان تھا وہ بھی ڈگی میں رکھوا دیا اور ونڈو کھول کر حور کو اندر بٹھایا خود بھی وہیں اس کے برابر بیٹھ گیا۔ان کا سامنے تھا اور گزرنے والا ہر سیکنڈ اس کی دھڑکن میں اضافہ کر رہا تھا۔

اس نے آنکھیں بند کر کے دل ہی دل میں دعا کی جو وہ کر چکا تھا اور جو کرنے جا رہا تھا وہ کسی ایڈونچر سے کم نہیں تھا لیکن کیا کرتا یہی ایک راستہ تھا پہلا بھی اور آخری بھی۔گھر پورا مہمانوں سے بھرا ہوا ہوگا وہاں کتنا بڑا طوفان آئے گا اس کا اندازہ شاید وہ لگا سکتا تھا۔چہرے پر سنجیدگی تھی آنکھوں میں اداسی۔وہ بار بار ماتھے سے پسینہ پونچھ رہا تھا۔

حور سر نیچے جھکائے بیٹھی تھی ان سب سے وہ کافی پریشان اور دکھی نظر آ رہی تھی۔

سنجیدگی سے بیٹھے ہوئے وہ باہر دیکھ رہا تھا جب موبائل کی گھنٹی بجی وہ بنا سکرین کی طرف دیکھے ہی اندازہ لگا سکتا تھا کہ یہ امی کی کال ہوگی اور اس کا اندازہ درست ثابت ہوا،ایک ہاتھ سے موبائل کو کان تک لے کر گیا دوسری طرف خدیجہ بیگم کی بے تابی بھری آواز سنائی دی

ہیلو عرش"

"جی امی "اس کی آواز عجیب سی تھی تھکی سی۔

" کہاں ہو تم؟ ہم سب کب سے پریشان ہیں کہاں اتنی دیر لگا دی؟ نمبر بھی آف تھا "انہوں نے ہلکے غصے سے پوچھا تھا ان کی آواز بھی مدھم سی آرہی تھی۔ وہ کچھ پل خاموش رہا

"عرش تم سے بات کر رہی ہوں" خدیجہ بیگم نے اپنی بات دہرائی

"میں آرہا ہوں امی "اس نے حور کی طرف دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی وہ حور کو سب کچھ بتا چکا تھا حور اس سے بھی زیادہ ٹینشن میں تھی۔ ان لوگوں کی اس گھر میں انٹری ایک بہت بڑا طوفان لے کر آنے والی تھی۔

" کب؟ کتنی دیر اور لگے گی؟"

"امی میں بس دو منٹس میں آرہا ہوں "اس نے شرمندہ ہوتے ہوئے معذرت کر لی۔ اور کال کٹ کر دیا۔ دل میں اک انجانہ سا خوف بیٹھا جا رہا تھا وہ گھر کے باہر ہی تھا۔ اس نے ہونٹ بھینچ لئے۔ حور نے سر اٹھا کر اسے دیکھا وہ کافی پریشان تھی۔ عرش نے حور کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں دبایا اس کے ہاتھ بہت سرد تھے اور کانپ رہے تھے وہ انہیں اپنے ہاتھوں میں لے کر گرم کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"میں ہوں ناں" حور کچھ نہیں بولی

"ڈونٹ وری اللہ پر بھروسہ کرو" اس نے حرمت کو حوصلہ دینا چاہا۔ وہ زندگی میں پہلی بار شاید اللہ پر بھروسہ کرنے کی بات کر رہا تھا

"سب ٹھیک ہو جائے گا" وہ زبردستی مسکرایا۔ عرش کو اپنی فکر نہیں تھی وہ بھی صرف اس حور کے لیے پریشان تھا اتنے سارے مسائل کا سامنا کرنے کے بعد وہ نہیں چاہتا تھا حور کو مزید کسی پریشانی کا سامنا ہو، وہ اسے خوشیاں دینا چاہتا تھا اس کی زندگی میں سکون بھر دینا چاہتا تھا۔ تا کہ وہ اپنی زندگی کے پچھلے سیاہ باب کو بھلا کر ایک نئی خوبصورت زندگی شروع کرے مگر دنیا اس کی نظر سے نہیں سوچ سکتی تھی جانے کیا ہونے والا تھا؟

اس نے حور کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا حور کے دل میں کرنٹ دوڑ گئی اس نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا اور عرش نے اس کی توجہ باہر کی جانب کر دی تا کہ وہ کچھ اور نہ سوچ سکے۔ اجنبی راستوں پر سے گزرتے ہوئے منزل کی

طرف رواں وہ گاڑی جانے کس موڑ پر لے جانے والی تھی اس کی زندگی کو؟ پیچھے تو بہت کچھ چھوٹ چکا تھا جانے آگے کیا کھونا تھا کیا پانا تھا؟ سب کچھ چھوڑنا آسان نہیں تھا کسی کے لیے بھی نہیں ہوتا اور وہ سب کچھ چھوڑ کر ایک اجنبی کے ساتھ تھی۔ عرش نے گاڑی اس کے گھر کے سامنے سے نکال کر تھوڑے فاصلے پر واقع اپنے گھر میں لا کر کھڑی کر دی۔

گاڑی نے جھٹکا کھایا اور رک گئی اس نے اپنی آنکھیں کھولیں، عرش کا ہاتھ اس کے سر پر رکھا ہوا تھا جب آنکھیں کھلیں تو سامنے بڑی حویلی دکھائی دی۔ عرش نے اپنی سائیڈ کا دروازہ کھولا، اور پھر اس کی طرف آیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر نکالا۔ وہ نروس سے گھبرائی ہوئی کھڑی تھی عرش اس کے پاس آیا وہ اس کی گھبراہٹ محسوس کر سکتا تھا کیونکہ یہی سب تو وہ خود بھی محسوس کر رہا تھا، حور لال عروسی کپڑوں میں تھی، ماتھے پر ٹیکا بھی تھا عرش سفید کاٹن کے کپڑوں میں تھا کوئی بھی ان کا ساتھ دیکھ کر کہہ سکتا تھا کہ وہ دولہا دلہن ہیں۔ دونوں کی شادیاں کہیں اور ہونے جا رہی تھیں لیکن قسمت نے ان کو ملا دیا بے شک جوڑیاں آسمانوں پر بنتی ہیں۔ اس کی گھبراہٹ کو محسوس کرتے ہوئے عرش آگے آیا اور اس کے نازک ہاتھ کو پکڑ کر اپنی مضبوط مٹھی میں دبایا اور پہلا قدم اس حویلی میں رکھا۔

اندھیرا تھا ہر طرف لائٹس آن تھے، حویلی کو چاروں طرف سے خوبصورت بتیوں اور پھولوں سے سجایا گیا تھا وہ شادی والا گھر تھا جسے بے حد سجایا گیا تھا۔ حور عرش کا ہاتھ پکڑے کسی مجسمے کی طرح آگے بڑھتی جا رہی تھی عرش سنجیدگی سے سامنے دیکھتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ اب وہ دونوں اس عالیشان عمارت کے بالکل سامنے کھڑے تھے۔ جس کے دروازے پر پھول تھے۔

حور نے سر اٹھا کر دیکھا تھا اس گھر سے وہ رسوا ہو کر نکال دی گئی تھی اب ایک بار پھر زندگی اسے اس گھر میں لے کر آئی تھی۔ عرش نے اس کی طرف دیکھا وہ ڈری ہوئی تھی پھر اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا دروازہ کھولنے کے لیے ہاتھ کانپ رہے تھے، اس نے ہونٹ بھینچ لئے اور حور کا ہاتھ چھوڑ کر دروازہ کھولا، اپنا پہلا قدم اس نے گھر کے ہال میں رکھا اس گھبرا کر نے اپنے ہونٹ بھینچ رکھے تھے، حور چلتی ہوئی عرش کے برابر آ کر کھڑی ہوئی پھر اس نے سر اٹھا کر سب کو دیکھا۔ سب کے چہروں کی رنگت اڑ گئی۔ سبھی کی نگاہیں سوالیہ تھیں۔ کچھ نہ سمجھ کر

بھی سب کچھ کچھ سمجھ رہے تھے، آوازیں بند ہو گئیں۔یہ شاید طوفان کے پہلے کی خاموشی تھی۔

☆......☆......☆

خاموشی تھی بہت گہری خاموشی۔ پورا ہال سناٹے میں ڈوبا ہوا تھا۔گھر والوں کے چہروں پر ایسی اداسی تھی جیسے کوئی فوتگی ہوئی ہو۔دادی، تابندہ بیگم مسلسل روئے جا رہی تھیں۔خدیجہ بیگم خاموش کھڑی اداسی سے سب دیکھ رہی تھیں۔باقی زویا، شاہ نور ایک طرف کھڑے تماشائی بنے ہوئے تھے۔غزل دادی کے صوفے کے بالکل پاس فرش پر بیٹھی تھی وہ شاید اس قدر صدمے میں تھی کہ نہ تو رو رہی تھی اور نہ کچھ بول پا رہی تھی۔حور اور عرش سامنے تھے ساری سچائی گھر والوں کو بتانے کے بعد وہ دونوں خاموش تھے، سب کے رد عمل کے انتظار میں تھے شاید۔دونوں کے دل بری طرح دھڑک رہے تھے۔

دسمبر طلال غصے سے آگے بڑھے، اور عرش کے گال پر ایک زوردار تھپڑ مار دیا، پھر دوسرے گال پر وہ خاموشی سے کسی فرماں بردار اولاد کی طرح سر جھکائے کھڑا تھا۔

"اگر تم مر جاتے تو مجھے اتنا دکھ نہیں ہوتا جتنا آج ہوا ہے" ان کے غصے بھری آواز پورے ہال میں سنائی دی۔عرش کا دل رو دینے کو چاہا۔حور خاموش تھی۔

"تجھ جیسی اولاد سے بندہ بے اولاد اچھا ہے، آخر کون سی کمی رہ گئی تھی ہماری تربیت میں جو یہ دن دکھایا تو نے؟" وہ کسی شیر کی طرح پورے گھر میں دھاڑ رہے تھے، دادی دوپٹے سے آنسوؤں صاف کرتی رو رہی تھیں۔

"اوئے بے غیرت انسان تجھے اندازہ بھی ہے تو نے کیا کیا ہے؟" انہوں نے عرش کا گریبان پکڑ لیا خدیجہ بیگم روتے ہوئے آگے بڑھیں اور دسمبر طلال کا ہاتھ چھڑا کر ان کو روکنے لگیں۔

"خدا کے لئے چھوڑیں اسے بابا جان" دسمبر طلال نے خدیجہ کو دھکا دے کر دور ہٹایا۔

"خبردار جو آج تم میں سے کوئی میرے آگے آیا تو" ان کا غصہ جنون بن چکا تھا۔خدیجہ بیگم روتے ہوئے پیچھے ہٹیں آج ان کو روکنا ناممکن تھا بابا جان عرش کا گریبان پکڑ کر اسے تھپڑ مارنے لگے۔یہ ان کا لاڈلہ پوتا تھا وہ لڑکا جس نے کبھی آنکھ اٹھا کر ان سے بات نہیں کی اور وہ خود بھی اس سے بہت محبت کرتے تھے لیکن زندگی میں پہلی بار وہ اس پر ہاتھ اٹھا رہے تھے۔اس نے زندگی میں کبھی اتنی بڑی غلطی نہیں کی لیکن آج جو غلطی کی وہ سب

سے بڑی تھی اس کے لیے وہ اسے معاف نہیں کر سکتے تھے۔اسے مارتے مارتے وہ خود ہی تھک کر صوفے پر بیٹھ گئے، عرش کے گال سرخ ہو چکے تھے اس نے جواباً ایک لفظ بھی منہ سے نہ نکالا تھا۔وہ خود ہی مجرم تھا۔

"دیکھ رہی ہیں آپ اماں" تابندہ نے روتے ہوئے دادی اماں کو مخاطب کیا

"بلے بلے کہتے آپ کی زبان نہیں تھکتی تھی، اس کی تعریفوں میں آپ زمین آسمان ایک کر دیتے تھے اور آج آپ کے اس بلے نے ہمیں یہ دن دکھایا، میری بیٹی کی جگہ اس نوکرانی لڑکی کو دے دی، اس لیے گئے تھے تم رات کو شادی چھوڑ کر؟ ایمرجنسی تو ایک بہانہ تھا آپ کا بلے اس لڑکی کے لیے گیا تھا رات" تابندہ روئے جا رہی تھیں۔حور آنکھیں بند کیے مسلسل آنسو بہا رہی تھی یہ کیا ہو رہا تھا؟ عرش پر الزام لگایا جا رہا تھا اور وہ کچھ بول نہیں سکتی تھی، ان کا نکاح اتفاقاً ہوا تھا۔

بابا جان صوفے پر بیٹھے غصے سے ٹھنڈی سانسیں لے رہے تھے پھر وہ جیسے ہار مانتے ہوئے کھڑے ہوئے اور عرش کی طرف دیکھا جو سر جھکائے سنجیدگی سے کھڑے تھے۔

"جو ہو چکا ہے سو ہو چکا اب چپ چاپ اس لڑکی کو گھر سے باہر نکالو" عرش نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا، یہ ایک بہت بڑی بات تھی جس کے بارے میں وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔سبھی گھر والے اس کی طرف دیکھ رہے تھے اس کے جواب کے منتظر، اس نے زبان کھولی تو یہ کہا۔

"جی نہیں"

سب دنگ رہ گئے زندگی میں پہلی بار عرش بابا جان کو کسی بات کے لیے ناں کہہ رہے تھے باقی سب گھر والے تو حیران تھے ہی بابا جان خود بھی شاک کی سی کیفیت میں تھے عرش نے حور کا ہاتھ پکڑ کر مضبوطی سے تھام لیا۔

"معاف کیجیے گا بابا جان لیکن میں ایسا نہیں کر سکتا یہ اب میری بیوی ہے اور مجھ پر اور اس گھر پر پورا اختیار رکھتی ہے، میں اسے نہیں چھوڑ سکتا۔اگر یہ اس گھر سے گئی تو میں بھی جاؤں گا اس کے ساتھ" اس نے پر اعتماد انداز میں کہا حور کو تھوڑا حوصلہ ملا وہ شخص پورے گھر والوں کے سامنے اسے سپورٹ دے رہا تھا اس کا ہاتھ تھام رہا تھا، بابا جان نے عرش کے ہاتھ کو دیکھا جس نے مضبوطی سے حور کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔وہ سر ہلانے لگے

"ٹھیک ہے تمہیں جو کرنا ہے کرو، لیکن میں اس نوکرانی لڑکی کو اپنے گھر میں ایک سیکنڈ بھی نہیں برداشت کر

سکتا، تم بھی اس کے ساتھ جانا چاہتے ہو تو دفع ہو جاؤ مجھے ضرورت نہیں ہے تمہاری۔ میں " مان لوں گا کہ تم مر چکے ہو"

غصے سے انگلی اٹھا کر انہوں نے کہا خدیجہ بیگم روتے ہوئے کہنے لگیں۔

"یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ بابا جان بیٹا ہے وہ اس گھر کا" غزل ابھی تک شاک کے زیر اثر فرش پر بیٹھی تھی اس کا سفید لہنگا پھیلا ہوا تھا میک اپ ابھی تک ویسے ہی تھی۔ وہ کسی بت کی طرح خاموش تھی۔

"بابا جان آپ بیٹھیں ریلکیس ہو جائیں آپ کا بی پی شوٹ کر جائے گا" عشان نے آگے بڑھ کر دسمبر طلال کو صوفے پر بٹھایا۔ تابندہ تائی کھڑی ہوئیں اور روتی ہوئی دادی کی طرف دیکھا

"سنا اماں آپ نے؟ کیا کہہ رہا ہے آپ کا بلا۔ اس کے لیے اب یہ لڑکی ہے سب کچھ ہے باقی کوئی جیے یا مرے اسے کیا پرواہ؟ یہ جس لڑکی سے محبت کرتا تھا اس نوکرانی کو ڈنکے کی چوٹ پر ہمارے گھر کی دہلیز پر لے آیا اور اس کے لیے اپنے گھر والوں سے بھی بغاوت کر رہا ہے"

دادی نے غصے سے حور کی طرف دیکھا جس کا ہاتھ عرش نے پکڑا ہوا تھا۔ عرش چل کر دادی کے پاس آیا ایک وہی تھیں جو اس کو ہمیشہ سپورٹ کرتی تھیں اس کا ساتھ دیتیں تھیں اس کے لئے پورے گھر سے لڑتی تھیں۔ وہ جا کر ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا۔

"سن رہی ہیں ناں آپ دادی؟" عرش کی آواز بھرائی ہوئی تھی اس نے دادی کا ہاتھ پکڑ لیا

"اور غور سے سنیئے گا، یہ لڑکی بیوی ہے میری، ہم دونوں نے اسلامی طریقے سے نکاح کیا ہے۔ اور ہمارا نکاح کوئی منصوبہ نہیں اتفاق تھا، آپ ہی وہ ایک ہیں جو مجھے سمجھتیں ہیں جو ہمیشہ کہتی ہیں کہ میرا بلا کبھی کچھ غلط نہیں کر سکتا، میں آج بھی وہی ہوں دادی میں نے آج بھی کچھ غلط نہیں کیا، آپ بتا دیں سب کو انسان انسان ہی ہوتے ہیں کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہوتا، اور نکاح کے بعد دو اجنبی بھی میاں بیوی بن جاتے ہیں" دادی نے اس کی طرف دیکھا جو پریشان تھا، دادی نے آہستہ سے اپنا ہاتھ عرش کے ہاتھ سے آزاد کیا اور سرد نگاہوں سے حور کی طرف پھر باقی گھر والوں کی طرف دیکھا۔

"بلے ابھی کہ ابھی اس لڑکی کو یہاں سے نکالو" انہوں نے جیسے حکم دیا، عرش نے حیرت سے انہیں دیکھا یہ

ان کی وہ دادی تھیں جو ہر چھوٹے بڑے فیصلے میں اس کا ساتھ دیتی تھیں۔

"اس کو جہاں سے لے کر آئے ہو اسے وہیں بھجوا دو" عرش کھڑا ہوا، ایک آخری انسان جس کے بارے میں اسے یقین تھا وہ ان کی مخالفت نہیں کریں گی وہی ان کا ساتھ چھوڑ رہی تھیں۔ عموماً مخالفت وہیں سے ہوتی ہے جہاں سے سوچا بھی نہیں جاتا۔ وہ دو قدم چل کر ایک بار پھر سے حور کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں اس لڑکی کو نہیں چھوڑوں گا دادی، اس کے علاوہ آپ کچھ بھی کہیں میں کرنے کے لیے تیار ہوں" اس کا اعتماد کم نہ ہوا، حور سر جھکائے کھڑی تھی

"سن لو اماں؟ پھر مت کہنا کہ آپ کا بلا آپ کی ہر بات مانتا ہے اب تو یہ چھمک چھلو اس کے لیے سب کچھ ہے" حسینہ پھپھو چیخ کر پورے ہال کو سر پر اٹھا رہی تھیں۔

"دیکھ لیا آج؟ کون کتنا کھرا ہے، یہ لڑکا پورے گھر کی عزت مٹی میں ملا کر اس لڑکی کو گھر میں لے آیا جس کے ساتھ عیاشی کرتے ہوئے پکڑا گیا تھا توبہ خدا کا اب یہ دن بھی دیکھنا باقی تھا" دادی کھڑی ہوئیں۔

بلے تو چلا جا یہاں سے لے جا اس بدبخت لڑکی کو" میرے گھر سے اس نے ضرور تم پر کالا جادو کر دیا اس کا تعلق ضرور روحانی علوم سے ہے، میرے پورے گھر کو ناپاک کر دیا اس نے، یا اللہ معاف کرنا ہے میں تیس دن کے روزے رکھوں گی اور سو نوافل ادا کروں گی اور میرے پورے گھر کو اچھی طرح صاف کرواؤں میں قرآن پاک کا ختم کرواؤں گی تب اس بدبخت کے قدموں کی کم بختی جائے گی اس گھر سے"

عرش شاکڈ تھا ایسی بات کی توقع اسے دادی سے تو نہیں تھی وہ اتنی تو مذہبی تھیں اس گھر میں۔ حور ذلت کے احساس سے سر جھکائے کھڑی تھی دادی کی سوچ ایسی ہو سکتی ہے اس نے سوچا بھی نہیں تھا عرش نے اسے کاندھے سے پکڑ کر سہارا دیا

"تم مت ٹینشن نہ لو میں ہوں ناں؟" اس نے سب کے سامنے حور کو کاندھے سے پکڑ کر سہارا دیا۔ غزل جھٹکا کھا کر کھڑی ہوئی اور بدحواسی سے ان دونوں کو دیکھا۔ پھر منہ پر ہاتھ رکھ کر روتی ہوئی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر کو بھاگی۔

"ہائے میری پھول سی بچی" تابندہ تائی اس کے پیچھے پیچھے بھاگیں۔ دادی چیخ چیخ کر ان دونوں کو وہاں

سے نکل جانے کو کہہ رہی تھیں۔

"خدیجہ بہو اپنے بیٹے اور اس ناپاک لڑکی کو نکالو میرے گھر سے، اور گھر کی صفائی اور قرآن پاک کا ختم کرواو" دادی دل سینے پر ہتھوڑ مارتی وہاں سے غائب ہوئیں۔ عرش نے بے بسی سے خدیجہ کو دیکھا یہ منظر اس کے لیے بالکل نیا تھا وہ خود بہت مجبور تھیں۔

"خدیجہ بہو سنا نہیں اماں نے کیا کہا ان دونوں سے کہو نکل جائیں ہمارے گھر سے" دمبر طلال غصے سے دھاڑے، خدیجہ چلتی ہوئی ان دونوں کے پاس آئی

" تم دونوں چلو میرے ساتھ " وہ عرش کا ہاتھ پکڑ کر ان کو گیسٹ روم کی طرف لے جانے لگیں۔

☆......☆......☆

عرش واش روم سے نکل کر کمرے میں آیا سامنے حور بیٹھی تھی جو سسک رہی تھی، تولیے کو دور پھینک کر وہ اس کے پاس گیا اس کا رونا تو وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اس کے بیڈ پہ اس کے بالکل پاس بیٹھ گیا

"تم پلیز مت رو سب ٹھیک ہو جائے گا" اس نے حور کو پکڑ لیا وہ چپ نہیں ہوئی

"جو ہو چکا ہے اسے بھول جاو۔ اس شخص کے لیے آنسوؤں مت بہاو جو تمہارے قابل ہی نہیں تھا حور اگر اسے تم سے محبت ہوتی تو وہ کبھی تمہیں یوں ذلیل نہیں کرتا۔ اعتبار کے قابل نہیں تھا وہ شخص اگر اسے تم سے محبت تھی تو تم پر اور اعتبار ضرور کرتا اگر اسے اعتبار ہوتا تو ایک رات تو کیا اگر تم دس راتیں بھی باہر گزار کر اس کے سامنے اعتبار مانگتیں تب بھی وہ تمہارا اعتبار کرتا۔ بچپن کی دوستی اور محبت کو تو ایک طرف رکھ دو مگر جتنے عرصے سے وہ جانتا تھا تمہیں اسے ایسا تو نہیں کرنا چاہیے تھا جو ہمارے نہیں ہوتے وہ ہمیں کبھی نہیں ملتے اور جوڑیاں آسمانوں پر بنتی ہیں اس لئے کسی ایسے شخص کے لیے اپنے یہ انمول ہیرے ضائع مت کرو جو ان کے قابل ہی نہیں تھا"

حور نے تعجب سے اسے دیکھا وہ آج اس کا بالکل نیا روپ دیکھ رہی تھی وہ شخص کبھی اتنا سمجھدار اور میچور نہیں تھا لیکن آج گھر میں داخل ہونے سے اب تک وہ اسے صرف سن رہی تھی اس کے نئے انداز کو دیکھ رہی تھی۔ انسانوں کے بدلتے روپ دیکھ رہی تھی۔

تمہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے کہ انہوں نے تمہیں" ذلیل نہیں کیا تمہاری عزت بچ گئی اور تم اسلامی طریقے

سے نکاح کے بندھن میں بندھ گئیں۔ سوچو اگر تمہاری اس سے شادی ہو جاتی وہ کچھ دنوں بعد تمہارے ساتھ یہی کرتا تم پر ہر پل شک کرتا تب تم کیا کرتیں تمہارے پاس کون سا آپشن باقی رہتا، تم اس سے محبت کرتیں وہ تم پر شک کرتا تمہارا جینا حرام ہو جاتا اگر اسے چھوڑ دیتیں تو سماج تمہیں جینے نہیں دیتا روز روز کے مرنے سے تو ایک دن مرنا بہتر ہوتا ہے شکر کرو اس کی تم سے شادی نہیں ہوئی شکر کرو خدا نے تمہیں وقت پر اس کا اصلی چہرہ دکھا دیا، حادثے اتفاقاً ہوتے ہیں لیکن ہمارے لئے بہت گہرے سبق چھوڑ جاتے ہیں ہمیں پتا چل جاتا ہے کس کے دل میں ہمارے لئے کیا تھا۔ جو ہوتا ہے اس میں خدا کی مصلحت ہوتی ہے اب زیادہ نہ سوچو پلیز" عرش نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا وہ واقعی رونا بھول گئی۔ اس کی باتیں کڑوی ضرور تھیں مگر ان میں سچائی تھی

"محبت کی تعریف وہ نہیں تھی جو اس نے سمجھا تھا اسے صرف تم میں دلچسپی تھی جب بھروسے کا وقت آیا تو وہ ساتھ چھوڑ کر چلا گیا اپنی کسی آزمائش پر پورا نہیں اترا، اب تم اس کے بارے میں نہ سوچو وہ تمہارے لیے اتنا اہم نہیں تھا اگر ہوتا تو ایسا کبھی نہیں کرتا، تم اپنے ذہن سے یہ بات نکال دو کہ تمہارے ساتھ کچھ ہوا ہے یا پچھلی رات تمہاری زندگی میں آئی ہے تم فقط آنے والی زندگی کے بارے میں سوچو" حور نے اس کی آنکھوں میں دیکھا جہاں ہمدردی تھی وہ پہلی بار کچھ محسوس کر رہی تھی کچھ نئے انداز سے سوچ رہی تھی۔ پھر اس نے غور سے عرش کو دیکھا وہ بھی تو کتنا پریشان تھا کتنا کچھ برداشت کر رہا تھا لیکن وہ گھبرا نہیں رہا تھا

"آپ کو میری وجہ سے اتنا سب سننا پڑا سب کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا" وہ بہت گلٹی فیل کر رہی تھی اور رو رہی تھی۔

"مجھے کچھ سننا نہیں پڑا تم میری فکر نہ کرو وہ سب میرے اپنے ہیں تم پلیز یہ رونا بند کرو" اس نے حور کے آنسوؤں اپنی ہتھیلی سے صاف کیئے

"میں ہوں ناں، شروع شروع میں سب تھوڑا غصہ ہوں گے لیکن وہ ہمیں معاف کر دیں گے، میرا آپ سے وعدہ ہے میں سب کو منا لوں گا" آج جو ہوا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا جانتا تھا مخالفت ہو گی لیکن اس حد تک یہ نہیں سوچا تھا اس نے۔

"آپ کہیں مت جایئے گا" وہ بے حد ڈری ہوئی تھی اس نے بے اعتباری اور اکیلے پن کا سامنا کیا تھا

"میں یہیں ہوں تمہارے پاس کہیں نہیں جارہا مجھ پر بھروسہ کر کے اتنا لمبا سفر طے کر کے آئی ہو تو آگے بھی مجھ پہ بھروسہ کرو، میں آپ کا ساتھ آخری سانس تک نہیں چھوڑوں گا" حور نے بےیقینی سے اسے دیکھا پہلے بھی کسی نے یہی کہا تھا جو اس کا ساتھ چھوڑ کر گیا تھا اب کیا وہ زندگی بھر کسی دوسرے انسان پر بھروسہ کر سکے گی

"پتا نہیں کیوں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے"

"صرف مجھ پر اعتماد کرو کبھی ڈر نہیں لگے گا" اس نے حور کا ہاتھ ہونٹوں سے لگایا، وہ اس سے کہہ نہ سکی کہ اب اعتبار کرنے سے بھی ڈر لگتا ہے۔ اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی اس نے حور کا ہاتھ چھوڑ دیا اور دروازہ کھولنے چلا گیا صبح کے سات بج رہے تھے ابھی۔ دروازے پر خدیجہ بیگم تھیں ان کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے تھی۔

"آیئے امی جان" اس نے خدیجہ بیگم کو راستہ دیا، وہ بے حد سنجیدہ اور ناراض نظر آرہی تھیں لیکن ماں کی ممتا سے مجبور تھیں۔ ایک سرسری سی نگاہ حور پر ڈال کر جب وہ باہر جانے لگیں تب عرش نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ عرش کی طرف نہیں دیکھ رہی تھیں

امی کیا آپ کو بھی لگتا ہے میں نے غلط کیا ہے؟" وہ ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے پوچھ رہا تھا

"مجھے کچھ نہیں پتا عرش لیکن تم نے صحیح نہیں کیا، سب کا دل توڑ دیا" ناراضگی سے وہ کہہ رہی تھیں

"امی میں نے کچھ غلط تو نہیں چاہا تھا میں بس......

"تم نے غلط نہیں چاہا لیکن غلط تو ہوا ہے ناں، دیکھو کیا ہو گیا؟ سب گھر والے کتنے ناراض ہیں اور بابا جان وہ تو کوئی بات سننے کو تیار ہی نہیں ہیں میں ان سے چھپ کر تم لوگوں کے لیے کھانا لے کر آئی ہوں" عرش کی نگاہوں میں دیکھ کر وہ ذرا غصے سے بولیں عرش نے ان کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا

"امی میری پیاری امی آپ کو تو اپنے عرش پر بھروسہ ہے ناں میں کچھ بھی کر سکتا ہوں لیکن جان بوجھ کر میں کچھ غلط تو نہیں کر سکتا ناں" خدیجہ بیگم ماں تھیں پگھل گئیں اور یہ تو ان کا اکلوتا لاڈلہ بیٹا تھا

"امی کی جان تم نے غلط نہیں کیا لیکن سب تمہیں غلط سمجھ رہے ہیں کس کس کو صفائی دو گے کوئی تمہاری نظر سے نہیں سوچے گا، مرضی سے شادی کرنا الگ بات ہے لیکن یوں کسی غیر برادری کی لڑکی کو گھر کی بہو بنا کر پیش کرنا

الگ بات ہے" وہ اسے پیار سے سمجھانے لگیں، حور خاموشی سے سب سن رہی تھی

"میں نے کوئی من پسند شادی نہیں کی ہماری شادی اتفاقاً ہوئی ہے، مجھے پتا ہے آپ یہ بات سمجھتی ہیں پلیز بابا جان اور دادی کو بھی سمجھا دیں" وہ جیسے التجا کر رہا تھا

"ابھی وہ غصے میں ہیں میں بعد میں بات کروں گی ان سے، وہ تو پھر بھی مان جائیں لیکن اپنی بابا جان کا کیا کرو گے وہ سٹیٹس اور برابری کے معاملے میں کتنے سنجیدہ ہیں وہ کبھی حور کو بہو کا درجہ نہیں دیں گی"

"سب مان جائیں گے، میں سب کو منا لوں گا امی۔ آپ کو اپنے عرش پر بھروسہ ہے ناں؟" خدیجہ بیگم نے روتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا

"غزل کے ساتھ بہت غلط ہوا ہے، جب بات کچھ ٹھنڈی پڑ جائے تو اس سے اور اپنی تائی سے بھی معافی مانگ لینا، مشکل ہے کہ وہ تمہیں معاف کریں لیکن تم کوشش ضرور کرنا" عرش نے خدیجہ بیگم کو گلے سے لگایا

": آئی لو یو امی جان" وہ بڑی محبت سے کہہ رہا تھا خدیجہ بیگم مسکرائیں اور اسے گلے سے لگا لیا وہ یونہی تو اس کو اتنی پیار نہیں کرتی تھیں وہ تھا ہی اتنا پیارا۔

"چلو اب یہ مکھن لگانا بند کرو اور کھانا کھا لو، حور کو بھی کھلاؤ میں چلتی ہوں" اس کے گال چھو کر وہ جانے لگیں عرش نے ٹھنڈی سانس لی۔ یہ ماؤں کو منانا کتنا آسان ہوتا ہے۔ اس نے سوچا سامنے ٹیبل پر کھانے کی ٹرے تھی جسے اٹھا کر وہ بیڈ پر لے گیا اور خود حور کے برابر بیٹھ گیا وہ کل رات سے بھوکا تھا یقیناً حور بھی۔

"لو کھانا کھا لو" وہ بڑی نرمی بڑی محبت سے اسے کہہ رہا تھا،

"مجھے بھوک نہیں ہے"

"امی نے کہا ہے ناں سب ٹھیک ہو جائے گا تو اتنی ٹینشن کیوں لے رہی ہو" وہ خاموش رہی جیسے بولنے کو کچھ نہ ہو عرش نے بھی مزید کوئی بات کیے بنا روٹی کا نوالہ بنا کر اس کے منہ کی طرف لے گیا

شاباش منہ کھولو " بادل نخواستہ اس نے منہ کھول دیا اور عرش کا ہاتھ پکڑ کر نوالہ لینے لگی پھر ایسے ہی عرش اسے نوالے بنا بنا کر کھلاتا رہا۔ عرش کا یہ نیا روپ اس کے بالکل الگ تھا وہ جی بھر کر حیران ہو رہی تھی وہ شخص جو کبھی سنجیدہ نہیں ہوا آج اس قدر مجبور تھا شاید مشکل حالات ان کے اندر چھپے مضبوط انسان کو باہر لاتے ہیں

"آپ کو بھوک نہیں لگی کیا؟"

"میں بھی کھا رہا ہوں"

جب عرش پانی پی رہا تھا تب کمرے کا دروازہ دھڑام سے کھول کر کوئی اندر داخل ہوا تھا، وہ حسینہ پھپھو تھیں ان کے چہرے کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں

عرش وہ غزل نے خود کو کمرے میں بند کر لیا ہے" عرش کے رونگٹے کھڑے ہوئے خوف کے مارے وہ دروازے کی طرف بھاگا،

"تم یہیں رکو میں ابھی آیا" دروازے تک پہنچ کر اس نے حور کو بتایا وہ گھبراہٹ کے مارے سر اثبات میں ہلانے لگی جانے اور کیا کیا ہونا تھا ابھی۔

عرش بھاگتا ہوا گھر کے ہال میں داخل ہوا اور اوپر غزل کے کمرے کی طرف گیا جہاں باہر سبھی کھڑے دروازے کو پیٹ رہے تھے تائی مسلسل روئے جا رہی تھیں۔

"ارے میری بچی دروازہ کھول" دادی اماں بھی وہیں تھیں وہ آگے بڑھا اور دروازے تک گیا

"غزل دروازہ کھولو" غصے سے دروازے کو پیٹتے وہ گھبراہٹ کے مارے کہہ رہا تھا

"تم یہاں کیوں آئے اس کی حالت کے ذمے دار تم ہی تو ہو" تائی نے اسے جھڑک دیا، اس نے کوئی جواب نہیں دیا اور دروازے کو پیٹنے لگا۔

"غزل پلیز اوپن دا ڈور" وہ دروازے کو لات مار رہا تھا کوئی جواب نہ آیا پھر وہ زور زور سے دروازے کو توڑنے کی کوشش کرنے لگا اور دو منٹ بعد اس کی یہ کوشش کامیاب ہوئی، دروازہ کھل گیا سامنے غزل کرسی پر چڑھ کر خود کو پھانسی دینے کی کوشش کر رہی تھی وہ تیزی سے آگے بڑھا اور غزل کو پاؤں سے پکڑ کر نیچے اتارنے لگا

☆......☆......☆

غزل اس وقت اداس چہرے کے ساتھ بیڈ پر لیٹی تھی، سبھی اس کے پاس موجود تھے عرش بھی وہیں تھا جو خاموشی سے ہاتھ باندھے اسے دیکھ رہا تھا۔ تائی اس کا ہاتھ پکڑے مسلسل روئے جا رہی تھیں

"میں کچھ دیر غزل کے ساتھ اکیلے میں بات کرنا چاہتا ہوں" عرش نے کہا تائی غصے سے کھڑی ہوئی

"اب کیا رہ گیا ہے بات کرنے کو؟ تو نے جو کرنا تھا کر لیا تیری وجہ سے آج میری بچی خودکشی کرنے جا رہی تھی، دیکھ رہی ہیں آپ اماں" تابندہ تائی نے پاس بیٹھی دادی کو مخاطب کیا جو عرش سے بری طرح ناراض نظر آ رہی تھیں۔

"پلیز تائی ایک منٹ" وہ جیسے التجا کر رہا تھا

"چلو تابندہ بھابھی اسے بات کرنے دیجیے" خدیجہ بیگم کی بات پر پھپھو سمیت سبھی باہر نکل گئے عرش بیڈ کی دوسری طرف آ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ غزل خاموشی سے سامنے دیکھ رہی تھی جیسے عرش سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتی ہو ۔عرش اسے منانا چاہتا تھا یہ سچ ہے کہ وہ اسے اچھی نہیں لگتی تھی مگر اس کی وجہ سے اسے یقیناً دکھ تو ہوا ہوگا

"یہ سب کیا ہے غزل؟" اس نے بات شروع کی

"تم ایسا کیسے کر سکتی ہو؟ جانتی ہو خودکشی حرام ہے" غزل خاموش تھی

"اچھا میری بات سنو دیکھو جو ہوا اچھا نہیں ہوا لیکن انسان کے اختیار میں کچھ نہیں ہوتا رشتے اور جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوا ہے اب قسمت کے فیصلوں میں ہم انسان کیا کر سکتے ہیں"

غزل اب بھی کچھ نہ بولی اور خاموشی سے سامنے دیکھنے لگی وہ اسے سمجھا رہا تھا جیسے ہمیشہ سے اسے سمجھاتا تھا لیکن وہ بے حد غصے میں تھی اس کا چہرہ بھی لال تھا

"یہ خدا کی مرضی تھی، خدا یہی چاہتا تھا کہ ہم دونوں کی شادی نہ ہو۔ اس میں ضرور خدا کی کوئی مصلحت ہوگی، تم سمجھنے کی کوشش کرو یار تم سمجھدار ہو پڑھی لکھی ہو تمہیں میرے جیسے ہزاروں بلکہ مجھ سے بھی اچھے ملیں گے"

غزل نے کرب سے آنکھیں میچ لیں وہ عرش سے کہنا چاہتی تھی "مجھے ہزاروں نہیں چاہیے۔ تم جیسے نہ "تم سے اچھے مجھے صرف تم چاہیے تھے کیونکہ میں نے محبت صرف تم سے کی ہے عرش"

"تم میری کزن ہو گھر فرد ہو تم سے بڑھ کر مجھے کوئی نہیں سمجھ سکتا، تم بھی سب کی طرح جذباتی ہو کر سوچ رہی ہو؟ میں جانتا ہوں تمہارے ساتھ بہت غلط ہوا ہے بہت زیادتی ہوئی ہے لیکن اگر ہمارا ملنا لکھا ہوا ہوتا تو ہم ضرور ملتے۔"

عرش نے غزل کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تھا وہ ابھی تک خاموش تھی اور سپاٹ چہرے کے ساتھ سامنے دیکھ

رہی تھی۔

"مجھے یقین ہے تم میری مشکل سمجھ جاؤ گی اور مجھے مزید شرمندہ نہیں کرو گی" وہ کھڑا ہوا اس نے جاتے جاتے غزل کا کمبل درست کیا۔

"چلو سو جاؤ شاباش زیادہ مت سوچو" آخری جملہ جو عرش نے کہا تھا اور باہر نکل گیا۔

"میں کچھ نہیں جانتی، میں کچھ جاننا نہیں چاہتی عرش مجھے صفائیاں مت دو میرے سامنے دلائل مت پیش کرو، بس میں تم سے محبت کرتی ہوں اور تم صرف میرے ہو وہ لڑکی اتنی آسانی سے ہمارے بیچ نہیں آسکتی" وہ سرد مگر مدھم آواز میں کہہ رہی تھی۔

☆......☆......☆

حور اپنے کمرے میں بیٹھی بار بار دروازے کو دیکھ رہی تھی جہاں سے ایک گھنٹہ پہلے عرش باہر گیا تھا اس کے بعد سے کوئی خبر نہیں آئی وہ پریشان تھی اس کی وجہ سے ہی تو یہ سب ہو رہا تھا۔ عرش کمرے میں داخل ہوا وہ بے تابی سے کھڑی ہوئی اور اس تک گئی۔

"غزل ٹھیک ہے ناں؟"

"جی وہ ٹھیک ہے تم ٹینشن مت لو" اسے خود سے زیادہ فکر تھی حور کی وہ نہیں چاہتا تھا کسی بھی بات کو لے کر وہ خود کو مجرم سمجھے۔

"یہ سب میری وجہ سے ہو رہا ہے، میں ہی مجرم ہوں سب کی" حور کو دل کا چور بار بار پریشان کر رہا تھا، عرش نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیڈ پر بٹھایا

"میری بات سنو" اس نے حور کی ٹھوڑی پکڑ کر اس کا چہرہ اپنے سامنے کیا

"آئندہ یہ بات کبھی مت کہنا، جو ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ یہ سب ہمارے نصیب میں تھا" وہ اسے کسی چھوٹے بچے کے جیسے سمجھا رہا تھا بڑی نرمی بڑی محبت سے۔

"چلو اٹھو شکرانے کے نوافل ادا کرتے ہیں پھر سو جاتے ہیں سنا ہے شادی کی پہلی رات نئے جوڑوں کو شکرانے کے نوافل ضرور پڑھنے چاہئے" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہوا۔ حور کا دل میں چاہا مگر وہ انکار نہ کر سکی کس

بات کا شکر ادا کرتی۔

عرش اسے لے کر واش روم میں گیا اور سب سے پہلے اسے وضو کرنے میں مدد کی جب وہ باہر آئی تو اس نے حرمت کا دوپٹہ حجاب کے انداز میں اسے پہنا دیا وہ خاموش تھی خود تو وہ کچھ کر ہی نہیں رہی تھی اتنے بڑے صدمے کے بعد وہ بالکل ٹوٹ چکی تھی ۔نوافل کے بعد حور بیڈ کے بائیں جانب لیٹ گئی، عرش نے کمرے کی لائٹ آف کر دی اور اس صوفے پر لیٹ گیا۔

ڈونٹ وری جب تک تم خود نہیں چاہو گی ہمارے درمیان کبھی میاں بیوی والا تعلق نہیں ہوگا میں کوئی زبردستی نہیں کروں گا" عرش نے اس کا کمبل درست کیا۔

" کچھ مت سوچنا، بس سو جاؤ" وہ جانتا تھا وہ مختلف سوچوں میں گھری سو نہ پائے گی زندگی کیا ہے؟ کتنا مختصر فاصلہ ہوتا ہے کل صبح وہ کتنی خوش تھی ، وردان کے ساتھ نئی زندگی کے خواب دیکھتے ہوئے خود کو اس کے گھر میں محسوس کرتے ہوئے اور آج وہ کہاں تھی۔ میلوں کا یہ فاصلہ لمحوں میں طے ہوا تھا نصیب انسان کو کہاں سے کہاں لا کر کھڑا کرتا ہے۔ وہ سوچ رہی تھی

☆......☆......☆

شام کا وقت تھا عرش واش روم سے نہا کر نکلا تھا، اس کے بال گیلے تھے اور کاندھے پر تولیہ لٹکائے وہ چہرہ صاف کرتا آئینے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا سامنے حور بیڈ پر بیٹھی کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھی بال بناتے ہوئے وہ مسلسل آئینے میں اس کا عکس دیکھ رہا تھا، وہ بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا لیکن حور اس کی طرف متوجہ نہ تھی

دروازے پر ہونے والی دستک پہ دونوں نے چہرہ گھما کر بائیں جانب دیکھا سامنے خدیجہ بیگم کھانا لئے اندر داخل ہوئیں۔

" گڈ ایوننگ " انہوں نے ناشتہ ٹیبل پر رکھ دیا

" گڈ ایوننگ امی " عرش بال بنا چکا تھا

" ناشتہ کر لو " وہ جانے لگیں، جب حور تیزی سے چل کر ان کے سامنے جا کر کھڑی ہوئی، عرش سمیت خدیجہ بیگم نے حیرانی سے اسے دیکھا جس کے چہرے پر ندامت تھی دکھ تھا۔

"امی جی کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟: اس نے خدیجہ بیگم کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ سپاٹ چہرے کے ساتھ اسے دیکھنے لگیں۔

"میں جانتی ہوں جو ہوا اس سے آپ کو اور پورے گھر کا بہت تکلیف ہوئی ہے، لیکن یہ سب قسمت میں لکھا ہوا تھا میرا اس گھر میں آنا خدا کی مرضی تھی " وہ ان کو سمجھا رہی تھی اسے دکھ تھا اس کی وجہ سے پورے گھر کو اتنی بڑی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اپنا دکھ بھول کر وہ دوسروں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ عرش خاموشی سے ٹیبل کے پاس گیا اور جوس گلاس میں انڈیلنے لگا ساتھ ان دونوں کی طرف پوری طرح متوجہ تھا

"میں جانتی ہوں آپ سب کو میرا یوں اچانک اپنے گھر میں آنا اچھا نہیں لگا، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیں یہ سوچ کر کہ میری جگہ اگر آپ کی بیٹی ہوتی تو کیا آپ اسے معاف نہ کرتیں؟" اس نے نرم لہجے میں پوچھا

"میری کوئی بیٹی نہیں ہے" لہجہ ہلکے غصے میں ڈوبا ہوا تھا پھر انہوں نے عرش کی طرف دیکھا جو مسکرا کر یہ کہنا چاہ رہا تھا "اب معاف بھی کر دو بیچاری کو" خدیجہ بیگم نے اسے گھورا

"ہو سکتا ہے خدا نے آپ کو اس لیے بیٹی نہیں دی کہ آپ مجھے اپنی بیٹی مان لیں، میں آپ کی بیٹی نہیں ہوں لیکن بیٹی جیسی تو ہوں رشتے خون کے ہوں یا دل کے انسان کو تعلق نبھانے پر مجبور کر دیتے ہیں " خدیجہ بیگم نے ٹھنڈی سانس لے کر اسے دیکھا، یہ لڑکی باتوں کا جادو کرنا خوب جانتی تھی۔ وہ اس کے عرش کی پسند تھی اس کے پیارے بیٹے کی بیوی اس کی پسند ایسی ہی ہونی چاہیے۔

"اچھا اب بس کر معاف کر دیا تمہیں " وہ اس کے گالوں پر ہاتھ رکھ کر بولیں پھر اسے گلے سے لگا لیا۔ پھر وہ چلی گئیں عرش چائے پی کر کھڑا ہوا،

"چائے پی لو میں ابھی آیا" وہ اسے کہتے ہی باہر نکلا، حور چائے تک گئی۔ گیسٹ روم کی گیلری سے ہوتے ہوئے وہ گھر کی طرف جا رہا تھا جب موبائل کی گھنٹی بجی ہدایت کی کال تھی۔

"اسلام وعلیکم" اس نے مدھم آواز میں کہا

"یہ سلام وغیرہ چھوڑ حال سنا" عرش کا دل چاہا تھا پیٹ لے وہ اس پر سلامتی بھیج رہا تھا اور اس شخص کو سلامتی نہیں چاہیے تھی۔

" کیا حال سناؤں " وہ روکھے ہوئی انداز میں بول رہا تھا

" بھابھی کیسی ہے اب اور تیرے گھر کا ماحول کیسا ہے "

" کچھ ٹھیک نہیں ہے سب گڑ بڑ ہے، میں نے سوچا نہیں تھا اتنا بڑا طوفان آئے گا سب ناراض ہیں مجھ سے " وہ خفگی سے اسے سب کچھ بتانے لگا۔ ہدایت نے قہقہہ لگایا

" یہی ہونا چاہیے تھا تم جیسے مجنوں کے ساتھ ایک لڑکی کے پیچھے اتنا بڑا جوگ لیا اب تو خدا ہی تیری مدد کر سکتا ہے " اس کا انداز مذاق اڑانے والا تھا

ہاں تو اور کیا تم سے مدد تھوڑی مانگی ہے "

" اچھا سن سب سے پہلے اپنی دادی کو بوتل میں اتار، وہ مان گئیں تو سب ٹھیک ہو جائے گا " عرش نے غصے سے آنکھیں میچ لیں۔

" یا پھر اپنی اس ہیروئین کو لے کر چھانگا مانگا جنگل میں ہنی مون منانے چلا جا، جیسے عامر خان جوہی چاولہ کو بھگا کر جنگل میں لے گیا تھا "

" بکواس بند کر مجھے کیا کرنا ہے میں اچھی طرح جانتا ہوں، تو اپنے یہ فضول ٹوٹکے اپنے پاس رکھ اور سنا ؟ " وہ گیلری سے نکل کر گھر کے ہال تک پہنچ گیا

" شادی کر لی اور دوست کو بھول گیا سن جب بیوی کے ساتھ پرابلم ہوتی ہے تو سب سے پہلے دوست یاد آتے ہیں " اس نے بنا جواب دیئے کال کٹ کی وہ اب بابا جان کے کمرے کی طرف جا رہا تھا

" میرا سگار کہاں گیا ؟ " دروازے کا کھلنا انہوں نے سنا تھا اور وہ سمجھے کے دروازے پر دادی ہوں گی، انہوں نے عرش کو نہیں دیکھا تھا عرش نے آس پاس نگاہ دوڑائی دراز کے پاس سگار رکھا ہوا تھا اس نے جا کر سگار اٹھا لیا

" یہ ہے " اس کی آواز پر چونک کر بابا جان نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ ان کے ماتھے پر بل پڑے

" تم ؟ یہاں کیا کر رہے ہو ؟ " عرش ان کے پاس گیا مسکراتے ہوئے۔

" یہ میرا گھر ہے میرے بابا جان کا کمرہ ہے مجھے یہاں آنے سے کون روک سکتا ہے " وہ ڈھیٹ بن رہا تھا

شٹ اپ مجھے بابا جان مت کہو"

" کیوں نہ کہوں؟ آپ ہی تو میرے پیارے بابا جان ہو" وہ جاکران کے گلے لگ گیا

" دور ہٹو" انہوں نے خفگی سے خود کو آزاد کیا اور باہر جانے لگے عرش بھاگ کر دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

" میں آپ کو نہیں جانے دوں گا بابا جان"

" یہ چونچلے میرے سامنے مت کرو عرش میں تمہاری باتوں میں نہیں آنے والا"

" کیوں نہیں آنے والے، میں آپ کو پٹا کر رہوں گا"

" تم نے جو کیا ہے اس کے لیے میں تمہیں معاف نہیں کروں گا، اب تم بچے نہیں ہو سمجھے ایک نوکرانی سے شادی کرلی تم نے " ذرا غصے سے بولے وہ

" اولاد چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو جائے والدین کے لئے وہ بچہ ہی رہتا ہے"

" نہیں تم اب بہت بڑے ہو گئے ہو اتنے بڑے کہ اپنی زندگی کے سارے فیصلے خود کر سکتے ہو" ذرا خفا سے وہ بولے

" بچپن میں بھی تو آپ میری غلطیوں کا معاف کرتے تھے ناں تب بھی میں آپ کا ہی بیٹا تھا"

بچپن میں ایسی کوئی نوبت ہی نہیں آئی عرش کیونکہ تم جانتے ہو تم نے کبھی کوئی ایسی غلطی ہی نہیں کی۔ زندگی میں پہلی بار تو نے غلطی کی اور وہ بھی اتنی بڑی جس کے لیے تمہیں معافی نہیں مل سکتی"

" خدا بھی تو معاف کر دیتا ہے لاکھوں غلطیاں لاکھوں انسانوں کی، اور آپ میری ایک غلطی کے لیے مجھے معاف نہیں کریں گے؟

" نہیں کیونکہ میں خدا نہیں ہوں" وہ منہ دوسری طرف کر کے بولے

" خدا کے بندے تو ہو ناں آپ؟ جانتے ہیں ابو ہم انسانوں کو اشرف المخلوقات کیوں کہا جاتا ہے؟ اس نے رضا عزیز کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہاتھوں میں لیا وہ اسی کی طرف خفگی سے دیکھ رہے تھے

" کیونکہ ہم انسانوں کے دل میں خدا نے رحم ڈال دیا ہے جو اور کسی مخلوق میں نہیں، خود نے ہمیں عقل سے

نوازا ہے محبت کا جذبہ ہمارے اندر پیدا کیا، غلطیاں انسان کرتے ہیں معاف بھی انسان کرتے ہیں" وہ نرمی سے انہیں سمجھا رہا تھا دسمبر طلال نے اسے دیکھا اس پوتے کو لاجواب کرنا مشکل تھا

میرا دل کرتا ہے میں تمہیں دو تھپڑ لگاؤں"

ضرور لگائیں دو کی بجائے دس لگائیں لیکن مجھے معاف کر دیں" وہ ان کے سامنے اپنے گال لے گیا،

تیری تو" بابا جان نے ہار مانتے ہوئے اسے گلے سے لگا لیا۔ اور کسی سوچ میں پڑ گئے پوتے سے ناراض ہو کر اس مسئلے کا حل نہیں سکتا تھا جو انہوں نے عشان اور لالی کے ساتھ کیا تھا اب وہی کھیل ایک بار پھر کھیلنا تھا اس سے ان کو ان کا پوتا بھی مل جاتا اور وہ لڑکی بھی اس کی زندگی سے دور چلی جاتی۔

"میرے پیارے بابا جان آئی لو یو"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے اب زیادہ مکھن مت لگا"

"اب کیا میں اپنے بچوں کے ہونے والی ماں کو اس گھر میں لا سکتا ہوں" بابا جان نے اسے گھورا

"میری طرف سے ہاں ہے لیکن اپنی دادی کا کیا کرے گا وہ کبھی نہیں مانیں گی"

"ان کو منانا میرا کام ہے"۔ وہ کسی سوچ میں ڈوب گیا بابا جان اسے دیکھ رہے تھے یہ لڑکا کچھ بھی کر سکتا تھا۔ لیکن وہ بھی اس کے دادا تھے۔ سیر اور سوا سیر۔

☆......☆......☆

"نہیں نہیں نہیں بالکل نہیں" دادی اس کی بات سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گئیں۔

"وہ لڑکی میرے گھر میں کبھی نہیں آئے گی" وہ غصے سے کہہ رہی تھیں عرش ان کا منہ دیکھ کر رہ گیا، امی صحیح کہتی تھیں دادی میں کبھی کبھی دو سو سال پرانے لوگوں کی روح گھس جاتی ہے، اس وقت عرش کو لگ رہا تھا دادی کو منانا اتنا بھی نہیں آسان جتنا وہ سوچ رہا تھا۔

"دادی پلیز میری بات تو سنیں" وہ التجا کرنے لگا

"بلے میں کچھ بھی نہیں سننا چاہتی تو چلا جا یہاں سے" کہہ کر وہ صوفے پر بیٹھ گئیں عرش ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گیا۔

" دادی آپ میری پیاری والی دادی نہیں ہو" وہ ان کے گال چھو کر بڑی محبت سے کہہ رہا تھا دادی نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا

" خبردار جو مجھے دادی کہا تو، مرگئی تیری دادی"

وہ بھرائی ہوئی آواز میں خفگی کے ساتھ کہنے لگیں عرش نے ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگایا

" نہیں دادی دیکھیں آپ سمجھنے کی کوشش کریں آپ ہی تو کہتی تھیں ہمیں ہمیشہ دوسروں کی مدد کرنی چاہیے اور غیرت مند مرد کبھی عورتوں کو مصیبت میں نہیں تنہا نہیں چھوڑتے" وہ ان کو انہی کی بات یاد دلانے لگا

" غلطی ہوگئی " دادی نے اپنا ماتھا پیٹا

" غلطی ہوگئی جو تجھ سے یہ سب کہا، مجھے کیا پتا تھا تو اپنی کزن سے رشتہ توڑ کر کسی اور لڑکی سے شادی کرے کہ اسے میرے گھر لائے گا، ہائے میرے اللہ کیا منہ دکھاوں گی خدا کو؟ تیرے دادا کو کیا جواب دوں گی؟ یہ تربیت کی تھی کیا ہم نے تیری"

دادی وہ اچھی لڑکی ہے آپ تو ہمیشہ سے جانتیں تھیں آپ کو تو وہ پسند بھی تھی نہ" وہ بے بسی سے ان کو دیکھے گا

" پسند نہ پسند کی بات اور تھی میں اسے ایک نوکرانی کی حیثیت سے پسند کرتی تھی کیونکہ وہ کام اچھا کرتی تھی لیکن میں نے یہ تو کبھی نہیں چاہا تھا کہ تم اس سے نکاح کرکے ہمارے متھے تھوپ دو، وہ چھمک چھلو تم پر جادو کر چکی ہے بلے کالا جادو۔ اور جادو کرنے والے جہنمی ہوتے ہیں "

" وہ کرنٹ کھا کر کھڑا ہوا

" نہیں دادی جہنمی ایسی باتیں نہ کریں، ہم انسان ہیں خدا نہیں ہیں کسی کے جنتی یا جہنمی ہونے کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے، کون گنہگار ہے اور کون نیک یا فیصلہ کرنے کا اختیار صرف خدا کو ہے دادی" ابھی اس کی بات پوری نہیں ہوئی کہ دادی نے اپنے کان پکڑ لئے۔

" ہائے ہائے یہ سب سننے سے پہلے میں مر کیوں نہیں گئی، اب تیرے منہ سے یہ سب سننا بھی باقی رہ گیا تھا تو اس لڑکی کے لیے اپنی دادی سے بحث کرے گا، چل نکل میرے کمرے سے اور جا کر نہا لے ضرور تو نے اس منتری لڑکی کو ہاتھ لگایا ہوگا" وہ دادی کے خیالات سے صدمے میں چلا گیا، دادی کو سمجھانا ایسے تھا جیسے آنکھیں

بند کر کے سرمہ لگانا۔

تو چل یہاں سے تم تو میرا بھی ایمان خراب کرو گے" دادی نے اسے کمرے سے نکالا۔ کنڈی لگا دی اور تسبیح ہاتھوں میں لے کر خود پر درود پاک پھونکنے لگیں۔ یہ بہت لمبا سفر تھا مگر وہ ہار ماننے والوں میں سے بالکل نہیں تھا کچھ اور کوشش کے بعد اس نے بہر حال دادی کو منا ہی لیا اور انہوں نے خفگی سے ہی سہی لیکن حور کو گھر لانے کی اجازت دے دی ان دونوں کے رشتے سے کوئی خوش نہیں تھا سب ناراض تھے بابا جان کسی گہری پلاننگ میں تھے اور غزل تابندہ بیگم حور کو دیکھ کر ہی جل رہے تھے ان کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ وہ حور کو ختم کر دیتے۔ عرش لحہ بہ لحہ حور کے ساتھ تھا وہ جب بھی اداس ہوتی وہ اسے حوصلہ دیتا اسے سمجھاتا۔ وہ اس سے محبت کرتا تھا یہ محبت کب دل سے روح میں اتر گئی اسے کچھ پتا ہی نہیں چلا۔

اپنی ہی دنیا میں رہنے والا وہ ایک لاپرواہ سے لڑکا تھا اس نے اپنے باپ کا منہ بچپن سے ہی نہیں دیکھا تھا زندگی کے ہر میدان میں اس نے باپ کی کمی محسوس کی اور جب بار بار اللہ تعالیٰ سے باپ مانگنے پر اسے باپ نہیں ملا تو وہ اللہ سے بھی بدگمان ہو گیا۔ ڈاکوؤں کے شعبے میں آنا اس کی خواہش نہیں تھی پھر بھی جانے وہ کیسے اس شعبے میں آیا تھا ایک دن گھر والوں سے کسی بات پر ناراض ہو کر وہ پارک میں بیٹھا تھا تبھی اس کی ملاقات ہدایت سے ہوئی تھی۔ وہ اس وقت سولہ سترہ سال کا ایک لڑکا تھا اور ہدایت کے ساتھ یونہی چند ملاقاتوں میں وہ اس کا ایک اچھا دوست ثابت ہوا جو ہر لمحے اس کا ساتھ دیتا اسے حوصلہ دیتا۔ ہدایت حالات کا ستایا ہوا نوجوان تھا بے روزگاری سے تنگ آ کر اس نے یہ شعبہ اختیار کیا اور ہدایت کے ساتھ رہ رہ کر وہ بھی اس کے جیسا ہو گیا اسے یہ کام کافی دلچسپ لگا ان امیروں سے دولت لوٹنا جو غریبوں کے پیسوں پر اثاثے بناتے ہیں اسے سکون دیتا تھا۔ آنے والے کچھ سالوں میں اس کا نام پولیس ریکارڈ میں آ گیا اور وہ شہر کا مشہور ڈاکو جیک بن گیا وہ کبھی بھی منظر عام پر نہیں آیا وہ دو زندگیاں گزار رہا تھا عرش چوہدری اور جیک۔ اس کے گھر میں کسی کو بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہی شہر کا مشہور ڈاکو جیک ہے۔ ڈاکو ہونے کے باوجود بھی اس کے دل میں رحم ہمیشہ سے تھی وہ ہمیشہ ایک نرم دل اور خوش مزاج انسان واقع ہوا تھا اس نے کبھی کسی بے گناہ غریب کا حق نہیں مارا تھا بلکہ زندگی میں اس نے کئی بار مختلف طریقوں سے غریبوں کی مدد کی اس کا مقصد صرف ان لٹیروں کو لوٹنا تھا جو جانے کن کن ذرائع سے پیسہ

اکٹھا کرتے تھے۔ ہدایت کے ساتھ اس کی دوستی گہری ہوتی چلی گئی وہ اس کا سب سے اچھا دوست بن گیا تھا۔ انہی دنوں ان کو خبر ملی کہ ایک پولیس والا غیر قانونی طریقے سے سمگلنگ کا مال دوسرے شہر سے لا رہا ہے جس بس کا ان کو نمبر ملا انہوں نے راستے میں ہی اس بس کو روک دیا۔ اتفاق تھا یا خوش نصیبی تبھی اس نے پہلی بار حور کو دیکھا تھا یہی وہ لمحہ تھا جب وہ پگھل گیا دنیا کی کوئی ایسی لڑکی نہیں تھی جو عرش چوہدری کے دل تک رسائی حاصل کر پاتی لیکن حور کی معصومیت اس کی آنکھوں میں ڈر اس کی دھڑکنوں کو بے ترتیب کر رہا تھا واپس آ کر بھی وہ اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ وہ اس کے حواسوں پر چھائی رہی اور شاید قسمت کو ان کا ملنا پسند تھا تبھی ان کی دوسری ملاقات یونیورسٹی میں ہوئی۔ یونیورسٹی وہ پڑھنے کبھی نہیں جاتا تھا حور اور باقی لوگوں کو ہمیشہ یہی لگتا تھا کہ وہ پڑھنے کے لیے یونیورسٹی آتا ہے لیکن سب غلط تھے اس کے گھر والوں کو بھی نہیں پتا تھا کہ وہ یونیورسٹی جاتا ہے یا نہیں؟ دراصل یونیورسٹی وہ شہر کے ان امیر زادوں کو سبق سکھانے جاتا تھا جو دولت کے بل پر عیاشی کرتے تھے اور یونیورسٹی پر حکومت کرتے تھے ہر غیر قانونی کام کرتے تھے وہ یونیورسٹی ان سب کو روکنے کے لیے ہی جاتا تھا۔ وہاں اس کا اپنا گروپ تھا جسے غنڈہ گروپ کے نام سے جانا جاتا تھا اس دن اس کے دوستوں نے چیلنج کیا یونیورسٹی میں جو لڑکی سب سے پہلے داخل ہوگی اس کا ہاتھ پکڑنا ہے اسے یہ ایک چیلنج لگا جسے اس نے قبول کر لیا مگر وہ یہ نہیں جانتا تھا سب سے پہلے داخل ہونے والی لڑکی حور ہوگی۔ حور کو دیکھ کر اس کا خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا لیکن وہ کسی کے سامنے خود کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا حور نے اس کی آنکھوں میں چٹنی ماری جس سے اس کی آنکھوں میں جلن ہوئی تھی اور اسی شام کو تیسری ملاقات اس کا حور کے ساتھ اپنے گھر پر ہوئی جب دادی نے بتایا انہوں نے کام کے لیے حور کو رکھا ہے تب اسے یہ سب اتفاق نہیں لگا اسے زندگی میں پہلی بار احساس ہو رہا تھا کہ یہ سب ملاقاتیں اوپر والے کی مرضی سے ہو رہی ہیں کوئی تو وجہ ہے جو وہ لڑکی بار بار اس کے سامنے آ رہی تھی۔ پھر اس نے ایک نیا روپ لے لیا عرش چوہدری کا جو نہایت غصے والا بدتمیز قسم کا انسان تھا حالانکہ وہ ایسا بالکل نہیں تھا وہ کبھی بھی اتنا بدتمیز نہیں تھا جتنا حور کے سامنے عرش بن کر خود کو شو کرتا تھا۔ اسے یقین تھا اگر وہ حور کو بتا دے کہ وہ جیک ہے تو وہ کبھی بھی اس سے بات تک نہ کرتی اور وہ جیک بن کر بھی اس سے رابطے میں رہا تھا۔ عرش چوہدری کا غصہ اتفاقاً ملاقاتیں اور جیک کی محبت آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ کبھی وہ اسے بال مار دیتی کبھی اس پر چائے گرا دیتی یہ سب اسے

دل ہی دل میں بہت اچھا لگ رہا تھا لیکن اس کے لیے سب سے بدترین دن وہ تھا جب اسے پتا چلا حور کی منگنی اس کے کزن سے ہو چکی ہے وہ اس سے بہت محبت کرتا تھا دل سے مجبور تھا حور کو چھوڑ دینا یا بھول جانا ممکن بھی نہیں تھا اس کے لئے محبت کے جس مقام پر وہ کھڑا تھا وہاں سے واپس جانا ناممکن تھا وہ کئی روپ بدل کر حور سے ملتا تھا کبھی پلمبر تو کبھی پھول بیچنے والا کبھی رات کو ڈاکو بن کر گیا تھا اس کے پاس ، اس کی لاکھ بے رخی کے باوجود بھی وہ اسے بھلا نہیں پا رہا تھا تب اس نے وردان اور اس کے درمیان غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کی یہی وہ راستہ تھا جس سے شاید حور اسے ملتی اسے لگا تھا وردان کبھی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا لیکن خوش قسمتی سے وہ اس معاملے میں بے حد کمزور ثابت ہوا۔ اس دن جب حور کو الزام لگا کر گھر سے نکالا جا رہا تھا تب بھی اسے بے حد برا لگا لیکن وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ اس کی شادی غزل سے طے کی گئی تھی وہ کبھی بھی اس رشتے کے لیے نہیں مان سکتا تھا حور کی شادی رکوانے وہ اس کے گھر بھی گیا تھا مگر وہاں اس رات حور کو روتے اور دعا مانگتے دیکھ کر وہ پگھل گیا ، تب اس نے پہلی بار ایک الگ انداز سے سوچا حور کے بارے میں سوچا اس کی خوشیوں کے بارے میں سوچا ، وہ بیچ میں سے نکل جانا چاہتا تھا وہ یہ شادی ہونے دینا چاہتا تھا پھر چاہے اسے کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہوتی وہ حقیقت میں اس دن حور کو چھوڑ کر جا رہا تھا لیکن اس دن اگر اس نے وردان کو کال پر بات کرتے نہ سنا ہوتا جو کسی سے کہہ رہا تھا

"میں اس سے شادی نہیں کرنا چاہتا لیکن مجبور ہوں روما ، میں اپنی ماں کا دل نہیں توڑ سکتا لیکن شادی کے بعد کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالوں گا" اس کے کانوں میں جیسے دھماکے ہونے لگے وردان حور کے ساتھ ایسا کیسے کر سکتا تھا اتنا بڑا دھوکہ کیسے دے سکتا تھا وہ اسے ، بعد میں اس نے اپنے ذرائع سے تحقیق کروائی تو پتا چلا وردان وہاں کلرک کی بیٹی میں دلچسپی لینے لگا تھا ، ایسا کیوں ہوا وہ نہیں جانتا تھا لیکن اگر حور کی شادی وردان سے ہو جاتی تو وہ ساری زندگی روتی رہتی وہ شخص کبھی اسے پیار نہیں دے سکتا تھا اس لئے اس نے اپنا ارادہ بدلا اور پارلر کے باہر اس نے حور کو ایس ایم ایس کر کے بلوایا اور ہدایت کے ذریعے بے ہوش کروا کر وہیں باہر بینچ پر لٹا دیا تا کہ وردان جب اسے لینے آئے تو وہاں وہ اسے نہ ملے کیونکہ اگر وہ ان کو مل جاتی تو وہ مجبوراً شادی کر تو لیتا لیکن نبھا نہیں پاتا ۔ حور کو جب ہوش آیا تو وہ عرش بن کر اس کے سامنے گیا تھا اس نے جان بوجھ کر گاڑی کی رفتار آہستہ کر دی اور

پنکچر ہونے کا ڈرامہ کیا تا کہ دیر ہو جائے اور وہ جان سکے کہ وردان کے دل میں اس کے لیے کتنا بھروسہ ہے اور کتنی محبت ہے وردان اس کی توقع پر پورا اترا اس نے حور پر بھروسہ نہیں کیا تب بھی نہیں جب وہ اس کے قدموں میں گری تھی۔اس وقت اسے احساس ہو رہا تھا اس نے جو کیا صحیح کیا واقعی وہ حور کے قابل نہیں تھا۔رشتہ توڑنے کے فوراً بعد اس نے سلمٰی بیگم کے سامنے اپنا نام رکھا وہ حور کے تازہ زخموں پر مرہم رکھنا چاہتا تھا اور اسے آنے والی زندگی میں بہت ساری خوشیاں دینا چاہتا تھا۔حور اسے مل گئی اور اسے یقین آ گیا کہ اس کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور اس کا ٹوٹا ہوا بھروسہ اسے واپس مل گیا۔ ان کے اس رشتے کو بنے ایک ہفتہ ہونے کو تھا لیکن گھر میں کوئی بھی اس رشتے کو دل سے قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا دادی پھپھو تائی اور غزل تک بھی اس رشتے کے خلاف تھے پھپھو اور دادی وقتاً فوقتاً اسے ٹوکنے پر بھی باز نہ آتے تابندہ بیگم البتہ غصہ دل میں ہی رکھے ہوئے تھیں اس گھر میں چند ایک ایسے لوگ تھے جو اسے پسند کرتے تھے اور خوش اخلاقی سے بات کرتے تھے اس لسٹ میں، شاہ نور زویا، عشان خدیجہ بیگم شامل تھیں بابا جان کا کوئی دین دھرم نہیں تھا کبھی محبت سے بات کرتے تو کبھی نفرت سے لیکن انہوں نے اسے کبھی دل سے قبول نہیں کیا تھا آج سے بیس سال پہلے ان کا بیٹا عشان نور بھی ایک نوکرانی کے پیچھے جوگ لے بیٹھا تھا تب انہوں نے ان دونوں کی ہنستی مسکراتی زندگی میں آگ لگا دی اور لالی کو اس کے انجام پر پہنچا کر ہی دم لیا۔ آج اتہاس ایک بار پھر سے دہرایا جا رہا تھا ان کا لاڈلہ پوتا عرش ایک نوکرانی کو ان کی بہو کی حیثیت سے گھر میں لے آیا اس کے ساتھ کیا کرنا ہے یہی وہ سوچ رہے تھے۔حور کی زندگی ویسے تھی جیسے پہلے تھی ہر لمحہ اداس رہنے والی اب تو اداسی مزید بڑھ گئی تھی اس نئے رشتے میں بندھنے کے بعد وہ پوری کوشش کر رہی تھی کہ ماضی کو بھول جائے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھے لیکن گزرا وقت بار بار سامنے آ رہا تھا عرش میں اسے وردان کی صورت دکھائی دیتی وہ اسے کبھی بھول ہی نہیں پا رہی تھی۔گزرے ہوئے سبھی لمحے ، وہ محبتوں بھرے لمحے، چھت پر چھپ چھپ کر ملنا وہ اس کی پرواہ کرنا، وہ لڑنا جھگڑنا اچانک آ کر آنکھوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور وہ یادوں کے سامنے بے بس ہو جاتی روتی چھپ چھپ کر آنسوؤں بہاتی لیکن جو ہوا تھا اسے بدلنا ممکن نہیں رہا تھا۔اسے دل کو سمجھانا ہی تھا کہ وہ شخص اسے دھوکہ دے کر جا چکا ہے اس کے سارے ارمان توڑ چکا ہے۔اگر کوئی ماضی بھلانے میں اس کی مدد کر رہا تھا تو وہ عرش تھا جو قدم قدم پر اسے حوصلہ دیتا اس سے باتیں کرتا اسے

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

ہنسانے کی کوشش کرتا وہ کبھی عرش کی طرف توجہ نہیں دیتی تھی ہمیشہ سنجیدہ رہتی تھی مگر اس کے باوجود بھی کبھی عرش نے ہمت نہیں ہاری اور کبھی اس سے بات کرنا یا محبت کرنا ترک نہیں کیا تھا۔

☆......☆......☆

"حور جن سے بہت محبت ہوتی ہے ناں ان کو دکھ تکلیف میں نہیں دیکھا جا سکتا ہائے"

اس کے کان میں کسی کا کہا ہوا یہ جملہ آگ بن کر داخل ہو رہا تھا

"حور میں بہت لکی ہوں جو مجھے تم جیسی پاکیزہ خوبصورت، اور با کردار لڑکی جیون ساتھی کے طور پر ملنے جا رہی ہے. ضرور میں نے کوئی نیکی کی ہوگی جس کے اجر میں مجھے تم ملی ہو"

اس کا دل چاہا اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ کر چیخ چیخ کر ساری دنیا کو بتا دے کہ اس کے ساتھ کیا ہوا وردان نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ بھروسے کے وقت وہ شخص بھروسہ بھی نہیں کر سکا۔ لاکھ کوشش کے باوجود وہ شخص ذہن سے مٹنے کو تیار ہی نہیں تھا

بستر پر پاؤں پھیلائے اور چہرے پر ڈھیروں اداسی لئے وہ گم سم سی بیٹھی تھی پچھلے کچھ دن سے اس کا دل دماغ جیسے مشینی ہو گیا تھا وہ سانس تو لے رہی تھی بس جینا چھوڑ چکی تھی کتنی جلدی انسان بدل جاتے ہیں کیسے کیسے وعدے کر کے راستے میں چھوڑ کر تنہا کر جاتے ہیں۔ وردان بھی اس کی زندگی کا وہ باب تھا جسے وہ عمر بھر نہ بھلا سکتی تھی اس ایک شخص کی وجہ سے وہ دنیا کے ہر انسان پر بھروسہ کھو چکی تھی۔ وہ اسے محبت نہیں دے سکا لیکن عمر بھر کے لئے سبق تو دے گیا۔

عرش واش روم سے نہا کر نکلا تھا اس کے بال گیلے تھے اس نے بنا بازوؤں والی سفید ٹائٹ بنیان پہنی تھی حور نے سر بھی نہیں اٹھایا وہ ویسے ہی بیٹھی رہی۔

" کیا ہو رہا ہے "اس نے بیڈ پر پڑی شرٹ اٹھائی اپنے سارے کام وہ خود کرتا تھا۔ حور نے کوئی جواب نہیں دیا عرش مسکراتے ہوئے اسے سرسری سا دیکھتا آئینے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔

"اتنے معصوم چہرے پر تم اداسی پھیلا کر ناشکری کر رہی ہو"

وہ کنگھی اٹھا کر بال بنانے لگا اور بیچ بیچ میں اسے دیکھ بھی رہا تھا حور کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ اس نے تھکے

ہوئے انداز میں موبائل کال اٹینڈ کی دوسری طرف چھوٹی تھی

"آپی آپ ابھی کے ابھی ہمارے گھر آجائیں" چھوٹی کی آواز میں کچھ ایسی بے چینی ضرور تھی کہ وہ چونک گئی۔

" کیا ہوا چھوٹی سب ٹھیک تو ہے ناں " وہ سیدھی ہو کر بیٹھی عرش بھی متوجہ ہوا

" جی آپی آپ بس آجائیں " کہتے ہی وہ فون کٹ کر دیا گیا وہ بے تابی کے ساتھ بستر سے نیچے اتری

" میں ذرا اماں کے پاس جا رہی ہوں " جاتے جاتے اس نے عرش کو بتانا ضروری سمجھا

" رکو میں بھی چلتا ہوں " وہ اس کے پیچھے پیچھے لپکا دونوں ایک ساتھ چلتے ہوئے نچلے پورشن میں آئے سامنے کرسی پر پھپھو بیٹھی دادی کے سر پر مالش کر رہی تھیں۔ان دونوں کو تیزی سے آتا دیکھ کر پھپھو نے ہاتھ روک کر ان کو دیکھا دادی بھی متوجہ ہوئیں۔

" بلے کہاں جا رہے ہو " حور کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے انہوں نے عرش سے سوال کیا

" دادی میں ذرا ضروری کام سے جا رہا ہوں تھوڑی دیر میں واپس آتا ہوں "

تیزی سے کہہ کر وہ دونوں ہال سے باہر نکلے پیچھے پھپھو اور دادی کا موڈ خراب ہو گیا پھپھو نے تو باقاعدہ ہونٹوں کا زاویہ بھی بدل دیا تھا

"لو سنو اماں اب یہی سننا باقی تھا آپ کا بلا آپ کے منہ پر کیسے جواب دے گیا" پھپھو کا انداز دیکھ کر دادی مزید بھڑک گئیں۔

" میں کہتی ہوں اماں یہ دونوں کسی کام سے نہیں بلکہ سیر سپاٹے کرنے گئے ہوں گے " پھپھو دادی کے کانوں میں زہر انڈیل رہی تھی ان کی عادت تھی رائی کا پہاڑ بنانے کی ادھر سے ادھر باتیں لے جانے میں وہ مہارت رکھتی تھیں۔

" ارے ناں ناں حسینہ مجھے میرے بلے پر پورا بھروسہ ہے وہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے اور......."

پھپھو نے تالی بجا کر ان کی بات کاٹی۔

"وہ پیار محبت والا زمانہ گیا اماں، اب تو وہ اس چھمک چھلو کے پلو سے بندھا ہوا ہے دیکھا ناں کس طرح اس کے پیچھے پیچھے جورو کا غلام بنا ہوا ہے۔ ہونہہ ہو نہ ہو لیکن اس چھمک چھلو نے اپنے عرش پر کالا منتر کیا ہے " پھپھو

نے اس انداز میں کہا کہ دادی سہم گئیں۔اور سوچ میں پڑ گئیں۔
ادھر عرش اور حور تیزی سے اس گھر سے نکل کر اس گھر میں داخل ہوئے سامنے اماں چھوٹی اور دو نئے چہرے دکھائی دیے۔

☆......☆......☆

کھلی آنکھوں سے یقین کرنا مشکل تھا اس منظر پر جو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی ایک پل کے لیے اسے لگا جیسے وہ آئینہ دیکھ رہی ہو۔
وہ اس کی جڑوا بہن تھی اور آج اتنے سال بعد وہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔سب سے پہلے جب وہ گھر میں داخل ہوئی تو اپنے گھر پر دو اجنبیوں کو دیکھ کر حیران ہوئی تھی وہ لڑکی اس کے گلے سے آ کر لپٹ گئی دل میں ایک انجانی سی لہر دوڑ گئی جو خون کے رشتوں میں دوڑتا ہے۔قسمت نے ان کو جدا کیا تھا زندگی آج اتنے برس بعد حور اور سمر کو ایک دوسرے کے پاس لے آئی۔
آج صبح کے وقت سلمٰی بیگم جب سبزی لینے بازار گئیں تو اتفاق کہیں یا تقدیر کا تب کا کوئی فیصلہ ان کی نظر کائنات پر پڑی وہ اسے دیکھ کر چونک گئیں ایک لمحہ بھی نہیں لگا اس عورت کو پہچاننے میں جو اسے بہت برس پہلے اس رات ٹرین میں ملی تھی جس نے حور کو اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔
"مجھے پہچانا؟" کائنات بے تابی سے سلمٰی کی طرف لپکی۔سلمٰی خود یقین بے یقینی کی کشمکش میں تھی۔
"یاد ہے میں نے اس دن ٹرین پہ آپ کو بچی دی تھی" سلمٰی نے روتے ہوئے سر ہلایا اور یوں ان دونوں نے برسوں کے حال بانٹے۔کائنات نے یہ خوشخبری سمر کو دی تھی وہ بھی بے یقین تھی وہ اس لئے سلمٰی بیگم کے پاس آئی اور حور کو بلوایا۔۔۔
"میرے لئے یقین کرنا مشکل ہے کہ تم میرے اتنے پاس ہو" سمر نے حور کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا برسوں کی بچھڑی بہنیں اس وقت روتے ہوئے دل کا غبار نکال رہی تھیں۔ اس وقت وہ کمرے میں اکیلی تھیں اور ایک دوسرے کی موجودگی ان کو تسکین دے رہی تھی۔سمر نے حور کو وہ ماضی کی بھیانک حقیقت سے آگاہ کیا جب ان کی ماں کا قتل کیا گیا تھا کیسے لالی نے تکالیف اور عشان کی بے اعتباری کا درد سہا تھا وہ کس حد تک مشکل تھی اور چاند

محل میں ہونے والی ہر ایک بات شروع سے لے کر آخر تک ۔حور اسے دیکھے گئی اسے لگا سمر اسے کوئی دکھ بھری کہانی سنا رہی ہوں وہ کچھ بول نہ سکی۔ نئے نئے بھیانک انکشاف ہوتے جا رہے تھے۔ سب سے بڑا دھماکہ اس پر تب ہوا جب سمر نے بتایا۔

"عرش چوہدری کا دادا دسمبر طلال چوہدری ہی ہماری ماں کا قاتل ہے اور بدقسمتی سے ہم دونوں عشان نور کی بیٹیاں ہیں" حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹے وہ گم سم سی بیٹھی رہی۔سمر کی آنکھوں میں وحشت تھی غصہ تھا برسوں پہلے کا انتقام جنم لے رہا تھا۔سمر اس سے باتیں کرتی رہی بہت دیر تک۔

"حور میری بہن تمہاری شادی عرش چوہدری کے ساتھ کوئی اتفاق نہیں تھا یہ تو تقدیر کا تب کا فیصلہ تھا جو تم اس سے ملیں عین وقت پر وردان کے ساتھ شادی ٹوٹ کر عرش کے ساتھ رشتہ جڑ گیا۔جانتی ہو ایسا کیوں ہے؟"

حور نے سمر کی آنکھوں میں دیکھا ان دونوں بہنوں کی آنکھیں بالکل ایک جیسی تھیں۔

" کیوں کہ تقدیر بھی یہی چاہتی ہے کہ تم ان چوہدریوں سے اپنی ماں کی موت کا بدلہ لے سکو اور ان سے حساب لو ہر اس درد کا جو ہماری ماں نے سہا ہے"

وہ کچھ بھی نہیں بول سکی کچھ بولنے کو تھا ہی نہیں البتہ سوچنے اور کرنے کو بہت تھا۔وہ رات کو وہیں رک گئی عرش واپس چلا گیا تھا ساری رات بنا سوئے وہ دونوں ایک دوسرے سے اتنے برس کے درد اور خوشیاں بانٹتی رہیں۔چاند ابھی تک آسمان پر تھا۔

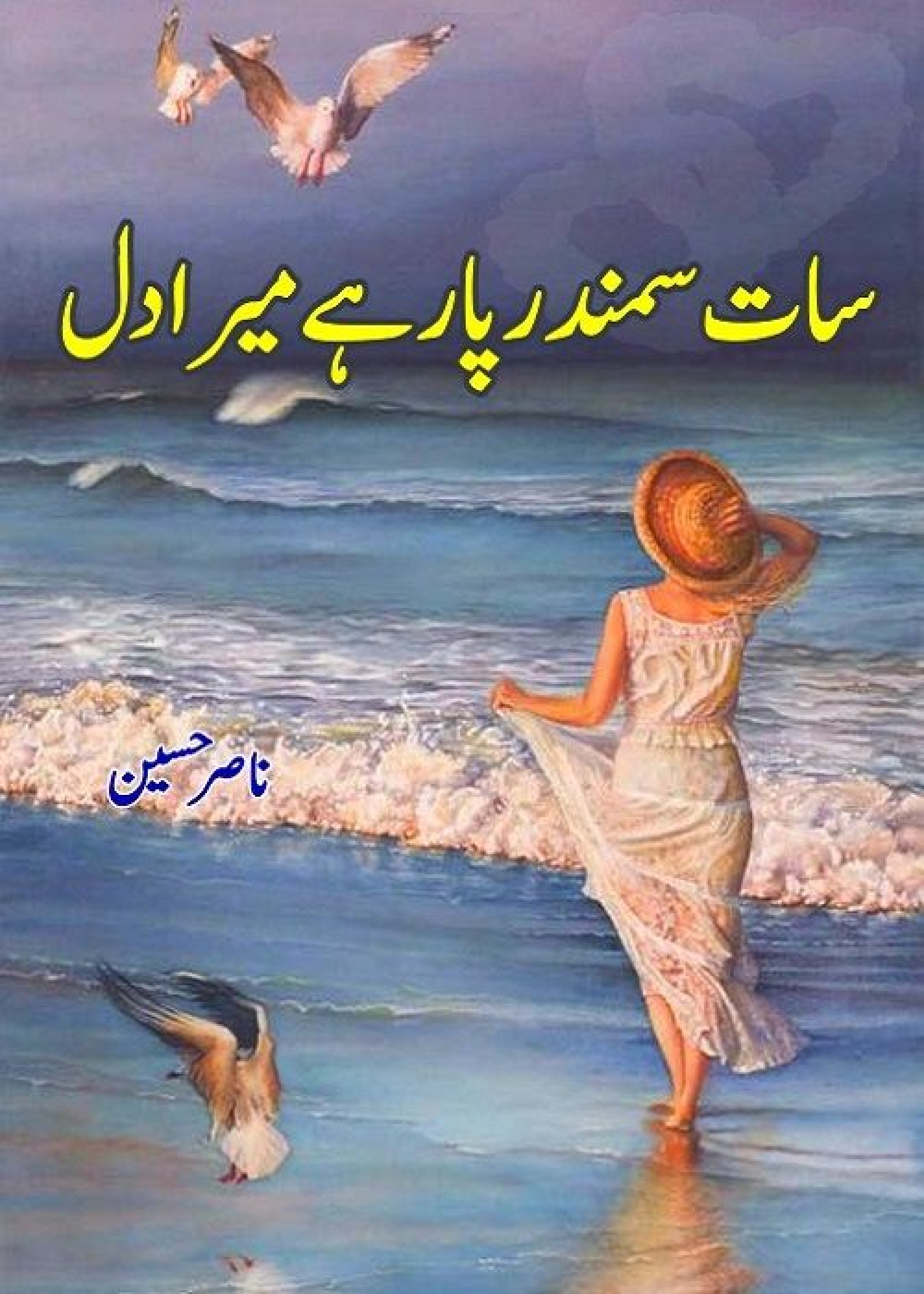
سات سمندر پار ہے میرا دل
ناصر حسین

اور پھر وہ اس حویلی میں داخل ہوئی تھی جہاں سے نکلتے وقت اس کے احساسات الگ تھے اور اب اس حویلی میں داخل ہوتے وقت وہ بالکل بدل چکی تھی۔ حیرت، دکھ غصہ ایسے کئی احساسات سے دوچار ہوتی وہ عرش کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتی اندر جا رہی تھی۔ ہال میں سبھی لوگ جمع تھے چہروں پر سنجیدگی تھی۔ اس نے ایک نظر اٹھا کر سب کو دیکھا، تابندہ بیگم، ارمان چوہدری، بابا جان۔ وہ ایک پل کے لیے چونکی سبھی کے چہروں سے نقاب اتر چکی تھی سب کی حقیقت اس کے سامنے تھی۔ وہ سارے چہرے بے نقاب ہو چکے تھے۔ وہ ایک قدم بھی آگے نہ بڑھا سکی۔ سامنے عشان نور بیٹھا تھا اس شخص کو دیکھ کر پہلی بار اسے معلوم ہو رہا تھا وہ اس کا باپ ہے؟ جو یہ نام کہلانے کے قابل تھا بھی یا نہیں؟ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں بھروسہ ضروری ہے اور جہاں بھروسہ نہیں ہوتا وہاں محبت نہیں ہوتی یہ دونوں جذبات ایک ساتھ نہیں چل سکتے۔ وردان کے بعد وہ ایک اور مرد کو دیکھ رہی تھی جو وردان سے بھی بلند بے اعتباری کی پہاڑ پر کھڑا تھا۔ وہ زندگی میں دوسرے ایسے انسان کو دیکھ رہی تھی جو محبت تو کر چکے تھے مگر اعتبار نہ کر سکے اور اسے افسوس ہوا سامنے بیٹھا وہ معزز شخص اس کا باپ تھا۔

"بلے کہاں تھے تم ساری رات؟" دادی اسے نظر انداز کر کے عرش سے تیکھے لہجے میں سوال کرنے لگیں

"ہوں گے کہاں اماں، اپنی چھمک چھلو کے ساتھ انجوائے کرتا رہا ہوگا ساری رات" حسینہ پھپھو نے جلے پہ نمک چھڑکا وہ اس حد تک ڈسٹرب تھی کہ اس سے وہاں مزید ایک سیکنڈ بھی نہ رکا گیا۔ وہ سب کو نظر انداز کرتی اوپر اپنے کمرے کی طرف جانے لگی پیچھے عرش نے دادی کو کیا جواب دیا تھا وہ نہیں جانتی تھی البتہ اوپر والی سیڑھی پر پہنچ کر اس نے ایک بار مڑ کر نیچے ضرور دیکھا تھا۔ عشان اور بابا جان کسی بات پر مسکراتے دکھائی دیے اس کے جسم پر جلتا کوئلہ سا پڑا۔ وہ لوگ آج بھی ویسے ہی خوش تھے ان کو ان کے کیے کا افسوس آج بھی نہیں تھا اسے وہاں گھٹن ہونے لگی آ کر کمرے میں لیٹ گئی۔ اندھیرے میں اوندھے منہ لیٹی وہ کافی دیر تک روتی رہی کل سے مسلسل آنسو بہا رہی تھی درد کا یہ سمندر ختم ہی نہیں ہو رہا تھا۔ غالباً دو گھنٹے بعد اس نے دروازہ کھلنے اور بند ہونے کی آواز سنی تھی پھر کمرے کی لائٹ آن کی گئی اس کا پورا وجود روشنی میں نہا گیا وہ سیدھی ہو کر بیٹھے آنسوؤں پونچھے، خود کو درست کرنے کی ایک ناکام کوشش کی وہ عرش تھا جو چلتا ہوا اس کے پاس آیا۔ اور بیڈ کے نیچے بالکل اس کے

گھٹنوں کے پاس بیٹھ گیا۔اصل حقیقت کیا ہے وہ نہیں جانتا تھا لیکن اس کی پریشانی اس کا درد وہ صاف دیکھ رہا تھا اسے اس حال میں دیکھ کر وہ کیا اندازہ لگا تا وہ نہیں جانتی تھی۔

"اور کتنی دیر تک رونے کا ارادہ ہے جناب کا؟" مدھم آواز میں اس کے ہاتھ پر اپنے بھاری ہاتھ کر وہ بڑی محبت سے پوچھ رہا تھا۔حور نے نظریں چرائیں

کیا بات ہے مجھے نہیں بتاؤ گی؟ حور نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا مگر اس نے مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔کیا وہ اسے سچ بتادے کیا وہ اسے بتادے بابا جان کی اصلیت؟ اور اسے بتادے کہ وہ اس خاندان کی بیٹی ہے؟ کیا وہ عرش چوہدری کو بتادے کہ بابا جان نے اس کی ماں اور اس کے خود کے باپ کا قتل کیا تھا؟ اس نے عرش کو دیکھتے ہوئے ایک پل کے لیے سوچا

نہیں نہیں وہ اس کی بات کا یقین کبھی نہیں کرتا، بابا جان کے خلاف شاید وہ کچھ بھی نہ سنتا وہ ان کا لاڈلہ تھا۔

" کچھ نہیں ہوا میں ٹھیک ہوں اور سونا چاہتی ہوں " سنجیدگی سے کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور رخ موڑ کر لیٹ گئی۔کوئی اور ہوتا تو شاید ناراض ہوتا لیکن عرش ناراض ہونے کی بجائے اس کے پاؤں پر پڑی چادر درست کرنے لگا۔وہ ہمیشہ اس کا ایسے ہی خیال رکھتا تھا ہزار بے رخی کے بعد بھی اس کا دل نہیں بدلتا تھا۔

شام کے وقت جب وہ سو کر اٹھی تھی تو سر میں ہلکے درد کا احساس ہوا تھا۔اس نے موبائل چیک کیا سمر کے کئی میسجز تھے۔وہ مسکرائی اس نے سمر کو کال ملائی۔ان دونوں نے کافی دیر تک باتیں کیں پھر اچانک سمر نے پوچھا۔

" تو تم نے کیا فیصلہ کیا؟ ان لوگوں کے ساتھ کیا کرنا چاہیے؟" وہ کچھ پل خاموش رہی

" ہم کیا کر سکتے ہیں سمر جو کرنا ہے خدا کرے گا ان کے ساتھ بدلہ خدا وصول کرے گا اور ہمیں انصاف بھی خدا دے گا، ہم ان سے بدلہ نہیں لے سکتے " اس نے سمر کو سمجھانے کی کوشش کی اس دن بھی اس نے یہی کہا تھا سمر جذباتی تھی دل سے زیادہ دماغ سے سوچتی تھی۔

" ایسا کیسے ہو سکتا ہے حور تم ان کو معاف کیسے کر سکتی ہو؟ انہوں نے ہماری ماں کا قتل کیا ہے اور ان کی وجہ سے ہم نے ہماری ماں نے جن تکالیف کا سامنا کیا ہے تم وہ کیسے بھول سکتی ہو؟ " سمر نے روتے ہوئے جذباتی انداز میں کہا

" تو تم کیا کرو گی وہی جو انہوں کیا ؟ پھر کیا فرق رہ جائے گا تم میں اور ان میں تم بھی قاتل یہ بھی قاتل " سمر کچھ نہیں بول سکی

" دیکھو سمر یہ خدا کے فیصلے ہوتے ہیں وہ منصف ہے ہم انسانوں سے کہیں زیادہ بہتر انصاف کرتا ہے وہ۔ اور ظالم کو کبھی معافی نہیں ملتی ایسے لوگوں کو زمین بھی پناہ نہیں دیتی بس صبر کرو اور انتظار کرو اس وقت کا جب فیصلے زمین کی بجائے آسمان پر ہونے لگتے ہیں ان لوگوں کے گناہوں کا گھڑا بھر چکا ہے اور جلد ہی پھٹنے والا ہے " حور اسے کافی دیر تک سمجھانے کی کوشش کرتی رہی وہ سمجھی یا نہیں لیکن اس نے مزید کوئی سوال نہیں اٹھایا۔

☆......☆......☆

ساری رات جاگنے اور سوچنے کی وجہ سے اگلی صبح وہ دیر سے جاگی تھی۔ جب وہ جاگی تھی تو عرش کمرے میں نہیں تھا یقیناً وہ جاگنگ کرنے گیا تھا اس کی عادت تھی صبح صبح جاگنگ کرنے کی لیکن وہ اس کے بارے میں زیادہ نہیں سوچ رہی تھی اور پھر وہ فریش ہونے کے لیے واش روم میں چلی گئی جب واپس آئی تو سامنے عرش بیٹھا تھا اور اسی کا ہی منتظر نظر آ رہا تھا۔

" طبیعت کیسی ہے تمہاری " عرش نے پوچھا تھا

میں ٹھیک ہوں

" اچھا ناشتہ کرلو " اس نے ناشتے کی ٹرے حور کے سامنے رکھا وہ بنا کچھ کہے بیٹھ گئی کل سے اس نے کچھ نہیں کھایا تھا اب ناشتہ سامنے دیکھ کر اس کی بھوک جاگ گئی وہ خاموشی سے ناشتہ کرنے لگی عرش اس کے پاس بیٹھا غور سے اسے دیکھتے ہوئے جانے کیا سوچ رہا تھا

" ناشتہ کرلو پھر ہم باہر جائیں گے " عرش نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا، اس کے ہاتھ رک گئے

" کہاں ؟ " اس نے الجھ کر عرش کو دیکھا وہ اس کے یوں حیران ہونے پر مسکرایا۔

" یہیں کہیں باہر گھومنے جائیں گے " عرش نے اضافہ کیا

" لیکن کیوں ؟ "

" جیسا کہا جائے ویسے کیا کرو پاگل لڑکی زیادہ سوال مت کرو " وہ خاموشی سے کندھے اچکا کر ایک بار پھر

ناشتہ کرنے لگی عرش کا ارادہ اسے باہر لے جا کر گھمانے کا تھا تا کہ وہ فریش ہو جائے اور پرانے خیالات سے نکل کر آگے کی زندگی کے بارے میں سوچے۔ ناشتے کے بعد وہ حور کو لے کر نیچے آیا سامنے ہال میں بیٹھے سبھی گھر والے چائے پی رہے تھے۔ اسے گھٹن کا احساس ہوا وہ کسی کا بھی سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی اس وقت خاص طور پر بابا جان اور عشان کا۔ وہ سب کو خشک اور نفرت بھری نگاہ سے دیکھنے لگی ایک پل کے لیے عشان نور سے اس کی نظر ملی اس نے شکوہ اور زخمی نگاہوں سے عشان کو دیکھا تھا اور عشان نور اس لمحے برف کی طرح ساکت ہو گیا حور کو دیکھتے ہوئے وجود میں ایک کرنٹ سا دوڑ گیا اس نے پہلے بھی حور سے بات کی تھی اسے دیکھا تھا لیکن اس پل کی نظر میں کچھ ایسا ضرور تھا جس نے اسے چونکا دیا۔ وہ حور کو دیکھے گا اس کے چہرے اس کے وجود میں اسے ایک اور چہرہ دکھائی دے رہا تھا اس نے اپنے دل میں کسی کے لیے نفرت کی لہر محسوس کی۔ ماضی کا ایک دردناک منظر اس کے سامنے آیا۔ لالی کے ساتھ گزرا بچپن کچھ خوبصورت لمحے اور اس کی بھیانک حقیقت اس کا دھوکہ سب سامنے تھا۔ اس نے سر جھٹک کر خود کو خیالوں سے باہر نکالا تھا۔ اور حال میں لوٹ آیا

" بلے کہاں جا رہے ہو تم " حور کو مکمل طور پر نظر انداز کر کے دادی نے عرش سے پوچھا تھا۔ تابندہ بیگم، پھپھو نے چہروں کے زاویے بدلے۔

دادی ہم دونوں ذرا باہر جا رہے ہیں " دادی کپ رکھ کر کھڑی ہوئیں تھیں

" بلے یہ گھومنا پھرنا بہت ہو گیا ہے اب اپنی بیوی سے کہو ذرا گھر کے کاموں پر بھی دھیان دے " عرش نے سر جھکا کر ہونٹ بھینچ لئے اب وہ دادی سے کیا بحث کرتا

" اس کا دل بھرے گا اس چھمک چھلو سے تبھی اس کا پلو چھوڑے گا " پھپھو نے بھی اس پر وار کیا وہ خاموشی سے سب سن رہی تھی اسے ان سب باتوں میں بالکل دلچسپی نہیں تھی۔

" ہمارے گھر کی روایت ہے اس گھر کی نئی بہو سب سے پہلے کچن میں جا کر سب کے لئے میٹھا بناتی ہے لیکن تمہاری زوجہ محترمہ میٹھا تو دور ایک کپ چائے تک نہ بنا سکی " دادی نے طنزیہ اور غصیلے لہجے میں کہا، عرش جھنجلا گیا اسے خاندان کی ان فضول رسموں میں کبھی دلچسپی نہیں رہی تھی یہ بھلا کیا بات ہوئی گھر میں اتنے نوکروں کے باوجود نئی نویلی دلہن بجائے اپنے شوہر کے ساتھ گھومنے پھرنے کے کچن میں بیٹھ کر گھر والوں کے لئے حلوے

بناتی پھری۔ اور رومانس گیا بھاڑ میں۔ حد ہے ویسے لیکن اپنی یہ سوچ وہ اسی سالہ دادی کے دماغ میں نہیں ڈھال سکتا تھا کیونکہ ان کی سوچ اور خیالات بہت پرانے تھے۔

"لڑکی تم آج سب کے لیئے دیسی گھی کے لڈو بناوگی" دادی نے حکم صادر کیا عرش کچھ نہ بول سکا

" کیا اب تمہیں کورٹ پیپر پر لکھ کر دیں تبھی جاوگی کچن میں محترمہ " تابندہ تائی اسے طنزیہ کہہ کر دل ہی دل میں مسکرانے لگیں۔ وہ جانتی تھی دادی اور باقی سب اسے پسند نہیں کرتے اور اسے تنگ کرنے کے لیے جان بوجھ کر ایک ایسی ڈش کا نام لیا تھا جسے بنانا تو دور اس کا نام بھی بیچاری پہلی بار سن رہی تھی اور دوسری کوشش ان کی یہ تھی کہ وہ عرش سے دور ہو جائے اور اس کے دل سے نکل جائے۔ سب کو خشک نگاہوں سے دیکھتی بنا کچھ کہے وہ کچن میں چلی آئی عرش بھی اس کے پیچھے پیچھے اس کی مدد کے لیے کچن میں جانے لگا جب پھپھو نے اسے راستے میں ہی روک لیا۔

" تم کہاں جا رہے ہو رانجھے اور مجنوں کے آخری نشانی، ہمارے گھر میں مرد کچن میں نہیں جاتے " اس کے جاتے قدم رک گئے نظر جو اٹھا کر سامنے دیکھا شاہ نور، زویا عشان سبھی کے چہروں پر معنی خیز مسکراہٹ تھی شرمندہ ہوتے ہوئے وہ کمرے میں آیا موڈ تو اس کا پہلے ہی آف ہو چکا تھا رہی کسر دادی اور پھپھو کے ان فضول ڈراموں نے پوری کر دی کسی بھی گھر میں دادی اور پھپھو کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی سے دور رہے۔ جانے کیا ملتا ہے ان کو یہ سب کر کے وہ حور کے ساتھ وقت گزارنا چاہتا تھا اتنی منتوں مرادوں کے بعد ہی تو وہ ملی تھی اسے۔ اس کو پانے کے لیئے کتنا لمبا اور کھٹن سفر طے کیا تھا اس نے اور اپنے ڈاکو کا شوق بھی چھوڑ دیا گناہوں سے توبہ کر لی۔ اور آج وہ اس کے پاس ہوتے ہوئے بھی اس سے دور تھی وہ اس دوری کو مٹانا چاہتا تھا اور اسے ساری حقیقت سے آگاہ کرنا چاہتا تھا بتانا چاہتا تھا اسے کہ وردان کتنا بڑا دھوکہ کرنے جا رہا تھا اس کے ساتھ، یہ سچ تھا وہ اس سے پیار کرتا تھا مگر اس نے حور کے لیے آنسوؤں کبھی نہیں چاہے تھے وہ تو اسی کی خوشی میں خوش ہونا چاہتا تھا اگر عین وقت پر خدا نے اسے وردان کی حقیقت نہ دکھا دی ہوتی ورنہ وہ احمق تو ساری زندگی یہی سمجھتا رہتا کہ وردان حور سے وہی محبت کرتا ہے جو وہ اس سے کرتی تھی۔ آف موڈ کے ساتھ اس وقت وہ اپنے کمرے میں چلا آیا تھا اور ڈسٹرب سا جوتوں سمیت بیڈ پر لیٹ گیا۔ دوسری طرف حور خالی ذہن کے ساتھ کچن میں داخل ہوئی تو

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

وہ ایک پل کے لیے چونکی اس کچن میں کئی بار آ چکی تھی یہاں کام کر چکی تھی لیکن اس وقت خود کو اجنبی محسوس کر رہی تھی سارا سامان اس کے سامنے تھا لیکن وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کیا کرے اور کہاں سے کام شروع کرے۔ یہ دیسی گھی کے لڈو اس نے لائیو کبھی دیکھے بھی نہ ہوں گے اور دادی نے بھی وہی ڈش بتائی تھی جس میں اس کے سو فیصد فیل ہونے کے امکانات تھے۔ کاونٹر سے ٹیک لگا کر وہ کھڑی تھی ایک تو وہ پہلے سے ہی بہت ڈسٹرب تھی اوپر سے یہ گھریلو ذمہ داریاں، ساس بہو پھپھو والی گھر گھر کی کہانی اس کے سر پر ایسے آن پڑیں گی اس گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ ان سب کے لئے ذہنی طور پر تیار بھی نہ تھی۔ وردان کو تو خیر وہ مکمل طور پر بھلا چکی تھی اس کے بارے میں سوچنا بھی وہ اپنی محبت کی توہین سمجھتی تھی لیکن جو نیا انکشاف اس کے سامنے آیا تھا بابا جان کے ظلم، عشان کی بے وفائی ان دونوں کا بچھڑنا یہ سب ایک خواب جیسے لگ رہا تھا۔ وہ یونہی سوچوں میں ڈوبی رہی حلوے کی تو بالکل سمجھ نہیں تھی کیسے بنائے۔ عرش کا میسج آیا اسی وقت

"کیا کر رہی ہو؟" اس نے لکھا تھا

"کچھ نہیں" اس نے جواب لکھا

"حلوہ نہیں بنا رہیں کیا؟" یقیناً وہ حیران تھا

"نہیں مجھے بنانا نہیں آتا" اس نے خفگی سے جواب دیا

"اب تیرا کیا ہو گا لڑکی؟" ساتھ میں ایک سمائلی بھی تھی۔ اس ایس ایم ایس کا جواب نہیں دیا اس نے، کچھ دیر بعد ایک اور میسج آیا

"میں ہیلپ کروں؟" اس کی ساری توجہ ایس ایم ایس کی طرف کھنچ گئی

"کیسے؟" وہ حیران تھی

"سب سے پہلے جا کر دروازہ بند کرو" یہ عرش کا میسج تھا

"لیکن کیوں؟ وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی

"جیسا کہا ہے ویسا کرو" حور نے جا کر دروازے کو کنڈی لگائی اور عرش کو بتا دیا فوراً اس کی کال آئی تھی۔ اس نے کال اٹینڈ کیا۔

"دروازہ بند کر دیا ناں؟" سب سے پہلے سوال اس نے یہی پوچھا تھا۔

جی کر دیا"

"اچھا اب میری بات دھیان سے سنو میں جیسا کہتا جاؤں ویسے کرتی جانا" اس کے بعد عرش نے اسے شروع سے لے کر آخر تک دیسی گھی کے لڈو والے حلوے بنانے کا طریقہ سمجھایا وہ فون پر اسے بتاتا جا رہا تھا اور وہ ویسے ویسے کرتی جا رہی تھی۔ جب حلوہ تیار ہوا تو اسے یقین ہی نہیں آیا وہ خوش بھی تھی اور حیران بھی کہ عرش کو ککنگ کب سے آتی ہے وہ بھی اتنی ہارڈ ڈش۔ ان دونوں کے کال کا دورانیہ دو گھنٹے کچھ منٹس تھا جب اس نے حلوہ سب کے سامنے پیش کیا تو سب کی ہوائیاں اڑ گئیں کسی نے سوچا نہ تھا وہ اتنی مشکل ڈش بنا بھی سکے گی سب سے زیادہ مایوسی بیچاری حسینہ پھپھو کو ہوئی تھی کیونکہ یہ آئیڈیا انہی کا تھا۔ تنقید کرنے کا کوئی ایک بھی پہلو نہیں تھا کسی کے پاس، وہ سب خاموشی سے حلوہ کھانے لگے تھے۔ پسند آنے کے باوجود اس کی تعریف کرنا وہ اپنی توہین سمجھتے تھے

" کیسا بنا ہے حلوہ" عرش نے سب کو خاموش پا کر خود ہی پوچھا

" بہت ہی زبردست حلوہ بنایا ہے تمہاری وائف نے" عشان نے تعریف کی، عرش نے چپکے سے سب سے نظر بچا کر اسے آنکھ ماری تھی اس نے ہونٹ کاٹ کر سر جھکا لیا

☆......☆......☆

اور اگلے دن بھی کچھ اسی قسم کا واقعہ پیش آیا تھا عرش بابا جان کے ساتھ گاؤں کی زمینوں پر گیا ہوا تھا موقع پا کر دادی پھپھو اور تابندہ تائی نے اسے ذلیل کرنے کا بہانہ پا لیا اور گاؤں کی ایک ایسی عجیب و غریب ڈش بنانے کو کہا تھا جس کی ریسپی اس کے فرشتوں کو بھی نہیں معلوم تھی۔ آج تو عرش بھی نہیں تھا جو اس کی مدد کرتا تبھی جب وہ کچن میں داخل ہوئی تو بے حد پریشان تھی اس کی سمجھ میں نہیں آیا کیا کرے۔ پہلا خیال جو اس کے دل میں آیا تھا اس نے بنا سوچے سمجھے عرش کو میسج کر دیا وہ کہاں ہوگا کیا کر رہا ہوگا کتنا مصروف ہوگا اس نے ایسا کچھ نہیں سوچا، کوئی اور ہوتا تو عرش اتنی مصروفیت میں اسے کبھی جواب نہ دیتا لیکن حور کا جواب اس نے فوراً دیا تھا اور پوچھا

" کیا ہو رہا ہے؟" حور نے ایک اداس سٹیکر بھیجی اور ساتھ اپنا مسئلہ بھی لکھا ضرور وہ اس کا میسج پڑھ کر مسکرایا

ہوگا لیکن اس وقت اس نے سچ مچ سارے کام چھوڑ کر فون کے ذریعے حور کی مدد کی اسے سارا کام سمجھانے کے بعد ہی کال کٹ کر دی اس نے سکھ کا سانس لیا وہ عجیب وغریب ڈش جس کا نام بھی ایسا تھا جیسے چائنہ کے بچوں کے نام ہوتے ہیں تیار کر چکی تھی اور جب وہ لے کر سب کے سامنے گئی تو دیکھنے والی تھیں سب کی شکلیں۔ پھپھو کو اس پہ شک تھا کہ عرش نے کسی طریقے سے اس کی مدد کی ہوگی انہوں نے عرش کو جورو کے غلام کے لقب سے بھی نوازا تھا۔ جب وہ اپنے کمرے میں آئی تو ذہن خالی تھا ہزاروں سوال تھے جن کے آگے ایک بہت بڑا سوالیہ نشان تھا۔ وہ انسانوں کے مختلف روپ دیکھ رہی تھی ایک شخص وہ تھا جو بچپن سے لے کر جوانی تک اس کے ساتھ رہا اس کی ہر خوشی ہر دکھ میں، جو دوستی اور محبت کے لاکھ دعوے کرتا تھا لیکن وقت آنے پر وہ اسے چھوڑ گیا اسے تنہا کر گیا اور ایک شخص وہ تھا جسے اس نے برا سمجھا تھا انتہا درجے کا آوارہ لیکن اس نے کبھی اس کے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا اور بہت بار اس کے ساتھ کھڑا رہا جب وردان نے اس کا ساتھ چھوڑا تھا تب بھی عرش نے اسے ذلت سے بچایا تھا وہ اس سے کبھی سیدھے منہ بات نہیں کرتی تھی ہمیشہ نظر انداز کرتی تھی لیکن اس کے باوجود بھی ایک پل کے لیے بھی اس کی محبت اور اپنائیت میں کمی نہیں آئی تھی۔ جب سارے گھر والوں نے اس کا بائیکاٹ کیا تھا تب بھی عرش نے اس کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا پورے خاندان کے سامنے وہ اس کے لیے ڈٹ کر کھڑا ہوا تھا۔ سارے گھر کی مخالفت اور ناراضگی وہ صرف اس کے لیے ہی سہتا رہا اس کچھ عرصے میں وہ اس کے بارے میں بہت کچھ جان چکی تھی اس کچھ عرصے میں وہ انسانوں کے ہزاروں روپ دیکھ چکی تھی غیر ارادی طور پر وہ عرش کا موازنہ کر رہی تھی وردان کے ساتھ اور ہر طرح سے عرش کا پلڑا بھاری نظر آ رہا تھا۔ یہ صرف اس دن کی بات نہیں تھی اس کے بعد بھی دادی پھپھو نے اسے تنگ کرنے کے لیے مختلف سین پیدا کیے اور ہر بار وہ عرش سے مدد لیتی تھی اب تو وہ عادی ہو چکی تھی اور عرش کے ساتھ کافی فری بھی ہو چکی تھی وہ بھی اس کے اس انداز سے بے حد خوش دکھائی دے رہا تھا۔ غم کے بادل ختم نہیں ہوئے تھے لیکن کم ضرور ہو گئے

☆......☆......☆

گھر میں کوئی بھی اس سے بات کرنا اپنی توہین سمجھتا تھا، بابا جان دادی اور باقی سبھی کے ہونٹوں کا رخ آسمان کی طرف تھا شاہ نور اور زویا کے ساتھ البتہ وہ کافی حد تک فری ہو چکی تھی ان کے ساتھ اس کی دوستی بھی

لاجواب تھی غزل کا تو اس کے ساتھ ہمیشہ بنا کسی وجہ سے بیر رہا ہے۔ بابا جان نے اس سے کبھی بات نہیں کی وہ خود بھی نہیں کرنا چاہتی تھی ان کے سامنے بھی نہیں جانا چاہتی تھی ان کی شکل دیکھتی تو عجیب نفرت کی چنگاری پیدا ہونے لگتی اس ان پر بہت غصہ آتا تھا، عشان پر تابندہ تائی اور ارمان پر ان سب پر جو اس رات اس کی ماں کے قتل میں شامل تھے لیکن ان لوگوں کا وہ کچھ کر نہیں سکتی تھی اور کرنا بھی نہیں چاہتی تھی انصاف کا یہ سارا معاملہ اس نے خدا پر چھوڑا تھا اسے یقین تھا اسے جلد ہی انصاف ملے گا۔ اس کہانی کا ایک کردار ایسا بھی تھا جس سے وہ بیک وقت محبت بھی کرتی تھی اور نفرت بھی کرتی تھی اس سے باتیں بھی کرنا چاہتی تھی اور اس کے سامنے بھی نہیں جانا چاہتی تھی وہ تھا عشان نور جو برسوں پہلے ہونے والے اس حادثے کا ذمہ دار تھا۔ وہ اس کا باپ تھا روحانی طور پر اور خون کا رشتہ تھا ان کا، لیکن وہ شخص محبت کے امتحان میں فیل ہوا تھا ایک ہی چھت تلے رہتے ہوئے کئی بار ایسا ہوا آتے جاتے ان دونوں کا سامنا ہوا تھا اور وہ ہمیشہ اسے نظر انداز کر دیتی تھی بعض دفعہ اسے لگتا جیسے عشان اس کے ساتھ کچھ باتیں کرنا چاہتا ہے لیکن اس نے کبھی عشان کو یہ موقع ہی نہیں دیا تھا کہ وہ اس سے باتیں کر سکے۔ شاید یہ خونی کشش تھی یا پھر کچھ اور وہ نہ سمجھ سکی۔ کائنات سمر اور گھر والوں سے وہ ہمیشہ رابطے میں تھی سلمیٰ بیگم شروع میں اسے لے کر کافی پریشان تھیں شادی ٹوٹنے کے بعد ان کی پریشانی مزید بڑھ گئی لیکن موجودہ حالات میں حور کو آہستہ آہستہ غم کے دلدل سے نکلتا دیکھ کر وہ کافی پرسکون تھیں۔ حور کو اس دن دادی نے کپڑے سکھانے کے لئے ذمے لگائے تھے اس وقت وہیں چھت پر کھڑی کھلی فضا میں وہ کپڑے تار پر ڈال رہی تھی اس کا اپنا فروزی دوپٹہ ہوا سے بار بار اڑ رہا تھا۔ آسمان پر اڑتے پرندوں کی چوں چوں اپنی رفتار سے جاری تھی۔ سبز رنگ کی ایک ٹی شرٹ تار پر ڈال کر وہ اسے سائیڈ پر کرنے لگی سامنے شرٹ کے دوسری طرف عرش دکھائی دیا وہ اس کے بالکل قریب تھا اور مسکرا رہا تھا ٹی شرٹ سامنے ہونے کی وجہ سے وہ اسے دیکھ نہ سکی۔ بہت بار وہ اچانک کہیں سے نمودار ہو کر اسے حیران کر دیا کرتا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر بوکھلائی تھی جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ لاپرواہی سے چیونگم چبا رہا تھا۔

"کیا ہو رہا ہے؟" وہ اس کے اور قریب آیا یوں اسے اپنے پاس دیکھنا عرش کو بہت اچھا لگتا تھا

"شاید میں کپڑے سکھانے کے لیے تار پر ڈال رہی ہوں" عرش اس کے طنزیہ جواب پر مسکرایا تھا۔ اور

دھوپ کی وجہ سے شرٹ کا اوپری بٹن کھولنے لگا

" کاش کو اتنی محبت سے ہمارے کپڑے دھو کر تار پر ڈالتا" شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے وہ کہنے لگا حور نے جواب نہیں دیا اور اپنا کام کرنے لگی

" دنیا جہان کے لیے ٹائم ہوتا ہے تمہارے پاس لیکن مجال ہے جو دس بیس منٹ اپنے اس شوہر محترم کے نام بھی کر دو" وہ اسے بڑی محبت سے دیکھ رہا تھا وہ اکثر اس کے ساتھ ایسی باتیں کرتا تھا۔ وہ کافی حد تک اس سے فری ہو چکا تھا۔ حور کے ہاتھ رک گئے اچانک اسے کوئی اور یاد آیا تھا کسی اور کا کہا ہوا جملہ اس کے کانوں میں گونجا تھا۔ پورا منظر تبدیل ہو گیا وہی چھت وہی کپڑے لیکن عرش کی جگہ اسے کوئی اور نظر آیا تھا۔ لمحے سکرین کی طرح دماغ میں چل رہے تھے اس نے سر جھٹک کر خود کو خیالوں سے باہر نکالا تھا۔ پھپھو اور دادی بھی چھت پر آئیں تھیں عرش کو اور اسے ایک ساتھ دیکھ کر ان دونوں کے منہ کھلے رہ گئے۔

" بلے تو یہاں کیا کر رہا ہے؟" دادی نے سخت لہجے میں پوچھا تھا

" کیا کر رہا ہے کیا مطلب آیا ہو گا اپنی چھمک چھلو کے پیچھے پیچھے، جورو کا غلام کہیں کا" پھپھو نے ہاتھ باندھ کر ان دونوں کو غصے سے دیکھا

" اپنی بیوی کے پیچھے پیچھے آیا ہوں کسی اور کی بیوی کے پیچھے تھوڑی آیا ہوں" عرش نے منہ توڑ جواب دیا تھا پھپھو کی آنکھیں پھیل گئیں دادی نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے جواب پر مسکرائیں تھیں۔

شام کے وقت عرش اسے باہر کھانے پر لے کر جانے والا تھا تبھی دادی اور پھپھو نے ایک بار پھر پورے گھر کے سامنے رولا ڈال دیا۔

" عزت دار لوگ ہوٹلوں میں کھانا نہیں کھاتے بلے" دادی نے نیا فتویٰ جھاڑ دیا

" دادی ہم کھانا خرید کر گاڑی میں کھائیں گے اب خوش" وہ جلے دل کے ساتھ بولا۔

" یعنی کہ تم اپنی بیوی کو ساتھ لے کر گھر سے باہر ضرور جاؤ گے" تابندہ تائی نے پھپھوڑے نکالے

" جی بالکل کسی کو کوئی مسئلہ ہے" سب خاموش رہے۔ وہ ڈنکے کی چوٹ پر حور کو باہر کھانا کھلانے لے گیا تھا۔ گھر والوں کا بس چلتا تو وہ نئی بہو کو کچن سے باہر ہی نہیں نکلنے دیتے وہ بیچاری دوسروں کے فرمائشوں پر کھانے بنا

بنا کر مر جاتی۔

" کیا ضرورت تھی اتنی ضد کرنے کی " واپسی پر حور نے اس سے کہا تھا سب کے سامنے اسے بے عزتی کا احساس ہوا تھا

" ضد میں نہیں وہ لوگ کر رہے تھے میں نے کوئی ایسی بات نہیں کی جو اصولوں کے خلاف ہو، تم میری بیوی ہو میں تم پر حق رکھتا ہوں جہاں چاہوں جیسے چاہوں تمہارے ساتھ وقت گزاروں کوئی میرا کچھ نہیں اکھاڑ سکتا" عرش کا بلڈ پریشر ہائی ہو چکا تھا ڈبل روٹی جیسے گال پھول چکے تھے حور خاموش ہو گئی۔ عرش کا ارادہ تو ابھی تک بہت کچھ کرنے کا تھا مگر حور نیند کا جھوٹا بہانہ بنا کر اسے گھر لائی تھی۔ بہت مشکل ہوتا ہے ان راستوں پر کسی اور کے ساتھ چلنا جن راستوں پر پہلے کسی اور کی انگلی پکڑ کر ہزار وعدوں کے ساتھ چلا جائے۔

☆......☆......☆

عشان کو نظر انداز کرنے کے باوجود ان دونوں کا سامنا ہو ہی گیا تھا رات اتنی نہیں ہوئی تھی لیکن سبھی اپنے کمروں میں سوئے ہوئے تھے گھر میں خاموشی تھی سیڑھیاں اترتی جب وہ نیچے جا رہی تھی تب اچانک سامنے سے عشان آتا ہوا دکھائی دیا وہ اسے نظر انداز کر کے آگے جانا چاہتی تھی لیکن عشان نے " سنو " کہہ کر اسے روک لیا تھا۔" کیسی ہو بیٹا " انہوں نے پوچھا حور کے دل میں کانٹا چبھا تھا اسے جیسے کسی نے گرم ریت پر لٹا دیا تھا وہ شخص جو اسے پل پل مرنے کے لیے چھوڑ گیا تھا آج اس سے اس کی خیریت پوچھ رہا تھا۔ حور نے سر اٹھا کر ان کو دیکھا تھا آنکھوں پر گلاسز لگے ہوئے تھے بالوں میں چاندی اتر آئی تھی اس کی نگاہوں میں شکوے بھری تڑپ دیکھ کر عشان ساکت رہ گیا

" میں ٹھیک ہوں " اس نے زبردستی خود کو جواب دینے کے لئے راضی کیا تھا ایک بار تو اس کا دل چاہا ان کو ساری سچائی بتا دے اور ان سے پوچھے کیوں کیا انہوں نے ایسا لیکن پھر ضبط کر گئی۔

" خوش تو ہو ناں کوئی مسئلہ تو نہیں ہے تمہیں یہاں؟ اگر کوئی پریشانی وغیرہ ہو اس گھر میں تمہیں تو مجھے بتا سکتی ہو بیٹی جیسی ہو تم میری " سنجیدگی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہے تھے

حور کے دل میں زخمی سی مسکراہٹ آئی "

"بیٹی جیسی نہیں ہوں بدقسمتی سے آپ کی ہی بیٹی ہوں" اس کے منہ سے نکلتے نکلتے رہ گیا تھا

کیا تم میرے لیے ایک کپ چائے بنا سکتی ہو؟" انہوں نے جیسے درخواست کی تھی۔ بے اختیار اسکا سر اثبات میں ہل گیا اور وہ کچن میں گئی وہاں جا کر اپنی بے ترتیب دھڑکنیں سنبھالنے میں اسے کافی وقت لگا تھا عشان کے لیے چائے بنانے کا اس دل بالکل نہیں تھا لیکن مجبوراً وہ چائے بنانے لگی۔ پتیلی چولہے پر رکھ کر جب وہ گھومی تو سامنے مسکراتا عرش دکھائی دیا

"ہاں تو میری زوجہ محترمہ کیا ہو رہا ہے؟" اس کے بالوں کی ایک لٹ اپنی انگلی سے چھو کر وہ سامنے کاونٹر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا تھا۔

"دیکھ رہے ہو چائے بنا رہی ہوں" پھر وہ چائے کی طرف متوجہ ہو کر چائے بنانے میں مصروف ہو گئی۔ عرش اس کے پیچھے کھڑا اسے بڑے غور سے کام کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا حور کے بالوں سے اٹھنے والی مسحور خوشبو اس کی سانسوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ گم سم سا خیالوں سے وہ تب چونکا جب اس نے اپنی چیخ سنی تھی۔ اس نے چیخ ماری لیکن کیوں؟ حور بھی حیران سی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی دراصل ہوا یوں تھا حور چائے بنانے میں مصروف ہو گئی تھی خود ہی خود اس نے اندازہ لگایا تھا کہ عرش چلا گیا ہوگا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا عرش اس سے دو انچ کے فاصلے پر کھڑا اسے کام کرتا ہوا دیکھ رہا ہے تبھی جب وہ چائے بنا کر ٹرے میں لئے باہر جا رہی تھی تو سیدھے عرش سے ٹکرائی ساری چائے عرش کی سفید شرٹ پر گر گیا ہوگا۔ یقیناً گرم گرم چائے بدن پر گرنے سے اسے نانی یاد آ گئی ہو گی اپنے اس غیر ارادی عمل سے وہ بے حد پشیماں تھی۔

"اوہ آئم سوری" وہ گھبرائی ہوئی آواز میں بولی تھی عرش نے آگے بڑھ کر مصنوعی غصے سے اس کی کلائی پکڑی تھی چائے کی جلن اسے ابھی بھی محسوس ہو رہی تھی۔

"یعنی کہ شادی کے بعد بھی تم مجھ پر چائے گرانا بند نہیں کرو گے" اس نے مضبوطی سے حور کی کلائی پکڑی ہوئی تھی جسے حور مسلسل چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی اسے پہلی بار چٹنی عرش کے چہرے پر پھینکنا اور چائے گرانا یاد آیا تھا

"اور آپ نے تو جیسے بات بات پر ہاتھ پکڑنے والی اپنی عادت چھوڑ دی" حور نے جوابی وار کیا تھا اس پر

بے ساختہ عرش نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور قہقہہ لگایا تھا

اچھا اب چھوڑو بھی ناں پلیز کوئی دیکھ لے گا تو کیا سوچے گا"

"دیکھنا ہے تو دیکھنے دو ڈرتا تھوڑی ہوں میں؟ اور یہ جو تم نے مجھے گرما گرم چائے پلانے کی بجائے مجھے نہلایا ہے اس کی سزا تو تمہیں ملے گی"

"کیسی سزا؟"

"سزا کے طور پر تم میرے لیے تازہ کپ چائے بناؤ گی" حور نے آنکھیں بند کر کے ٹھنڈی سانس لی یہ سزا اسے منظور تھی پھر اس بیچاری کو دو کپ چائے بنانے پڑ گئے تھے اور بنانے کے بعد اس نے احتیاطی طور پر ایک بار مڑ کر پیچھے ضرور دیکھا تھا وہ بیچارا ابھی شاید سابقہ واقعہ سے سبق حاصل کر چکا تھا اس لئے انسانوں کے بچوں کی طرح کرسی پر بیٹھے اسے گھورنے کا کام کر رہا تھا حور نے اسے چائے دی تھی وہ شرٹ اتار رہا تھا جس پر چائے گری تھی چائے دے کر وہ عشان کے کمرے کی طرف جانے لگی اس کے دروازے پر پہنچ کر اس نے اندر جانے کے لیے خود میں بہت ہمت پیدا کی تھی۔ چائے عشان کو دے کر وہ فوراً وہاں سے نکل جانا چاہتی تھی لیکن عشان نے ایک بار پھر اسے روکا تھا۔

"بیٹھو بیٹا" لاچاری وہ صوفے پر بیٹھ گئی عشان چائے پینے لگا تھا

"ماشاءاللہ بہت اچھی چائے بناتی ہو" عشان تعریف کیے بنا نہیں رہ سکا حور ان کو شکریہ تک بھی نہیں کر سکی

"پچھلے کچھ دنوں سے میں دیکھ رہا ہوں جیسے تم کچھ پریشان ہو" وہ حور کے چہرے پر نظریں گاڑے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا

"نہیں تو ایسا کچھ نہیں ہے" اس نے نظریں گھما کر ٹالنے کی کوشش کی تھی

"عرش کے ساتھ تو سب ٹھیک ہے ناں؟" وہ ایک اور سوال کر رہے تھے حور نے سر اثبات میں ہلایا تھا

"وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے میں نے دیکھا ہے اس کی آنکھوں میں" عشان مسکراتے ہوئے کہہ رہا تھا

حور چونکی تھی یہ انکشاف اس کے لئے بالکل نیا تھا وہ عرش کے جس اپنا پن جس خیال کو ہمدردی سمجھ رہی تھی تو کیا وہ ہمدردی نہیں تھی؟ وہ کچھ اور تھا عرش چوہدری اس سے محبت.... ؟ لیکن کب سے اور "کیوں؟" وہ واقعی حیران

تھی۔

"محبت میں وفا اور ساتھ ہونا بہت ضروری ہے" عشان نے مسکراتے ہوئے کہا تھا لیکن اسی پل اسے لالی یاد آئی اور اس کا دیا ہوا دھوکہ۔ حور کو یہ جملہ تیر کی طرح لگا وہ شخص جو کبھی خود وفا نہیں کر سکا وہ محبت اور وفا کی باتیں کر رہا تھا۔اسے حیرت ہوئی تھی

"محبت میں واقعی وفا ضروری ہے لیکن وفا سے بھی زیادہ بھروسہ اور یقین ضروری ہے اگر رشتوں میں یہ دونوں چیزیں نہ ہوں تو وہ کبھی قائم نہیں رہ سکتیں، دنیا میں ایسے ہزاروں لوگ ہیں جو محبت تو کرتے ہیں لیکن یقین اور بھروسے کے امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں پھر وہ ساری زندگی پچھتاتے ہیں، اور جو لوگ خود بھی وفا نہیں کر سکے ان کی زبان سے محبت کی باتیں اچھی نہیں لگتیں" حور کو وردان یاد آیا تھا اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی آواز میں دکھ درد، افسوس پچھتاوا طنز غصہ شکوے اور بہت کچھ تھا جو عشان سمجھ بھی گیا۔وہ کمرے سے باہر نکل گئی اور وہ برف بنے خالی دروازے کو دیکھتے رہ گئے ان کو ایسا محسوس ہوا جیسے حور یہ جملے براہ راست ان کے لیے ہی کہہ کر گئی، زندگی میں پہلی بار اس شخص کے دماغ ایک نئے انداز میں سوچ رہا تھا وہ سوچ رہا تھا کہ اتنے سال پہلے جو ہوا تھا کہیں ان سب کا ذمہ دار وہ خود تو نہیں؟ کہیں کسی موڑ پر وہ انسانوں کو سمجھنے میں غلطی تو نہیں کر گیا؟ یہ وہ سوال تھا جو پہلی بار اس کے ذہن میں آیا تھا جس نے اسے پوری طرح ہلا کر رکھ دیا تھا وہ خشک پتے کی طرح کانپ رہا تھا ریڑھ کی ہڈی میں کچھ دوڑتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔بار بار لالی کی تصویر اس کی آنکھوں کے سامنے آ رہی تھی۔اس کی روتی ہوئی آواز جب اس نے اسے کال کی تھی؟

بچپن کی دوست تھی وہ اس کی ہمیشہ سے وہ لالی کو جانتا تھا پھر اچانک وہ کیسے بدلی تھی؟ وہ تو اس کی محبت اور وفا کا سب سے بڑا گواہ تھا بچپن سے لے کر جوانی تک وہ ساتھ رہے اس نے لالی کو کبھی غلط نہیں پایا پھر اچانک وہ کیوں ایسا کر گئی؟ اور اب وہ کہاں ہے؟ کیا وہ زندہ ہے؟ اسے چھوڑنے کے بعد وہ امریکہ چلا گیا تھا اسے بعد میں بھی کئی بار دل نے احساس دلایا تھا جیسے کچھ غلط ہو لیکن وہ سمجھ نہیں سکا۔حور اس کی زندگی میں آنے والی پہلی لڑکی تھی جو اس کی دوست اور محبت تھی لیکن اس کے دھوکے کے بعد اس نے دوبارہ زندگی میں کبھی کسی سے محبت نہیں کی تھی کچھ مہینے اس نے اداسی میں لالی کی یاد میں گزارے تھے پھر ایک دن بابا جان نے اسے کال پہ بتایا تھا

کہ لالی بھاگ گئی۔

وہ اپنی زندگی کے ہر موڑ پر اسے یاد کرتا رہا بھلا نفرت یا غصے سے ہی سہی، بچپن اور جوانی کا ایک طویل عرصہ ان کا ساتھ گزرا تھا اور پھر اچانک اس کے جانے کے بعد اس کی زندگی میں کافی خلا آئی تھی بابا جان اور ماں کے بے حد اصرار کے باوجود بھی اس نے شادی نہیں کی تھی وہ بے وفا نہیں تھا بے اعتبار ضرور تھا۔ اپنی زندگی کی اس پزل بھرے مسئلے پر وہ مزید سوچتا لیکن بابا جان کی اچانک بیماری نے اس کی توجہ کھینچ لی۔ بابا جان کی طبیعت کافی خراب رہنے لگی تھی ڈاکٹرز کو دکھایا ان نے کچھ ٹیسٹس لئے جن کے رپورٹس آنے کے بعد ہی کچھ پتا چلنا تھا

☆......☆......☆

وہ بے حد پریشان تھا کہ حور کو سچ کیسے بتائے کہ وہی جیک ڈاکو ہے اور وہی اسے کالز کرتا رہا اور اسے یہ ڈر بھی تھا سچ جان کر حور کے رویہ کیا ہوگا وہ۔ یقیناً اس سے نفرت کرے گی اور اسی ڈر کی وجہ سے وہ اسے سب کچھ بتانے سے جھجک رہا تھا۔ اور اسے حور کو وردان کی ساری سچائی بھی تو بتانی تھی کہ کس طرح وہ اس کے ساتھ دھوکہ کر رہا تھا لیکن یہ سب کرنے کے لیے اسے بہت ساری ہمت کی ضرورت تھی۔ برآمدے کی ستون سے ٹیک لگائے اس وقت وہ حور کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا جب ہدایت کی کال آئی وہ پورے ایک ہفتے کے بعد کال کر رہا تھا عرش خود بھی اپنی مصروفیات میں اسے بالکل بھلا چکا تھا اور اب اچانک ہدایت کی کال دیکھ کر اس کے چہرے پر خوشی اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔

بڑی جلدی یاد آئی تجھے میری؟" اس نے کال اٹینڈ کرتے ہی ہدایت سے شکوہ کیا تھا

ہاں تم تو جیسے روز فون کرتے ہو ناں؟ صحیح کہتے ہیں لوگ شادی کے بعد بدل جاتے ہیں" ہدایت نے جوابی شکایت کی۔

کہاں تھے اتنے دن کدھر مصروف رہے؟

بس یار کام پر مصروف رہا" ہدایت نے کہا

کون سے کام پر؟"

محنت مزدوری اب تمہارے جانے کے بعد ڈاکو کا کام تو کر نہیں سکتا تھا، تم نے کہا تھا نے رزق کے پیچھے مت

بھا گو کیونکہ رزق دینے کا وعدہ رازق نے کیا ہے " ہدایت نے مدھم سی اداس آواز میں کہا عرش کے چہرے پر سکون بھری مسکراہٹ پھیل گئی

تم سناؤ؟ بھابھی کو سچ بتایا کہ نہیں؟" ہدایت نے پوچھا

کیا کہوں یار ہمت ہی نہیں ہو پا رہی " وہ بیزاری بھری آواز میں بولا

ہمت کرنی پڑتی ہے جیک، جب تم جھوٹ بولتے ہوئے نہیں ڈرتے تو سچ بولنے سے بھی کبھی نہ ڈرو"

ہدایت کی یہ بات اس کے دل کو لگی تھی اور رات کو اس نے بہت ساری ہمت کر کے سونے کے وقت جب حور بیڈ پر سو رہی تھی تو وہ صوفے سے اٹھ کر اس کے بالکل پاس چلا گیا۔

میں تمہیں ایک بات بتانا چاہتا ہوں " حور الجھی ہوئی اسے دیکھنے لگی

وردان تمہارے ساتھ دھوکہ کرنے جا رہا تھا اور ......". عرش نے اسے وردان کے بارے میں جو جو معلومات اکٹھی کیں وہ سب بتا دیں جیسے وہ کلرک کی بیٹی میں دلچسپی لینے لگا ان دونوں کو محبت ہو گئی اور خود کے جیک ہونے والی بات وہ اسے چاہ کر بھی نہیں بتا پایا۔ ساری سچائی جاننے کے بعد حور خاموش رہی خالی ذہن کے ساتھ جانے کیوں وہ عرش کی بات کا یقین نہیں کر سکی وردان نے اس کے ساتھ وفا نہیں کی اس کا یقین نہیں کیا یہ بات وہ جانتی تھی لیکن وہ اس کے ساتھ دھوکہ کرے گا یہ بات اسے ہضم نہیں ہوئی تھی وہ اسے اتنے عرصے سے جانتی تھی پھر وہ کسی اور لڑکی کے لیے کیسے بدل گیا؟

اسے یاد آیا جیک نے بھی ایک بار ایسا میسج کیا تھا جب وہ پارلر جا رہی تھی لیکن پچھلے کچھ دنوں سے جیک کا ایک بھی میسج نہیں آیا، شاید وہ جان گیا تھا کہ اس کی شادی ہو گئی؟ یا پھر کوئی اور بات تھی لیکن جیک کے بارے میں اسے سوچنے کی فرصت ہی نہیں تھی البتہ اس کی کہی باتیں اور اس کے دل دہلا دینے والے سرپرائز وہ کبھی نہیں بھول سکتی تھی۔

اگلے دن سمر اس سے ملنے آئی تھی وہ اسے گھر کے پچھلے لان میں ملی تھی گھر والوں سے چھپ کر،

سمر تم پلیز چلی جاؤ یہاں سے مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے اگر کسی نے ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ لیا تو اچھا نہیں ہوگا" وہ گھبرائی ہوئی کہہ رہی تھی سمر کے چہرے پر ذرا بھی گھبراہٹ نہ تھی

خدا کے لیے حور اب تو مت ڈرو، اب ہمارے پاس کھونے کے لیے بچا ہی کیا ہے؟ ماں بھی ڈر کی وجہ سے اپنے لیے کبھی کچھ کر نہیں سکی اور آخر میں دنیا چھوڑ گئی تم بھی کیا یہی کرنا چاہتی ہو؟ ان ظالم چوہدریوں کے ظلم کب تک سہتی رہو گی؟"

نہیں سمر مجھے کچھ اچھا نہیں لگ رہا عرش مجھ پر بہت بھروسہ کرتا ہے وہ میرے لئے سب سے لڑ جاتا ہے سب کے خلاف کھڑا ہو جاتا ہے اس نے زندگی میں بہت بار میرا ساتھ دیا ہے اور میں اسے دھوکہ دے رہی ہوں "وہ بے حد شرمندہ تھی

وہ سچ سے انجان ہے حور اگر اسے پتا چلا کہ بابا جان نے اس کے باپ کو مارا تھا تو وہ بھی ان سے اتنی ہی نفرت کرے گا جتنی نفرت ہم دونوں کرتے ہیں ان سے " سمر نے اسے سمجھایا۔ وہ دونوں باتیں کر رہی تھیں جب عشان نور کسی سے کال پر بات کرتے ہوئے کھلے لان میں آیا اور اچانک ان کی نظر حور اور سمر پر پڑی تھی وہ جیسے برف بن گئے کال سننا بھول گئے ان دونوں لڑکیوں کی شکلیں ایک جیسی تھیں اور ان دونوں کے چہرے میں اسے کوئی اور چہرہ نظر آنے لگتا تھا بے ساختہ ان کے قدم ان دونوں کی طرف بڑھنے لگے حور اور سمر بھی ان کی طرف دیکھنے لگیں

اسلام وعلیکم " ان کے پاس پہنچ کر انہوں نے سلام کیا تھا با دل نخواستہ ان دونوں کو جواب دینا پڑا۔ عشان پھر اپنی ساری مصروفیات بھول کر ان دو لڑکیوں کے ساتھ باتوں میں لگ گیا جانے ان دونوں میں کیا کشش تھی جو وہ ان سے باتیں کئے جا رہا تھا حور اور سمر بھی لاکھ غصے شکوے شکایتوں کے باوجود جانے کس دل سے ان کے ساتھ بات کر رہی تھیں۔ شاید خون کے رشتے ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو سب کچھ بھلانے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ ہر نفرت ہر غصہ ہر شکوہ محبتوں سے چھوٹا ہوتا ہے وہ دونوں جانتی تھیں عشان کی بے وفائی نے ان کی ماں کا قتل کیا ہے وہ یہ بھی جانتی تھیں عشان نے لالی کے علاوہ کبھی کسی اور عورت سے محبت نہیں کی ان کی زندگی میں صرف لالی تھی محبت تو انہوں نے کی تھی پر بھروسہ ہی نہیں کر سکے، ایک غلط فہمی جو دیمک کی طرح ان کی زندگیوں میں آئی تھی اس نے نہ صرف لالی کو نقصان پہنچایا عشان خود بھی اس کے شر سے محفوظ نہ رہ سکا وہ بھی ساری زندگی روگ میں گزارتا رہا اور ان دونوں کو یہ بھی معلوم تھا جس دن عشان کے سامنے ساری حقیقت آئی پھر وہ کبھی خود کو معاف

نہیں کر سکیں گے۔ساری زندگی ان کی پچھتاوے میں گزرنی تھی جو سزا ان کو زندگی دینے والی تھی وہ سزا بیٹیاں اپنے باپ کو نہیں دے سکتی تھیں۔کوئی اور ہوتا تو اسے معاف بھی نہیں کیا جا سکتا تھا لیکن باپ کو کیا سزا دیتے ؟اور بے اعتباری کی سزا بھی کیا ہوتی ہے اعتبار تو دل سے ہوتا ہے اور جس کے دل میں نہیں ہوتا وہاں زبردستی تو کچھ بھی نہیں کیا جاتا ناں؟ ایک پل میں ان دونوں بہنوں کا دل بدل گیا وہ بیٹے نہیں تھے جو اپنے باپوں کو دکھ دیتے یا ان سے بدل لیتے وہ حوا کی بیٹیاں تھیں جو چاہ کر بھی اپنے والدین سے نفرت نہیں کر سکتیں تھیں۔بیٹے چھوڑ جاتے ہیں بیٹیاں آخری سانس تک ساتھ نبھاتی ہیں۔بچوں سے بھی تو ہزاروں غلطیاں ہوتی ہیں ماں باپ بھی تو بچوں کی ہزاروں غلطیاں معاف کر دیتے ہیں تو کیا بچے اپنے والدین کی ایک غلطی بھی نہیں معاف کر سکتے۔ان دونوں نے معاف کر دیا تھا اس شخص کو جس سے بے اعتباری ہوئی تھی جو اپنے وعدے نہیں نبھا سکا۔

☆......☆......☆

وہ اپنے کمرے میں بیٹھی تھی مختلف سوچوں میں گھری،عرش گھر میں نہیں تھا کہاں تھا وہ نہیں جانتی تھی موبائل پر بجنے والی گھنٹی نے اسے ماضی سے حال میں پہنچایا۔وہ چونکی کال گھر کے نمبر سے تھی۔یقیناً چھوٹی ہوگی۔اس نے تھکے ہوئے انداز میں کال اٹینڈ کی دوسری طرف سے چھوٹی کی آواز سنائی دی تھی۔

"کیسی ہو آپی"

"ٹھیک چھوٹی تو سنا کیسی ہے؟"اس نے بالوں کو پیچھے کرتے ہوئے پوچھا

"میں ٹھیک ہوں آپی کیا آپ اس وقت ادھر آ سکتی ہیں؟"چھوٹی کی آواز سرگوشی کے جیسے ہوگئی وہ ذرا حیران ہوئی تھی

"سب ٹھیک تو ہے ناں چھوٹی؟"اس نے گھبراہٹ بھرے انداز میں پوچھا

"سب ٹھیک ہے آپی ڈونٹ وری آپ بس ادھر آ جاؤ"چھوٹی کے کال کٹ ہونے کے بعد وہ فوراً اٹھی اور یہاں سے نکل کر اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئی دل میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے گھر پہنچ کر اس نے سب سے پہلے چھوٹی کو دیکھا وہ اسی کی منتظر تھی حور تیزی سے اس کے پاس گئی

"سب ٹھیک تو ہے ناں چھوٹی تم نے مجھے یہاں کیوں بلوایا اور اماں کہاں ہے؟"سلمیٰ بیگم کو سامنے نہ پا کر

اس نے تیزی سے چھوٹی سے پوچھا تھا

"اماں ذرا مارکیٹ گئی ہیں" چھوٹی نے بتایا

"اچھا اور تم نے مجھے............" جتنے بھی الفاظ تھے وہ منہ میں ہی دم توڑ گئے سامنے اس نے جس شخص کو دیکھا تو اسے شاید وہ اس زندگی میں تو دوبارہ کبھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی وہ شخص جو اس کے سینے میں ہی کہیں دم توڑ گیا اور اندر ہی دفن تھا اسے اب وہ تاعمر نہیں دیکھنا چاہتی تھی لیکن تقدیر کی سفا کی وہ شخص اس کے سامنے تھا کچھ پل وہ بنا سانس لئے وردان کو دیکھتی رہی۔ پھر اس نے غصے سے چھوٹی کی طرف دیکھا

"تو تم نے مجھے یہاں اس لیے بلایا ہے" اس نے چھوٹی پر غصہ اتارا اس شخص کو دیکھ کر آج پہلی بار اس کے دل میں محبت نہیں نفرت کی چنگاری پیدا ہو رہی تھی چھوٹی سر جھکائے کھڑی تھی

"حور اس نے نہیں میں نے کہا تھا اس سے......" وردان آگے بڑھا

"میں نے آپ سے نہیں پوچھا مسٹر وردان یوسف میں اپنی بہن سے بات کر رہی ہوں" اس نے شکوے غصے سے وردان کو دیکھا وردان کے دل میں خنجر چلا وہ لڑکی جو اس سے کبھی آنکھ اٹھا کر بات نہیں کرتی تھی آج پہلی بار اس سے بنا ڈرے بنا شرمائے بات کر رہی تھی

" حور میں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں"

"تم نہیں آپ کہہ کر بلائیں مجھے اور مت بھولیں اس گھر تک آنے کے سارے راستے آپ کھو چکے ہیں چلے جائیں یہاں سے" وہ طنز اور حقارت کے ساتھ کہہ رہی تھی

"میں جانتا ہوں حور تم ناراض ہو مجھ سے لیکن پلیز دو منٹ میری بات تو سنو پھر میں چلا جاؤں گا" حور نے بے بسی سے ٹھنڈی سانس لی

"زندگی میں مجھ سے بہت بڑی غلطی ہوگئی جس کے لیے میں خود کو کبھی معاف نہیں کرسکوں گا، میں تم سے نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا حور۔ ایک غلطی فہمی میں آ کر میں نے سب ختم کردیا"

لان میں اس وقت وہ چارپائی پر بیٹھی تھی بنا اس کی طرف دیکھے وہ اسے سن رہی تھی وہ دوسری چارپائی پر بیٹھا سر جھکائے بول رہا تھا

"اس وقت مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی میں سمجھا تھا شاید تمہارے اور عرش کے درمیان کوئی تعلق ہے اس لئے جب میں جاب پہ واپس گیا تو تم سے میرا دل بہت بدگمان ہو چکا تھا اسی وقت کلرک کی بیٹی نے میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تم پر بے اعتباری تھی اور دکھ تھا میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ بعد میں اس نے شادی کی آفر کی میں نے اسے قبول کر لیا تھا لیکن ادھر تمہارے ساتھ بھی شادی کی ڈیٹ فکس ہو چکی تھی اور میں تمہارے ساتھ بالکل شادی نہیں کرنا چاہتا تھا مجھے تم پر شک تھا لیکن امی کے دباؤ میں آ کر میں نے اس رشتے کے لیے ہاں کیا تھا۔ اس صبح جب تم عرش کے ساتھ واپس آئیں تو میرا شک یقین میں بدل گیا اور میں نے غصے میں آ کر شادی توڑ دی بعد میں گھر جانے کے بعد مجھے احساس ہونے لگا جیسے کچھ غلط ہو میں نے تمہارے ساتھ ناانصافی کر دی ہو، میرا دل بار بار مجھ سے کہتا رہا تم ایسا نہیں کر سکتیں بچپن سے لے کر جوانی تک ہم دونوں کا ساتھ رہا۔ میں پچھتانے لگا تھا میں نے پھر اس لڑکی کے ساتھ بھی شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا اور......."

"وردان اب ان سب باتوں کا کیا فائدہ؟ میرے ساتھ تو نے جو کرنا تھا وہ کر چکے" وہ اداس ہو گئی ماضی کے گزرے لمحے بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہے تھے

مجھے معاف کر دو حور غلطی ہو گئی مجھ سے۔ مجھے معلوم ہے میں نے تم پر بہت ظلم کیا ہے تمہارا دل توڑا ہے مجھے محبت کرنا کبھی نہیں آیا حور میں بہت پاگل ہوں جو تمہیں کھو دیا کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو؟" حور کی آنکھوں میں آنسوؤں تھے ہونٹوں چبھتی ہوئی مسکراہٹ آئی

"زخم دے کر معذرت کرنے سے بہتر ہے کہ زخم دیا ہی نہ جائے ٹوٹے دل کبھی نہیں جڑ سکتے مرہم کبھی معذرت نہیں بن سکتی اور جو رشتے محبتیں اپنے مقام سے نیچے آتی ہیں وہ زندگی میں پھر کبھی پہلے والی جگہ پر نہیں آ سکتیں اور دل توڑنے کی معافی کبھی نہیں ہوتی اب تم میری نظروں سے گر چکے ہو وردان، دوبارہ کھڑے ہونے کی کبھی کوشش بھی مت کرنا"

"حور پلیز خدا کے لئے ایسا مت کہو، دنیا میں پچھتاوے سے بڑی کوئی سزا نہیں ہوتی۔ میں تمہارے بنا نہیں رہ سکتا بہت محبت کرتا ہوں میں تم سے۔ بچپن سے لے کر اب تک میں نے صرف تم سے محبت کی ہے" وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا اس کی آنکھوں میں نمی تھی

:اگر محبت کی تھی تو تھوڑا اعتبار بھی کر لیتے کوئی یوں سرعام پوری محفل میں اپنی محبت کو رسوا نہیں کرتا۔ جو تم نے کیا ہے وہ میں کبھی نہیں بھول سکتی وردان، میں تمہارے قدموں میں گر کر تم سے اعتبار کی بھیک مانگتی رہی اس محبت کے لئے جس پر مجھے ناز تھا کبھی اور تمہیں ترس نہیں آیا تھا تم نے چھوڑ دیا تھا مجھے مرنے کے لیے " وہ روتی ہوئی وردان سے شکوے کر رہی تھی

" میرے گناہ معافی کے قابل نہیں ہیں حور میں محبت کے امتحان میں فیل ہو چکا ہوں لیکن پلیز اتنی بڑی سزا مت دو، میں تمہیں کبھی نہیں بھلا سکتا دن رات تم میری آنکھوں میں بستی ہو، ساتھ گزارے ہوئے لمحے میں زندگی کے کسی موڑ پر نہیں بھلا سکتا پلیز لوٹ آو ایک بار پھر سے وہی زندگی جیتے ہیں وہ خوبصورت لمحے پھر سے زندہ کرتے ہیں حور " اس نے آنسو بہاتے ہوئے حور کا ہاتھ پکڑا تھا حور نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑایا اور کھڑی ہوگئی

" نہیں وردان نہیں اب تم یہ حق کھو چکے ہو، اور میں اس وقت جس مقام پر کھڑی ہوں وہاں سے پیچھے کی ساری کشتیاں جلا کر نکلی ہوں واپسی کا اب کوئی راستہ ممکن بھی نہیں رہا۔ اب میں کسی کے گھر کی عزت ہوں کسی کی بیوی ہوں اور تم نامحرم ہو میرے لئے " دکھ سے آسمان کی طرف اڑتے پرندے کو دیکھتے ہوئے وہ بولی وردان بھی کھڑا ہو گیا

" نہیں یار ایسا تو نہ کہو ناں پلیز تم جانتی ہو تم میرے لیے کیا ہو؟ کچھ تو خیال کرو ان لمحوں کا جو ہم نے ساتھ گزارے ہیں " وردان اس کے سامنے التجا کر رہا تھا

" تم نے خیال کیا تھا؟ کیا تم نے سوچا تھا اس لڑکی کے بارے میں جسے تم بھری محفل میں ذلیل کر گئے تھے کیا تم نے سوچا تھا اس کے بارے میں جس نے بچپن سے لے کر جوانی تک ایک شخص سے ہی محبت کی اور صبح شام اس ایک شخص کے ساتھ گزاری وہ اب باقی زندگی کسی اور سے ساتھ گزارے گی؟ تم نے خیال کیا تھا؟ جب تم نے اس وقت نہیں سوچا تو اب کشتی ڈوب جانے کے بعد کیوں سوچ رہے ہو؟"

اس نے غصے سے وردان کی طرف دیکھا آنکھوں سے آنسوؤں رواں تھے۔ وردان نے ہونٹ بھینچ لئے

" کوئی تو راستہ نکالو حور، پلیز تم عرش سے طلاق لے لو ہم دونوں پھر سے ایک ہو جائیں گے "

"ایسا سوچنا بھی میرے لئے گناہ ہے وردان، جس شخص نے تمہارے دھوکے کے بعد بھی مجھے اپنایا تھا اسے میں تمہارے لئے نہیں چھوڑ سکتی، تمہیں یہ سب پہلے سوچنا چاہیے تھا"

"نہیں نہیں نہیں. ...... یار ایسا نہ کرو میں مرجاؤں گا اللہ کے واسطے مجھے تنہا نہ کرو" وردان نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے اس کی آنکھ سے آنسو کی لڑی بہہ نکلی حور نے بڑے افسوس اور دکھ کے ساتھ اسے دیکھا تھا اسے یقین تھا اب وہ وردان سے محبت نہیں کرتی وہ شخص اس کے دل سے اور نظروں سے اتر چکا ہے لیکن وہ اس کے لیے ہمدردی ضرور محسوس کر رہی تھی

"میں کچھ نہیں کر سکتی وردان سارے راستے تم نے خود بند کیے ہیں، کیا تھا اگر تم مجھ پہ بھروسہ کر لیتے؟ تمہارے نصیب میں شاید مجھے گوانا لکھا تھا اور تم مجھے ساری عمر ترسو گے لیکن میں تمہیں اب دوبارہ کبھی نہیں ملوں گی" وہ رو رہی تھی۔ وردان تڑپ گیا

"تم مجھے بد دعا رہی ہو؟"

"میں تمہیں بد دعا کیسے دے سکتی ہوں، میں تمہیں وہ نقشہ دکھا رہی ہوں جو محبت تمہارے ساتھ کرنے والی ہے جو لوگ محبت کا مذاق اڑاتے ہیں محبت ان کو معاف کبھی نہیں کرتی اور ان سے بدلہ ضرور لیتی ہے میں نے تم سے سچی محبت کی تھی وردان تمہارے علاوہ کبھی میری زندگی میں اور کوئی نہیں آیا تھا اور تم نے محبت کے نام پہ مجھے تنہا چھوڑ دیا تھا۔ میرے سچے جذبوں کی توہین کی تھی آئندہ کسی دل کسی کے جذباتوں کے ساتھ ایسا مت کرنا ورنہ دنیا میں کبھی کوئی کسی کی سچی محبت پر بھی بھروسہ نہیں کرے گا" وہ جانے لگی وردان نے اسے پیچھے سے آواز دیا تھا

"کیا واقعی اب واپسی کا کوئی راستہ ممکن نہیں رہا کچھ تو کرو کہ سب پہلے جیسا ہو جائے تمہارے پیار کو میں کبھی نہیں بھلا سکوں گا" وہ روتے روتے زمین پر گرا تھا گھٹنوں کے بل۔ حور کو ترس آیا اس پر وہ پہلی بار اسے روتے ہوئے دیکھ رہی تھی اور پہلی بار اس کی آنکھوں میں اپنے لئے سچی محبت دیکھ رہی تھی لیکن اب واپسی ممکن نہیں رہی تھی۔ دو کشتیوں کا مسافر ہمیشہ ڈوب جاتا ہے وہ بھی ڈوب چکا تھا۔ انسان کی ایک غلط فہمی دو دلوں میں دیوار پیدا کر دیتی ہے شک وہ دیمک ہے جو مضبوط سے مضبوط رشتوں کو بھی کھوکھلا کر دیتی ہے۔ حور اپنے آنسوؤں پونچھتے ہوئے اس گھر سے نکلی تھی کھلے آسمان تلے وہ شخص اپنی بدنصیبی پر رو رہا تھا اسے یقین تھا وہ حور کو آخری

سانس تک نہیں بھلا سکے گا وہ لڑکی اس کے دل میں ہمیشہ رہے گی زندگی کے ہر موڑ پر اسے حور یاد آئے گی اپنی حماقت اور بے اعتباری پر وہ ساری عمر پچھتاتا رہے گا ایک ایسی لڑکی جو سادگی اور پاکیزگی میں اس سے کہیں آگے تھی وہ اسے کھو چکا تھا۔حور سے یا اپنے دل سے وہ کیا شکوے کرتا لیکن خود سے اسے بڑے گلے تھے، نہ حور ملی نہ محبت وہ تنہا رہ گیا شاید اس جیسے انسان زندگی میں ہمیشہ تنہا رہ جاتے ہیں ۔

☆......☆......☆

اور وہ دن سب کے لئے دل دہلا دینے والا تھا جب چوہدری ہاؤس میں دو لاشیں آئیں تھیں۔ کہتے ہیں جب زمین پر سے انصاف ختم ہونے لگے تو فیصلے آسمانوں پر ہونے لگتے ہیں ظلم تو ایسا گناہ ہے جس کی سزا جیتے جی دنیا میں ہی مل جاتی ہے بے شک خدا کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے وہ ظالموں کی رسی کبھی نہ کبھی ضرور کھینچتا ہے۔ تابندہ بیگم اور ارمان چوہدری کی اچانک موت پر سبھی دکھی تھے روڈ ایکسیڈنٹ میں ہونے والی موت دراصل سزا تھی اس گناہ کے لیے جو انہوں نے برسوں پہلے لالی اور برہان چوہدری کی قتل کی سازش میں حصہ لیا تھا موت کبھی آواز دے کر نہیں آتی جب انسان منصوبے بنا رہا ہوتا ہے مستقبل کے تو موت دور کھڑی مسکرا رہی ہوتی ہے انسان کی سوچ پر، پورا گھر دکھی تھا شاہ نور غزل چیخ چیخ کر رو رہے تھے لیکن کیا ہو سکتا تھا؟ موت کوئی ایسی چیز تو ہے نہیں جس کے منہ سے چھین کر انسان واپس لائے جاتے یا اپنے پیاروں کو باندھ کر رکھا جاتا اور کبھی جانے ہی نہیں دیا جاتا یہ تو اصول ہے دنیا کا آج کوئی تو کل کسی اور کا نمبر ہے ہر کردار دنیا میں آتا ہے اپنا رول نبھاتا ہے پھر چلا جاتا ہے پھر نئے کردار آتے ہیں پرانے سب ختم ہو جاتے ہیں۔ایک نئی زندگی نئے لوگ دنیا ختم نہیں ہوتی انسان ختم ہو جاتے ہیں قدرت کا قانون نہیں بدلتا سورج، زمین آسمان پانی یہ سب صدیوں پہلے بھی ایسے تھے صدیوں بعد بھی یہی رہیں گے بس انسان بدل جاتے ہیں

تابندہ اور ارمان کی اچانک موت پر حور بھی پریشان ہوئی تھی یہ سچ تھا کہ وہ اس کی ماں کے قتل میں شامل تھے لیکن موت تو رلا دیتی ہے چاہے دشمن کی ہو یا دوست کی۔ جنازے والے دن سمر بھی آئی تھی اس گھر میں اور وہ بے حد خوش بھی تھی اس نے حور کے سامنے اپنی خوشی کا اظہار بھی کیا تھا

" آخر آج ان لوگوں کو سزا مل ہی گئی جو ہماری ماں کے قتل میں شامل تھے جنہوں نے ہمیں اتنا خوار کیا تھا"

اس نے خوشی خوشی حور کا ہاتھ پکڑ کر کہا حور نے تاسف سے اسے دیکھا تھا

"بری بات ہے سمر دشمن کے جانے پر خوش نہیں ہوا کرتے پاگل کبھی دوستوں نے بھی چلے جانا ہوتا ہے"
حور نے دکھ بھرے انداز میں کہا۔شاید خدا نے فیصلہ کر لیا تھا وہ گناہگاروں کو ان کے انجام پر پہنچائیں گے تبھی تو تابندہ بیگم اور ارمان چوہدری کی موت کے دو ہفتے بعد ایک اور بری خبر آئی تھی

"بابا جان کو کینسر ہے" ان کی رپورٹس پر یہی لکھا تھا وہ خود بھی ٹوٹے تھے پورا گھر ٹوٹ سا گیا، دادی پھپھو سب کا رویہ انداز بدل گیا تھا اس کے ساتھ نفرت غصہ وہ سب تو بہت پیچھے رہ گیا اس سے بھی زیادہ سنجیدہ مسائل سامنے تھے۔کینسر لاسٹ سٹیج پر تھا کوئی بھی علاج ممکن نہیں رہا تھا شاید خدا کی یہی مرضی تھی۔دمبر طلال چوہدری جن کی پوری زندگی غرور میں گزری تھی اس وقت سب ریت ہو چکا تھا وہ جان چکے تھے ظلم سے کھڑے اونچائی کے مینار ضرور گرتے ہیں کبھی نہ کبھی، اب کچھ باقی بھی نہیں رہا تھا اپنے گناہ سامنے آ رہے تھے بڑھاپے کا وہ سٹیج جب پیچھے اپنے اعمال سے ڈر لگتا ہے اور آگے موت دکھائی دیتے ہے تب انسان خود کو آکٹوپس میں پھنسا ہوا محسوس کر رہا ہوتا ہے۔راستہ نہیں ہوتا منزل نہیں ہوتی انسان کٹھ پتلی بن جاتا ہے جس کی ڈور کسی اور کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔بابا جان کو پاگل پن کے دورے پڑ رہے تھے وہ کبھی ہنسنے لگتے تو کبھی رونے لگتے۔ان کو لالی پر کیے گئے ظلم یاد آ رہے تھے وہ جانتے تھے تابندہ اور ارمان کے بعد اب ان کا نمبر ہے اپنے انجام تک پہنچنے کا۔اور اسی طرح ایک دن انہوں نے سب کے سامنے اپنے سارے گناہوں کا اعتراف کر لیا تھا۔

"یہی میری زندگی کا سب سے بڑا راز ہے میں قاتل ہوں میں نے ارمان اور تابندہ کے ساتھ مل کر عشان کے دل میں لالی کے لیے غلط فہمی پیدا کر کے ان دونوں کو جدا کر دیا، میری نظروں میں دولت اور شہرت سے بڑھ کر کچھ نہیں تھا مجھے لگا اگر ایک نوکرانی کی شادی اس گھر کے بیٹے سے ہو گئی تو لوگ تماشہ کریں گے اور جب لالی اپنے بیٹیوں کے لیے انصاف مانگنے آئی تھی تو میں نے اس کا قتل کر دیا تب میں نہیں جانتا تھا ایک دن میرے گناہ میرے سامنے آ کر کھڑے ہو جائیں گے اور میں موت کے سامنے بے بس ہو جاؤں گا" انہوں نے روتے روتے سارا سچ بتایا تھا

سچ سن کر سب کے پیروں تلے زمین کھسک گئی تھی عشان تو خشک پتے کی طرح فرش پر گرتا چلا جا رہا تھا اس

کے وجود میں تو جان ہی نہیں رہی تھی۔ دادی پھپھو باقی سب ساری سچائی جان کر مراقبے میں تھے اور عرش باپ کے قتل کا سن کر صدمے میں تھا۔ حور خوش تھی اور حیران بھی اس نے نہیں سوچا تھا اس طرح ساری سچائی سب کے سامنے اتنے سال بعد آئے گی۔ خدا جب کہتا ہے ہو جا تو ہو جاتا ہے خدا کی یہی مرضی تھی کہ وہ شخص اپنے گناہوں کا اعتراف سب کے سامنے اپنی زبان سے کرے۔ جو ظلم اتنے برس قبل ہوا تھا آج اس کا انصاف ہو گیا اس کی ماں کو انصاف مل گیا تھا

عشان نور اس لمحے خود کو ایک بلند و بالا چوٹی سے منہ کے بل گرتے ہوئے محسوس کر رہے تھے کچھ سچ اتنے بھیانک ہوتے ہیں کہ ان پر سے پردہ اٹھنے پر انسان ٹوٹ جاتا ہے، وہ سمجھ رہا تھا کہ لالی شاید زندہ ہو گی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر اسے ملے گی تب وہ اس سے بہت سارے شکوے کرے گا لیکن اس نے جو نہیں سوچا تھا وہ یہی ایک بات تھی وہ شخص اب آئینہ دیکھنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا جو لڑکی اس سے اتنی محبت کرتی تھی وہ اس کی بے اعتباری کی وجہ سے اتنے بڑے ظلم سے دوچار ہوئی۔ وہ اس کا مجرم تھا اس سے ایک ایسا جرم سرزد ہو گیا جس کے لیے کوئی معافی نہیں تھی نہ اس دنیا میں اور نہ اس دنیا میں وہ خود کو آخری سانس تک معاف نہیں کر سکے گا۔ زندگی کے کچھ لمحوں میں سانس لینا واقعی مشکل سا ہو جاتا ہے اسے بھی وہاں اس حال میں گھٹن ہو رہی تھی سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی بڑی تیزی سے وہ باہر نکلا تھا ہر طرف اندھیرا تھا اندھیرے میں چلتا ہوا جانے وہ شخص کہاں جا رہا تھا اب تو سبھی منزلیں کھو چکی تھیں آگے جانے کا راستہ بند تھا پیچھے کوئی راستہ ہی نہیں تھا۔ اسے اپنے سائے سے بھی ڈر لگ رہا تھا۔

انکشاف کرنے کے بعد بابا جان بکھرے ہوئے فرش پر پڑے تھے دادی دوپٹہ سے اپنے آنسوؤں پونچھ رہی تھیں، سب کے لئے یہ سچ قابلِ قبول ہرگز نہیں تھا حور نے عرش کی طرف دیکھا وہ اسے بہت اداس محسوس ہوا وہاں کھڑے وہ اس کا درد سمجھ سکتی تھی۔ جب قتل بھروسے کا ہوتا ہے تو زخم دل پر لگتے ہیں۔

"انسان کو اپنے گناہوں کی سزا اسی دنیا میں ہی ملتی ہے میرے اپنے گناہ ہیں جو آج میں اس مقام پر کھڑا ہوں" بابا جان نے روتے ہوئے کہا

حور کی زبان سے یہ بات سن کر بابا جان تو جیسے صدمے میں چلے گئے سب کا یہی حال تھا وہ حقیقت جان کر

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم، آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔ آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ان باکس میں رابطہ کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

سب حور کو خوف بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے۔

"ہاں بابا جان میں اسی لالی کی بیٹی ہوں جس کے خون سے آپ کے ہاتھ رنگے ہیں" عرش بھی شاکڈ سی حالت میں اسے دیکھ رہا تھا

"دیکھیں آج خود کو بھی اور قدرت کا قانون بھی، جس عورت کو آپ نے اپنی بہو تسلیم کرنے سے انکار کیا تھا آج اسی کی بیٹی آپ کے گھر کی بہو کے روپ میں آگئی کیا آپ اب بھی معجزوں پر یقین نہیں رکھتے، برائی چاہے کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو لیکن جب انسان کے گناہوں کا گھڑا جب بھر جاتا ہے ناں تو وہ زمین پر رہنے کے قابل نہیں رہتا" روتی ہوئی اپنے منہ پر ہاتھ رکھے وہ تیزی سے سیڑھیاں چڑھنے لگی بابا جان فرش پر پڑے سنسان سیڑھیوں کو دیکھتے رہ گئے ہر طرف اندھیرا تھا۔

☆......☆......☆

"لالی امریکہ آنا چاہتی تھی میں نے اسے بہت سمجھایا کہ وہ اتنے اونچے خواب نہ دیکھے وہ کبھی امریکہ نہیں جا سکتی تھی نہ وہ اتنی پڑھی لکھی تھی اور نہ ہی اس کے پاس پیسے تھے لیکن وہ میری بات نہیں سن رہی تھی اس نے صرف ایک ہی رٹ لگائی ہوئی تھی کہ اسے عشان نور کے پاس امریکہ جانا ہے چاہے اس کے لیے کتنا ہی لمبا سفر کیوں نہ طے کرنا پڑے" کائنات اداسی سے کہہ رہی تھی اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھا وہ شخص جو پچھلی ساری رات روتا رہا اس وقت سرخ آنکھوں سے کائنات کے سامنے بیٹھا تھا۔ گناہوں سے لدا ہوا، بیوفائی کے بوجھ تلے اس کا سر جھکا ہوا تھا۔

" وہ تم سے بہت محبت کرتی تھی اسے لگتا تھا کہ تم صرف اپنے باپ کی سازش کا شکار ہوئے ورنہ تم اس پر بھروسہ کرتے میں نے اسے بہت کہا کہ اگر اسے تم پر بھروسہ ہوتا تو وہ تمہیں چھوڑ کر کبھی نہیں جاتا لیکن وہ میری بات نہیں مانتی تھی۔ تمہاری وجہ سے اسے گھر میں پورے گاؤں میں کئی باتیں سننی پڑی تھیں لیکن اس نے ہار نہیں مانی وہ سب سہتی جا رہی تھی اسے لگا تھا کہ اس کے دکھوں کی منزل خوبصورت ہوگی لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی اس کا انجام موت ہوگا"

کائنات نے ٹشو سے اپنی نم آنکھیں صاف کیں لالی کی کہانی سناتے ہوئے وہ مناظر بار بار سامنے آ رہے

تھے۔عشان نے کرب سے آنکھیں میچ لیں

"پھر وہ پریگنینٹ ہوگئی تھی اس کے مسائل میں مزید اضافہ ہوگیا گھر والے اسے شادی کے لیے فورس کر رہے تھے اور ابورشن کروانے کا کہہ رہے تھے لیکن سب کا مقابلہ کرتے ہوئے اس نے ایک رات دو جڑواں بیٹیوں کو جنم دیا تھا" عشان نے الجھن بھرے انداز میں سر اٹھایا کائنات نے اس کی طرف دیکھا

"اور ہم ان دونوں بچیوں کو لے کر چاند محل گئے تھے لیکن وہ بابا جان نے بات کھل جانے کے ڈر سے لالی کی سانسیں ہی بند کر دیں، اس رات بہت ظلم ہوا تھا لالی بار بار تمہیں یاد کرتی رہی آواز دیتی رہی اسے آخری سانس تک یقین تھا تم آو گے اور اس کے ساتھ دھوکہ نہیں کرو گے مگر وہ ہمیشہ غلط تھی اس کی سوچ غلط تھی مشرقی مرد اتنے وفادار کبھی نہیں ہوتے جتنی وفا مشرقی بیویوں میں ہوتی ہے "

عشان کو اپنے گالوں پہ نمی کا احساس ہوا تھا

جانتے ہوئے وہ دونوں لڑکیاں کون ہیں؟

عشان کی آنکھوں میں سوال ابھرا

"حور اور سمر" کائنات نے بتایا، درد کی ایک تیز لہر عشان کے دل میں دوڑ گئی وہ وہیں برف جم گیا

"ہاں عشان وہ دونوں تمہاری اور لالی کی بیٹیاں ہیں جو ساری زندگی ماں باپ کی محبت سے محروم رہی ہیں، تمہاری بے اعتباری کی سزا صرف لالی کو ہی نہیں تمہاری بیٹیوں کو بھی ملی اتنے سال تک وہ دونوں ایک دوسرے سے جدا رہیں" کائنات کے منہ سے نکلنے والے لفظ تیر کی طرح اسے چبھ رہے تھے اس کے کان سائیں سائیں کرنے لگے تھے وہ بے جان وجود کے ساتھ وہاں بیٹھا اپنے گناہوں کی داستان سن رہا تھا

"تمہیں لالی کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا عشان، تم دونوں کا رشتہ تو برسوں پرانا تھا پھر ایسا کیوں ہوا کہ تم لوگوں کا اعتبار ٹوٹ گیا تم دونوں جدا ہو گئے، وہ تمہاری کوئی ایک دن کی محبت تو تھی نہیں اتنے لمبے عرصے سے تم جانتے تھے پھر تم کیوں اسے سمجھ نہیں سکے؟ تم کو سمجھنا چاہیے تھا اس کی محبت کو تمہیں سوچنا چاہیے تھا کسی کے دل میں اپنے لیے محبت جگہ کر اسے چھوڑا نہیں جاتا۔ جب تم نے اسے چھوڑنا ہی تھا تو یہ فیصلہ پہلے کر لیتے منزل تک پہنچنے سے پہلے تم نے راستے میں ہی اس کا ساتھ چھوڑا تھا۔تم اگر اس کا تھوڑا اعتبار کر لیتے تو کیا ہو جاتا؟

ایک بار جاننے کی کوشش تو کرتے کہ سچ کیا ہے پھر یہ سب تو نہ ہوتا جو ہو چکا ہے غلط فہمیاں تو ہر رشتے میں ہوتی ہیں لیکن اعتبار بھی ہر رشتے میں لازم ہے" کائنات سانس لینے کو رکی تھی وہ صرف سن رہا تھا آج بولنے کو کچھ بھی نہیں تھا

"ہم نے تمہیں فون بھی کیا تھا عشان تمہیں لالی کی پریگنسی کا بھی بتایا تھا لیکن تب تم اتنے غصے میں تھے کہ تم نے ہماری ایک بھی بات نہیں سنی ۔تب اگر سن لیتے تو آج یہ سب نہ سن رہے ہوتے؟ تب شاید تم دونوں ساتھ ہوتے زندگی کچھ اور ہوتی"

کائنات نے اپنی بات مکمل کی اور کھڑی ہو گئی عشان ویسے ہی گم سم بیٹھا تھا کائنات وہاں سے چلی گئی عشان کو زمین آسمان آنکھوں کے سامنے گھومتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے کائنات تھوڑی دیر بعد واپس پلٹی اس نے ایک کاغذ عشان کی طرف بڑھایا وہ سر بھی نہیں اٹھا سکا

"یہ وہ خط ہے جو لالی نے مجھ سے لکھوائی تھی، یہ خط میں نے تمہاری دادی کو دیا تھا مگر انہوں نے مرنے کے کچھ دن پہلے یہ خط مجھے واپس کر دیا تھا شاید اس کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ یہ تمہیں کبھی نہ ملے، میں نے کئی بار پڑھا ہے اسے۔ یہ لالی کی نشانی کے طور پر میں نے سنبھال کر رکھی تھی سوچا نہیں تھا کبھی اتنے برس بعد تم اچانک میرے سامنے آو گے اور میں تمہیں یہ خط دوں گی" عشان کے ہاتھ کانپ رہے تھے اس نے لرزتے ہاتھوں سے وہ خط کائنات کے ہاتھوں سے لیا تھا اسے کھولنے کی ہمت وہ نہیں کر پا رہا تھا۔اس خط میں لکھا تھا

"مجھے یقین ہے آپ کبھی نہ کبھی ضرور واپس آو گے میرے لئے، میں جانتی ہوں آپ میرا ساتھ کبھی نہیں چھوڑیں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے چاہے کوئی کتنی بڑی سازش ہی کیوں نہ کر لے آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میرا یقین ضرور کریں گے۔ مجھے اس وقت بہت سارے مسائل سامنے ہیں گھر والے میری شادی کرنا چاہتے ہیں میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں تو میں کسی اور کے ساتھ شادی کیوں کروں؟ مجھے یقین ہے آپ آئیں گے میرے بچے کو اپنا نام دیں گے اور مجھے یہاں سے لے جائیں گے۔ آپ بس آ جائیں اس کے بعد ہماری زندگی بہت خوبصورت ہو جائے گی ہم اپنی دنیا کہیں اور آباد کر لیں گے اس گاؤں سے بہت دور چلے جائیں گے جہاں سب مجھے پاگل سمجھتے ہیں، آپ ہمیشہ میرا بھروسہ کرتے تھے میرے لئے سب سے لڑ جاتے

تھے اس وقت بھی مجھے آپ کے ساتھ اور بھروسے کی ضرورت ہے۔

ایک پاگل سی لڑکی"

وہ خط اس کے ہاتھوں سے اڑتا ہوا پورے کمرے میں اڑنے لگا وہ خود بھی اس خط کے جیسے پتنگ کی طرح اڑ رہا تھا۔وہ لڑکی جو اس کا انتظار کرتی رہی اس کا انتظار ختم نہیں ہوا، وہ لڑکی جس نے یہ لکھا تھا وہ اس دنیا میں نہیں تھی ۔ اپنے ہاتھوں سے سب کچھ ختم کر کے وہ جس مقام پر کھڑا تھا وہاں خالی ہاتھ تھا۔وہاں سے صرف اپنے اعمال نظر آرہے تھے اور ہر طرف اندھیرا تھا کیا ہو جاتا اگر وہ اس کا بھروسہ کر لیتا کیا ہو جاتا اگر وہ اسے صفائی کا کم از کم ایک موقع دیتا۔ بہت سارے سوالات تھے جواب کسی ایک کا بھی نہیں تھا کائنات اپنی جگہ سے کھڑی ہو کر اس کے پاس آئی وہ فرش پر گرنے والے انداز میں بیٹھا تھا۔کائنات نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھا

"شاید زندگی میں یہی لکھا تھا کہ تم دونوں کبھی نہ ملو اور ایک دوسرے کے لیے ساری عمر ترستے رہو، دنیا میں بہت سے دل ملتے ہیں اور کبھی نہ کبھی وقت کے فیصلے پر سب نے بچھڑنا ہوتا ہے۔ جو ہو چکا ہے اسے بھول جاو اب آگے کے بارے میں سوچو تمہاری دو بیٹیاں جو ہمیشہ سے والدین کی محبت سے محروم رہیں ان کو تمہارے ساتھ کی ضرورت ہے زندگی آگے بڑھنے کا نام ہے تم اب آگے کی طرف بڑھو بنا پیچھے پلٹ کر دیکھے۔"

عشان بنا کچھ کہے کانپتی ٹانگوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا، اور جانے کس سمت جا رہا تھا۔وہ کہہ رہی تھی آگے بڑھو بنا پیچھے دیکھے وہ کیا کہتا اس کا تو سب کچھ پیچھے ہی رہ گیا آگے تو صرف یادوں کا سمندر تھا جو اسے ڈسنے کو تیار تھیں۔لفظ وفا تو اسے اپنی زندگی کا بھیانک خواب لگ رہا تھا؟ اس کا سایا اس کے سامنے کھڑا اس کی بے بسی پر مسکرا رہا تھا، اب ساری زندگی اس کی قسمت میں پچھتاوا لکھا تھا لالی اپنی سزا پوری کر کے چلی گئی اور اس کی سزا ابھی شروع ہوئی تھی، وہ اب کس کس سے کہتا پھرے گا کہ اس نے محبت کی ہے کبھی؟ اب وہ پاگل شخص کس کس کو یقین دلائے گا کہ اس کی محبت سچی تھی؟ اور خود کو کیسے یقین دلائے گا۔اس رات وہ شخص بے سمت مسافروں کی طرح اجنبی سڑکوں پر چلتا جا رہا تھا ایسے جیسے بہت بڑی بازی ہار چکا ہو۔

☆......☆......☆

اس نے سفید شرٹ اور کالی جینز پہنی ہوئی تھی چہرے پر بے حد سنجیدگی تھی اس کے ہاتھ میں ایک بیگ تھا۔

گھر میں بے حد خاموشی تھی جیسے بہت بڑے طوفان کے بعد خاموشی ہوتی ہے۔ چلتے چلتے وہ بڑے دروازے تک پہنچا اس نے اپنے بائیں جانب دیکھا حور سر جھکائے اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔ وہ بہت ڈری ہوئی تھی اور ڈر کی وجہ سے وہ بے حد معصوم لگ رہی تھی۔ عرش نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور اسے لے کر اس گھر کی چوکھٹ سے باہر نکلنے لگا۔ کوئی تیزی سے بھاگ کر اس کے پاس آیا تھا

بلے رکو" دادی کی آواز پر اس کے چلتے قدم رکے تھے اس نے آہستہ سے گردن گھما کر پیچھے دیکھا خدیجہ بیگم بھی وہاں آ گئیں۔

"تم کہاں جا رہے ہو عرش؟" خدیجہ نے تیز تیز سانسوں سے پوچھا تھا کچھ پل وہ خاموش رہا پھر اس نے کہا

"معاف کیجئے گا دادی لیکن اب میں آپ لوگوں کے ساتھ ایک چھت تلے نہیں رہ سکتا" اس نے مدھم آواز میں کہا۔ خدیجہ نے منہ پر ہاتھ رکھا تھا دادی اس کی بات پہ اداس ہوئیں تھیں۔

"تو تم کہاں جاؤ گے؟" دادی کی آواز کانپ رہی تھی

" کہیں بھی اللہ کی زمین بہت بڑی ہے" وہ بھی اداس ہوا تھا

" کیا تم ہم سب کو چھوڑ رہے ہو؟" دادی نے پوچھا

"جس گھر میں میری بیوی کی عزت نہ ہو جہاں میرے باپ کا قاتل سانس لے رہا ہو اس گھر میں رہنے کو میرا دل نہیں کرتا دادی" دادی کچھ نہ بولیں اور خاموشی سے منہ دوسری طرف پھیر لیا تب خدیجہ نے کہا تھا

کسی اور کے گناہوں کی سزا تم ہمیں کیوں دو گے " غلطی بابا جان کی اس کی سزا کیا تم سب کو دو گے؟"

عرش نے خدیجہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور پیار سے اپنے ہونٹوں سے لگایا۔

"میں آپ لوگوں کو کبھی نہیں چھوڑ سکتا ماں بس ان سب چیزوں سے بہت دور جا رہا ہوں، یہاں اس گھر میں بہت ڈسٹرب ہوں مجھے سکون چاہئے وہاں جہاں مجھے کوئی ذہنی ٹینشن نہ ہو۔ یہاں اس گھر میں رہوں گا کچھ دن بعد دادی اور پھپھو روایتی سسرال والوں کی طرح ایک بار پھر حور کو تنگ کرنا شروع کر دیں گے۔ میں اپنے گھر کو گھر کی طرح دیکھنا چاہتا ہوں " اس کی نگاہوں میں معذرت تھی خدیجہ بیگم اس کی بات سمجھ چکی تھیں انہوں نے روتے ہوئے سر اثبات میں ہلا کر عرش کے ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔ پھر عرش دادی کی طرف گیا اور ان کو پیار سے

گلے لگایا دادی اپنے لاڈلے پوتے کی محبت دیکھ کر وہ خود کے آنسوؤں روک نہ سکیں۔

پھر عرش کے ماتھے پر بوسہ دے کر وہ حور کے پاس آئیں، اپنے ہاتھوں سے قیمتی سونے کے کنگن نکال کر وہ حور کی کلائی میں ڈالنے لگیں۔

"بہت پیار کرتی ہوں میں بلے سے خیال رکھنا اس کا، "انہوں نے حور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"یہ بہت معصوم ہے اسے ہمیشہ دوسروں کی فکر خود سے زیادہ رہتی ہے" دادی نے اسے کنگن پہنا لئے حور نے دادی کے ہاتھ محبت سے پکڑے۔ دادی نے کچھ خفا خفا سا اس کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا

"جاؤ خوش رہو اپنی زندگی جی لو جہاں تم لوگوں کا دل کرے" دادی وہاں سے جانے لگیں پھر عرش حور کا ہاتھ تھامے وہاں سے نکلا تھا۔

اس گھر سے نکلتے ہوئے اس نے ایک بار مڑ کر پیچھے ضرور دیکھا تھا، سامان اس نے ڈگی میں رکھا تھا اور حور کے لئے سیٹ کا دروازہ کھول کر خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

گاڑی سٹارٹ ہوئی، سفر کا آغاز ہو چکا تھا عرش سنجیدگی سے ڈرائیو کر رہا تھا اس کے ڈبل روٹی نما گال جیسے غصے میں پھولے ہوئے تھے۔ وہ ونڈو سے باہر سڑک کو دیکھ رہی تھی دماغ کہیں اور اٹکا ہوا تھا۔اس نے عرش کی طرف دیکھا تھا جانے وہ کس لیے اسے اتنی اہمیت دے رہا تھا وہ تو خود کی بھی نظروں سے گر چکی تھی۔اس کی طرف دیکھتی ہوئی وہ سوچ رہی تھی کہ وہ کون ہے؟ اس کا رشتہ کیا ہے؟ وہ کیوں بار بار اس کے لیے ڈھال بن رہا ہے؟ ان سوالوں کے جواب وہ چاہ کر بھی نہیں ڈھونڈ پا رہی تھی۔

"پانی ملے گا" اس نے عرش کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا عرش نے ایک نظر اسے دیکھا اور ڈیش بورڈ پر پڑی پانی کی بوتل اٹھا کر اسے دی۔اسے نے بوتل ہونٹوں سے لگایا پانی زیادہ ٹھنڈا نہیں تھا پھر بھی وہ پیتی جا رہی تھی۔پانی پی کر اس نے بوتل واپس رکھ دیا۔شاید اسے پیاس اتنی نہیں تھی وہ عرش سے بات کرنے کا بہانہ ڈھونڈ رہی تھی۔لیکن وہ اس سے بات کیوں کرنا چاہ رہی تھی؟

سینے میں ہلچل سی ہونے لگی جسے وہ نظر انداز کر گئی کافی دیر تک وہ اس کے بولنے کا انتظار کرتی رہی پھر اس نے خود ہی پوچھا تھا

" آپ مجھے لے کر کہاں جا رہے ہیں؟" اس نے پوچھا

" تمہیں کیا لگتا ہے ہم کہاں جا رہے ہیں؟ اس نے روڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا وہ پہلی بار مسکرایا تھا شاید حور اسے دیکھ گئی

" مجھے کچھ نہیں لگتا تبھی تو پوچھا"

" کہیں تمہیں یہ ڈر تو نہیں کہ میں تمہیں اغواء نہ کر لوں" وہ سنجیدگی سے شرارت پر اتر آیا تھا

" نہیں مجھے ایسا کوئی ڈر ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ آپ پہلے ہی خود کو میرے ساتھ باندھ چکے ہیں اب آپ جہاں جائیں گے میں آپ کے ساتھ آؤں گی" وہ سیدھی ہو کر بیٹھی تھی جیسے مزید باتیں کرنا چاہتی ہو

چلو کسی نہ کسی بہانے میرے ساتھ تو رہو گی" یہ جملہ جیسے اس نے خود سے کہا تھا

" ویسے ہم جا کہاں رہے ہیں؟" وہ ابھی تک اپنے سوال کا جواب ڈھونڈ رہی تھی

" کہیں بھی رہ لیں گے، مسافر ہیں سفر پورا کرنا ہے بس ہم نے کون سا یہاں دائمی رہنا ہے" ہر طرف اندھیرا تھا جب وہ گھر سے نکلے تھے تب اتنا اندھیر نہیں تھا لیکن اس وقت اندھیرا کافی پھیل چکا تھا

" مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے"

" کس سے؟

" پتا نہیں"

" بھروسہ کرو مجھ "

" اب تو بھروسہ کرنے سے بھی ڈر لگتا ہے" وہ بے حد اداس تھی عرش سمجھ سکتا تھا

" تم نے جن کو آزمایا ہے وہ تمہاری آزمائش پر پورا نہیں اترے ایک بار مجھے آزما کر دیکھ لو کبھی تمہارا بھروسہ نہیں توڑوں گا" حور نے کرب سے آنکھیں میچ لیں اسے وردان کے وعدے یاد آئے تھے اپنا باپ یاد آیا۔ اور آخری وقت میں وہ روتا ہوا وردان کا چہرہ بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہا تھا۔ اس نے پچھتاوے کا صحیح روپ دیکھا تھا شاید ایسے ہی غلط فہمیوں میں لوگ دوسروں کو کھو دیتے ہیں۔ حور نے سر ٹیک دیا کار کی سیٹ سے، عرش اس کے پاس ہی بیٹھا تھا اس کے کپڑوں سے اٹھنے والی خوشبو میں وہ سانس لے رہی تھی۔ عرش نے اسے مزید بات کے

لیے نہیں اکسایا وہ چاہتا تھا وہ تھوڑی ریلیکس ہو جائے مگر وہ سوئی نہیں۔ عرش اسے چپکے سے دیکھتے ہوئے بار بار سوچ رہا تھا کہ اسے سچ کیسے بتائے اور سچ جاننے کے بعد اس کا ردعمل کیا ہوگا وہ اسے کھونے سے بہت ڈرتا تھا۔ حور تھکی تھکی سے باہر دیکھ رہی تھی نہیں جانتی تھی کہ وہ کہاں جا رہی ہے اس نے خود کو زندگی کے حوالے کر دیا تھا اب کس موڑ پر دی اینڈ ہونا تھا وہ نہیں جانتی تھی۔ اندھیری رات میں سفر کرتے ہوئے وہ لوگ کئی اجنبی راستوں سے گزر رہے تھے پھر اچانک عرش نے گاڑی سائیڈ پر روک دی تھی۔ اس نے حیرانی سے باہر دیکھا جہاں سٹریٹ لائٹس لگے ہوئے تھے سامنے ہی لکڑی کا بنا ایک چھوٹا سا ڈھابہ تھا جس میں صرف ایک بلب لگا تھا سڑک کے دونوں اطراف گھنے درخت تھے اس لیے کچھ اور دکھائی نہیں دے رہا تھا عرش اپنی سائیڈ کا دروازہ کھول کر باہر نکلا پھر اس نے حور کے سائیڈ والا دروازہ کھول دیا عرش اسے دیکھتے ہوئے بار بار سوچ رہا تھا کہ وہ کس طرح اس سے بات کرے کیسے اسے سچ بتائے وہ نئی زندگی شروع کرنے سے پہلے سب واضح کر دینا چاہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بہت خوش تھا اسے سامنے دیکھ کر وہ آج بھی اتنا خوش ہوتا تھا جیسے پہلی بار ہوا تھا حور عرش کی تقلید میں چلتی ہوئی اس چھوٹے سے ڈھابے کے اندر گئی۔ وہاں برآمدہ نما گیلری بنی ہوئی تھی جس میں لکڑی کی دو چار کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔ اس برآمدے سے باہر کا منظر واضح نظر آ رہا تھا۔ یہ ڈھابہ شہر کی آبادی سے دور اس سڑک پر واقع تھا جہاں اس وقت ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا اندھیرے میں چمکتے چاند کو وہ کھڑکی سے دیکھ رہی تھی چاند جیسے اس کے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ عرش ایک کرسی پر بیٹھ گیا وہ بھی اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئی عرش نے ایک سیکنڈ بھی اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹائی تھی، جب کہ وہ نگاہیں نیچے کیے بیٹھی تھی یا کبھی باہر چاند کو دیکھتی عرش کو اس کی آنکھوں میں موجود اداسی صاف نظر آئی وہ اس کی یہ اداسی ہمیشہ کے لیے سمیٹ لینا چاہتا تھا اس چھوٹے سے ہوٹل میں ایک سترہ سال کا لڑکا کام کرتا تھا وہ اس وقت ان دونوں کے پاس آ کر آرڈر لینے لگا عرش نے چائے کے ساتھ بسکٹ بھی منگوائے تھے۔ پچھلے کچھ دن سے گھر میں ہونے والے عجیب وغریب واقعات نے اسے بہت ڈسٹرب کر رکھا تھا وہ اچھے سے کچھ کھا پی بھی نہ سکا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لڑکا چائے اور بسکٹ لے آیا تھا بلاشبہ وہ ایک چھوٹا سا ڈھابہ تھا لیکن اس میں بننے والی چائے کا ذائقہ اس نے زندگی میں کبھی محسوس نہیں کیا۔ یہی اندازہ حور کا بھی تھا انہیں چائے اتنی پسند آئی انہوں نے ایک ایک کپ کی بجائے دو کپ پی لیے۔ عرش چائے

کے ساتھ بسکٹ بھی لے رہا تھا چائے کے بعد عرش نے بل کے ساتھ ساتھ لڑکے کو ٹپ بھی دیا تھا اور ایک بھرپور انگڑائی لے کر کھڑا ہو گیا

"چلیں زوجہ محترمہ" اس نے کہا تو حور بھی کھڑی ہو گئی

"بھوک لگی ہے کیا؟" عرش نے پوچھا حور نے منفی میں سر ہلایا۔ وہ لوگ اس ڈھابے سے باہر نکل آئے حور بے حد تھکی ہوئی نظر آ رہی تھی

"تھک گئی ہو کیا؟ حور نے منفی میں سر ہلایا لیکن اس کی آنکھوں میں نیند واضح نظر آ رہی تھی۔

"سو جاؤ ابھی منزل پر پہنچنے میں وقت ہے" وہ سامنے روڈ کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا

کہاں ہے منزل؟ حور چونکی

"بس دعا کرو کہ یہ سفر کامیاب رہے" وہ اداسی سے بولا، اس کی سچائی جاننے کے بعد اس راستے پر اسے اکیلے چلنا تھا تب حور نہیں ہوتی تھی اس کے ساتھ ۔اس نے سوچا۔ حور کچھ نہیں بولی عرش اسے نے اسے دیکھا اور سب کچھ بتانے کا ارادہ کیا تھا۔ کافی دیر وہ ڈرائیو کرتے ہوئے سوچتا رہا کہ حور کو ساری بات کیسے بتائے بولنے کے لیے وہ الفاظ اکھٹا کرتا رہا پھر اس نے دل پر پتھر رکھ ہی لیا بسم اللہ پڑھ کر اس نے بات شروع کرنی چاہی

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں" اس نے بنا حور کی طرف دیکھتے ہوئے کہا وہ اس سے نظریں نہیں ملا پا رہا تھا ۔حور اس کی بات کے جواب میں کچھ نہیں بولی

"دیکھو جو سچ میں تمہیں بتانے جا رہا ہوں اسے سن کر شاید تمہیں دکھ ہو اور غصہ بھی آئے لیکن تم خود کو میری جگہ پر رکھ کر دیکھو گی تب تمہیں محسوس ہو گا میں کتنا غلط تھا" وہ ڈرائیونگ کرتے ہوئے بولتا جا رہا تھا

:دراصل میں جیک ہوں وہی ڈاکو جو پہلی بار تمہیں بس پر ملا تھا بعد میں مختلف طریقوں سے تم سے ملتا رہا اور فون پر تم سے رابطہ رہا اور............"...اس کے منہ سے الفاظ نکلتے نکلتے رہ گئے اس نے ٹھنڈی سانس لی اور بڑی ہمت اکھٹا کر کے اس نے حور کی طرف دیکھا تھا مگر اگلے ہی پل وہ چونک گیا۔

گاڑی کی سیٹ سے ٹیک لگائے وہ بڑی گہری نیند میں نظر آ رہی تھی۔ عرش اس کے معصومیت سے بھرے چہرے کو دیکھتا رہا پھر بے اختیار اس کے ہونٹوں پر ہنسی آئی تھی۔ وہ ایک بار پھر ڈرائیونگ میں مصروف ہو گیا وہ

ڈرائیونگ کے دوران بار بار اسے دیکھ رہا تھا اس کے چہرے کی معصومیت عرش کی نگاہوں کو کھینچ رہی تھی ڈرائیونگ سے زیادہ توجہ وہ حور کو دے رہا تھا اتنی اندھیری رات کو بنا روڈ کی طرف دیکھے ڈرائیونگ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا گاڑی ایک جمپ پر زور سے گزری جس سے گاڑی کو جھٹکا لگا اور جھٹکا اتنا زور کا تھا حور جو سیٹ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی نیند میں لڑھکتے ہوئے گرنے والے انداز میں لیٹ گئی۔

اس کا سر عرش کے گھٹنوں کے پاس لڑھک آیا عرش نے گاڑی کو بریک لگا دی اور اس کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ دیا

"اوئے محترمہ میری نیند اڑا کر خود کتنے مزے سے سو رہی ہو" وہ اس کی طرف دیکھتے ہوئے سوچ رہا تھا حور کا چہرہ عرش کے گھٹنے پر تھا اور وہ گہری نیند میں تھی عرش کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ دل بھی بغاوت کرنے لگا تھا اس نے دل پر ہاتھ رکھا دھک دھک کرتی دھڑکن نے اسے حیران کر دیا۔ حور گہری نیند میں تھی وہ بہت دیر تک گاڑی میں سوئی رہی کتنا فاصلہ طے ہوا تھا وہ کہاں تک پہنچے اسے کچھ علم نہیں تھا۔ اس کا سر عرش کی گود میں وہ تو یہ بھی نہیں جانتی تھی اتنے دنوں سے ڈسٹرب تھی پرسکون گود ملتے ہی وہ نیند کی مزے لوٹ رہی تھی جانے اور کتنی دیر تک وہ یونہی سوئی رہتی اگر اس نے زور سے گولی چلنے کی آواز نہ سنی ہوتی۔ اچانک بہت بڑے دھماکے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی اس کی آنکھ فوراً کھل گئی دل تیز تیز دھڑک رہا تھا ماتھے پر پسینہ تھا وہ عرش کی گود میں سے فوراً اٹھی اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے حیرانی سے عرش کو دیکھا وہ تیز تیز گاڑی چلا رہا تھا اور بہت گھبرایا ہوا تھا اور بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہا تھا۔ اس نے بھی ڈر سے پیچھے دیکھا تھا پولیس کی ایک گاڑی ان کا پیچھا کر رہی تھی وہ ان کے پاس تو نہ تھی لیکن سائرن سے ہی اسے اندازہ ہوا تھا جیسے وہ گاڑی پولیس کی ہے۔ لیکن پولیس ان کا پیچھا کیوں کر رہی ہے وہ سوچ کر بھی نہ سمجھ سکی۔

"یہ پیچھے گاڑی کس کی ہے؟" اس نے ڈرتے ہوئے عرش سے پوچھا جو اتنی اندھیری رات میں بہت تیز ڈرائیو کر رہا تھا جیسے پولیس سے بھاگ رہا ہو

"پولیس کی" عرش نے بتایا وہ عجلت میں تھا

"پولیس کی؟" وہ چونکی

"پولیس ہمارا پیچھا کیوں کر رہی ہے؟"

"پتا نہیں" عرش نے جواب دیا اور ماتھے پہ آیا پسینہ رومال سے پونچھا

" مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے" وہ کانپتی دھڑکن سے بولی عرش نے غور سے اسے دیکھا وہ واقعی ڈری ہوئی تھی عرش نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا تھا

"ڈونٹ وری میں ہوں ناں؟" اسے حوصلہ ملا عرش بڑی تیز ڈرائیو کر رہا تھا

"پلیز گاڑی آہستہ چلاو"

"اگر آہستہ گاڑی چلائی تو پولیس ہم تک پہنچ جائے گی" لیکن ہم پولیس سے بھاگ کیوں رہے ہیں؟" عرش اسے بتا نہیں سکا کہ وہ ایک ڈاکو کے ساتھ سفر کر رہی ہے اور پولیس اس ڈاکو کو گرفتار کرنا چاہتی ہے جس نے ڈاکو ہوتے ہوئے بھی کبھی غلط کام نہیں کیا صرف ان لوگوں کے خلاف کام کیا تھا جو کرپٹ تھے مگر پولیس یہ بات نہیں جانتی تھی۔اس وقت پولیس کی گاڑی برابر ان کے پیچھے آ رہی تھی۔حور عرش کے مزید قریب ہوگئی وہ بہت زیادہ ڈری ہوئی تھی عرش نے بے بسی سے اسے دیکھا کوئی اور شارٹ کٹ راستہ وہ دیکھ رہا تھا جس سے پولیس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا۔گاڑی کی ہیڈ لائٹس اس نے جان بوجھ کر بند کیں ہوئیں تھیں بنا ہیڈ لائٹس کے اندھیری رات میں صرف اندازے پر ڈرائیو کرنا کتنا مشکل ہوتا ہے یہ صرف وہی جانتا تھا۔

" کچھ کرو نہ پلیز"

"ڈونٹ وری کچھ نہیں ہوگا" اس نے حور کا ہاتھ دبایا حور خاموش ہوگئی۔وہ ہونٹ بھینچ کر بہت ہی گھبراہٹ میں ڈرائیو کر رہا تھا،اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اس وقت وہ کیا کرے کس طرح پولیس کو جھانسا دے،وہ خود کو پولیس کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا ایک تو وہ بے گناہ تھا اس سے کبھی کوئی ایسا جرم سرزد نہیں ہوا جس کے لیے وہ مجرم ہوتا اور دوسرا اگر وہ سرینڈر کر بھی لیتا تو حور کا کیا ہوتا؟ وہ لڑکی جو مکمل طور پر خود کو اس کے رحم و کرم پر چھوڑ چکی تھی جو اس پر بھروسہ کر کے بنا کوئی سوال کیے اس کے ساتھ سفر کرنے نکلی تھی۔وہ حور کے معاملے میں بالکل بھی سمجھوتہ نہیں کر سکتا تھا۔ایک خیال جو اس کے ذہن میں آیا ایک واحد شخص جو اس وقت اس کی مدد کر سکتا تھا" ہدایت" وہیں شہر سے دور جنگل میں جہاں ان کی رہائش تھی وہ جگہ اس وقت بالکل خالی تھی پولیس اور لوگوں کی

نگاہوں سے بھی اوجھل۔ حور کو لے کر وہ وہیں جا سکتا تھا وہیں ان کی رہائش ممکن تھی یہ خیال آتے ہی اس نے جیب سے موبائل نکالا اور ہدایت کا نمبر ملایا پولیس کی گاڑی کچھ فاصلے پر رہ گئی تھی۔ دوسری بیل پہ ہدایت کی آواز سنائی دی تھی

" ہدایت میں جیک بول رہا ہوں میری بات دھیان سے سنو، پولیس میرے پیچھے ہے اور میں حور کو لے کر اڈے پر آ رہا ہوں تم وہاں رہنے کا انتظام کر دو............ " یہ چار جملے بڑی روانی سے بولتے ہوئے اچانک اس کی زبان کو بریک لگی تھی بہت ہی دیر سے اسے احساس ہوا کہ اس سفر میں اس کے ساتھ کوئی اور بھی ہے جو اس کے بالکل برابر والی سیٹ پر اس کے بالکل قریب بیٹھی ہے۔ دھڑکن میں کرنٹ دوڑ گئی ایک پل کے لیے سب کچھ بھلا کر وہ اس خاموش وجود کو دیکھنے لگا جو بنا پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھی۔ حور کے لیے اس لمحے پوری کائنات رک گئی زندگی میں بہت جملے ایسے ہوتے ہیں جنہیں سننے کے بعد انسان سانس لینا بھول جاتا ہے وہ بھی سانس لینا بھول چکی تھی ایک سیکنڈ کے لیے بھی نظر ادھر ادھر کیے بنا اس نے عرش کو ایسے دیکھا جیسے اسے پہلی بار دیکھ رہی ہو جیسے کہانی پر پردہ اٹھنے کے بعد کسی کردار کا اصلی روپ سامنے آتا ہے۔ دماغ میں گھنٹیاں بجنے لگیں پل پل میں چہرے بدلنے لگے لمحوں میں وہ جیک کے ساتھ رابطے والے سین سامنے چلنے لگے۔ عرش اسے دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں شرمندگی تھی دکھ تھا افسوس تھا اور بے بسی بھی۔ حور کی آنکھوں میں شکوے کی لہر دیکھ کر وہ اندر ہی تڑپا تھا۔ اس نے حور کا ہاتھ پکڑ لیا

" جیسا تم سوچ رہی ہو ایسا کچھ نہیں ہے میں تمہیں سارا سچ بتاتا ہوں " حور کی آنکھوں سے آنسوؤں جاری ہوئے تھے بڑی ہی شکایتی نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا

" تم تو ساتھ دینے والوں میں سے تھے " حور کے دل نے شکوہ کیا تھا

" میں تمہارے ساتھ ایسا کچھ نہیں کر سکتا جس سے تم کو تکلیف ہو، میری بات کا یقین کرو " وہ کہہ رہا تھا حور نے چہرہ دوسری طرف پھیر لیا وہ بے حد تھکی ہوئی نظر آ رہی تھی عرش کو لگا وہ اسے کھو چکا ہے اب اسے اکیلے چلنا تھا

" تمہیں مجھ پر بھروسہ ہے ناں؟ " اس نے حور کی طرف دیکھا وہ جواباً خاموش تھی۔ ایسے جیسے اب کبھی کچھ نہیں بولے گی۔ عرش کا دل کانپنے لگا وہ تیزی سے ڈرائیو کرتے ہوئے پیچھے پولیس سے بھی بچنے کی کوشش کر رہا تھا

۔وہ اسے سب کچھ بتانا چاہتا تھا لیکن خود اپنی زبان یوں اچانک سچ سامنے آنے پر اس کا رویہ جائز تھا وہ صدمے میں تھی۔

"حور پلیز یار کچھ تو بولو" وہ پتھر کی مورت بنے بیٹھی تھی۔ پولیس کی گاڑی بھی پیچھے آ چکی تھی لیکن اسے اس سے زیادہ حور کی فکر تھی۔

" میں کبھی تمہارے اور وردان کے بیچ میں نہیں آیا حور، اس نے خود تمہیں چھوڑا تھا اور یہ سب ہمارے نکاح سے پہلے ہوا تھا میں نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا اس رات جب میں تمہارے پاس سے گیا تھا میں نے اسے کسی سے بات کرتے ہوئے سنا تھا یقین کرو اگر میں وہ سب نہ سنتا تو میں چلا جاتا کبھی پلٹ کر نہ دیکھتا لیکن وہ تمہیں دھوکہ دینے کی کوشش کر رہا تھا جو مجھ سے برداشت نہیں ہوا، تب میں نے چاہا تھا تمہاری شادی اس سے کبھی نہ ہو کیونکہ وہ شخص تمہارے قابل ہی نہیں تھا اس کے ساتھ تمہاری پوری زندگی برباد ہو جانی تھی۔ باقی رہی بات جیک والی بات چھپانے کی تو اس کے لیے دل سے معافی مانگتا ہوں۔ میں نے تم سے محبت کی تھی اور نہیں چاہتا تھا تمہیں کھو دوں اگر میں تمہیں بتا دیتا کہ میں ڈاکو ہوں اس وقت تم مجھ سے نفرت کرتیں مجھے چھوڑ دیتیں بس اسی ڈر سے میں تمہیں کچھ بتا نہیں سکا" وہ جیسے افسوس کے ساتھ اسے بتا رہا تھا اور حور کا چہرہ سپاٹ تھا اس پر کسی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا۔

" میں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ تم وردان سے دور ہو جاؤ اور نہ ہی کبھی میں نے تمہارا برا چاہا تھا۔ شاید ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا" پولیس کی گاڑی ان کے بہت قریب پہنچ چکی تھی اور وہ حور کو بھروسہ دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔" نہ تو میں نے کبھی تمہیں دھوکہ دیا ہے اور نہ ہی کبھی دھوکہ دوں گا صرف ایک بار آزما کر دیکھ لو ہر انسان ایک جیسا نہیں ہوتا" اس نے حور کا ہاتھ پکڑ لیا وہ اپنے ہاتھ کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی۔ پولیس نے ہوائی فائرنگ کی آواز دور دور تک سنائی دی حور کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ ڈر گئی تھی اس نے عرش کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالنے کی کوشش کی لیکن بات کچھ نہیں کی۔

"یار تمہیں کیسے یقین دلاؤں؟ کیا میں اپنی جان دے دوں تب یقین کرو گی کہ میں سچ کہہ رہا تھا" وہ بے بسی سے بولا۔ پولیس کی گاڑی اس کے گاڑی کے بالکل لفٹ سائیڈ پر آ چکی تھی۔ عرش کی توجہ ڈرائیونگ سے ہٹ چکی

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے انباکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

تھی کسی ایک پولیس اہلکار نے پسٹل سے گولی چلائی اور اگلے لمحے عرش کے منہ سے ایک زوردار آہ نکلا، حور کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا گولی اس کے بازو کو چھو کر نکلی تھی۔

حور کی آنکھیں خوف سے پھیل گئیں، عرش جیسے حواسوں میں لوٹ آیا تھا اس نے ڈرائیونگ سنبھالی اور گاڑی کی سپیڈ تیز کر دی اس وقت حور کو یقین دلانے سے زیادہ ضروری کام تھا جان بچانا اگر وہ حور کو آج یقین نہیں دلا پایا تو یہ موقع اسے پھر کبھی نہیں ملنا تھا۔ وہ اس کے بازو سے نکلنے والی تیز دھار خون کو دیکھ رہی تھی اور عرش بنا خون اور درد کی پرواہ کیئے ڈرائیو کر رہا تھا۔

"سامنے کھائی ہے ہم دو منٹ میں اس گاڑی سے نیچے اتریں گے اس کے لئے تیار رہنا" عرش نے تیزی سے کہا وہ کچھ سن سکی یا نہیں بس خون کو دیکھ رہی تھی۔ عرش کے ذہن میں اس وقت ایک مختلف خیال آیا تھا وہ دونوں گاڑی سے نیچے اتر جاتے اور گاڑی سیدھے کھائی میں گر جاتی اس طرح پولیس کو لگتا جیک ڈاکو مر چکا ہے اور وہ عرش چوہدری بن کر باقی کی زندگی آرام سے گزار سکتا تھا۔ لیکن اس سے پہلے یہ سارا کام ویسے ہو جاتا جیسے وہ سوچ رہا تھا۔ بہت رسکی کام تھا یہ۔ ہاتھ کا درد بڑھتا جا رہا تھا اس کے لئے ڈرائیونگ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ کھائی کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی کی سپیڈ بہت آہستہ کر دی اور حور کو اتر جانے کو کہا

"اترو جلدی" حور نے فکرمندی سے اسے دیکھا

"لیکن آپ؟"

"میں اتر جاؤں گا پہلے تم اترو" وہ تیزی سے کہنے لگا

"لیکن یہ آپ کا ہاتھ اس سے خون ...." عرش نے غصے سے اس کی بات کاٹی

"فضول باتیں مت کرو اتنا ٹائم نہیں ہے ہمارے پاس سامنے کھائی ہے اترو جلدی" حور دھڑکتے دل سے چلتی گاڑی سے اتری تھی۔ اس کے اترنے کے بعد عرش فوراً چھلانگ لگا کر گاڑی سے نیچے اترا اگلے ہی پل ان کی گاڑی ایک زوردار دھماکے کے ساتھ گہری کھائی میں گرتی چلی گئی عرش نے تیزی سے حور کا ہاتھ پکڑا اور گھنے جنگل میں شمال کی طرف بھاگنے لگا۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑے تیز تیز بھاگ رہا تھا چاروں طرف درخت تھے وہ وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا بازو کے درد کی وجہ سے اس کے لیے بھاگنا مشکل ہوتا جا رہا تھا۔ خشک پتوں پر ان کے پاؤں

پڑنے کی وجہ سے جنگل میں ایک عجیب آواز پیدا ہو رہی تھی۔ عرش بہت تھک چکا تھا ایسی حالت میں اس کے لیے چلنا بہت کٹھن تھا یہ بھی سچ تھا کہ وہ منزل کے قریب پہنچ چکا تھا لیکن وہ بالکل مایوس ہو چکا تھا حور کی ناراضگی اس کا شکوہ اسے توڑ چکا تھا وہ ناامید ہو چکا تھا ناامیدی انسان کو منہ کے بل گراتی ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انسان منزل کے بہت قریب کھڑا ہوتا ہے اگر ایک قدم آگے بڑھائے گا تو منزل تک پہنچ چکا ہو گا لیکن تب تک انسان ناامید ہو چکے ہوتے ہیں تھک جاتے ہیں اور آگے قدم بڑھانے کی بجائے پیچھے لوٹ جاتے ہیں وہ بھی شاید تھک چکا تھا۔

"میں مزید نہیں چل سکتا" اس نے چاند کی روشنی میں حور کو دیکھا وہ رک گیا تھا اور لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا

"لیکن پولیس ابھی بھی آپ کو ڈھونڈ رہی ہو گی" حور نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا جنگل میں طرح طرح کے جانوروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

"میرے بازو میں بہت درد ہے یار میں نہیں چل پا رہا" اس نے جیسے ہار مانتے ہوئے کہا تھا

"تو اب کیا کریں" عرش نے غور سے حور کو دیکھا

"میری بات دھیان سے سنو تم یہاں سے جاؤ میں ہدایت کو فون کر دیتا ہوں وہ تمہیں لینے آ جائے گا" حور خاموشی سے اسے دیکھتی رہی

"چلو یہاں سے تم اپنی جان بچاؤ اگر میری قسمت میں زندگی لکھی ہو گی تو میں ضرور زندہ رہوں گا اگر پولیس کی گرفتاری لکھی ہے تب بھی تمہیں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا کبھی" وہ ایک ہاتھ اپنے بازو پر رکھے بہت زور لگا کر جیسے حور سے بات کر رہا تھا" میں ہدایت کو بتا دوں گا اگر مجھے کچھ ہو بھی گیا تو وہ میرے بعد تمہیں سہارا دے گا یا اگر تم چاہو تو اپنی ماں کے پاس رہ سکتی ہو میرے حصے کی جو جائیداد ہے وہ سب میں تمہارے نام کر دوں گا اس سے تمہیں آنے والی زندگی میں کبھی کسی مسئلے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا" روانی سے وہ بولتا جا رہا تھا حور نم آنکھوں سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ "اور ایک آخری بات ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا بہت دل دکھایا ہے میں نے تمہارا۔" پھر اس نے ہولے سے حور کا ہاتھ پکڑا اور اسے دیکھے جا رہی تھی وہ ایک پل کے لیے بھی اس کے چہرے سے نگاہ نہیں ہٹا سکی۔ "چلو میں تمہیں روڈ تک چھوڑ دوں آگے ہدایت تمہیں لینے آ جائے گا " اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے لے

جانے کے لیے آگے بڑھا لیکن ایک قدم پھر پلٹا تھا حور ٹس سے مس تک نہ ہوئی اس کا ہاتھ عرش کے ہاتھ میں تھا۔ عرش نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا جہاں بے حد اداسی تھی۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو وں آئے۔ اس نے آہستہ سے اپنا ہاتھ چھڑایا تھا اور عرش سیدھے عرش کی آنکھوں میں دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا

" تم نے زندگی میں اتنی بار میرا ساتھ دیا ہے کہ اب میں چاہ کر بھی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتی " وہ اداسی سے کہہ رہی تھی عرش اسے دیکھے گیا

" تمہیں کیا لگا میں اتنی مطلبی اور خودغرض ہوں جو تمہیں اس حالت میں تنہا چھوڑ کر اپنی جان بچا کر بھاگ جاؤں گی۔ "اس نے شکایت بھرے انداز میں عرش سے سوال کیا تھا

" نہیں عرش چوہدری نہیں۔ میں خود ٹوٹے ہوئے دل والی ہوں اور جن کے اپنے دل ٹوٹے ہوئے ہوتے ہیں وہ دوسروں کے دل کبھی نہیں توڑا کرتے " وہ رو رہی تھی عرش خوشگوار حیرت لئے اسے دیکھ رہا تھا روتے روتے حور کو جانے اچانک کیا ہو گیا تھا اس نے غیر ارادی طور پر اپنا سر عرش کے سینے پر رکھا۔ عرش نے اپنے دل میں کرنٹ سا محسوس کیا اور اپنی بانہوں کا حصارہ اس کے گرد ڈال دیا۔ دور کہیں آسمان پر موجود چاند یہ منظر اپنی نگاہوں میں قید کر کے بادلوں کی چادر میں چھپ گیا۔ سچ میں محبت ان کو ملتی ہے جو وفا کے راہوں پر چلنا جانتے ہوں اور جو مشکل وقت میں اپنے ساتھی کا ہاتھ چھوڑ کر اسے کانٹوں پر چھوڑ دیتے ہیں ان کے نصیب میں ساری عمر کا پچھتاوا ہوتا ہے۔ سچ ہے کہ سچی محبت کبھی ناکام نہیں ہوتی ہمیشہ محبت کرنے والے ناکام ہو جاتے ہیں۔ اس رات وہ دونوں بادلوں کے سائے تلے ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے چل رہے تھے آگے خوشیوں بھرے راستے ان کے منتظر تھے۔ جو لوگ سب کچھ مکمل کرنے کے انتظار میں ہوتے ہیں وہ ہمیشہ ادھورے رہ جاتے ہیں

" خدا سب کو سب کچھ نہیں دیتا ورنہ سب خدا کو بھی بھول جاتے "

ختم شد